رجسٹرڈ ل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد ۷	بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر ۱

فہرست مضامین

۱- شذرات - - - ۱
۲- ملاحظہ - - اشاعت اسلام - - ۳
۳- - - ۵
۴- ...ین - - ۹
۵- ...رق ۱۸
۶- جوہر اسلام - - - ۲۴
۷- اسلام کی بعض خصوصیات - - - ۲۸
۸- مسلم اور عیسائی مواحدین ۳۴
۹- بعثت اسلام - - ۳۸
۱۰- حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات ۴۴

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے منیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے لوگوں میں پہنچایا جائے! اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو + منیجر



Khwaja Kamal-ud-Din.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۷) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۱)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اس محترم بزرگ کی تصویر شائع کیجاتی ہے جنہوں نے تثلیث کے مرکز (انگلستان) میں ایک مسلم مشن کی بنیاد رکھ کر ان شیدائیان اسلام کے نقش قدم پر چلے جنہوں نے دین متین کیخاطر اپنے گھروں کو اور بیوی بچوں کو چھوڑا اور ہر ایک قسم کے تعلقات محبت کو خدا اور اس کے رسول اکرم صلعم کی محبت پر قربان کردیا - اور دوسروں کو راہ راست اور ہدایت پر لانا ہی سب سے بڑی عزت و دولت سمجھا - یہ بزرگ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہیں جنہوں نے اسلامی مشن کی بنیاد انگلستان میں فروری سنہ ۱۹۱۳ء میں مسجد ووکنگ میں رکھ کر غیر مسلم اقوام یورپ کو اسلام کی دعوت بذریعہ تحریر و تقریر دینی شروع کی - اور اہل اسلام کو اشاعت دین اسلام کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا - حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اس مہتم بالشان اشاعت دین اسلام کے کام کو ہاتھ میں لے کر قرون اولے کے شیدائیان اسلام کا نمونہ دکھایا ہے آجکل آپ سماٹرا - جاوا - برہما کا دورہ فرما رہے ہیں - امید واثق ہے کہ عنقریب

آپ پھر دوبارہ اپنے اصلی کام (تبلیغ دین) پر واپس انگلستان تشریف لے جاوینگے
اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو بیش از پیش بابرکت کرے۔ آمین ثم آمین

اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ صاحب کی جدید تصنیف "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی جدید تالیف "سیرت خیر البشر" کے چند اوراق حسب اعلان رسالہ دسمبر ۱۹۲۰ء ہدیۂ ناظرین کرام کئے جاتے ہیں۔ جن کا مطالعہ اُمید ہے۔ قارئین رسالہ کی دلچسپی کا موجب ہوگا +

رسالہ اشاعت اسلام اس نمبر کے ساتویں سال میں بفضل ایزدی قدم رکھتا ہے۔ اسکی گذشتہ چھ سالہ خدمات پر ہم سابقہ نمبر میں کسی قدر مجملاً ریویو کر چکے ہیں۔ یہاں پر ہم فقط اپنے ناظرین رسالہ کیخدمت میں اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ازراہ کرم ہمارے بڑھتے ہوئے اخراجات کو ملحوظ رکھ کر فقط دو دو جدید خریدار اس سال فراہم فرما کر ہماری امداد فرمائیں۔

ذیل میں ہم معزز ہمعصر رسالہ معارف سے ایک اقتباس "حضرت خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ" کے زیر عنوان نذر ناظرین کرام کرتے ہیں۔ اور معزز ایڈیٹر صاحب معارف کا اس منصفانہ اظہار رائے کیلئے بہ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جزاکم اللہ واحسن الجزا +

ووکنگ مشن کے اظلال و آثار کے مسٹر مارمیڈیوک پکتھال ووکنگ مسلم مشن کا ایک جری سپاہی ہے جنہوں نے حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ آپکے رسالہ مسلم آؤٹ لک کی نسبت معارف میں مندرجہ ذیل ریمارک کیا گیا ہے شیخ صاحب موصوف آجکل بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر ہیں +

تاہم غنیمت ہے کہ ہجوم مصائب مسلمانان ہند میں اس ضرورت کا کچھ احساس پیدا کر چلا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے لندن سے جو ہفتہ وار پرچہ مسلم آؤٹ لک نکلنا شروع ہوا ہے

وہ اسی احساس کا عملی نتیجہ ہے مسلمانوں کی جو عملی ضروریات ہیں ان کے لحاظ سے اگرچہ یہ پرچہ بالکل ناکافی ہے پھر بھی کچھ نہ ہونے سے اس کا ہونا بہرحال بہتر ہے۔ خلافت کی سرگرمیاں۔ ٹرکی سے متعلق عام معلومات کا اندراج اور ان پر تبصرہ اس کا خاص موضوع ہے۔ اور یہ مقصد اس وقت یہ کامیابی کے ساتھ پورا کر رہا ہے

حضرت خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ

مقتبس از رسالہ معارف

ناانصافی ہوگی۔ اگر اس سلسلہ میں خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات کو نظرانداز کردیا جائے یہ واعظ و خطبات سے قطع نظر کر کے مخالفین کے مرکز میں سکونت اختیار کر کے اپنے ماہوار رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ سے جو عظیم الشان خدمت وہ انجام دے رہے ہیں۔ وہ دورِ حاضرہ میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل بے نظیر ہے۔ اس رسالہ کا مشن خالصتہً مذہبی ہے جو دنیوی اغراض کے شائبہ سے بھی پاک ہے اور اس کے بعض مضامین اس پایہ کے ہوتے ہیں۔ کہ بلا تکلف یورپ کے اعلےٰ علمی رسائل میں جگہ پا سکتے ہیں مسلمانانِ ہند کیلئے یہ امر اور زیادہ باعث مسرت ہے۔ کہ یہ سعادت بجائے باشندگانِ ممالک اسلامیہ کے انہیں کے ایک ہموطن کے نصیب میں آئی +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مسٹر ولیم حمید کی گذشتہ ہفتہ ایک شخص مسٹر ولیم کے قبول اسلام کی خوشخبری احباب کرام کو سنا چکا ہوں۔ گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ مسٹر موصوف اور انکی بیوی ساؤتھ ایمپٹن سے چلکر یہاں آئے اور اتوار کے لیکچر میں شامل ہوئے مسٹر خالد شیلڈرک کا لیکچر اس دن ووکنگ میں انما المومنون اخوۃ پر تھا مسٹر موصوف نے ابتدائے آفرینش سے حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ تک تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ اسلام سے پہلے . . . اللہ تعالیٰ کی صفات اور انسانوں کے باہمی تعلقات کے متعلق خیالات بہت ہی محدود تھے اسلام ہی تھا جس نے ایک خدا کو رب العالمین منوا کر انما المومنون اخوۃ کا پیغام دنیا کو دیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تمام انسانوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا۔ مومنوں کی تخصیص اس وقتیہ کر دی۔ کہ وہ اس اخوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کے لوگ نہیں +

لیکچر کے بعد مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے مسٹر ولیم کے قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسٹر خالد شیلڈرک نے مختصراً ان کے متعلق حاضرین کو بتایا کہ وہ اسلام کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور اس کو کس طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد اب مسلمان ہوئے ہیں +

مسٹر ولیم بھی جو ایک درمیانی عمر کے خوب شاندار آدمی ہیں مجمع عام میں کھڑے ہوئے ان کو اسلامی نام حمید اسی وقت دیا گیا۔ اس کے دوسرے ہی دن مسٹر موصوف نے گھر جا کر ایک پونڈ مشن کے لئے بھیجا۔ فجزاہ اللہ خیرا +

لندن میں مشنریوں کی تعلیم کیلئے سکول

شاید ہمارے احباب کیلئے یہ سُننا موجب حیرت ہوگا کہ لندن میں ایک باقاعدہ سکول عیسائی مشنریوں کی تیاری کے لئے قائم ہے۔ جس کا نام ہے "قومی بورڈ آف سٹڈی فار دی پیپریشن آف مشنریز" اس بورڈ کا نیا سیشن ۷۔ اکتوبر ۲۰ء؁ سے شروع ہوا ہے۔ اور بقول چرچ فیملی نیوز پیپر لنگس کالج میں بورڈ کی طرف سے طلباء کیلئے بائبل کی تعلیم کے علاوہ عام مذاہب پر بھی خاص لیکچروں کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان عام مذاہب میں مذہب کنفیوشس۔ اسلام ہندو مذہب کے نام خاص طور پر لئے گئے ہیں +

یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہر عملی زندگی کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں۔ جن کا اوڑھنا بچھونا محض سیاست اور ڈپلومیسی ہے لیکن باوجود اس کے اپنے مذہب کے پھیلانے کی کوشش میں وہ باقاعدگی کے ساتھ منہمک ہیں۔ اور درحقیقت انگلستان کو دُنیا کے ہر حصہ پر متسلط کرنے میں عیسائی مشنریوں کا بہت کچھ دخل ہے۔ ہر دُور دراز علاقہ میں پہنچ کر اپنی باتوں کو پہنچانا خواہ وہ کیسی غیر معقول کیوں نہ ہوں اُن لوگوں نے اپنا ضروری فرض قرار دے رکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے سیاسی عروج کیلئے بھی وہ کوشاں رہتے ہیں +

کاش مسلمان اس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں۔ اور دیانت و امانت کے ساتھ محض اشاعت اسلام کے کام میں لگ جائیں تو تمام قومی امراض کا دفعیہ بہت جلد ہو سکتا اور یہی معراج

ترقی پر پھر پہنچ سکتے ہیں۔ جس پر سے اپنی ناکرداریوں کی وجہ سے گرائے گئے ہیں +

امریکہ میں اسلام کی حالت

گذشتہ ہفتہ اسلام کے متعلق ان غلط فہمیوں کا ذکر کیا جا چکا ہے جو جرمنی میں ایک مصری مسلمان کو معلوم ہوئی ہیں۔ یوں تو عام طور پر مغرب اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا ہے لیکن امریکہ کی حالت سب سے بدترین ہے +

ایک ہندوستانی طالب علم جو حال ہی میں تعلیم کیلئے امریکہ پہنچے ہیں اپنے تازہ خط میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہندوستانیوں کو یہاں عام طور پر ہندو کہتے ہیں سمجھتے ہیں انڈین کہنے سے ہماری ہتک ہوگی (شاید اسلئے کہ امریکہ کے ریڈ انڈین ان کے زیر نظر ہوتے ہیں) مسلم کو تو کوئی جانتا بھی نہیں محمڈن کہنے سے کچھ کچھ سمجھ آتی ہے لیکن وہ بھی الٹی۔ کچھ سمجھایا جائے تو پرانے خیالات کا ازالہ ایک بہت ہی مشکل بات ہے آج کچھ سمجھتے ہیں۔ اور کل پھر وہی بات +

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل مغرب نے باینہمہ علم و تہذیب دوسری اقوام اور بالخصوص چالیس کروڑ انسانوں کے مذہب کو صحیح طور پر سمجھنا یا اسکی تحقیقات کرنا ضروری نہیں سمجھا کاش اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ان کی نابینائی کو صحیح علوم کے سرمہ سے دور کریں۔ مسلمان طالب علم جو ان ممالک میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اس کام کو ساتھ ساتھ بڑی خوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اگر اس ذمہ داری کا احساس انہیں ہو +

دوست محمد از ووکنگ

اصلاح

(از قلم جناب علامہ مولانا مولوی محمد مارمیڈیوک پکتھال نو مسلم)

جو انقلاب اسلام نے دنیا میں پیدا کیا اور جو کچھ تغیر اس کی تعلیمات نے تھوڑے دنوں میں کر دکھلایا وہ کوئی فرضی قصہ نہیں وہ ایک ایسی کامیابی ہے جو آنکھوں کے نظارہ آتی و ادرستی کا

ثبوت بیّن طور پر ملتا ہے۔ یہ انقلاب اس تبدیلی کی طرح پوشیدہ اور نہ معلوم نہیں جس کا ظہور یسوع مسیح کے صلیب پر چڑھانے کی وجہ سے ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے ساتھ ابھی تک بھی گناہ عظیم لگا ہوا ہے جو دنیا میں کفارہ سے پیشتر موجود تھا وہ اپنے دل میں کوئی بہتر تبدیلی محسوس نہیں کرتے۔ ہر اتوار کو مقدس پادری صاحبان رحم اور معافی کے لئے پکارتے ہی ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے گناہوں کا اعتراف ان الفاظ میں کہ ہم بدبخت گناہگار ہیں کرتے ہیں انہیں بالکل سمجھ نہیں کہ انسانی قلب کی حالت کفارہ جیسے امر سے تبدیل نہیں ہوتی تغیر تو تب پیدا ہوتا ہے جبکہ دل پر اثر ہو۔ اور اس غرض کیلئے ایک زبردست اخلاقی اثر ہونا چاہیئے۔ مگر اس قسم کے اثر کی ایک روشن اور بےنظیر مثال پیغمبر اسلام صلعم ہی سے ہمیں ملتی ہے۔ آپ خوب جانتے تھے۔ کہ انقلاب کسے کہتے ہیں۔ اور وہ کس طرح پیدا کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے مُلک میں بُت پرستی عیاشی اور دیگر اخلاق کو تباہ کرنیوالی بُرائیوں کا خوب دَور دَورہ تھا۔ لوگوں کی اخلاقی حالت اس درجہ گری ہوئی تھی کہ شرم اور حیا کا احساس تک بھی ان میں نہ تھا۔ مال و جان ہر وقت خطرہ میں تھے جبر و تشدد جائز قرار دیا جاتا تھا اور دن دہاڑے لوٹ مار کرنا ایک معمولی بات تھی۔ شرط لگانا۔ جوا کھیلنا اور شراب پینا وہاں کے لوگوں کا بڑا مشغلہ تھا۔ اور انہیں باتوں کو وہ باعثِ تفریح خیال کرتے تھے۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر صلعم کے سامنے نہایت ہی مشکل اخلاقی اور قومی سوالات پیش تھے۔ پُرازتوہمات مسائل کی اصلاح کا ہونا تو ایک غیر ممکن امر تھا۔ اور انسانی قلب پر نمونہ ہی کا زوردار اثر ہوسکتا ہے۔ رسُول اقدس صلعم خود راسخ الاعتقادی کے ایک زبردست نمونہ تھے اور اعمال صالح کی طرف آپؐ کی توجہ اور رُجحان کبھی کم ہونیوالا نہ تھا چنانچہ آپؐ کے مخالف بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپؐ نے نہایت خلوص اور دیانتداری سے اس مبارک اور اعلیٰ کام کا بیڑا اُٹھایا۔ آپؐ کے ہر ایک کام سے صداقت ٹپکتی تھی۔ جس کی وجہ سے آپؐ کو تمام لوگ الامین یعنے صادق کے نام سے پُکارتے تھے لہٰذا آپؐ سے زیادہ موزوں کوئی شخص نہ تھا۔ جو ایسی قوم کو پھر زندہ کرتا جس نے عیاشی اور بدکاری کی بُری راہوں پر قدم مار رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ سے محبت و دیانت و

نیک نیتی ایثار و انکسار۔ پاکیزہ چلن و حسن اخلاق۔ راستبازی اور صداقت سے محبت بچپن سے اُلفت اور مستورات کی تعظیم و تکریم۔ مظلوموں سے ہمدردی اور سچی حُبّ الوطنی یہ تمام اخلاق آپؐ کے اسقدر زبردست تھے۔ کہ کوئی بدی ان کے مقابلہ میں ٹھہیر نہ سکتی تھی۔ چنانچہ آپؐ کے اثر سے شرابخور زاہدوں کے رنگ میں رنگے گئے۔ اوباشوں میں ولیوں کی سی جھلک دکھائی دینے لگے۔ ڈاکو دیانت و امانت کے لائق بنگئے۔ اور بدچلن پاکدامنی کا نمونہ خیال کئے جانے لگے۔ اسی طرح جاہل اور وحشی علم و فضل کے منبع اور تہذیب کے علمبردار نظر آنے لگے۔ ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ تہذیب اور تربیت کے معاملہ میں بہت حد تک اسلامی اثر ہی کے ممنون ہیں اور اس بڑے انقلاب کی شہادت دیتے ہیں جو سب پر ظاہر ہے۔ اور جو محض پیغمبر اسلام صلعم کے پاک اثر سے ظہور پذیر ہوا۔ جہاں کہیں اسلام گیا وہاں لوگوں کے اخلاق کو اعلیٰ اور مکمل کر کے انہیں برگزیدہ بنالیا۔ اور درحقیقت انسانی ہستی کا اصل مدعا بھی یہی ہے۔ اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر نسل انسانی کے محسن کی محبت لوگوں کے دلوں میں سخت جاگزین ہو جائے۔ اور نہ یہ بھی حیرت انگیز امر نہیں اگر رسول اکرم صلعم کے پاک نام پر لکھوکھا مخلوق نے اپنی جان دی اور اب بھی دینے کو تیار ہے۔ کیونکہ آپؐ نے لوگوں میں از سر نو روح پھونکدی۔ اور انکی اصلاح کی۔ آپؐ کے نام سے پیار اور محبت جسقدر آپؐ کی زندگی میں مسلمانوں کو تھی اسیقدر اب بھی موجود ہے۔ جو حقیقی عزت و توقیر آپؐ کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں میں تھی اس وقت بھی اتنی ہی ہے اور کسیطرح بھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا گیا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ آپؐ کی محبت و فرمانبرداری کسی توہم پرستی کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ ان حیرت انگیز کامیابیوں کے ماتحت تھی جو آپؐ کو اخلاقی اور قومی اصلاحوں کے میدان میں ہوئیں +

پیغمبر اسلام نے ایک نہایت قیمتی اور عظیم الشان انقلاب خدا اور اُس کے کلام پاک کی مدد سے جو آپؐ پر نازل ہوا پیدا کیا۔ اس کلام کی مثال آپؐ اس عنصر سے دیتے جو انسان کے اندر روح پھونکدیتا ہے۔ اور فرماتے کہ یہ اس پانی کی طرح ہے جو خدا آسمان سے اُتارتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ تمام مُردہ زمین از سر نو زندہ ہو جاتی ہے۔ جناب مسیح کا بھی یہی خیال تھا۔ اور وہ اس خیال کو اس طرح ظاہر

کرتے ہیں کہ انسان روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا لیکن ان الفاظ سے جو خدا کے منہ سے نکلتے ہیں۔ اور پھر ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک تمہاری طہارت اور تمہارا تقویٰ فریسیوں کے تقوے سے بڑھ کر نہ ہوگا تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس سے واضح طور پر کوئی اور کلام حقیقت کی راہ نہیں دکھلا سکتا اور کوئی بات اس سے زیادہ پر زور الفاظ میں یہ نہیں بتلاتی کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اصلی آزادی اور راستبازی کی از حد ضرورت ہے۔ اور ہماری طہارت اور ہمارا تقویٰ اس درجہ تک پہنچنا چاہئے کہ اس سے خدائی صفات کی جھلک نظر آئے۔ تاکہ جو خداوند تعالیٰ کا منشا ہے وہ پورا ہو۔ انجیل میں لکھا ہے کہ تم کامل ہو جاؤ جس طرح کہ تمہارا باپ جو آسمان پر ہے کامل ہے۔ اس آیت کا ایک ایسے روحانی انقلاب کی طرف اشارہ ہے جو اس انقلاب سے بالکل جدا ہے جسے جناب مسیح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ انکے اس کلام کا مقابلہ پیغمبر اسلام کے ان الفاظ سے کرو جس کا نصب العین ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے اندر صفات الٰہی پیدا کرو (تخلقوا باخلاق اللہ)

ان ہر دو کلام کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں پیغمبر ان طریقوں کو خوب سمجھتے تھے جن سے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ آجکل کی عیسائیت میں اسکے بانی کے اصول اور تعلیم کا پتہ نہیں چلتا۔ اس قسم کی عیسائیت کا اسے (مسیح) کو خود بھی علم نہ تھا۔ اور نہ اسکے حواریوں کو جو اسکے قدموں میں بیٹھتے ان سے گفتگو کرتے انکے ساتھ کھاتے پیتے اور انکی تکالیف و مصائب میں شریک ہوتے اور انکے منہ سے انکی تعلیم کو صاف اور شرح طور پر سنتے تھے موجودہ عیسائیت اور اسکی تعلیم کا بانی سینٹ پولوس ہے اسکا مقولہ تھا کہ ہر ایک چیز انسان کیلئے جائز ہے۔ اور چونکہ وہ رومی اور یونانی علم الہیات میں خوب ماہر تھا۔ لہذا اپنے مذہب معتقدات کو اسی علم کی شکل میں پیش کر کے وہ لوگوں کی نظروں میں عزیز بنگیا اسکا مذہب جلدی قائم ہو گیا کیونکہ وہ لوگوں کے توہمات اور سابقہ قائم شدہ خیالات کے مطابق تھا لیکن اصل مسیحی مذہب میں تحریف ہو گئی اور وہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو گیا جو خوبصورت شکل روحانی انقلاب کی جناب مسیح نے پیش کی تھی اسکی جگہ دھندلا سا خیال انقلاب کا باقی نظر آتا ہے جو بالکل بیہودہ ہے۔ اور آجکل کی ترقی یافتہ اور مہذب قوموں کی اس سے تسلی بھی نہیں ہوتی پادری صاحبان بہت مایوس ہوتے ہیں جبکہ وہ لوگوں کو یونہی مذہب سے متنفر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن انکی مایوسی لاحاصل ہے کیونکہ جو بات انسانی فطرت کے مطابق نہیں اسے انسان چھوڑ ہی دیتا ہے فقط

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

حسب اعلان رسالہ دسمبر ۱۹۲۰ء ذیل میں حضرت خواجہ صاحب موصوف کی جدید تصنیف

"اسلام میں کوئی فرقہ نہیں"

کے چند ابتدائی اوراق ہدیہ ناظرین کرام کئے جاتے ہیں۔ مترجم

آج کے دن ٹھیک سات سال ہوئے جب میں پیرس میں ایک مذہبی کانفرنس کے سامنے اسلام کی خصوصیات پر تقریر کر رہا تھا۔ اس مجلس نے کل علماء مغرب کو تحقیق مذہب کیلئے فرانس میں جمع کیا تھا۔ اس کے مقاصد نہایت اہم اور نتیجہ خیز تھے۔ بدقسمتی سے آتش جنگ نے عین اس وقت اسے بھسم کر دیا جب اراکین مجلس کل دُنیا کو کسی ایک حقیقی مذہب پر جمع کرنا چاہتے تھے۔ اس مجلس کا مقصد عظیم یہ تھا۔ کہ یا تو مُروجہ مذاہب میں سے صحیح مذہب کا انتخاب کیا جائے یا کسی مذہب حقّہ کے صحیح اصُول تلاش کر کے کسی جامع مذہب کی بُنیاد ڈالی جائے +

میرے سودا کے لئے یہ مجلس کچھ کم دلچسپی اپنے اندر نہ رکھتی تھی۔ میں تو بلا دعوت بھی پہنچ جاتا لیکن سکرٹری کانفرنس نے مجھے بطور مہمان کانفرنس شمولیت کیلئے دعوت دی۔ چنانچہ میں دو دن پہلے پیرس پہنچا۔ منتظمانِ جلسہ کے استفسار پر میں نے اپنی تقریر کے لئے آخری دن تجویز کیا۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ اول میں اُن فضلاء دہر کی باتیں سُن کر وہ امور اخذ کر لوں۔ جو مغربی فضیلت و تحقیق کے نزدیک کسی مذہب حقہ کے مابہ الامتیاز ہو سکتے تھے۔ تاکہ اگر وہی باتیں یا ان سے بہتر اسلام میں ہوں تو انہیں پتہ دوں۔ کہ جن باتوں کی تلاش نے انہیں وہاں جمع کر رکھا ہے۔ وہ تیرہ سو برس سے قرآن کریم میں موجود ہیں میری حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ تھی۔ جب میں نے ان محققانِ زمانہ کو جمع

مذہب کا معیار وہ باتیں ٹھیراتے دیکھا جو دراصل اسلام کی امتیازی خوبیاں ہیں۔ میں یہاں اس امر کو بیان کرنا خارج از بحث سمجھتا ہوں۔ کہ میری تقریر نے میرے سامعین کو کہاں تک گرویدہ کیا۔ اسیقدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۳ء کو جب پیرس سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک قدیمی شاہی محل میں مہمانان کانفرنس کو ایک پارٹی دیگئی تو ساٹھ مختلف علماء مغرب نے مجھ سے بغرض تعارف تبادلۂ کارڈ کیا۔ اور میری تقریر کے مختلف پہلوؤں پر مجھ سے گفتگو کرتے رہے +

یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ اکابرین دہر مروجہ مذہب مغرب سے بیزار ہو چکے تھے۔ ان کا یہ کانفرنس کرنا ہی اسبات کی شہادت دے رہا تھا۔ ان میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر مغربی فلسفہ آلہیات کے ڈاکٹر اور مسیحی کلیسیا کے کئی ایک اسقف بھی تھے انہوں نے وہ وجوہ بھی بتلائے جو مذہب کلیسیا سے انکی بیزاری کا موجب تھے۔ ایک بات جو میں نے قریباً ہر ایک ایسی تقریر میں سنی وہ اس فرقہ بندی سے بیزاری تھی۔ جس نے آج عیسائیت کو تقریباً پانچسو شاخوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ گوتنجن (Gottingen) (جرمنی) یونیورسٹی کے پروفیسر نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ موجودہ عیسائیت کے بطلان کے لئے یہ فرقہ بندی کافی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ صداقت ذووجہین نہیں ہوسکتی۔ صداقت ایک ہی پہلو رکھتی ہے۔ اگر کسی مذہب میں ایک سے زیادہ ایسی جماعتیں ہوں جو اصولاً ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی ہوں۔ یعنی اس کے ماتحت مختلف فرقہ جات ایسے امور میں ایکدوسرے سے اختلاف رکھیں جن کا ماننا جزو ایمان ہے تو وہ مذہب بہت ہی کم اپنے اندر صداقت رکھتا ہے۔ اس تقریر کی تائید میں ایک اور جرمن پروفیسر نے یہانتک کہدیا۔ کہ مذہب کلیسیا مغرب میں ایک بڑی لعنت ہے۔ اور وہ لعنت اس کے اندر فرقہ بندی ہے۔ میں یہ باتیں سن کر دل ہی دل میں حیران تھا۔ کہ مولیٰ کریم اگر تیرے مذہب اسلام میں بھی فی الواقع فرقے ہیں جیسے آجکل کے مسلمان سمجھ رہے ہیں۔ تو میں جو تبلیغ اسلام کے لئے یورپ میں آیا ہوں۔ اور عنقریب ان ہی علماء کو

اسلام کی طرف بُلانا چاہتا ہوں - کیا میں انہیں اس لعنت کی طرف دعوت دوں - جس سے آج اس جلسہ میں یہ لوگ بیزاری ظاہر کر رہے ہیں - کیا میں اس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو کر یہ کہوں کہ جس لعنت پر آپ تبرّا کر رہے ہیں - وہ ہماری مایہ ناز ہے +

اوائل عمر سے مجھے اِن فرقہ بندیوں سے نفرت رہی - اور وہ خصوصی باتیں جو میں نے مجدد وقت اعلیحضرت مرزا صاحب کی شاگردی میں سیکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں ان میں کوئی اصولی اختلاف نہیں [ف۱] اسلئے ان اسلامی فرقوں کو فرقہ کہنا ہی غلطی ہے - اور خدا کا احسان ہے کہ جس لعنت کا شاکی آج یورپ اور امریکہ ہے اس سے اسلام پاک ہے یہی میرا مذہب ہے - اس بنا پر میں نے کئی دفعہ علی الاعلان بیان کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - اور جو مفروضہ فرقے ہیں - ان کا غیر مذاہب اور بالخصوص مغربی اقوام کے سامنے ذکر کرنا اسلام کے حق میں سم قاتل ہے [ف۲] +

میں نے ابھی ذکر کیا ہے - کہ کانفرنس کے خاتمہ کے تیسرے دن ہم مہمانان

ف۱ اعلیحضرت مرزا صاحب جب سنہ ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لیجا رہے تھے - اور انہیں وزیرآباد کے ریلوے اسٹیشن پر ایک عیسائی پادری سکاٹ سے کچھ گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جو ذیل میں دیجاتی ہے جس سے امور بالا پر روشنی پڑتی ہے :-

پادری سکاٹ - آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے ہیں +

حضرت اقدس - مجھے تعجب ہے - کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں - کیا آپکو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں - جو ایکدوسرے کی تکفیر کرتے ہیں - اور اصولوں میں بھی متفق نہیں مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں اصول سب کے ایک ہی ہیں +

ف۲ فٹ نوٹ کیلئے اصل مذہب "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" کے صفحہ ۹۵ پر خط بنام حاذق الملک حکیم اجمل خان صاحب ملاحظہ ہو - یہ خط حضرت محی احمد صاحب نے ووکنگ سے جناب حاذق الملک صاحب کے گرامی نامہ کے جواب میں تحریر فرمایا +

کانفرنس داعیان کانفرنس کی طرف سے ایک پارٹی میں مدعو کئے گئے جو ہمارے اعزاز میں انہوں نے دی۔ ہمارے لئے سپیشل ٹرین کا انتظام کیا گیا۔ جس پر سوار ہو کے ہم ایک شینٹو (وہی محل) میں جانا تھا۔ جب میں سٹیشن پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میں چاروں طرف عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوں۔ اور ہر ایک چاہتا ہے کہ میں ریل کا سفر اس کے ساتھ کاٹوں۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ کہ میرے اس اعزاز کا موجب میری کانفرنس والی تقریر تھی۔ جو ان کے معلومات متعلقہ اسلام سے بہت ارفع تھی بلکہ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ شاید میں کسی فلسفی فرقۂ اسلام میں سے ہوں۔ اور جو کچھ اس کانفرنس میں اسلام کی طرف سے میں نے کہا ہے۔ وہ دراصل اسلام تو نہیں بلکہ کوئی جدید مخترعات ہیں +

بات یہ ہے کہ اسلام کو نا اہل فرقہ پرداروں نے اپنی سیاہ دلی سے کچھ ایسا تاریک کر کے مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ کہ جب مغرب میں ہم اسلام کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ تو وہ انکی نگاہ میں اسقدر اعلیٰ اور خوبصورت ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگ ایسی تعلیم کو اسلام کی طرف منسوب ہوتا دیکھ نہیں سکتے۔ اور جھٹ کہ دیتے ہیں کہ یہ نئی باتیں ہیں۔ جو پیش کر رہے ہیں۔ مجھ سے تو ہر روز یہی معاملہ ہو رہا ہے۔ اور اب تو یہ خبیث باطن دشمنان اسلام جنہیں مسلم ورلڈ کے مدیر مثلاً ذویمر وغیرہ خاصکر قابل ذکر ہیں۔ اسلام کی خوبصورتیوں سے جنہیں اسلامک ریویو آئے دن پیش کرتا ہے۔ اس قدر چکا چوند ہو گئے ہیں۔ کہ انہوں نے اسلامک ریویو کے پیش کردہ مذہب کا نام جدید اسلام ووکنگ رکھ دیا ہے لیکن ان کے یہ آوازے مغربی محققین کی نگاہ میں

ماہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند

کا حکم رکھتے ہیں +

سٹیشن کے پلیٹ فارم پر میں حیران کھڑا تھا کہ کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں کہ اتنے میں میری نگاہ ایک امریکن فاضل پر پڑی۔ ان کے ہمراہ ان کی بیوی تھی۔ انکی عزت و احترام سے بھری نگاہوں نے مجھے اپنی طرف مخاطب کیا۔ بعد میں انہوں نے

میرا فوٹو بھی لیا۔ میں ان کے ہمراہ سوار ریل ہو گیا۔ کچھ منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ سلسلۂ کلام شروع ہؤا۔ اور ہمیں فرقہ ہائے مذاہب کی طرف رُخ پلٹا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس گفتگو کی تہ میں انھیں یہ امر دریافت کرنا تھا۔ .... کہ میں کس فرقۂ اسلام سے

تعلق رکھتا ہوں۔ یوروپین تہذیب اور یہ در اصل اسلامی تہذیب ہے جو ہمنے چھوڑ دی۔ اور یورپ نے لیلی کسی کی ذات کو مبحث میں لانیکی اجازت نہیں دیتی اسلئے امریکن فاضل نے مجھ سے یہ تو نہ پوچھا۔ کہ میں کس فرقہ کا ہوں اس نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا:۔

امریکن فاضل ۔ اسلام میں بھی مختلف فرقے ہوں گے +

میں ۔ جہانتک مجھے علم ہے۔ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اگر لفظ فرقہ کو اسکے اصل مفہوم میں دیکھا جاوے +

امریکن فاضل (حیران ہوکر) یہ آپ کیا کہتے ہیں؟

میں ۔ میں وہی کہتا ہوں جو میرے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنے اسلام فرقہ بندی سے ارفع ہے +

امریکن فاضل ۔ پھر یہ شیعہ سُنّی کون ہوتے ہیں؟

میں ۔ شیعہ اور سُنّی (حیرت کے لہجہ میں) آپ انھیں فرقہ بنارہے ہیں؟ کیا وہ اختلافات جو کسی مذہب میں مختلف فرقے پیدا کر دیتے ہیں۔ ان میں ایسے اختلاف رائے بھی شامل ہؤا کرتی ہے۔ جس کا اس مذہب کے اصول پر اثر نہ ہو +

امریکن فاضل نہیں تو +

میں ۔ تو پھر شیعہ۔ سُنّی کسی فرقہ کا نام نہیں۔ ایک امر میں ایک عظیم اختلاف ہے جو مسلمانوں میں دو بزرگوں کی ذات وحقوق کے متعلق ہے۔ جسنے دو جماعتیں پیدا کر دیں۔ میں بالتفصیل آپ کے سامنے واقعات پیش کر دیتا ہوں پھر

آپ رائے زنی کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اختلاف بھی موجب فرقہ بندی ہو سکتی ہیں ہمارے نبی کریم حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) دنیا میں مذہب اسلام لاتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اور اس کے کسی شعبہ کو ناقص نہیں چھوڑتے اپنی وفات پر ہمارے ہاتھ میں قرآن اور اپنا طریق عمل جسے ہم سنت نبوی کہتے ہیں ہماری ہدایت کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ کی وفات پر آپ کے جانشین کے انتخاب کیلئے لازماً اختلاف رائے ہونا ہے۔ کیونکہ آزادی رائے ایک آزاد سوسائٹی کا خاصہ ہوتا ہے بعض کے نزدیک آپ کا جانشین الف ہونا چاہیئے بعض الف پر ب کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ نہ الف کو اور نہ ب کو مسلمانوں نے بطور شارع مذہب قبول کرنا ہے۔ اور نہ انہوں نے تعلیم اسلام کو گھٹانا یا بڑھانا تھا۔ الف اور ب دونوں نے اسی طرح تعلیم قرآن و محمد (صلعم) کی پیروی کرنی تھی جیسی ہم نے یا کسی اور مسلمان نے۔ نہ ان کے پیرو امور اسلام میں قرآن اور پیغمبر کے بعد ان کی طرف یا کسی اور کی طرف دیکھتے ہیں۔ ہاں انہیں بطور شارح وہ قبول کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی وفات پر اسلام ایک امیر کو چاہتا تھا جو شیرازۂ اسلام قائم رکھے اور تعلیم اسلام کو چار گوشوں تک پہنچائے اور اپنے عمل سے سنت رسول کو تازہ رکھے۔ بس صرف اس کام کیلئے خلیفۂ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت تھی۔ اس کے انتخاب میں اختلاف ہوا۔ الف کو کثیر تعداد نے چن لیا۔ ب کے حامی اُس انتخاب پر مطمئن نہ تھے اول الذکر سُنی کہلاتے ہیں۔ اور آخر الذکر نے اپنے لئے شیعہ کا نام پسند کیا۔ چونکہ اسلام نے آزادیٔ رائے کو انسان کا پیدائشی حق قرار دے کر اسکی عزت کی ہے۔ اسلئے وہ اختلاف آج تک چلا آتا ہے جس کو جہالت و ضد نے کسی قدر ناپسندیدہ حد تک پہنچا دیا۔ اب میرے معزز دوست آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا شیعہ سُنی اسلام یا کسی مذہب کے بھی دو فرقے ہو سکتے ہیں +

امریکن فاضل۔ کیا اسقدر اختلاف شیعہ سُنی میں ہے؟ یہ اختلاف تو کسی

مذہب کا اصول نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ذاتی سوال ہے۔ اور ایسے امر میں اختلاف نہیں کہ جس کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی شخص کسی مذہب میں داخل یا اس سے خارج ہو سکتا ہے +

میں۔ بس یہی اختلاف شیعہ سنی میں ہے +

امریکن فاضل۔ تو پھر شیعہ سنی اسلام کے دو فرقے نہیں ہو سکتے[۵] +

چند منٹوں کے بعد ہماری گاڑی منزل مقصود کے قریبی سٹیشن پر آگئی شاید سٹیشن سے شیڈ کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر ہوگا سٹیشن چھوڑ کر میں شاید دو چار قدم ہی چلا ہونگا کہ ایک سفید ریش بزرگ نے مجھے سلام کیا۔ اور یوں ہمکلام ہؤا +

سفید ریش بزرگ۔ آپ کی پرسوں کی تقریر سے ہم سب از حد محظوظ ہوئے +

میں۔ واقعی؟ کیا آپ ایسا خیال کرتے ہیں؟

---

[۵] فٹ نوٹ۔ اسی قسم کی گفتگو لندن مسلم ہؤس میں اس واقعہ کے پانچسال بعد ریورنڈ ولیو کاکس بی اے۔ بی ڈی سے ہوئی۔ پادریصاحب اسلام کا شوق رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت کچھ اسلام کی بابت واقفیت حاصل کی تھی پھر انہوں نے رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ سے خط و کتابت کی۔ سید صاحب نے ایک چٹھی کے ذریعہ پادریصاحب کو مجھ سے معرف کرایا۔ ایک اور پرائیویٹ چٹھی میں آپ نے مجھے اطلاع دی کہ پادریصاحب موصوف نہ صرف اسلام کے متعلق آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں بلکہ تشفی پانے پر ممکن ہے کہ اسلام قبول کرلیں۔ پادریصاحب سے ایک ہفتہ تک متواتر مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ ایکدن آپ نے فرمایا۔ کہ اسلام کے معقول عملی اور سیدھے سادے اصولوں سے کس کو انکار ہو سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے جس ایک بات نے مجھے عیسائی مذہب سے متنفر کرایا۔ اس سے اسلام بھی خالی نہیں عیسائیت پر فرقہ بندی کی شکل میں اس وقت لعنت برس رہی ہے۔ اور کسقدر افسوس ہے کہ اس اختلاف فرقے سے اسلام بھی خالی نہیں۔ جیسے کہ اس وقت اسلامی دنیا شیعہ سُنی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ میں نے برعایت اختصار امور بالا کا جو میں امریکن فاضل کے متعلق لکھ چکا ہوں اعادہ کرکے آخر ایک بات کہی جس نے در اصل عیسائیت اور اسلام میں فیصلہ کرا کے پادری صاحب کو آنحضرت صلعم کا حلقہ بگوش بنایا۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ پریسبیٹیرین فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

سفید ریش بزرگ ۔ یہ امر شاید آپ کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا ۔ کہ رات میز (دستر خوان) پر بہت سے اصحاب میں آپ کی تقریر ہی باعث تذکرہ رہی +

میں ۔ آپ صاحبان کا شکریہ +

سفید ریش بزرگ ۔ آپنے ایک نئی بات ہمارے سامنے پیش کی عبادت کا مفہوم جو آپنے پیش کیا وہ نہ صرف نرالا ہی تھا ۔ بلکہ اس مفہوم نے ہمارے فلسفۂ آلہیات پر ایک بیش بہا ایزاد کی ہے ۔ یعنی انسان کا اپنی تکمیل نفس کرنا ہی مقصد عبادت بلکہ عین عبادت ہے ۔ آپ کا یہ بیان کرنا کہ یہ قیام قعود اور رکوع و سجود ربانی جلال و قدوسیت میں کوئی ایزادی نہیں کرتا ۔ بلکہ ان کا اصلی مقصد صرف انسان میں اطاعت کی رُوح پیدا کر کے اُسے تکمیل نفس کی سڑک پر لانا ہے ۔ یہ وہ بات ہے جو کلیسی مفہوم عبادت سے بہت ارفع ہے ۔ لیکن کیا یہ اسلامی مفہوم عبادت آپنے پیش کیا ہے یا کسی

بقیہ حاشیہ

آپ کو بھی عیسائی بنانے کا موقعہ ملا ہوگا ۔ کیا آپ گوارا کریں گے کہ جو شخص آپ سے بتپسمہ حاصل کرنے آئے آپ اُسے کسی رومن کیتھولک یا انگلستانی کلیسیا کے پادری یا کسی اور فرقہ عیسائی کے معلم کے پاس بھیجدیں گے ؟ ہرگز نہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ فرقے حقیقی عیسائی نہیں ۔ ان کا اور آپ کا اختلاف ایسے امور میں ہے جو کفر و ایمان کی حد تک پہنچتا ہے ۔ جن باتوں کے ماننے پر کیتھلک تعلیم کے ماتحت ایک شخص عیسائی ہوسکتا ہے وہی آپ کے نزدیک اُسے عیسائیت سے خارج کرسکتی ہے ۔ لیکن اسلامی نام نہاد فرقوں کے مابہ الامتیاز کی باتیں تو کفر و ایمان تک نہیں پہنچتیں ۔ اگر ایسا ہوتا تو سید امیر علی صاحب آپ کو ایک سنی مذہب کے پاس جیسا کہ میں ہوں بغرض تعلیم تبلیغ اسلام نہ بھیجتے ۔ سید صاحب شیعہ مذہب کے فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے ہیں پھر میں نے پادری صاحب کو سر آغا خان کی ایک چٹھی دکھلائی اور انہیں بتلایا کہ سر آغا خان اسمٰعیلی شیعوں کے اس وقت پیرو مرشد ہیں ۔ لیکن وہ اس چٹھی کے ذریعہ لفٹنٹ ..... صاحب کو میری طرف بغرض تلقین اسلام رہنمونی کرتے ہیں لفٹنٹ مذکور انہیں اسلام کا صحیح کر اُن کے پاس مشرف بہ اسلام ہونے کیلئے جاتا ہے ۔ وہ اُسے میرے پاس کلمہ پڑھنے کیلئے بھیجتے ہیں ۔ اب

نئے نقطۂ خیال سے آپ اسلام کو پیش کرتے ہیں +

میں معاف فرمائیے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ اسلام میں قدیم جدید کا خیال ایک امر نادر ہے وہی قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے۔ جو ہمارے پیغمبرؐ نے مقدس صحابہؓ کو دیا وہی ہمارے مذہب اور عقائد کا ماخذ ہے اسلئے مغربی کلیسیا کی طرح اسلام تعمیر و ترمیم سے بچا ہوا ہے

سفید ریش بزرگ تو کیا آپ کے ہاں فرقے نہیں۔ اور ان میں اختلاف عقائد نہیں

میں شاید آپ کی مراد شیعہ سُنّی یا دیگر نام نہاد اسلامی فرقوں سے ہوگی لیکن عیسائی فرقوں کا یا اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں جو فرقے ہیں ان کا قیاس اسلامی مفروضہ فرقوں پر کرنا ایک قیاس مع الفارق ہے۔ کل کتب مقدسہ کے برخلاف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم جہانتک اصول مذہب عقائد۔ معاد۔ اخلاق۔ شرائع یا اور جن کا ماننا ایک مذہب پر ایمان صحیح رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یا ایسی

شیعہ سنیوں میں کفر و اسلام کا فرق ہوتا یا اصول مذہب میں وہ ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے تو پھر سید صاحب و سر آغا خان مذہب اسلام قبول کرنیوالوں کو میری طرف کیوں بھیجتے +

یہ ایک بدیہی واقعہ تھا۔ اور اس کا ثبوت ریورنڈ موصوف کی اپنی ذات تھی ظاہر ہے کہ اس عملی تشریح کا جو ان پر اثر ہو سکتا تھا وہ نظری بحثوں سے ممکن نہ تھا۔ اس کے بعد چند ہی باتیں انہوں نے اور کیں اور ریورنڈ ولیو کاکس بی اے۔ بی ڈی مولوی عبداللہ بن گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

یہاں مجھے نہایت درد دل سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ ایک اور معزز پادری جو بالکل اسلام کے قریب آچکا تھا اور اسلامک ریویو کا دلدادہ تھا۔ وہ چانک قبولیت اسلام سے محض اس لئے رک گیا کہ اسلام میں بھی فرقے ہیں چنانچہ اس نے مجھے لکھا کہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اسلام میں سُنّی شیعہ دو بڑے فرقے ہیں۔ اور ان کے اختلافات نے اسلام کو دو خطرناک مخالف کیمپوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ تو وہی مصیبت ہے جس نے مجھے عیسائیت سے بیزار کیا ہے بدقسمتی سے یہ خط پادری صاحب موصوف کا میرے ایام بیماری میں آیا ممکن تھا کہ ایک دو ملاقات سے کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے لیکن میرے اعصابی عوارض ان امور کے متحمل نہ تھے اور مجھے چند ماہ کے بعد دھرو میں آنا پڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

: تیں جن کا چھوڑنا لابد ہے۔ ان تمام امور پر قرآنی تعلیم اتنی بین اور صاف ہے۔ کہ جن آیات میں ان امور کا ذکر ہے۔ ان کے معانی کل اسلامی دنیا ایک ہی کرتی ہے کسی الیسی آیت کے دو مفہوم ہو ہی نہیں سکتے تو پھر میں کس طرح سے یہ یقین کرلوں کہ اسلام میں کوئی فرقہ ہے۔ ہاں فروعی باتوں میں اختلاف رائے ضرور ہے۔ لیکن وہ تو کسی فرقہ کی بنیاد نہیں ہو سکتا +

سفید ریش بزرگ۔ تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کا مذہب ان مصائب سے پاک ہے جنمیں مسیحی کلیسیا پھنسا ہوا ہے +

سیرت خیر البشر کا ایک ورق

مرتبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

دنیا کمال وحشت اور بربریت سے نبوت میں چھٹی صدی مسیحی سے بڑھ کر کوئی زمانہ پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہے۔ اس عہد تظلم میں دنیا بھر کے بانیان مذاہب کی مقدس عمارتیں کفر و عصیان کے طغیان عظیم میں بہہ چکی تھیں۔ اور رشد و ہدایت کے سرچشمے صفحۂ ارض سے خشک ہو چکے تھے اخلاق اور تہذیب کا مطلع فسق و فجور کی گھنگھور گھٹاؤں سے مکدر ہو چکا تھا۔ سعادت ارض کا حسن حقیقی جہالت اور حماقت کے دست تظلم سے برباد ہو چکا تھا الغرض دنیا کی ان سیہ کاریوں کی شوخی شب دیجور کی سیاہی کو بھی شرماتی تھی۔ اس ظہر فساد نے الارض کے زمانے میں اصول ارتقاء کے ایک مبصر کی نگاہ میں **محمد رسول اللہ صلعم** جیسے خلق عظیم اور فضل البشر کی بعثت محالات میں سے تھی۔ اس آشوبی عالم کے دوران میں کوئی ابن الارتقاء دنیا کی اصلاح اور فلاح میں قطعاً کامیاب نہ ہو سکتا تھا پس رحمت ربی کے فیض عمیم نے اصول آئین ارتقاء کی زنجیروں کو توڑ کر دنیا کی ہدایت اور روحانی کیلئے خیر البشر کو مبعوث فرمایا۔ دنیا کے باقی مصلحین کے بالمقابل آپ کی چند در چند امتیازی خصوصیات کا تذکرہ جیسا کہ گزشتہ رسالہ میں عرض کیا جا چکا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی سیرت خیر البشر سے اقتباس کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

دنیا میں بہت مصلح آئے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی ایک امور ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ کو ان سب سے ممتاز کرتے ہیں۔ ان امور میں سب سے

پہلی بات آپ کی حیرتناک کامیابی ہے جس کا اعتراف دشمن و دوست کو یکساں ہے چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں "قرآن" کے عنوان پر جو مضمون ہے اس میں ذیل کے صاف الفاظ میں یہ اعتراف آنحضرت کے متعلق موجود ہے "کہ آپ دنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی اشخاص میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں"۔ یہ اعتراف بلا وجہ نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں کوئی مصلح نہیں آیا۔ جس نے اپنی قوم کو اس گری ہوئی حالت میں پایا ہو جیسے آنحضرت صلعم نے ملک عرب کو پایا۔ یہ لوگ نہ مذہب کے صحیح اصول سے واقف تھے۔ نہ سیاست کے نہ تمدن کے نہ معاشرت کے۔ نہ ہی علم ان کے اندر تھا۔ نہ اُن کے تعلقات بیرونی لوگوں سے کچھ تھے نہ اُن میں کوئی اتفاق و اتحاد تھا۔ نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب تھی۔ اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہودی اپنا پورا زور اُن کی اصلاح پر صرف کر چکے عیسائی پورا زور لگا چکے۔ اور دونوں ایسے ناکام ہوئے۔ کہ کسی ایک امر میں بھی ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے حنیفیت کی اندرونی تحریک بھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا۔ اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا۔ کہ ملک عرب کے زمین و آسمان بدل گئے ذلیل سے ذلیل بُت پرستی اور توہم پرستی سے نکال کر توحید کے اس بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا۔ جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکیگی۔ پھر اس توحید کے لئے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے۔ اور دُور دور کے کونوں میں جا ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کرنیوالوں سے بڑھ کر تھا۔ اسلئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گذارتے ہوئے۔ اللہ اکبر کی ندا سُنکر دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تو راتوں کو بیداری میں گذارتے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے۔ وہ دُنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ اسلئے جو لذت اور جو خضوع و خشوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ کسی گوشہ نشین زاہد کو نہیں حاصل ہو سکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے لئے اعلے سے اعلے مقام پر کھڑے تھے تو دنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی۔ اس اعلیٰ سے اعلے مقام پر پہنچ گئے تھے

جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنی وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے۔ بڑی بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی پھر وہ صرف فاتح ہی نہ تھے۔ بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام قائم کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے۔ اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جسمیں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا۔ انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ ساتھ علم کو ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہیں کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلعم نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہو سکتی۔ اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا جس کے آگے کوئی مقام نہیں۔ اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا۔ ایمیں یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں۔ جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے۔ بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماریوں کو اچھا کرے۔ اسیطرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اصلاح کرے۔ اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے +

دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا وہ نور اور ہدایت لایا۔ مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لئے اس کے دنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیۂ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا لیکن محمد رسول اللہ صلعم کل دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لئے نہ تھا بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے تزکیہ نفوس کیلئے آپ کی عقد ہمت کا دائرہ اسقدر وسیع ہوا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کر لیا یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اسی قسم کی اور آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ لیکون للعلمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ ان ھو الا ذکر

للعٰلمین۔ پھر فرمایا۔ اِنّا ارسلناک کافۃ للناس۔ پھر فرمایا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ مصلحتِ الٰہی کا یوں تقاضا ہؤا۔ کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی تھی۔ اور قوموں کے باہمی میل جول کے ذرائع بہت کم تھے۔ ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے۔ تو اس نے ہر کام کی اصلاح کیلئے ایک نبی بھیجدیا یعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیجدیئے۔ ان انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی۔ مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی۔ اسیطرح ان کا عقد ہمت بھی اسی دائرہ کے اندر رہتا۔ اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آکر ختم ہو جاتا جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالےٰ نے کل عالم کی رُبوبیت رُوحانی کا سامان کردیا۔ اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہوگیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانیوں کیلئے چن لیا ہے۔ اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا۔ پس ایک خطرناک قومی تفریق پیدا ہوگئی۔ اور ملکی حدبند ہوگئی۔ اور ملکی حدبندیوں نے تعلقاتِ انسانی کے اندر ایسی تفریق پیدا کردیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک ایسا نبی بھیجے جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو۔ اور جس کی قوت قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو۔ اسی لئے جو قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہوگیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو بھی یہی کہنا پڑا۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہُوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ تو رحمۃ للعٰلمین کا ظہور دُنیا میں ہؤا۔ انبیائے سابقین کی مثال ایسی تھی جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو۔ ان کا وجود ایک تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا۔ مگر جس طرح چراغ ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے۔ اسیطرح ان کے نور ان کی ہدایت ان کی قوتِ قدسی کا دائرہ

بھی اس قوم کے اندر محدود تھا مگر محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے۔ جس کے ساتھ دُنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور کر دیتی ہیں۔ انبیاء عالم سب روشن چراغ تھے مگر محمد رسول اللہ صلعم آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے۔ اور ایک وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تھی۔ آفتاب کُل عالم کو روشن کرتا ہے۔ اور اسکی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور کرتی رہیگی یہی کیفیت محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کی ہے پس یہ دوسری بات ہے جو آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔ دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں۔ اسلئے ہر قوم میں اپنی قوم کی ترقی کو ہی اپنا نصب العین قرار دیا ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلعم انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ کے آنے کی اصل غرض ہی پوری نہ ہوتی تھی۔ آپ کے آنے کی بہت سی اغراض میں سے ایک غرض قومی اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر غور کیا جائے۔ تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں۔ پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اسلئے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بُنیاد رکھی تھی وہ بھی ایک بڑا کام تھا جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا۔ مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ اسکی مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بڑا کام ہے مگر قومی تفریقوں کو دُور کر کے نسل انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو نبی کریم صلعم کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے۔ کہ وہ قومی وحدت قومی ترقی کا راز سکھانے آئے۔ آپ نسل انسانی کی وحدت نسل انسانی کی ترقی کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لئے ظاہر ہوئے +

چوتھی خصوصیت جو آپ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے۔ یہ ہے کہ جہاں ہر ایک ہی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لئے آیا اور اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلعم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی۔ اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے۔ کہ آپ کے بعد کبھی نبی کی ضرورت دنیا میں نہ رہی سلسلۂ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آتے ہیں۔ مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لئے انسانی زندگی کیلئے ایک خاص پہلو میں نمونہ بن کر۔ مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے اور وہ ان پہلوؤں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے کہ موسیٰ کی جوانمردی۔ ہارون کی نرمی یشوع کی جرنیلی۔ ایوب کے صبر۔ داؤد کی سپاہ گری سلیمان کی شان و شوکت یحییٰ کی سادگی۔ مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو مگر ہر ایک سے بڑھ اپنے اندر جمع رکھتا ہے اگر سلسلۂ موسوی کے سرتاج حضرت موسیٰ مظہر جلال ہیں۔ اور انکے آخری نبی حضرت عیسیٰ مظہر جمال ہیں ہے تو محمد رسول اللہ صلعم ان دونوں سے بڑھ کر کمال کو لئے ہوئے جامع جمال و جلال ہیں۔ اگر آپ حبشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدن اور با اخلاق انسان بنا سکتے ہیں تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو باخدا بنا سکتے ہیں ۞

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال کا کمال فطرت یا حالات انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات فطرت انسانی اور حالات انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں ۞

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لئے بڑا کہلاتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکالکر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے جس نے ایک نہایت گری ہوئی قوم کو جو کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی نہ تہذیب اور علم ہی کا اسمیں چرچا تھا۔ چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ کا فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانیوالا بنا دیا ۞

جوہر اسلام

(از قلم جناب پرنسپل ٹی ایل دسوانی ایم ۔ اے)

اہل یورپ نے ترکوں کو سمجھنے میں غلطی کھائی ہے کیونکہ جاہ وحشم و دنیاوی مفاد کے علاوہ کسی اور امر کی طرف توجہ دینا ان کیلئے ایک نہایت ہی مشکل امر ہے ۔ اسلام کے خلاف بھی ان کا تعصب حد سے زیادہ ہے ۔ اپنی تواضع ۔ خوبصورتی بہادری اور حیوانات پر رحم کی وجہ سے مشہور ہیں ۔ اور ان کی عورتیں بھی اپنے اندر حب الوطنی رکھتی ہیں چنانچہ مسماۃ حنوم کی تقریریں جو زمانہ حال کی ایک لیڈر ہے حب الوطنی کے جوش سے بھری ہوئی ہیں ٹرکی کو یورپینوں کی بار بار مداخلت کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے ۔ انہوں نے کبھی مسئلہ ٹرکی پر ہمدردی کے ساتھ توجہ نہیں کی ۔ اور مذہب اسلام اور اسکی تعلیم کو یورپ نے کبھی سمجھا اور نہ اسکی قدر کی ۔ بلکہ ہندوستان میں غیر مسلموں نے بھی اس مذہب پر بالکل غور نہیں کی میں جب کبھی اسلام کی اعلیٰ تعلیم پر نظر دوڑاتا ہوں ۔ اور تاریخی طور پر جو کچھ حصہ اس نے انسانوں کی اصلاح میں لیا ہے اسے ذہن میں لاتا ہوں ۔ تو مسلمانوں کے ساتھ میری ہمدردی زیادہ ہی گہری ہوتی جاتی ہے ۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی آیندہ نسل مذہب اسلام اور اسکی بیش قیمت تعلیم کی قدر کرے ۔ اور اسمیں اسلام کے ساتھ ہمدردی کی روح پیدا ہو +

یہ خیال کہ اسلام، رواداری اور تحمل کی تعلیم نہیں دیتا محض خودغرضی اور کسی قدر جہالت و لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ۔ اسلام کے معنے ہی صلح و آشتی کے ہیں ۔ اور قرآن شریف میں جگہ جگہ اس قسم کی آیات موجود ہیں ۔ جنمیں صلح ۔ نیک نیتی اور محبت کا نہایت ہی قابل تعریف سبق بھرا ہوا ہے ۔ مثلاً قرآن مجید کی ہر ایک سورۃ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے ۔ مسلمانوں کی اسی مقدس کتاب میں ایک جگہ ذیل کی نہایت دلکش آیات دیکھنے میں آتی ہیں ۔ اہل کتاب جیسے عیسائی ۔ یہودی اور مسلمان جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت

اور روح کے غیر فانی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور خیرات کرتے اور غریبوں پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں۔ ہتیمے کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی لوگ ناجی اور فلاح پانیوالے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہ مسلمانوں کو صریح الفاظ میں حکم دیا جاتا ہے کہ لا اکراہ فے الدین (دین کے معاملہ میں کوئی جبر و تشدد نہیں) رسولکریم صلعم نے اپنی وسیع نظری سے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم مسلمان تھے۔ آپ نے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ کامل مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے بنی نوع کو نقصان نہ پہنچے +

رسولکریم صلعم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ سچے مسلمان کے لئے چاہئے کہ جس بات کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے۔ اور ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند پر بھی عمل کرے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ یہودیوں کے ساتھ بمقابلہ عیسائیوں کے مسلمانوں نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اور اس قوم نے عیسائی ممالک میں رہنے پر اسلامی سلطنت میں بود و باش رکھنے کو ترجیح دی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایکدفعہ حضور کے پاس سے ایک جنازہ گذرا کسی نے عرض کی کہ یہ جنازہ یہودی کا ہے اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ اس جنازہ کے اندر بھی روح تھی ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ جس طرح خدا کی دیگر مخلوقات میں روح ہے اسیطرح یہودیوں میں بھی لیکن افسوس ہے کہ عیسائی یورپ نے اس امر کو بالکل ذہن سے خارج کر دیا ہے۔ اسلام نے یہودیوں ہی کے ساتھ بردباری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ عیسائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک رہا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سپانیہ میں مسلمانوں نے اپنی حکومت کے وقت عیسائی گرجوں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں اور ذرائع آمدنی مقرر کر دی عیسائی سفیروں کا بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا گیا اور انہیں عیسائی ممالک میں سے عیسائی بزرگوں و شہداء کے آثار و تبرکات لیجانے کی اجازت بھی دیگئی۔ لیبن صاحب نے اپنی کتاب ڈیکلائن اینڈ فال میں لکھا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ان پادریوں کے فائدے کیلئے جو افریقہ میں اسلامی حکومت کے ماتحت تھے۔ کونسل سپانیہ کے canon کا جو عربی میں بھی نقل تک کروا دی +

ہارون رشید نے جس کا ذکر اکثر الف لیلیٰ میں آتا ہے اپنی سلطنت میں بہت سے سکول قائم کئے۔ اور ان کا انتظام جان نامی عیسائی کے سپرد کیا۔ جو کہ ڈائرکٹر صیغہ تعلیم

تصور کیا جاتا تھا اسلام نے اپنی طاقت اور شوکت کے زمانہ میں یہودیوں اور نصاریٰ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کیا۔ اور یہ بدنام ترک بھی اسلام میں رواداری کی روح سے ناآشنا نہیں ہیں۔ جنگ بلقان میں بلغاریہ والوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ اور وہ چتلجہ تک پہنچ گئے۔ اور اسباب کا خدشہ تھا۔ کہ وہ اس پر بہت جلد قبضہ کر لیں گے۔ اسی اثناء میں کلیسائے یونان کا ایک پادری قسطنطنیہ میں فوت ہو گیا۔ لیکن ترکوں نے اس تشویش و تردد کے وقت بھی اس پادری کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے نکالنے کا انتظام کیا۔ مگر بایں ہمہ یورپ اسلام پر تعصب و جانبداری کا الزام لگاتا ہے۔ ایک مسلمان بزرگ ہی کے منہ کے الفاظ ہیں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں کوئی لڑائی و فساد نہیں کیونکہ خدا ہم سب کو اکٹھے کر دیگا۔ اور ہم سب کو اسی کے پاس جانا ہے۔

تعلیم و تربیت اسلام اس مضمون پر ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے یورپ پر اسلام کے اسقدر احسانات ہیں۔ کہ شاید اسے وہ یاد بھی نہ ہوں۔ زمانہ وسطےٰ میں جبکہ یورپ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اسلام ہی کے حکما و فضلا اور سائنس دانوں نے علم کی مشعل کو بلند کیا۔ انہوں نے یونانی اور رومی تصانیف کا ترجمہ کیا اور اس طرح یورپ میں علوم کو زندہ کرنے کی تحریک میں سب سے پہلے حصہ لینے والے ہوئے۔ انہیں لوگوں نے علم طبیعیات طب۔ تاریخ۔ شاعری فلسفہ صنعت و حرفت اور مذہب کی تعلیم دی جابر نامی ایک مشہور کیمیادان تھا۔ اسی نے گندھک اور شورہ کے تیزاب کی ترکیب دریافت کی۔ ابن موسیٰ نے ٹرگنومیٹری (علم پیمائش مثلث) پر کتابیں لکھیں۔ بیرونی بھی علم نباتات میں ماہر تھا۔ اور اس نے ہندوستان میں چالیس برس جڑی بوٹی کے جمع کرنے میں گزارے۔ انبیق۔ الکلی (اسجی) وغیرہ الفاظ سے جو اسلامی زبان سے نکلے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے علم کیمیا کی طرف بہت کچھ توجہ دی تھی۔ بعض مسلمان سائنس دانوں نے رصد گاہیں بھی قائم کیں۔ چنانچہ ایک فرانسیسی مصنف لکھتا ہے کہ کپلر صاحب نے اپنے علم کا ذخیرہ بہت تک نورالدین نامی سے حاصل کیا ہے۔ جس نے ایک کتاب کرۂ ارض پر لکھی۔ شاہان اسلام نے عوام کے لئے کتب خانے۔ کالج اور مدرسے کھولے۔ ہارون رشید نے تو ہر ایک مسجد کے ساتھ

جو اس نے تعمیر کی۔ ایک مدرسہ بھی قائم کر دیا قاہرہ میں ایک مدرسہ علم طبعیات تھا۔ اور وہاں ایک عظیم الشان کتب خانہ لوگوں کے فائدہ کیلئے کھولا گیا تھا۔ کارڈوا اسپول اور غرناطہ میں بھی مشہور دار العلوم قائم کئے تھے۔ اسی طرح فن تعمیر میں بھی مسلمانوں نے شہرت حاصل کی۔ اسلامی فن تعمیر کی ابتدا کے متعلق مختلف روایات ہیں مصری کہتے ہیں کہ اسمیں قبطیوں نے بہت کچھ مدد دی ہے۔ ہندوستانی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہندی صنعت حرفت کا مساجد کی تعمیر میں بہت حد تک اثر ہوا ہے۔ اور رومیوں کا خیال ہے جس پر کہ حال ہی میں ریوری صاحب نے بھی زور دیا ہے۔ دار السلطنت روما میں فن تعمیر کا چرچا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی طرز تعمیر پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ ان مختلف روایات سے کم از کم یہ پتہ لگتا ہے کہ اسلامی طرز تحریر کے مطابق یورپ مصر اور ہندوستان میں بعض بعض اس قسم کی عالیشان اور خوبصورت عمارتیں تیار کی گئی ہیں کہ جن پر انسان ناز کر سکتا ہے۔ اور ان سے نسل انسانی کی روح پر اور لطیف و خوبصورت اشیاء کی پہچان اور قدر کرنے کی طاقت پر بہت ہی اچھا اثر یقینی طور پر پڑا ہے +

اسلامی تہذیب نے مال و زر کو زندگی کی روحانی خوبیوں کے ماتحت قرار دیا ہے یورپ کی طرح دولت کو خدا سمجھ کر پوجنا اور اس کے تجارتی اصولوں پر اعتقاد رکھنا اس نے نہیں سکھلایا۔ اور عیسائی اقوام کی طرح مشرقی ممالک میں کوئلے کی کانوں وغیرہ کے لئے شور مچانے اور تردد کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت ہی تمام فسادوں اور خرابیوں کی جڑھ ہے۔ ان الفاظ سے جدید یورپ کی تہذیب کی نہایت افسوسناک طرز پر تشریح ہوتی ہے حصول دولت و اراضی کی حکومت و تجارت اور اسی قسم کی جہات کی تہ میں دنیا کی محبت ہی ہے۔ یورپ کو تاہنوز دنیا کی محبت کے مقابلہ میں انسان کی محبت کا درجہ بالاتر خیال کرنے کی تعلیم نہیں ملی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کے ساتھ اس سے انسان ہونے کی وجہ سے محبت نہ ہو تو جمہوریت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسلام کا لُب لباب جمہوریت ہے۔ اللہ اکبر (یعنے خدا سب سے بالاتر اور بزرگتر ہے) کے الفاظ میں ایک خاص قسم کی تعلیم ہے۔ اس سے روح میں عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام فوق العادت طاقتوں پر ایمان رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا

اور پیغمبر کو خدا سمجھنے کی تلقین نہیں کرتا۔ آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ آپ انسان ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے اس دنیا سے رحلت فرمانے والے ہیں۔ اور یہ کہ خداوند تعالیٰ کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں۔ اور سب کو اس کے رحم اور فضل کی ضرورت ہے۔ اسلام اسی قسم کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی قسم کے اعتقاد سے اسلام ایک اخوت قائم کر کے تمام عالم کی قوموں اور فرقوں کو ملاتا ہے اور اسی کا نام مجلس بین الاقوامی ہے +

اس زمانہ میں بھی جبکہ مسلمانوں کی حالت پست ہو رہی ہے یہی اعتقاد موجود ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کے دل میں ہر وقت تازہ ہے۔ اور اسی اعتقاد و ایمان پر اسکی آیندہ زندگی کا انحصار ہے +

اسلام کی بعض خصوصیات

(از قلم جناب منشی عبدالکریم صاحب بی اے مسلم مشنری ٹرینیڈاڈ (امریکہ)

اسلام میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں پائی نہیں جاتیں اور جنکی وجہ سے یہ ان کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ اس کے اندر اس قسم کا مجموعہ مسائل نہیں۔ جن پر صرف اعتقاد ہی رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ان ایمانیات کی تعلیم دیتا ہے۔ جو فطرت انسانی کے اندر مرکوز ہیں مثلاً اس عالم کا ذرہ ذرہ بتلاتا ہے کہ اس کا خالق ایک ہے۔ چاند۔ سورج اور ستاروں کی انجمن سمندر کی تند و تیز ہوائیں۔ گھاس کے تنکے اور خوبصورت پھولوں کی پنکھڑیاں اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے۔ غرضیکہ اس زندگی کے لمبے سفر میں جو کچھ بھی ہمیں ہر ایک منزل میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ سب اس خدا کی جو قادر مطلق ہے شہادت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (ترجمہ) (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو) کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے دیکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) سیاہی (کی جگہ) ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر نبڑ جائے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی (اور سمندر اسکی) مدد کو

لائیں (سورۃ کہف آخری رکوع) اور تجربہ بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس ظاہری حقیقت کے پیچھے کوئی زبردست ہاتھ ہے جو احکم الحاکمین ہے۔ اور اس کا قانون نہایت زبردست نہ ٹوٹنے والا اور غیر متغیر ہے۔ اور جو جناب موسیٰ عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاطر بھی نہیں توڑا جاتا جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور انسان کی روح محبت کے نشے میں چور ہو کر دیوانہ وار محبت کے اس انتہا اور عمیق سمندر میں غوطہ مارنے کی کوشش کر رہی ہے جو رحم اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جسے اللہ کہتے ہیں یہ کوئی خیالی مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک امر واقعہ ہے جو کتاب فطرت کے صفحوں پر جلی قلم سے لکھا ہوا نظر آتا ہے +

اسلام میں اعتقاد بالفاظ دیگر محض کسی امر کا تسلیم کرنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا اعتقاد کے ساتھ اعمال صالح بھی چاہئیں تاکہ اس سے عملاً فائدہ بھی پہنچے۔ محض کسی مسئلہ پر ایمان لانا قرآن شریف کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ کسی ٹکڑہ زمین کو ہل جوت کر اسمیں بیج کا بو دینا لیکن اسکی آبپاشی کا خیال نہ رکھنا اس قسم کی حالت میں یقیناً میوہ تو کجا شگوفہ کی بھی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بیج خود ہی سڑ جائیں گے لیکن کسی باغ کو بار آور اور میوہ دار بنانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ہمیشہ جستی سے کام لے۔ پودوں کو پانی دے۔ خس و خاشاک کو دور کرے اور حسب ضرورت شاخ تراشی بھی کرے تب جا کر اسے وافر فصل اور پُر از میوہ باغ جسے جنّت کہتے ہیں نصیب ہوگا۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے۔ ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں۔ جن تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی +

اسلام کی تعلیم کے مطابق زندگی بعد الموت بھی اس موجودہ زندگی کا ایک سلسلہ ہے اور ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا وقفہ نہیں۔ ہمارا اپنا طریق عمل خلق اللہ کے ساتھ ہمارا برتاؤ خدا اور انسانوں کے ساتھ ہمارا تعلق نہ صرف زبان سے بلکہ عملی رنگ میں۔ یہ

سب ایسی باتیں ہیں جن کا دربار خداوندی میں حساب ہونا ہے ایک شخص کی نسبت جو تمام عمر بدکاریوں میں مبتلا رہا ہو۔ یہ یقین رکھنا کہ وہ سیدھا بہشت میں جائیگا محض اِس وجہ سے کہ وہ ایک بیگناہ شخص کی موت کے ذریعہ ناجی ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس شخص کو جو عمر بھر بدی کا مقابلہ کرتا رہا ہو۔ اور سچائی تقویٰ اور راستی کیلئے اپنی جان بھی قربان کردی ہو۔ ابدی جہنمی قرار دینا صرف اِس لئے کہ وہ خاص قسم کے مسائل پر اعتقاد نہیں رکھتا بہت بھاری کفر ہے۔ بلکہ خداوند تعالےٰ کی پاکیزگی پر بُہتان عظیم ہے۔ گناہ پیدائشی نہیں۔ خدا جو کہ محبت و رحم ہے ایسا ظالم نہیں کہ انسان کو اس قسم کی ناقابل برداشت زنجیر کے ساتھ جکڑ دے ہر ایک بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔ یعنے پیدائش کے وقت وہ ایک مسلمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جیسا کہ رسولکریم صلعم نے فرمایا۔ اُسے قانون پر چلنے کی طاقت دی جاتی ہے۔ ایسی حالت معصومیت سے اسکی زندگی کا آغاز ہوتا ہے نجات از روئے تعلیم اسلام پیدائشی گناہ کی جکڑبندیوں سے آزادی کا نام نہیں بلکہ انسان کے اندرونی قویٰ کا نشوونما پانا اور ان بڑی طاقتوں کا جو اُسے عطا کی گئی ہیں اظہار اور اس میں ان کا احساس پیدا ہونا ہی نجات ہے۔ بلندی یعنی خدا کی طرف پرواز کا نام نجات ہے۔ نہ کسی عمیق گڑھے سے نکلنے کا۔ لیکن ان پوشیدہ قوتوں کو ظہور میں لانے اور ان سے کام لینے سے انکار کرنے کا نام کفر ہے۔ مذہبی خیال کا یہ پہلو اور انسانی فطرت کے متعلق اِس قسم کی رائے اور روئے زمین پر انسان کی زندگی کی اس طرز کی تشریح نہایت ہی تازگی بخش رُوح افروز اور امید افزا ہے۔ اور یہ بات صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے دیگر کسی مذہب کو بھی اس سے آشنائی نہیں +

میں نے اُوپر تقویٰ اور راستی کا ذکر کیا ہے۔ میں مختصراً بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ کسی مذہب پر اُسے تباہ کرنے کی نیّت سے نکتہ چینی کرنا بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے لیکن اس قسم کی باتیں عیسائیت کا چرچا کرنیوالوں ہی کے حق میں آئی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دوسروں کو گالی گلوچ دینا ہی اپنے مذہب کے اصولوں

کو قائم رکھنے کا بہترین طریق ہے۔ لیکن راستی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اُسے کسی دوسری چیز کے سہارے کی ضرورت بھی نہیں۔ البتہ اس اصلیت تک پہنچنے کیلئے اگر فیاضی کے ساتھ مذاہب کا باہمی مقابلہ کیا جائے تو نہایت مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اسلئے اسلام کی خصوصیات کے اظہار کے لئے میں اس کا مقابلہ بُدھ مذہب اور عیسائیت سے کرونگا جو دُنیا میں بڑے زور سے اپنی اپنی منادی کر رہے ہیں۔ اول الذکر کا ابتدا تو دُکھ سے ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک تمام جہان دُکھ اور تکلیف سے بھرپور ہے اور انسان ہمیشہ ایک چکر میں ہے جنم کے بعد جنم لئے جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے جس کا خاتمہ نظر نہیں آتا۔ دکھ ہی ان جنموں کا باعث ہے لیکن اس دکھ یا بالفاظ دیگر ان جنموں سے بچنے کا طریق یہ بتلایا گیا ہے جو کہ نہایت ہی آسان ہے کہ انسان اپنے آپ کو فنا کر دے۔ کرم یا کام کرنا چھوڑ دے۔ تاکہ اُسے نروان حاصل ہو۔ اسکی بڑی بھاری خوبی اسی میں ہے کہ ہر ایک چیز کو ترک کر دیا جائے۔ اور دُنیا بلکہ اپنی ہستی کو بھی خیرباد کہا جائے۔ اسی وجہ سے رُہبانیت اور رھبنت و مہنتنیوں کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ اور بیکاری کی زندگی بسر کرنے اور جنگلوں میں تنہا رہنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ دُنیا کا جلد خاتمہ کرنے کے لئے یہ البتہ اچھی تجویز ہے لیکن یہ بالکل ناقابل عمل ہے کیونکہ فطرت انسانی کے یہ برعکس واقع ہوئی ہے۔ اب آخر الذکر یعنے عیسائیت کا حال دیکھئے۔ اس کا آغاز پیدائشی گناہ کے خیال سے ہوتا ہے۔ جسے ناصرہ کے ایک بےگناہ کے خون نے دھو ڈالا ہے لیکن باوجود اس امر کی تحریص و ترغیب اور تمام شرارتوں اور بدیوں کا منبع یعنے حوا کی لڑکیاں چونکہ ابھی تک موجود ہیں لہٰذا نکاح ایک ناپاک امر قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بدی پیدا ہوتی ہے اور جو پادریوں کے علاوہ باقی تمام گنہگاروں کے لئے جائز ہے۔ اس طرح رُہبانیت کی روح کلیسیا میں بھی داخل ہو گئی۔ اور رھبنت اور مہنتنیوں کی جماعتیں پیدا ہونے لگیں جو اپنی اپنی خانقاہوں کے اندر تمام اقسام کی تکالیف برداشت کرتی اور ہر طرح کے پرہیز کا خیال رکھتی ہیں۔ گو گاہ بگاہ خطرناک غلطیاں بھی اُن سے

سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس طریق سے وہ بیہودہ طور پر اپنی زندگی تباہ کرتی ہیں۔ اور اُسے حتی الامکان بیہودہ بناتی ہیں۔ پرہیزگار عیسائیوں کے نزدیک ناراض شدہ خدا کا غصّہ دُور کرنے کے لئے دنیا اور اسکی لذات کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اور یہی اُن کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ اس ضابطہ اخلاق میں جو مسئلہ خون یعنے کفارہ سکھاتا ہے۔ ان اخلاق کا جن کا اثر ممبران خاندان سوسائٹی پر اور اقوام پر پڑتا ہے کسی جگہ بھی ذکر نہیں۔ اس مذہب کی غرض تو محض ایک غضبناک خدا کو خوش کرنا ہے جو دُنیا کو ترک کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی +

برعکس اس کے اسلام بتلاتا ہے کہ دُنیا میں اگر دکھ کا وجود ہے تو محض انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور وہ دور بھی ہو سکتا ہے۔ فطرت نے دُکھ پیدا نہیں کیا۔ انسان معصوم پیدا ہوا ہے۔ اور کسی خشمناک خدا کو خوش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا رحیم ہے۔ اور قرآن کریم میں بار بار اسکی محبت و مہربانی اور اس کے رحم کا ذکر آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کریم کا رنگ دکھا سکے +

اب میں بتلاتا ہوں کہ اسلام کیا چیز ہے سب سے پہلے اسلام رہبانیت کو جائز نہیں رکھتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں کوئی رُہبانیت نہیں) انسان مدنی بالطبع ہے۔ اور اسکی طبیعت کی اُفتاد اسکی اپنی پسند سے نہیں بلکہ فطرتاً ہے۔ اور فطرت کے خلاف چلنا عین گناہ ہے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذالک الدین القیمہ

ترجمہ (اے پیغمبر تم تو ایک (خدا) کے ہو کر (اس کے) دین کی طرف اپنا رُخ کئے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہو سکتا یہی دین (کا سیدھا راستہ) ہے (قرآن کریم سورۃ الروم آیت ۳۰) یعنی انسانی فطرت کے مطابق عمل کرنا ہی

اسلام ہے۔ خدا پاکیزگی نیکی محبت۔ رحم اور فیاضی کا سرچشمہ ہے۔ اور وہی تمام اقوام کا خدا ہے۔ اس کا فضل سب پر یکساں ہے یہودی و نصاریٰ تک اس کے ہاں تمیز نہیں۔ کسی خاص فرقہ یا ملک ہی کیلئے اس کا رحم مخصوص نہیں۔ تمام اقوام اور ممالک اور ہر قسم کے لوگ غریب و امیر۔ ادنیٰ و اعلیٰ اسکی فیاضی سے بہرہ ور ہو رہے ہیں مثلاً دیکھئے۔ خدا ہی کے پیدا کردہ چاند سورج سب کو برابر روشنی دے رہے ہیں ہوا بھی ہر کس یکساں لے رہا ہے۔ اور اسی طرح ہزار در ہزار چیزیں ہیں جو اس کے فضل سے ہمیں مل رہی ہیں۔ اس عالم کے روحانی سلسلہ میں انسان بھی ایک جزو ہے۔ اسکے اندر روحانیت رکھی گئی ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے روحانی عنصر کو محسوس کرے اور اسے ترقی دے۔ اور بالفاظ قرآن شریف اس نے خدائی رنگ میں اپنے تئیں رنگنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ ونحن لہ عٰبدون ترجمہ (اسلام ہی) "خدا کا بپتسمہ ہے۔ اور خدا کے بپتسمہ سے بہتر اور کون بپتسمہ ہے۔ اور ہم تو اسی کے تابع ہیں"۔ اسلام کا مدعا یہ ہے کہ لوگ اپنے اندر روحانیت پیدا کریں۔ اور اپنا سب کچھ خلق اللہ کی خدمت میں صرف کریں جیسا کہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ترجمہ (لوگو!) جب تک (خدا کی راہ میں) ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو عزیز نہیں نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔ مما تحبون سے مراد صرف زر و مال ہی نہیں۔ اسمیں دولت و جائداد کے علاوہ انسان کی اندرونی قابلیتیں۔ طاقتیں اور اسکی کوششیں اور آسائشیں سب شامل ہیں۔ جنہیں خدا کی راہ میں اور خلق اللہ کی خدمت کے لئے صرف کرنا چاہئے یہی اسلام کا اصول اور اسکی غرض و نمایت ہے +

مُسلم اور عیسائی مواحدین

مُصنّف نے اِس مضمون کے لکھنے میں جو غرض مدِّ نظر رکھی ہے۔ وہ مذہب اسلام کے بڑے بڑے ارکان اور دوسرے مواحدین فرقوں کے اصُولوں میں مشابہت اور مطابقت کا دکھانا ہے۔ اگرچہ وہ ایک مواحد پادری کی حیثیت سے اِس مضمون کو لکھ رہا ہے مگر وہ اسبات کو شروع ہی میں جتلا دینا ضروری سمجھتا ہے۔ کہ جن جن خیالات اور عقائد کا اِس مضمون میں اظہار کیا گیا ہے وہ اس کے اپنے ذاتی خیالات ہیں۔ اور جس فرقے سے وہ تعلق رکھتا ہے وہ اس کا ذمہ وار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ وہ خود اس کا ذمہ وار ہے

ایک مذہب کا دوسرے مذہبوں سے مقابلہ کر کے مطالعہ اور غور و خوض کرنا واقعی بہت اچھا ہے۔ مگر بہت ہی بہتر ہو۔ اگر یہ بجائے زبانی اور خیالی ہونے کے عملی صُورت اختیار کرے۔ تا کہ لوگوں کو یہ معلوم کر کے کہ وہ بعض باتوں میں ایک دوسرے سے مشابہ اور ایک ہیں آپس میں مل کر کام کرنے کی ترغیب ہو۔ کیونکہ مشابہت کی وجہ سے اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور آجکل اسی بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اسلئے مسلمانوں اور عیسائی مواحدین میں اتحاد اور آپس میں مل کر کام کرنے کی سپرٹ پیدا کرنے کی غرض کو مدِّ نظر رکھ یہ مضمون لکھا گیا ہے +

میرے نزدیک مذاہب میں سے کیا بلحاظ اپنی پیدائش اور کیا بلحاظ اپنے مذہبی عقائد اور اصولوں کے ایکدوسرے سے بہت مشابہت رکھنے میں اسلام اور عیسائی مواحدین کا فرقہ بہت ملتے جلتے ہیں۔ آؤ ہم پہلے ان کی جڑ اور ان کی بعثت کی وجوہات اور کیفیات پر غور کریں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مذہب ہے۔ جو کہ پھر اپنی اصلی آب و تاب اور پاکی میں نمایاں کیا گیا ہے۔ بعد اس کے کہ مشرکین عرب اور عیسائیوں نے اسمیں تثلیث اور بت پرستی کو شامل کر کے اس کو خراب کر دیا تھا۔ گویا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو کہ یہودیوں اور عرب قوموں کے جدامجد ہیں توحید کے مذہب کو زندہ کرنا تھا +

اِسی طرح ہمارے مواحد مجددوں نے اپنے عظیم الشان مشنوں کے متعلق کہا ہے کہ انہوں نے کسی نئی بات کے لانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اس بڑے مواحد یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو ہی اسکی اصلی شکل میں بار بار دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ جس طرح اِس نبیٔ عربی (صلعم) نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب بہت خراب ہو گیا تھا اور تجدید کو چاہتا تھا۔ اسی طرح اس بڑے انگریز مجدد۔ سائنسدان۔ فلاسفر جوزف پرسٹلی (Joseph Priestly) نے اپنی کتاب History of the Corruptions of Christianity میں لکھا ہے۔

ڈاکٹر پرسٹلی نے بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نہایت سختی سے اور زوردار الفاظ میں مشرک عیسائیوں کو ملزم گردانا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ان عیسائیوں میں اور ان لوگوں میں جو کہ درختوں اور پتھروں کو پوجتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے" یہاں تک تو دونوں متفق ہیں +

آؤ اب ہم جلدی جلدی ان دونوں کامیاب سلسلوں کے بڑے بڑے اصولوں پر نظر ڈالیں۔ اس سے میری مُراد حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے مذہبوں سے ہے۔ ان سب سے کہیں اُوپر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے۔ جس کو عرب کے مشہور شاعر متنبی نے شیریں کی صفت سے اپنی نظم میں باندھا ہے۔ لکھتا ہے کہ مسلمانوں اور دیگر مواحدین کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نہایت خوبصورت اور شیریں معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کا پھل بھی نہایت میٹھا ہے۔ اور اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے میں جو جھگڑے فساد اور فرقہ بندیاں اور خونریزیاں ہو رہی ہیں۔ ان کا پھل یقیناً تلخ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہی نبی کریم صلعم کی تعلیم کی اصل بنیاد ہے۔ اور بیشمار دفعہ ہی قرآن شریف میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قل لا الٰہ الا اللّٰہ اور کیا یہ مسلمان بنانے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اور یہ بات کہ مواحدین کے فرقہ کا بھی یہی نصب العین ہے ان کے نام سے

ظاہر ہے۔ کیا یہ کہنا مبالغہ ہوگا کہ مذہب کی اصل غرض و غایت صرف توحید آلہی کو قائم کرنا ہے؟ کیونکہ اسی توحید پر تمام شریعتوں اور پیغمبروں کا دارومدار ہے۔ دوسرے لفظوں میں تمام مذہب اور عمل وغیرہ سب اسی کے ذریعے قائم ہیں +

دوسرا بڑا اصول جو کہ اسلام اور فرقہ مواحدین میں مشترک ہے۔ اور جو کہ سورۂ البقرہ کی ۱۳۰۔ اور ۲۸۵ ویں آیت کے عین مطابق ہے وہ کتبِ آلہیہ پر ایمان لانا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ ابدی اور عالمگیر ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ پہلے نبی اور مذہبی رہنما ہیں جنہوں نے اس عقیدے کی بنا رکھی اور دوسری کتبِ آلہیہ کی بھی ویسی ہی عزت کی جیسی قرآن شریف کی۔ آپ سے پہلے کسی نے بھی دوسرے مذہبوں کی کتابوں کو صاف صاف طور پر اللہ تعالیٰ کو اللہ تعم کا کلام نہیں مانا۔ آپ ہی وہ مذہبی ہادی ہیں جنہوں نے یہ تعلیم دی کہ جو کتاب اللہ تعم کی وحدانیت اور بہترین زندگی کا سبق دیتی ہے وہ پاک اور قابل عزت کتاب ہے اسی طرح آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہاموں کا سلسلہ عالمگیر اور غیر محدود ہے۔ سو آپ نے اپنی اُمت کو تمام پیغمبروں پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جتانے کیلئے دُنیا میں وقتاً فوقتاً آئے ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور یہی عقیدہ عیسائیوں کے موحد فرقہ کا ہے بعض روشن اور آزاد خیال عیسائی اب ان جواہراتِ بے بہا کو پہچان رہے ہیں جن سے کہ مختلف مذاہب میں بے تعصبی۔ ایکدوسرے کی عزت اور صلح و امن قائم رہ سکتا ہے یہ کہ نبی کریم صلعم کے زمانے کے مواحدوں سے لے کر اس زمانے کے مواحدین مثلاً مشہور شاعروں لانگ فیلو اور ایمرسن وغیرہ تک تمام ان باتوں کو ان سے کہیں پہلے جانتے تھے +

تیسرا مشترکہ اصول جو کہ اسلام اور فرقۂ مُواحدین میں ہے وہ ابدی زندگی کا ہونا ہے یعنی اس زندگی کے بعد ایک اور ابدی زندگی بھی ہے۔ اور اس عقیدے پر دونوں فرقوں کا بہت کچھ دارومدار ہے + یہاں اتنی جگہ نہیں ہے کہ میں مفصل طور پر ان عقیدوں پر بحث کروں جو کہ اسلام اور مواحدین فرقوں میں مشترکہ ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان پر

الگ الگ رسالہ لکھا جائے +

جن اصولوں اور عقیدوں کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں ان کو قرآن کریم - فرقۂ معتزلہ صوفیائے کرام (مثلاً الغزالی) اور فلسفہ دان مثلاً بوعلی سینا وغیرہ اوّل درجے پر رکھتے ہیں - اور مواحدین فرقہ میں سی فرانس ڈیوڈ آف ہنگری یسوسینس آف پولینڈ - پریسٹلی اور مارٹینو آف انگلینڈ - کیننگ - پارکر - ایمرسن وغیرہ وغیرہ........ اس کو بڑی اہمیت دیتے ہیں +

مجھے امید ہے کہ میرا یہ مختصر سا مضمون مسلمانوں کو یہ جتلا دیگا کہ فرقہ مواحدین ہر طرح انکی مدد اور ہمدردی کرنے کو تیار رہے - اور ان کی یہ خواہش ہے کہ مذہب اسلام خوب پھلے پھولے - اور اپنی روحانیات میں خوب ترقی کرے - کیونکہ وہ اس کے لئے بہت موزوں ہے - اور ان پر یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ اصل اور صحیح عیسائیت تثلیث نہیں ہے بلکہ اصلی موجودہ صورت اصل کا ایک بگاڑ ہے - حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکے حواریوں اور فلسطین کلیسیا کا مذہب توحید الٰہی تھا - اور وہ اسی پر قائم رہے - جسمیں مواحدین کا گروہ موجود نہ ہو - اور جن کا اعتقاد وحدہٗ لا شریک خدا پر نہ ہو موجودہ مواحدانہ اعتقاد صرف اپنی کلیساؤں کے لئے مخصوص نہیں جو اسکے نام سے موسوم ہیں - بلکہ موحدین گروہ کے وفا کیش متبعین اُن کلیساؤں میں بھی موجود ہیں - جو کہ نام نہاد تثلیث کے نام لیوا ہیں اور یہانتک کہ تثلیث پرستی کے محکم سی محکم قلعوں میں بھی موحدانہ اعتقادات اپنا سکہ جما رہے ہیں - ہر جگہ جہاں روشنی علم اور صداقت سے لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں موحدانہ خیالات لوگوں کے قلب کو مسخر کرتے ہیں - اور مواحدین کی اس رو عظیم کے سامنے اب تو عیسائی مشنری بھی سر تسلیم خم کر رہے ہیں +

آخر الامر مسلمان اور مواحدین آپسمیں متحد ہیں - اور وہ دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء جناب مسیح حضرت محمد صلعم - سر وہیٹز - اور آئزک نیوٹن اور قوم کے دیگر اہل دماغ سرکردگان کے مجمع عظیم کے موحدانہ اعتقادات - جہالت - توہم پرستی اور تاریکی کا قلع قمع اور اس کو مسخر کر رہے ہیں - لہذا ہمیں اس وقت تک چین نہ لینا چاہئے

جبتک کہ توحید تمام ربع مسکون پر اس طرح نہ پھیلجاوے جس طرح کہ پانی سمندر میں پھیلا ہوا ہے +

از قلم جی ایس کوخی ایم - اے - بی - ڈی

{صاحب موصوف امریکن - برطانوی اور ممالک غیر کی موحد جماعت کی طرف مسلمان ممالک میں موحد نمائندے مقرر ہوئے ہیں - مترجم}

بعثتِ اسلام

(رسول اکرم صلعم کے وعظ اور آپؐ کی تکالیف کا ذکر)

نمبر ۴

(از قلم عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے - ایل ایل بی مترجم قرآن شریف)

رسولکریم صلعم نے تمام تکالیف کا سامنا نہایت بڑی خوشی اور استقلال سے کیا آپؐ جانتے تھے کہ اس قسم کی تکالیف کے بدوں دنیا کی اصلاح ناممکن ہے مگران اذیتوں اور مصیبتوں کو دیکھ کر جو آپؐ کے متبعین کو برداشت کرنی پڑتیں آپ کو حد سے زیادہ رنج اور تشویش ہوتی - کیونکہ انہیں بالخصوص متوسط الحال اور مفلس صحابہ کو ناقابل برداشت دکھ دیئے جاتے - اور ہر ایک قسم کے جانکاہ عذاب کا جو بیرحمی تجویز کر سکتی ہے انہیں شکار بنایا جاتا سخت سے سخت انسان کا روح بھی اِن اذیتوں کا خیال کر کے جو مستورات کو پہنچائی گئیں کانپ اُٹھتا ہے - چنانچہ ایک عورت کو ہلاک کرنے کا ایک خطرناک طریق نکالا گیا - اسکی دونوں ٹانگیں دو اُونٹوں کی ٹانگوں کے ساتھ مضبوط باندھ دی گئیں - اور ان جانوروں کو مخالف سمتوں کی طرف دوڑایا گیا - غلاموں کے لئے عجیب سزا تجویز کی گئی - انہیں سخت موسم گرما میں دوپہر کے وقت جلتے ہوئے پتھروں پر برہنہ لٹایا جاتا - اور اسی پر اکتفا نہ کر کے نہایت بیرحمی سے انہیں کوڑے بھی لگائے جاتے - ان نظاروں کو دیکھ ایک اجنبی کا جی بھر آتا ہے چہ جائیکہ رسول صلعم کا دل جنہیں کہ صحابہؓ کی قدر و منزلت ایسی ہی تھی جیسی کہ حضورؐ کے اپنے

بچوں کی۔ اس ظالمانہ طریق عمل کو دیکھ کر ہی آپؐ نے دو دفعہ اپنے متبعین کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر کسی غیر علاقہ میں یا کسی دُور دراز جگہ جا کر پناہ لیں۔ مگر خود تنہا یا چند ایک صحابہؓ کے ساتھ دشمنوں میں رہ کر اس کام کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کیا تھا سرانجام دینا پسند فرمایا۔ اس طرح آپؐ نے اپنے ساتھیوں کی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور اپنی مصیبتوں کا ذرّہ بھر بھی خیال نہ کیا۔ لیکن آپؐ کے متبعین کے چلے جانے کے بعد ظالموں نے اپنی تمام طاقت حضور صلعم ہی پر خرچ کی۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ہی شریف دل آپؐ کے اندر رکھا تھا۔ اور کسقدر ہمدردی و محبت آپؐ میں کُوٹ کُوٹ کر بھری تھی۔ تاریخ میں تو آپؐ جیسا انسان ہمیں دکھائی نہیں دیتا ✦

لیکن یہ تمام مصائب و تکالیف اس غم کے مقابلہ میں جو حضورؐ کو کھا رہا تھا بالکل ہیچ تھیں۔ اہل عرب کی سنگدلی اور سرکشی آپؐ کے رنج و الم کا بہت بھاری موجب تھی۔ قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اس درد کا ذکر جو حضورؐ کو کافروں کے لئے تھا نہایت رقت انگیز الفاظ میں آیا ہے۔ سُورۃ الشعرا میں جو مکہ میں نازل ہوئی یوں لکھا ہے کہ:۔ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین ۝ ان نشا ننزل علیھم من السماء اٰیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین۔ **ترجمہ** (اے پیغمبر) تم تو کچھ ایسے تنگدل ہو رہے ہو۔ کہ شاید تم خودکشی کر بیٹھو۔ کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو ان (لوگوں) پر آسمان سے ایک (زبردست نشانی) اُتاریں۔ اور انکی گردنیں اس کے آگے جھک کر رہ جائیں (الشعرا ۲۶۔ آیت ۳۔۴) ✦

کفار کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے آپؐ میں اس قدر تڑپ تھی کہ جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ اپنے زبُوں طریقوں سے باز نہیں آتے۔ اور توہمات کو چھوڑ کر تقویٰ کو جس کی طرف انہیں بُلایا جاتا ہے اختیار نہیں کرتے تو آپ کو حد سے زیادہ غم پہنچا اور ممکن تھا کہ اس غم سے ہلاک ہو جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رُوح افزا مژدہ آپؐ کو نہ ملتا کہ وہ وقت نزدیک ہے جبکہ یہ سب کے سب نہایت انکساری کے ساتھ اسلام کے آگے سر جھکا دینگے یہ خوشخبری آیات بالا کے بعد کی آیت میں درج ہے جس میں کہ رسول کریم کو اس قانون الٰہی سے بھی

آگاہ کیا گیا ہے۔ جس کے ماتحت ابتدائے آفرینش سے انبیاء کو پہلے کاذب قرار دیا جاتا ہے اور پھر جب مکذبین کے لئے زبردست نشانات سزا کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہ پھر ان آسمانی نشانوں کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ اس طرح رسُول خدا کو یقین دلایا گیا کہ کفار مکہ کا بھی اسی قانون کے مطابق حال ہوگا۔ اور آپ کو بتلایا گیا کہ آپ اپنی موجودہ ناکامی کی وجہ سے مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ وہ دن آنیوالا ہے جبکہ لوگ نہایت ادب سے آپ کو اپنا آقا و سردار تسلیم کریں گے۔ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق پندرہ سال کے بعد تمام قبیلۂ قریش نہایت عاجزی اور صدق سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوا۔ ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں جبکہ حضوؐر ابھی مکہ ہی میں قیام فرما تھے۔ اور جبکہ آپ کو اپنے کام میں چاروں طرف سے ناامیدی ہی نظر آتی تھی اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:-

فعلك باخع نفسك علی آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفاً **ترجمہ**۔ تو (اے پیغمبر) اگر (یہ لوگ) اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے (شعراء ۸ آیت ۶)+

نہ صرف قرآن شریف کی مختلف آیات ہی سے اس رنج و غم کا جو آپ کو کفار کیلئے اٹھانا پڑتا ہے۔ بلکہ آپ کی زمانہ رسالت کی تمام زندگی اس بات پر شاہد ہے۔ ایکدفعہ جبکہ آپ کو سخت تنگ کیا گیا تو آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی کہ اے میرے مولیٰ میری قوم کی خطا معاف کر کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔ بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولکریم کا نصف شب سے لیکر صبح تک کا تمام وقت نماز ہی میں گذرتا۔ آپ گھنٹوں سجدہ ہی میں پڑے رہتے۔ آدھی رات کے اندھیرے میں کسی گوشہ تنہائی میں جا کر اپنے مالک کے رُوبرُو باآواز بلند روتے۔ قرآن مجید کی ابتدائی سُورتوں میں سے ایک میں ان حالات کا اِس طرح ذکر ہے:-

یا یھا المزمل ۵ قم الیل الا قلیلا ۵ **ترجمہ**۔ اے (پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو۔ رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو (سورہ مزمل آیت ۱ و ۲) پھر آگے چلکر فرمایا ہے۔ کہ ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی الیل و

ونصفہ وثلثہ (سورہ مزمل آیت ۲۰) ترجمہ (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور چند لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات کے وقت یہ دُعائیں اور نمازیں محض اصلاح خلق اللہ کے لئے تھیں جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے +

حضور صلعم کی دلی آرزو تھی کہ پہلے تمام عرب میں اور بعدہٗ تمام دُنیا میں اصلاح کے رنگ میں انقلاب پیدا کیا جائے۔ اور اسی پیاس کو بُجھانے کے لئے آپؐ تمام رات بیدار رہتے۔ اور اپنے گھٹنوں کے بل اپنے قادر مطلق کے حضور نہایت خشوُع وخضوع اور سوز دل سے جہالت اور بدی کو دُور کرنے اور اسکی بجائے روشنی اور راستبازی کے قیام کیلئے دُعا مانگتے۔ اور اسی لئے آپؐ رات کے اندھیرے میں گوشہ تنہائی اختیار فرماتے اور انہیں دُعاؤں ہی کی بدولت ہر ایک خطرہ کا مقابلہ کرنے کی قوت آپؐ میں پیدا ہوگئی تھی خلق اللہ کی اخلاقی اور رُوحانی حالت کو اعلےٰ پیمانہ پر پہنچانے کی خواہش نے اپنا اثر اُس الہام الٰہی سے پہلے ہی دکھلانا شروع کردیا تھا جس کے نازل ہونے پر آپؐ عہدہ رسالت پر مامور ہوئے۔ پیشتر ازیں کہ آپؐ خدا کی طرف سے حکم پاکر لوگوں کو ان کی غفلت سے بیدار کرتے آپؐ غار حرا میں جاکر جو کہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھی خدا کی عبادت میں کئی کئی دن بلکہ ہفتے بسر کرتے تھے! اور اپنے لئے ضرورت کے مطابق وہاں خوراک بھی لیجاتے۔ یہ ایک نہایت تاریک اور ہیبتناک غار تھی جس کے نزدیک کسی قسم کی آبادی بھی نہ تھی۔ وہاں آپؐ تن تنہا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دلی تمنا پیش کرکے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے درخواست کرتے۔ آپؐ کی قوم کو تو مینوشی کے جلسوں سے فرصت نہ ملتی تھی لیکن آپؐ ان کی بہتری کے لئے اسقدر متردد ہورہے تھے کہ کوئی نصف شب بھی خالی نہ جاتی جبکہ آپ ان کے لئے آنسوؤں کے دریا نہ بہاتے۔ لہٰذا آپؐ ہی کی طفیل بڑے اہم نتائج مرتب ہوئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آپ کے لئے رحمۃ للعٰلمین کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جناب مسیحؑ نے بھی ایک دفعہ رات بھر لمبی لمبی دُعائیں مانگی ہیں۔ لیکن یہ دُعا کی رات وہی تھی جس کے گذرتے ہی صبح کو انہوں نے گرفتار کیا جانا تھا۔ اور تاریخ اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہ دُعائیں محض اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے تھیں تا کہ مصیبت کا پیالہ ٹلجائے۔ برعکس اس کے رسول کریم صلعم کے متعلق تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ آپ تیئیس سال تک برابر رات کے وقت دُعاؤں میں مصروف رہے۔ اور خدا سے اپنی سلامتی کے لئے التجا کرنے کے بجائے خلق اللہ کی بہتری اور ان کے فائدہ کی درخواست کرتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان انقلابات میں جو ان دو نبیوں نے پیدا کئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کوئی شخص بھی اس ہمدردی اور محبت کا اندازہ صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ جو آپ کے دل میں اپنے ناشکر گذار ستمگروں کے لئے تھی۔ اور جس کا اظہار خدا کے حضور ان کی بہتری کیلئے لمبی دُعاؤں کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ اس قسم کی باتیں ایک رسُول ہی کی شان کے شایاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ کفار مکہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر اس زمانہ کے عیسائیوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان بیش قیمت اور قابلِ قدر خدمات کو جو حضور نے صداقت کو قائم کرنے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیں نہایت ہی تحقیر کی نظر سے دیکھ کر اپنی ناشکر گذاری کا اظہار کرتے ہیں +

رسول کریم صلعم نے اس تمام جد و جہد میں جو آپ کے مبعوث ہونے کے وقت شروع ہوئی اور آپ کے وصال ہی پر ختم ہو گئی۔ جس قدر صبر و استقلال اور معجز نما ایمان کا اظہار فرمایا اس کی نظیر نہ صرف دُنیا کی قوموں اور اُن کے بادشاہوں کی تاریخ ہی میں نہیں ملتی۔ بلکہ کسی مذہبی تاریخ میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اور اس بات کا خود ولیم میور بھی قائل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ثابت قدمی اور وفا انسان کیلئے قابل تعریف جوہر ہیں لیکن رسول کریم صلعم میں ان سے بھی بڑھ کر الگ جوہر تھا۔ جس کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف آپ پر اثر نہ کر سکتی تھی۔ آپ نے تمام اذیتوں اور آزمائشوں میں سچے نبیوں کا سا ہی تحمل و استقلال ہی نہ دکھلایا۔ بلکہ آپ کا ایمان اور یقین اپنی آخری کامیابی پر ہمیشہ پختہ اور غیر متبدل رہا۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ سب لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بجز چند ایک ایسے اشخاص کے جو خود اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے چاروں طرف سے آپ کو ناکامی ہی ناکامی نظر آ رہی تھی۔ مختلف طریق سے آپ کو اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ موت د

تباہی کی دھمکی بھی دیگئی تھی۔ خود اپنی قوم کی شرارتوں کی وجہ سے آپ پر غم کا ہجوم ٹوٹ پڑا تھا اور چاروں طرف سے دشمنوں نے بھی گھیر رکھا تھا۔ لیکن باوجود ان تمام امور کے آخری کامیابی پر آپ کا پختہ یقین اور آیندہ کی بہتری پر آپ کا اعلیٰ درجہ کا ایمان برابر قائم تھا۔ اور آزمائشوں تکلیفوں اور اذیتوں کے حیران کر دینے والے طوفان کے درمیان آپ کے اندر چراغ امید ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نہ ٹمٹمایا۔ میور صاحب لکھتا ہے۔ کہ حضرت الیاسؑ نے بھی ایمان اور استقلال رسول کریم صلعم کی طرح دکھلایا۔ کیونکہ انہیں بھی تکالیف دی گئی تھیں۔ بیشک ان اسرائیلی نبیوں میں سے وہ ایک ہیں جنہیں لوگوں کے ہاتھ سے بہت دکھ پہنچا لیکن جس اعلیٰ درجہ کا بھروسہ رسول کریمؐ کو خداوند تعالیٰ پر تھا وہ حضرت الیاسؑ میں پایا نہیں جاتا۔ لکھا ہے کہ حضرت الیاسؑ تکالیف اور ناکامیوں سے ہار کر ایک دن برابر سفر کر کے ایک ویرانے میں پہنچے۔ اور ایک درخت کے تلے بیٹھ کر کہا۔ کہ اے کاش مجھے موت ہی آئی ہوتی۔ پھر خدا سے التجا کی کہ مجھے اب اٹھا لے میں نے کافی تکالیف برداشت کی ہیں۔ اور میں اپنے پہلوں سے بہتر نہیں (سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۴)

ایک طرف تو ہم حضرت الیاسؑ کو اپنے دشمنوں کی اذیتوں سے تنگ آکر ... کے درخت کے تلے ویرانہ میں اپنی موت کے لئے دعا مانگتے دیکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت محمد صلعم کو کھجور کے درخت کے نیچے ویرانہ ہی میں جبکہ آپ کو قوم طائف نے نکالدیا تھا۔ اور زخموں سے آپ ندھال ہو رہے تھے۔ خدا کے حضور اپنی شکایات پیش کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ دس سال تک ظلم و ستم اٹھانے اور لوگوں کی طعن و تشنیع برداشت کرنے کے بعد حضرت الیاسؑ کی طرح آپ نے اپنے لئے موت کی درخواست نہیں کی بلکہ مصائب کو اس وقت تک برداشت کرنے پر رضامندی ظاہر کی جبتک کہ خدا پسند کرے۔ البتہ آپکو یقین الٰہی تھا کہ آپ نامراد نہ جائیں گے۔ اور آخر کار آپ ہی کے نام کامیابی لکھی جائیگی۔ انجیل کے ماننے والوں کا اس پر بیان ہے کہ یسوع مسیح آخر میں بالکل مایوس ہو کر ایلی ایلی لما سبقتنی پکار اٹھے تھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں کبھی اس قسم کا خیال تک بھی نہ آیا۔ گو آپ کو جناب مسیح سے بھی سخت تر آزمائشوں میں ڈالا گیا۔ اور آپ کو اپنی زندگی میں زیادہ تر نازک موقعے بھی پیش آئے۔ فقط

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات

بوقتِ ابتلا اور بزمانۂ حکومت

آزمائشوں اور ابتلاؤں کی وجہ سے انسان ایک روش اختیار کر لیتا ہے جسے خصلت کہتے ہیں لیکن کامیابی کے بعد اسکی ذاتی شرافت کھلتی ہے بشرطیکہ اسمیں وہ جوہر موجود ہو۔ انسانیت اگر غور کیا جائے صرف نرم دلی ہی کا نام نہیں۔ یہ مختلف خوبیوں کا مجموعہ ہے جو ہر موقعہ پر ظاہر کیجاتی ہیں۔ نشوونما پانے اور قوت پکڑنے کیلئے انہیں مختلف موقعوں کی ضرورت پڑتی ہے اگر بعض کا ظہور صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان نہایت ہی مفلسی کی حالت میں ہو۔ تو بعض کو کمال تک پہنچانے کے لئے دولتمندی کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ جو شخص اپنی ہی زندگی میں مختلف حالات میں سے گزر کر تجربہ حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ دوسروں کیلئے تقلید کے واسطے بطور نمونہ پیش نہیں ہو سکتا۔ کوئی شخص بردباری اور صبر کا سبق دوسروں کو نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ خود جناب مسیح کی طرح اپنی زندگی میں سخت ترین ابتلاؤں میں سے ہو کر نہ گذرا ہو۔ یوں عفو کے متعلق نصیحت آمیز قصے تو پڑھتے ہیں لیکن زبانی جمع خرچ سے ان میں وہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ فعل ہی کسی زبانی دعوے کا ثبوت سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر اخلاقی حالات پر غور کیجائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک خلق ایک الگ پہلو اور رنگ رکھتا ہے۔ اور اس کے اظہار کیلئے خاص خاص حالات کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً عفو ایک خُلق ہے اسکا اظہار صحیح طور پر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے جو تین حالات میں سے گذرا ہو اوّل یہ کہ وہ مصیبت میں گرفتار رہا۔ اور دشمنوں نے اُسے بڑی بیرحمی سے دُکھ دیا ہو۔ دوم وہ طاقت اور کامل قوت حاصل کرے۔ اور دشمن مغلوب ہو کر اس سے رحم کی التجا کریں سوم اسکے دشمن اپنے مظالم کی پاداش حاصل کرنے کیلئے اسکے سامنے پیش ہوں۔ اور انہیں بجائے سزا پانے کے معافی ملے۔ وہ شخص کبھی ٹھیک ہو کر دوسروں پر رحم نہیں کر سکتا۔ جو خود دوسروں کے رحم کا محتاج نہ ہوا ہو۔

انسان کے اندر عفو ایک نہایت ہی اعلےٰ خلق ہے۔ تمام کتب مقدسہ کی ورق گردانی کریں
کوئی بھی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس سے اس خلق کا اظہار مکمل طور پر ہوا ہو بجز خاتم الانبیاء
(حضرت محمد صلعم) کے جنہیں کہ یہ ہر سہ شرائط متذکرہ صدر موجود تھیں +
یتیمی کے زمانہ سے لے بادشاہت کے زمانہ تک حضرت محمد صلعم نے زندگی کے مختلف
مراحل طے فرمائے۔ آپ کو مختلف قسم کے واقعات پیش آئے جنکی وجہ سے مختلف خلقوں
کا اظہار ہوا۔ قدم قدم پر آپ کی آزمائش کی گئی۔ لیکن آپ کسوٹی پر پورے اُترے
زندگی کے ہر ایک شعبہ میں اور ہر ایک روش پر ہمیں اپنی ضروریات کی سرانجام دہی
کے لئے ایک مکمل نمونہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس رسول خدا کی پاک زندگی ہمیں پکار
پکار کر اپنی طرف بلاتی ہے۔ ہم اپنے ناظرین پر ثابت کر دیں گے۔ کہ جو کچھ ہمنے رسول اکرمؐ
کے متعلق لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً اس مضمون پر
لکھیں گے۔ لیکن دنیا کے دوسرے بڑے بڑے انسانوں کی نسبت ہم کچھ رائے
قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں
اور جسقدر ہمیں اس کے متعلق واقفیت ہے وہ بھی خالی از اعتراضات نہیں۔ انمیں سے
اکثر تاریخی لوگ نہیں اور گمنامی کی چادر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض وقت ایسے
لوگوں کی زبان سے نکلے ہوئے چند الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے ہم مشکل
ان کی خصلت و اخلاق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ سیزر اور سکندر اعظم جیسے انسان
کے مقابلہ میں بھی حضرت محمد صلعم زیادہ تر تاریخی انسان ہیں۔ آپؐ کی زندگی آئینہ
کی طرح ہمارے رُوبرُو موجود ہے۔ جسمیں سے علو ہمت فیاضی۔ بہادری۔ صبر۔ بردباری
عفو اور دیگر ضروری خصائل کا عکس جو انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہیں مختلف
چمکدار رنگوں میں ہوتا ہے۔ اخلاق کا کوئی سا پہلو لیلو تو تمہیں آپؐ کی زندگی میں جو
واقعات سے پُر ہے۔ ایک ایک روشن مثال اسکی نظر آئیگی۔ جناب مسیح نے اپنی زندگی
کا نہایت ہی تلخ وقت بڑی بُردباری سے برداشت کیا۔ اور اُن کے ان الفاظ سے کہ خدا
انہیں معافی دے۔ کیونکہ انہیں علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان (جناب مسیح) کی

شرافت اور ہمت کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے یہی مطلب مگر مختلف الفاظ میں اکثر دفعہ ادا کیا۔ کیونکہ آپ کی زندگی سخت ابتلاؤں سے پر تھی۔ پورے تیراں سال تک اُن کو متواتر مختلف تکالیف کا شکار رہنا پڑا۔ آپ کو دماغی اور جسمانی طور پر عذاب دیا گیا لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے عذاب دینے والوں کی بہتری کیلئے دُعا کی۔ آپ ایک دفعہ طائف تشریف لے گئے جو مکہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں بُت پرستی کے خلاف وعظ کیا۔ اس پر بُت پرستوں نے اس جگہ سے ان کو نکال دیا۔ آپ کے پیچھے پیچھے ایک انبوہ کثیر غلاموں اور عوام کا تھا جو غروب آفتاب تک شور مچاتے رہے۔ اور آپ پر پتھر پھینکتے رہے۔ لیکن باوجودیکہ آپ کو جسم پر زخم بھی لگے ہوئے تھے۔ اور خون اُن میں سے نکل رہا تھا۔ پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے تھے اور آپ از حد تھک گئے تھے تاہم اس مصیبت کے وقت بھی انہوں نے ذیل کی دُعا اللہ تعالیٰ سے مانگی:-

"اے میرے مولے میں تیرے ہی پاس شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور اپنی خواہشات کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں حقیر ہوں۔ اے رحیم اے کریم جو کمزوروں کا والی ہے۔ تو ہی میرا مولیٰ ہے۔ میرا ساتھ نہ چھوڑ یگا۔ مجھے اجنبیوں اور دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو میں پھر محفوظ ہوں۔ میں تیرے مُنہ کی روشنی میں پناہ لیتا ہوں جس کی وجہ سے تمام تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور امن اس دُنیا میں اور عاقبت میں بھی ملتا ہے۔ میری مشکلات کا حل اس طرح کر جسطرح تیری رضا ہو کوئی طاقت اور کوئی قوت سواء تیرے نہیں۔ اے میرے مولیٰ ان لوگوں کو سیدھی راہ بتلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کرتے ہیں"۔

اِن الفاظ سے اُولوالعزمی اور ہمت ٹپکتی ہے۔ اور اس قسم کے شریف اور عالی ہمت کی شان کے شایاں ہیں۔ گو آپ کو علم ہے کہ آپ کی حالت نہایت پست ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے۔ آپ کے اِن الفاظ سے کہ اگر تو (اللہ) مجھ سے ناراض نہیں تو میں محفوظ ہوں اور مجھے کوئی خطرہ نہیں کسقدر اُمید نظر آتی ہے۔ ایک شائبہ بھی مایوسی کا پایا نہیں جاتا۔ اور نہ کسی قسم کی کسی کے خلاف شکایت ہے۔ اور یہ بھی معلوم

نہیں ہوتا کہ آپ کے دل میں ڈر ہے کہ خدا ساتھ نہ چھوڑ دے - اور پھر آپ کی اس خوبصورت دعا میں کہ مشکلات کا حل اس طرح کر جس طرح تیری رضا ہو - تنگدل عیسائی مشنریوں کے لئے سبق ہے - جو اپنی ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے جناب مسیح کے اس کلام کو کہ تیری مرضی ہو میری کچھ مرضی نہیں بار بار لئے پھرتے ہیں - اور اس پر ناز کرتے ہیں +

متعصب عیسائی ہر دو کے کلام میں مشابہت دیکھ کر جامہ سے باہر ہو جاتا ہے - اور بکمی تشریحات پیش کرتا ہے - اور کہتا ہے کہ یہ ایک قسم کا کتابی سرقہ ہے اور چونکہ حضرت محمدؐ جناب مسیح کے بعد مبعوث ہوئے - اسلئے انہوں نے (نعوذ باللہ) سرقہ کیا ہوگا - اگر اسی استدلال پر اس سوال کو حل کیا جائے - تو عیسائی صاحب کو ہی منہ کی کھانی پڑیگی - اور آخرش اس کو شکست کا منہ دیکھنا ہوگا - کیونکہ یہودی جناب مسیح کی تمام تعلیم اور ان کے اقوال اپنی کتابوں میں سے نکال کر دکھلا سکتے ہیں اور پھر علاوہ اس کے بہت سی تمثیلات جو عہد نامۂ جدید (انجیل) میں پائی جاتی ہیں یسوع مسیح کی آمد سے پہلے بدھوں کی کتابوں میں ملتی ہیں - تو پھر کیا ہم یہ کہیں کہ تمام کی تمام انجیل سرقہ ہی ہے - اور کیا اسی احمقانہ منطق کے رو سے سیل صاحب قرآن شریف کو صریح جعل کہنے کی جرأت کر سکتا ہے - لیکن اس امر کی تشریح آسانی سے ہو سکتی ہے - چونکہ سب پیغمبر ایک ہی خدا کی طرف سے آتے ہیں - اور ایک ہی الٰہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں - اور ایک ہی استاد سے جو خالق ارض وسما ہے ایک ہی قسم کا سبق پڑھتے ہیں - اس لئے ان کے کلام میں بہت مشابہت اور یگانگت ہوتی ہے وہ خدا سے الہام پاکر بولتے ہیں - اور اُن کے کلام سے بعض دفعہ آئندہ واقعات کا پتہ ملتا ہے جو اُن کی زندگی ہی میں ظہور میں آجاتے ہیں - مثلاً جناب مسیحؑ کے الفاظ کا اور حضرت محمد صلعم کی دعا کا آخری حصہ لیں اور اُن کا مقابلہ کریں +

جناب مسیح تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ تو انہیں معافی دے - کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں - اور

حضرت محمد صلعم فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ تو انہیں سیدھی راہ پر چلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں +

یہ ہر دو دعائیں۔ دعا کرنیوالوں کے حالات کے مطابق ان کے منہ سے نکلیں اور آیندہ کے واقعات نے انکی صداقت پر مہر لگا دی۔ جناب مسیح تو اپنی زندگی میں اپنے دشمنوں پر اسقدر قدرت اور قوت کے حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملا جس کی وجہ سے وہ اپنی روح کی اُولوالعزمی عفو کے رنگ میں اپنے دشمنوں کو دکھا سکتے۔ اس لئے انہوں نے خدا ہی سے دعا کی کہ وہ خود انہیں معافی دے۔ لیکن حضرت محمد صلعم نے اپنی طاقت اور شوکت کے معراج پر پہنچنا تھا۔ اور خود اپنے دشمنوں کو معافی دینی تھی۔ اور یہ سب کچھ خدا کے علم میں تھا۔ علاوہ بریں رسولِ کریم صلعم کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ پُر معنے اور مبسوط ہیں۔ ظاہری معنوں کے ماسوا ان سے کچھ اور بھی نکلتا ہے یعنے معافی خود اس کے اندر ہی نظر آتی ہے۔ معافی کا تعلق تو گذشتہ افعال اور اعمال سے ہوتا ہے۔ اور تقویٰ کی راہ پر چلنے کا تعلق گذشتہ اور آیندہ ہر دو ازمنہ سے ہے۔ کیونکہ کوئی متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے گذشتہ گناہوں کی معافی نہ ہو۔ لہذا رسول کریم صلعم نہ صرف دشمنوں کے گذشتہ گناہوں کی معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو آیندہ راہ مستقیم پر چلانے کی دُعا بھی کرتے ہیں۔ یہ الفاظ واقعی ایک قسم کی پیشگوئی کے رنگ میں تھے جو بعد میں حرف بحرف پورے ہوئے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب پر پُورا تسلط حاصل کیا۔ آپ کو دکھ دینے والے آپ کے حضور حاضر کیے گئے۔ لیکن ان کے ساتھ آپ نے ایسا نیک سلوک کیا جس کی نظیر اس وقت تک تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اور اسی کی وجہ سے ان لوگوں نے اسلام میں داخل ہو کر باطنی اور ظاہری صفائی حاصل کی +

رسید زر یکم نومبر سنہ لغایت ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء

امداد مشن جناب شیخ خدا بخش صاحب ای اے سی مردان ۱۰۰ مفت تقسیم حضرت حاجی میر حمید اللہ خانصاحب ای اے سی جہلم ۱۰۰
" " منہاج الدین صاحب ۲ امداد مشن۔ جناب حاجی محمد صاحب ہندوستان ۵
" " منشی علی احمد صاحب بہاولپور ۱۵ " " شہاب الدین صاحب نوشہرہ ۳۰
" ہاشم علی صاحب سکنہ چاندک ہری پور ۱۰ " منجانب علی احمد صاحب بہاولپور ۲

آنریری سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۰۰

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

قسم اول عہ علاوہ محصول ڈاک (ضخامت ۲۱۶ صفحات) قسم دوم عہ علاوہ محصول ڈاک

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سنی مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد - فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر - تمام نظام عالم کا اصل الجوہر میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے - اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اور اختلاف امتی رحمۃ کی عجیب تشریح - سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں - حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث - اپنے عقائد کا اظہار - نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر حاصل بحث نزول وفات مسیح پر روشنی - آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث - جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افتراد ملو کی مماثلت - جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ - دنیا میں ضرورت نبوت - اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے - جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں - یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی - خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو - یا اس [illegible] اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں - اور اس سیاسی آمادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق اور متحد ہو کر کام کرنے کے لئے تیار ہی کریگی - اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مؤدبانہ التماس کی گئی ہے - کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں - کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے - اور مسلم قوم نے انہی فرقی جھگڑوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں +

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ - حسن معاشرت کا فوٹو - علمی و ادبی - تمدنی - اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب جناب ایس - ستیح لینڈ مصنف [illegible] و دیگر مشاہیر کے مضامین میں جو نہایت قابل قدر ہیں - آنحضرت کو مختلف حیثیتوں سے پیش کیا گیا ہے - قیمت غیر مجلد [illegible] مجلد ۱ر

[illegible] مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلّغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے یہ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۷) بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۲)

فہرست مضامین

۱۹۲۱ء

۱ - شذرات ... ۴۹
۲ - دنیا میں اسلام کی حالت ... ۵۰
۳ - جنگ نے مذہب پر کیسے اثر کیا ۵۳
۴ - قرآن شریف کی رو سے کس شخص کو سچا مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا؟ ۵۵
۵ - اشاعت اسلام ... ۵۷
۶ - اسلام اور ایفائے عہد ... ۶۶
۷ - ملفوظات حضرت خواجہ صاحب ۷۰
۸ - شاہنشاہ عرب کے دربار میں ایک عیسائی عورت کا پیش ہونا ۹۳
۹ - ضروری التماس و رسید زر ۹۶

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و وکنگ مشن بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنی چاہئے۔

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے۔ منیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد مغربیہ کے کونوں تک پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو یادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں۔ مسلمانوں اس کام میں مدد کرو۔ منیجر

خضابوں کا بادشاہ

خضاب فیروزی

ایک عجوبہ۔ حیرت انگیز ایجاد ہے دنیا بھر کا کوئی خضاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سفید بالوں کو فوراً قدرتی بالوں کی مانند سیاہ اور ملائم کر دیتا ہے جلد پر داغ دھبہ ہرگز نہیں دیتا۔ کاسٹک وغیرہ سے بالکل پاک ہے تھوڑے ہی عرصہ میں بڑے بڑے ڈاکٹروں اور رئیسوں کے سرٹیفکیٹ آچکے ہیں موجد کا دعوےٰ ہے کہ اگر خضاب فیروزی میری تحریر کے مطابق نہ ہو تو مبلغ یکصد روپیہ بطور ہرجانہ لینے کا ہر شخص کو اختیار ہے ایکمرتبہ منگوا کر ضرور آزمائش کریں

پتہ۔ کارخانہ خضاب فیروزی لائلپور پنجاب

بنارسی تحفے

ہر قسم کے بنارسی کپڑے یعنے دوپٹے ساڑیاں۔ عمامے تھان کاسی۔ سلک۔ موزے سلک۔ مخمل کمخواب گوٹے۔ پچکے۔ پگڑی بنارسی پائدار زیب فینسی جوڑ یا جوبی و پیتل کے کھلونے وغیرہ وغیرہ بکفایت حسب ذیل پتہ سے فوراً وی پی یا نقد قیمت پر ملسکتے ہیں۔ ایکبار منگا کر آزمائیے اور دوبارہ فرمائش کیجئے۔ آرڈر دیتے وقت مہربانی کر کے اخبار کا حوالہ دیں

احباب اینڈ کو بنارس چھاؤنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۷) —— بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء —— نمبر (۲)

شذرات

چونکہ اس وقت تک کوئی بھی فوٹو مسجد ووکنگ سے ہمیں موصول نہیں ہوا۔ اس لئے رسالہ ہذا بغیر فوٹو شائع کیا جاتا ہے +

حضرت خواجہ صاحب جاوا سے روانہ ہو گئے . . ہیں آپ کی تازہ ڈاک آمدہ از جاوا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ انشاءاللہ تعالیٰ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کے آخیر میں لاہور پہنچ جائیں گے۔ قیام جاوا میں تبلیغ و تلقین کے علاوہ ایک اور جدید تصنیف فرمائی ہے۔ جو کہ "انجیل عمل" کے عنوان سے انشاءاللہ تعالیٰ شائع ہوگی +

یہ افسوسناک خبر نہایت ہی اندوہ کے ساتھ شائع کیجاتی ہے کہ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء کی ۱۸ تاریخکو حضرت خواجہ صاحب کی والدہ ماجدہ آپ کی عدم موجودگی میں ہی اس جہان فانی سے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ اس جانگاہ صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے +

دنیا میں اسلام کی حالت ؎

صدیوں سے عیسائیت اسلام کے خلاف سخت جدوجہد کر رہی ہے ابتدائی زمانہ میں اس مخالفت کا رنگ پولیٹکل یا سیاسی تھا۔ جو کبھی کسی حکمت عملی اور کبھی جنگ کی صورت اختیار کرتی تھی۔ شمالی افریقہ اور دیگر بعض اسلامی ممالک میں جو واقعات گذشتہ چند سالوں میں ہماری نظروں سے گذرے ہیں۔ وہ اسباب کے شاہد ہیں کہ عیسائیت نے اپنے طرز عمل کو نہیں بدلا۔ لیکن ایک نئی قسم کی جدوجہد یا جہاد اب ترقی پر ہے۔ گو اس کا ابتدا تو مدت سے ہے۔ مگر اس نے اپنی صورت نمایاں طور پر اسلامی ممالک میں چند سالوں ہی سے دکھلائی ہے۔ اور اس کا نام روحانی جہاد ان لوگوں نے رکھا ہے۔ جن کی طرف سے اسکی ابتداء ہوئی ہے۔ چونکہ مغرب کی دولت اور علم اور ان کے مطالع اسکی مدد میں ہیں۔ اسلئے یہ مخالفت بڑے زور شور کے ساتھ ترقی کی راہ پر قدم مار رہی ہے۔ نہایت انتظام اور آسانی کے ساتھ اس جہاد کو جاری رکھا جارہا ہے۔ سائنس کے عجائبات کو بھی اسلامی حلقہ اثر میں اس غرض کے کام میں لایا جاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو عیسائیت کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تحریک نہایت کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ فقط جزیرہ ملایا ہی میں چالیس ہزار عیسائی ہوئے ہیں۔ اور انجیل بھی مختلف زبانوں میں بکثرت شائع کی گئی ہے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۰ء سے پہلے بیس سالوں میں باراں لاکھ جلدیں انجیل کی تقسیم ہوئی ہیں انمیں سے کچھ عربی میں اور کچھ عثمانی ترکی زبان میں طبع کرائی گئیں۔ ان کُل جلدوں میں سے ایک لاکھ پچاس ہزار کے قریب مسلمانوں کے پاس پہنچی ہیں (ملاحظہ ہو اخبار مسلم ورلڈ) ہمیں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ مسلمان انجیل کیوں

؎ یہ مضمون رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی ابتدائی جلدوں ۱۹۱۱ء سے ترجمہ کیا گیا ہے

نہ پڑھیں۔ اگر وہ اُسے پڑھیں اور سمجھ کر پڑھیں اور اس پر کوئی نقطہ چینی بھی ان کی طرف سے نہ ہو تو بھی ان کا عیسائی ہونا ممکنات سے نہیں مگر اسقدر انجیلوں کو تقسیم کرنے کا انتظام اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اس تحریک کو بڑے زور شور سے اور صرف کثیر کے ساتھ قائم رکھا جا رہا ہے۔ اس پر ہمیں بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ آیا عیسائیوں نے جو کچھ اس امر کے متعلق کیا ہے وہ درست ہے یا غلط لیکن مسلمانوں کو اس سے سبق لینا چاہئے۔ اور ہوش میں آنا چاہئے +

ہماری غرض اس کہ یہ نہیں ہے۔ کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح انہیں کے نقش قدم پر چلکر یورپ میں پہنچکر جہاد کریں۔ اور اسکی ضرورت بھی نہیں کیونکہ معقول نقطہ چینی ہی اس وقت مغرب میں عیسائیت کے پرخچے اُڑا رہی ہے۔ اور اس کے لپسندیدہ اصولوں اور مسائل کو پاش پاش کرکے خاک میں ملا رہی ہے۔ ہماری مُراد اس جگہ صرف یہ ہے کہ اندفاعی رنگ میں مقابلہ کیا جائے۔ اور دنیا کے تمام مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں یک زبان اور ہمخیال ہوکر کام کریں اور مردانہ وار اور محبت کے ساتھ اور فاضلانہ تحریریں شائع کریں۔ جس طرح کہ عیسائیوں نے انجیل کے ترجمے مختلف زبانوں اور بولیوں میں کرکے روئے زمین پر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کر دئے ہیں اسی طرح قرآن مجید بھی اسقدر تقسیم ہو کہ ہر ایک شخص کے ہاتھ میں ہمیں دکھائی دے۔ جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں قرآن مجید کے تراجم اسی جگہ کے لوگوں کی زبان میں ہونے چاہئیں نوجوانکو پڑھائے اور سمجھائے جانے چاہئیں۔ اس طرح ہر ایک مسلمان کو اپنے مذہب سے واقفیت بخوبی ہو جائیگی۔ وہ اس قابل ہوگا۔ کہ مخالفوں کے حملوں کی روک تھام اور اپنے اعتقاد کو اچھی طرح بیان کرسکے جسطرح عیسائی مشنری اسلامی کتب اسکے قوانین اور اس کے تمدنی اور سیاسی معاملات کا مطالعہ فقط اسلام پر اعتراضات کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہئے کہ عیسائی تحریروں کو پڑھیں ان کے قوانین ان کے طرز معاشرت۔ ان کے سیاسی اور پولیٹیکل معاملات اور اغراض اچھی طرح

مطالعہ کریں۔ تاکہ وہ اپنی حالت کو اچھی طرح قائم رکھ سکیں۔ اور بحث و مباحثہ
کے وقت فتح و نصرت کا منہ دیکھیں۔ اس طرح وہ تجارتی دنیا میں
بھی اپنی حیثیت قائم رکھ سکتے ہیں اور معاملات ملکی میں بھی لیکن ہمارے میں ہمہ تن مصروف
ہونا از بس ضروری ہے۔ بیدلی اور ادھورا پن کبھی کامیابی کی راہ نہیں دکھلاتا
کئی سال تک مغرب میں عیسائیت کے ہر ایک فرقہ ریشنلزم والے سخت اعتراض
کرتے رہے۔ لہٰذا عیسائیوں کو اُن کے حملوں سے بچنے کے لئے علم تشریحات و
توجیہات کا محکمہ قائم کر کے کام لینا پڑا۔ جس کی وجہ سے اُن کی مخلصی ہوئی ہے
چنانچہ اگر ایک جگہ قابو آتے ہیں۔ تو دوسری جگہ جا کر پناہ لیتے ہیں
لیکن ان کی پر از فریب تحریر مشرق میں ایک حربہ کا کام دیگی کیونکہ
وہاں بدقسمتی سے مغربی سائنس و نقطہ چینی کے طرز سے لوگ عام
طور پر واقف نہیں +

قاعدہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے سے اتفاق رائے نہ رکھتے ہوں تو
جو شخص غالب آنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخالف کے
مُدعا کو تاڑ لے اور اُس کے دلائل کو اچھی طرح غور سے سمجھے تاکہ اس پر حملہ آسانی
سے ہو سکے۔ اسی اصول پر کرسچن مشن کے لیڈروں نے اسلامی ممالک میں ایک
سہ ماہی رسالہ بنام مسلم ورلڈ (دنیائے اسلام) جاری کیا ہؤا ہے جس میں مسلمانوں
کے روزمرّہ کے حالات و معاملات اُن کے علم ادب اور خیالات کے متعلق مضامین ہوتے
ہیں۔ اور اس میں خاص کر کے اِن مشنوں کی رپورٹوں کا تذکرہ ہوتا ہے جو اسلامی
ممالک میں قائم ہیں یا جہاں مُسلمان بکثرت آباد ہیں۔ مثلاً ہندوستان اور
چین میں۔ میں نائل مشن پریس یا کرسچن لٹریچر سوسائٹی انڈیا کو اِس قسم کا
رسالہ جاری کرنے پر ملزم نہیں گردانتا۔ کیونکہ ان لوگوں کا ایمان ہے۔ کہ
عیسائیت ہی سے ترقی ہو سکتی ہے۔ اور فقط مسیح کی بدولت نجات حاصل کی جا سکتی
ہے۔ اس لئے یہ ان کا فرض ہے کہ وہ تمام دُنیا میں اپنے خیالات کو پھیلائیں۔ تاکہ

سب لوگوں کو ان سے آگاہی ہو جائے۔ لیکن اس قسم کی کارروائی کیوں مسلمان نہیں کرتے۔ ان کے عقاید بھی تو کم از کم اپنے مذہب کے متعلق ایسے مضبوط اور زبردست ہیں۔ کیوں وہ اپنے فرائض کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا مذہب اُن پر کچھ حق رکھتا ہے۔ کیوں اُسے ادا نہیں کیا جاتا ہے۔ جب کبھی ہمیں دُنیائے اسلام کے حالات دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یا اسلامی علم و ادب یا دیگر اسلامی امور کی نسبت یا مشرق میں عیسائی مشنوں کے متعلق ہم کچھ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے پاس کوئی ذریعہ اس کا نہیں سوائے عیسائی اخبارات کے جنمیں تمام باتوں کو تعصب کی نگاہ سے اور مغربی نقطہ خیال سے لکھا جاتا ہے۔ اور تصویر کا اسمیں صرف ایک پہلو پیش کیا جاتا ہے +

پس اے مسلمانو! جاگو اپنے ایمان میں وہ قوت اور جوش پیدا کرو جو تمہارے باپ دادوں میں تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ایک طرف تو دریائے سندھ و سیحون تک اور دوسری طرف فرانس کے پہاڑوں اور میدانوں تک پہنچ گئے! اور اسلامی جھنڈے تین بڑے بڑے اعظموں پر گاڑ دیئے۔ اور وہ کامیابی حاصل کی۔ اور اس قسم کی تہذیب پھیلائی جس کی نظیر کبھی نہیں ملسکتی +

جنگ نے مذہب پر کیا اثر کیا؟

اِس سوال کے جوابات گوناگوں ہیں فلسفیوں کے ایک گروہ کا خیال ہے۔ کہ جنگ نے ایمانیات کا قلع قمع کر دیا ہے۔ اس کے برعکس ایک جماعت یہ رائے رکھتی ہے۔ کہ جنگ نے مذہب کو صیقل کیا ہے۔ اور اُسے جِلا بخشتی ہے۔ اور اس سے مذہب کو زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔ اور دُنیا میں مذہبی دلچسپی زیادہ بڑھیگی۔ متذکرہ بالا ہر دو گروہوں میں سے مؤخر الذکر جماعت چونکہ مملکت مذہب میں کسی اصول یا عقیدہ کو قبول نہیں کرتی۔ اسلئے اس مسئلہ کو صاف کرنے کے لئے ہم ہر ہشوبحالمی کی

ایک عبارت ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں :-

"میں اپنے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ جنگ نے مجھ میں محکم ایمان کا ایک زبردست احساس پیدا کر دیا ہے جو محض رسمیات و قیاسات کی قیود سے آزاد ہے۔ اور جن کی حقیقتاً مجھے ضرورت بھی نہیں اس امر پر میرا حق الیقین ہے کہ تمام دُنیا اس وقت ایک کلیسائے جدید کی جستجو پر راہ ہے۔ جو کہ کلیسا بعد از حرب کے نام سے موسوم ہوگا"۔

وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جنگ نے ایمانیات کو معدوم کر دیا ہے وہ اس نتیجہ پر اس سفاکانہ اور بے رحمانہ کُشت و خون اور بیوگان اور یتیمی کی حالت زار دیکھ کر پہنچے ہیں جن کے خاوند اور باپ میدان کارزار میں کام آئے۔ ان کے نزدیک یہ تمام کا تمام مہیب و المناک منظر آئین مذہب کے بالکل منافی تھا۔ اور یہ کہ جناب مسیح کی تعلیمات اور ربانی رحم و شفقت کے سراسر خلاف تھا۔ لیکن جنگ کو آئین مذہب کے خلاف قرار دینے والا گروہ جس بات کو محسوس نہیں کرتا ہے وہ یہ ہے کہ زبردست اور جابر دست کو سزا دینی اور بدی کا بڑی سے بڑی قربانی کر کے اور سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرنا اصُول رحم و شفقت کے ہرگز ہرگز منافی نہیں۔ جب ہم کسی عاصی و مجرم کے لئے فتویٰ موت صادر کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں ہم رحم کے اصُول کے خلاف نہیں کرتے۔ اس وقت گو بظاہر ہم ایک شخص کے لئے بے رحم ہوتے ہیں لیکن باقی تمام سوسائٹی کے لئے ہمارا وہ فعل موجب برکت و رحمت ہوتا ہے۔ اسی طرح اقوام کی حالت ہے اگر ایک قوم دُنیا کی باقی اقوام کے حقوق و آزادی کو غصب کرنا چاہتی ہے۔ تو ہمارا فرض اولین ہے۔ کہ ہم استبداد کے ساتھ سینہ سپر ہو کر تمام نسل انسانی کی بہبود و بہبود کے لئے اُسے اسکے فعل شنیع سے روکیں اور اس طرح ہمارا صداقت کی حمایت کے لئے کھڑا ہونا عین اصول رحم کے مطابق ہوگا اگر ہم نیکی کی حمایت میں بدی کا مقابلہ کرتے کرتے اپنی جان تک بھی دے دیں۔ تو ہماری موت نام و ناموس کی موت ہوگی۔ اور اس کا اجر لاانتہا ہی ہوگا جو نہ صرف اس دنیا میں ملیگا بلکہ آخرت میں بھی ہم اس کے مستحق ہوں گے۔ انسانی زندگی کا منتہا

اور نصب العین یہ دنیوی زندگی نہیں ۔گذشتہ قیامت خیز جنگ یورپ نے
اُن تن آسان فلاسفروں کو جو لولوس کے زیر اثر محض قیاسات میں ہی اُلجھے
ہوئے تھے یقینی طور پر زندگی کے حقائق اور اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے
اِس جنگ نے از سر نو اس اصول کی صداقت کو زندہ کر دیا ہے ۔کہ ہمیں زبردست
کی پاداش کے لئے یقیناً تیار رہنا چاہئیے ۔ایک رُخسار پر تھپیڑ لگنے اور
دوسرے رُخسار کو سامنے کر دینے کا مسئلہ محض ایک قیاس ثابت ہوا ہے ۔جس پر
کہ عملاً ہم کاربند نہیں ہو سکتے ۔آخر الامر یہ بھی ثابت ہو گیا ہے ۔کہ اس جنگ عظیم
کے بعد کہ جس میں فرقۂ ذکور کی آبادی کا ایک خاصہ حصّہ کام آیا ہے ۔تعداد ازدواج
ہی فقط سوسائٹی کی بہبودی کا بہترین علاج ہے ۔اور یہی اخلاق کا توازن قائم
رکھ سکتا ہے ۔ہم مسٹر بٹالمی کے ساتھ بالکل متفق ہیں ۔کہ دُنیا ایک کلیسیاء جدید کی
چشم براہ ہے ۔جو کہ کلیسیاء بعد از جنگ کے نام سے موسوم ہو گا ۔اور جس کے متعلق ہم کو
حق الیقین ہے ۔کہ جنگ کے بعد کا کلیسیا ہوا اسلام کے مقدر میں لکھا ہے ۔کیونکہ
جنگ نے اسلامی اصولوں کی تصدیق کی ہے +

قرآن شریف کی رُو سے کس شخص کو سچّا مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا؟

ظاہری افعال بےسُود ہیں جب تک انکا تعلق دل سے نہ ہو ۔اور انسان کے دلی جوش سے انکا اظہار
نہ ہو ۔اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو دیکھتا ہے اور دلوں کی حالت کے مطابق ان کے ساتھ اس کا برتاؤ ہو گا
گناہ ایک قسم کی زہر ہے اسلئے مسلمان کو اس سے بچنا چاہئیے ۔اسیطرح خداوند تعالیٰ کی نافرمانبرداری ایک
طرح کی مکروہ موت ہے ۔ہر ایک مسلم کیلئے لازمی ہے کہ اس سے احتراز کرے جس شخص کا دل مدعا کے

وقت مضبوط نہیں ہوتا۔ اور وہ خدا کو قادر مطلق نہیں جانتا اور سب طاقتوں سے بڑھ کر اسکی طاقت کو نہیں سمجھتا وہ سچا مسلمان نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا اور دُنیا کی حرص و آز میں مبتلا رہکر عاقبت کی طرف آنکھ بھی نہیں اُٹھاتا وہ سچا مسلمان نہیں۔ اور جو عملی رنگ میں دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے کوئی بدی یا شرارت سرزد ہو تو اس کا دل اُسے ملامت نہیں کرتا مثلاً شراب خوری۔ قمار بازی۔ بدنظری بددیانتی۔ رشوت خوری یا بے انصافی کے بعد اُسے یہ خیال تنگ نہیں کرتا۔ کہ اس نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو وہ بھی سچا مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ اسیطرح جو شخص پانچوقت باقاعدہ نماز ادا نہیں کرتا۔ اور ہر وقت خدا کے حضور عاجزی اور فروتنی سے دعا نہیں مانگتا سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ پھر سچا مسلمان وہی ہے جو شریروں اور بروں کی صحبت سے جو اپنا بد اثر ڈالتے ہیں بچا رہتا ہے نیز جو اپنے والدین کی عزت کرتا ہے۔ اور انکی تابعداری تمام ایسی باتوں میں جو اچھی ہوں اور قرآن شریف کے خلاف نہ ہوں کرتا ہے۔ اور انکی خدمتگذاری میں ہی حتے الامکان لگا رہتا ہے پھر وہ شخص جس کا سلوک اپنی بیوی سے اچھا نہیں اور اس کے ساتھ مہربانی اور شرافت کا برتاؤ نہیں کرتا سچا مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ جسقدر بھی نیکی وہ کرسکتا ہے کرے۔ اور جو شخص دوسروں کی زیادتیوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ اور اپنے دل میں اُن کے خلاف کینہ و بغض رکھتا ہے سچا مسلمان نہیں۔ اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ۔ اور بیوی اپنے خاوند سے بیوفائی کرے تو وہ سچے مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ نیز زانی۔ حد سے تجاوز کرنیوالا۔ شرابی۔ قاتل۔ چور۔ قمار باز۔ غاصب۔ لوگوں کو ضرر پہنچانیوالا۔ کاذب۔ جعلساز۔ بددیانت۔ مرتشی اور اپنے بھائی یا بہن پر الزام لگانیوالا سچے مسلمان کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ اور جو شخص اپنے گناہوں پر نہیں پچھتاتا اور بدمعاشوں کی صحبت سے

اُسے نفرت نہیں سچا مسلمان
نہیں کہلا سکتا +

اشاعتِ اسلام

از قلم جناب محمد اقبال صاحب ایم اے متعلم کیمبرج کالج (انگلستان)

اشاعت اسلام جیسے سنجیدہ مسئلہ پر ان قلیل صفحات کے اندر روشنی ڈالنی میرے لئے ایک مشکل امر ہے۔ کیونکہ اس مہتم بالشان مضمون کی بیشمار تفصیلات ہیں۔ اور اسکی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہ بسیط وشاندار مضمون نہ صرف زمانہ قدیم کے تاریخی پہلو کو ہی پیش کرتا ہے۔ بلکہ فی زماننا ہماری تمام کی تمام مذہبی سرگرمی۔ جوش جد و جہد اور یہاں تک کہ ہماری مستقبل کی اُمیدیں بھی بہت حد تک اس اہم مسئلہ سے وابستہ ہیں۔ اس لئے اس عالمانہ مضمون پر اس وقت کسی قسم کی تنقیدی نگاہ ڈالنے کا یہ کوئی موزوں موقعہ نہیں۔ میں چند ایک خیالات کے اظہار پر ہی اس وقت اکتفا کرونگا۔ کیونکہ مجھ سے بیشتر بہت سے محققین۔ علماء و فضلا مختلف پہلوؤں اور مختلف پیرایوں سے اس اہم مسئلہ پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ میں ان قلیل صفحات کے اندر فقط دو تین اہم معاملات کا مختصر طور پر اعادہ کرونگا۔ جن سے کہ قریبًا قریبًا ہم سبھی واقف ہیں۔

اسلام نے کس طرح گذشتہ تین صدیوں میں یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں اور خصوصیّت سے حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں ترقی کی۔ یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا موزوں و مناسب جواب سوائے موجودہ زمانہ کے کسی نے نہیں سوچا۔ اور اسی سوال کا تسلی بخش جواب نہ پانے کی وجہ سے اہل مغرب اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے۔ اور ان غلط فہمیوں میں سے آج تک بھی بہت سی باقی چلی آرہی ہیں۔ ان افتراؤں اور غلط بیانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ لیکن یہ لغو و بے بنیاد خیال حقیقتًا اس شدید کاوش۔ نفرت و دشمنی کا نتیجہ ہے۔ جس سے صلیبی جنگوں کے سلسلہ کا

آغاز ہوا لیکن موجودہ زمانہ میں نہ صرف اس تعصب و بغض کا ہی قلع قمع ہوگیا ہے۔ بلکہ کثرت سے مشاہدات جدیدہ نے رونما ہوکر ان غلط نقوش کو یہاں تک ملیامیٹ کردیا ہے۔ کہ اب ان کی مخالفت کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ ان خیالات فاسدہ کے رونما ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ معاملات کو سطحی نگاہ سے دیکھنے والے اشخاص کے دل میں یہ امر خوب اچھی طرح دلنشیں کرایا گیا ہے۔ کہ چونکہ اسلام مسلمانوں کی ہر ایک فتح کے بعد نہایت ہی سرعت اور عجلت سے پھیلا تھا اسلئے جو لوگ اسلام سے متمتع ہوتے تھے۔ وہ جبر و اکراہ کا نتیجہ تھے لیکن تاریخ کا ایک ہی حوالہ اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کردیگا۔ کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان تمام ممالک میں جن پر مسلمان قابض ہوئے۔ لوگوں کے مشرف باسلام ہونے کے وجوہات ہی مختلف ہیں۔ اول جس کی وجہ سے مفتوح ممالک کے لوگ بعجلت تمام حلقہ بگوش اسلام ہوئے یہ تھی کہ مسلمانوں کی فتوحات سے بیشتر ان ممالک میں کوئی نظم و نسق نہ تھا۔ اور باشندگان ملک اپنے فرمانروایان کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ تمام کی تمام نسل انسانی اس وقت بداخلاقی و بدکرداری کے اتھاہ و عمیق قعر مذلت میں گری ہوئی تھی۔ اور اس وقت کے مذہبی عتقادات ایسے قبیح تھے جن سے انسانی قلب و ضمیر کو تسکین نہیں ہوسکتی تھی۔ اور ان سب وجوہات سے بڑھ کر ان لوگوں کے قبولیت اسلام کی بڑی بھاری وجہ اسلام کی سادگی اور اسکے شاندار عقیدہ کی کشش تھی جس کی فرزندان عرب نے انہیں تلقین کی۔ ان صحرائی عربوں کے ارفع خصائل اور حق و صداقت کی حمایت میں ان کی انتھک کوشش و جان نثاری اور ان کی اعلیٰ جمہوریت نے مفتوحین کے قلوب کو قوت مقناطیسی کی طرح اپنی طرف کھینچا۔ وہ صحرائی عرب جہاں کہیں بھی گئے۔ انھوں نے نسل انسانی کو مصیبت ظلم و تشدد و ایذارسانی سے مخلصی دلائی۔ اور یہ واقعات بینہ بتاتے ہیں۔ کہ کسطرح انھوں نے انبوہ کثیر اور عوام الناس کو اپنا دالہ وشیدا بنالیا۔ وہ جنگجو بہادران اسلام سر بکف ہوکر ہر ایک میدان کارزار میں نبرد آزما ہوئے۔ خواہ وہ جنگ شام میں یا بائیزنٹین

کے خلاف ہوئی یا ہسپانیہ میں گوتھ کے خلاف۔ غیر ممالک کے باشندگان نے انکی پُشت پناہی کی۔ ہر ایک فتح و کامگاری کے بعد رعایا اقوام دوستانہ مراسم سے ان کے ساتھ پیش آئیں۔ اور انھوں نے مفتوحین کی شدید ہمدردی کو ہر حال میں جذب کر لیا مسلمانوں کی فتوحات کے بعد جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے انھوں نے اسلام کسی جبر و اکراہ کے ماتحت نہیں بلکہ اپنی ہی رضا و رغبت سے قبول کیا۔ ان بین واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے فاتحین کا مذہب ہی قبول کیا بلکہ انکے راہ و رسم و رواج و اطوار تک کو اختیار کر لیا۔ اور یہاں تک کہ ان کی زبان اور ابجد تک کو لیلیا جس کے اختیار کرنے کے لئے کسی قسم کی مجبوری ان پر عاید نہ ہوئی تھی۔ پانچ صدیوں تک عربی مبین ہی مُلک ایران میں سفارت۔ مذہب۔ انشا پردازی اور علم طبعیات کی مروجہ زبان رہی۔ اور یہانتک کہ اب بھی ایرانیوں میں عربی عنصر مستولی ہے۔ مصر، شام اور مراکش میں ہمیں قدیم زبانوں کا نام نشان تک کا پتہ نہیں چلتا۔ پس مشرف بہ اسلام اقوام پر اسلامی شعار و مراسم کا اس طرح اس قدر زبردست سکہ جما ہوا تھا +

اسلام یقیناً امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اور اسلامی روایات و تعلیمات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ خود لفظ "اسلام" ایسے مادہ سے مشتق ہے جس کے حقیقی معنی ہی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اور مسلمان جب ایکدوسرے سے ملتے ہیں تو وہ لفظ سلام ہی سے ایکدوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ اور جنت میں بھی مومن لفظ سلام سے ہی ایکدوسرے کو مخاطب کریں گے۔ قرآن کریم کی دسویں سورت اور دسویں آیت میں بصراحت امن و سلامتی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں سے ایک ہے۔ جو کہ اپنے بندوں کو بہشت میں سلامتی و امن کی آخری منزل مقصود کی طرف مدعو کرتا ہے۔ قادر مطلق خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو امن و سلام کے الفاظ سے ہی یاد فرمائیگا۔ اور اُن کو بھی سلام اور سلام کے سوائے اور کچھ سُنائی نہ دیگا۔ اسلئے امن و سلامتی ہی شروع سے لے کر

اخیر تک اسلام کی ہر تعلیم ہمیں دکھلائی دیتا ہے ٭

اسلئے ہمارے پاک و مطہر حضرت نبی کریم صلعم نے اپنا کار منصبی شروع فرمایا۔ اور نہایت صلح و آشتی کے ساتھ لوگوں کو حق کی تبلیغ کرنی شروع کی۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ادعوا الی سبیل ربك بالموعظه ایسا ہی تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم کا مشن کلیتہً امن و سلامتی کا مشن تھا۔ آپؐ ان لوگوں کے چال وچلن کے ذمہ وار نہیں ٹھیر سکتے جن کو آپؐ نے تبلیغ فرمائی۔ کیونکہ آپؐ کا فرض منصبی تو فقط تبلیغ حق کو پہنچانا تھا۔ اور ان لوگوں نے جنہوں نے آپؐ کی تبلیغ پر کان نہ دھرا۔ ان سے کسی قسم کا سروکار نہیں۔ کیونکہ ایک نبی یا رسول پر صرف ابلاغ حکم کے سوائے اور کوئی ذمہ واری عاید نہیں ہوسکتی۔ آپ کو احدیت مآب سے معاندین اسلام کے منہ سے طرح طرح کی مزخرفات اور تلخ سے تلخ لفظ چینیوں کو صبر و تحمل و بردباری سے سُننے کا ارشاد ہوُا۔ بعضوں نے یہ لغو و بے ثبات بات اڑائی۔ کہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپ کے تحمل و بردباری میں تغیر واقع ہوگیا۔ کیونکہ وہاں متبعین کی جماعت کثیر کے آپؐ امیر تھے لیکن اس کے برعکس امر واقع یہ ہے۔ کہ فرقان حمید کی بہت سی مشہور و معروف آیات جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ ان میں رواداری تحمل و بردباری کی بڑی شد و مد سے تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی ۲۵۶ آیت لا اکراہ فی الدین سے عیاں ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے مختلف اکناف عالم میں فرداً فرداً مبلغین ارسال فرمائے اور اکثر حالات میں مختلف قبائل عرب میں خود ان کی استدعا پر مبلغین کی قلیل جماعت کو روانہ کیا۔ ان مبلغین اسلام کو مختلف اطراف میں حضرت نبی کریم صلعم کے ارسال فرمانے کی غرض و غایت ان لوگوں کو جبر و تعدی کے ساتھ زیر نگین کرنے یا اسلام قبول کرانے کی ہرگز نہ تھی۔ یہ دردانگیز واقعہ دو دفعہ ہوُا۔ کہ جب حضرت نبی کریمؐ نے مبلغین کی جماعتوں کو روانہ کیا۔ تو وہ قتل ہوگئیں جس سے اس وقت کے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو نقصان عظیم پہنچا۔ اس جگہ پر شاید ہمیں اپنی بریت کے لئے کثیر التعداد .. غزوات

اور جنگی مہمات کی بھی وضاحت کرنی پڑے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کفار مکہ کے خلاف کیں لیکن یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ ان تمام غزوات وسریہ میں حضرت رسالت مآب حملہ آور نہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو اس وقت ہتھیار باندھنے کی اجازت فرمائی۔ جبکہ بچاؤ کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کیونکہ اس نازک موقعہ پر کسی قسم کی بزدلی یا کمزوری دکھانا سراسر اسلام کے تختہ کو الٹنا اور اس کو صفحہ ہستی سے معدوم کرنے کے مترادف تھا۔ یہ کس شخص کے وہم و گمان میں آسکتا ہے۔ کہ مسلمانان مدینہ اسقدر کافی طاقتور ہو گئے تھے۔ کہ ان میں حملہ کرنے کی جرات و امنگ پیدا ہو گئی تھی۔ یا لوٹ اور غارتگری کی شدید خواہش ان پر مستولی ہو گئی تھی۔ جس سے کہ کلیتہً ان کی تباہی اور بربادی ہو۔ ان بہادران اسلام نے غزوہ بدر میں اپنے سے تین گنا زیادہ فوج کا مقابلہ کیا۔ جو کہ ان سے کئی گنا زیادہ آلات حرب سے مزین و مرصع تھی۔ انہوں نے آلام ومصائب و فاقہ کشی کی تمام صعوبتیں اس وقت جھیلیں۔ جبکہ ان کے قصبے کا دس ہزار کی جمعیت نے محاصرہ کر لیا۔ اور اُحد کے معرکتہ الارا غزوہ میں ان کے جانباز و بہادر جنگجو ایک کثیر تعداد میں کام آئے۔ لیکن ان کا یہ رویہ اور یہ طرز عمل کسی ظلم و تشدد کی وجہ سے نہ تھا۔ اور نہ کوئی ہوا و حرص یا غارتگری کی لالچ پر مبنی تھا۔ جو کچھ ان سے غزوات محولہ بالا میں ظہور پذیر ہوا۔ وہ محض اندفاعی طور پر تھا۔ اور اس طرز عمل کو اختیار کرنے کے لئے وہ مجبور تھے۔ اور انہیں اللہ تعالے کی ذات کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ تھا۔ اور نہایت پاک وسادہ ایمان ان کے دلوں میں جاگزین تھا +

آؤ اب ہم ذرا حضور رسالت مآب کی اس عالی حوصلگی فراخدلی اور وسیع القلبی پر تنقیدی نگاہ ڈالیں جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو طاقت و اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ اور مکہ فتح ہوتا ہے۔ اور تمام کا تمام ملک عرب آپ کے زیر نگین ہے۔ اور آپ دس ہزار بہادر جنگجوؤں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے تھے۔ یہ وہ اقتدار کا موقع تھا۔ جبکہ آپ

اُن کینہ ور دشمنوں سے اپنا انتقام لے سکتے تھے جنہوں نے گوناگون آپ پر ستم ڈھائے تھے۔ لیکن اس مجسمۂ عفو و درگذر کے رویہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ کہ مکہ فتح ہوتا ہے۔ اور اس پر قابض ہونے کے وقت ایک بھی قطرۂ خون نہیں بہتا۔ اُس وقت ایک جمع غفیر آپ کی تقریر سننے کیلئے جمع ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "اے قوم قریش تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ میں تم سے کیا سلوک کرونگا" ان سب نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ کہ آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں ہم آپ سے ہر قسم کی بھلائی کی امید رکھتے ہیں"۔ اس پر آپ نے فرمایا "جاؤ کہ تم سب آزاد ہو"۔ اِس طرح حضرت نبی کریم صلعم نے انکے ساتھ جنہوں نے شدید سے شدید دشمنی آپ سے کی۔ اور آپ کو برادری سے خارج کردیا۔ اور اپنے عزیز و پیارے وطن سے نکال دیا۔ اور عزیز و خویش و اقارب کی صحبت سے علیحدہ کردیا۔ اور آپ کی قیمتی جان تک لینے میں قریباً قریباً کامیاب ہوچکے۔ ان سب سے آپ نے کریمانہ سلوک کیا یہی عظیم الشان صفت عفو ہمارے نبی کریم صلعم کی تمام زندگی میں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اسی صفت کریمانہ کو ہر عاصی و مجرم نے جو حضور کے دربار میں توبہ کے لئے حاضر ہوا آپ کی ذات والا صفات میں پایا۔ اور اسی صفت عظیم کو ایک شاعر ذیل کے الفاظ میں لکھنے کے لئے مجبور ہوا۔

"یعنی عفو و درگذر کی ہر وقت آپ کی ذات والا صفات سے توقع تھی"۔

فتح مکہ کے بعد بھی آپ کی طرز تبلیغ میں حلم۔ نرمی اور حکمت ٹپکتی تھی۔ حالانکہ اس وقت اگر آپ چاہتے۔ تو لوگوں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لئے جبر و اکراہ سے بھی کام لے سکتے تھے۔ آپ تبلیغ دین متین میں ہمیشہ بردباری اور تحمل سے کام لیتے۔ اور آپ کے بردبارانہ رویہ کی مصدق آپ کی وہ ہدایات ہیں جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سفیروں کو سفارت پر روانہ فرماتے وقت فرمایا کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل الفاظ حضرت رسالت مآب صلعم نے حضرت معاذ ابن جبل کو فرمائے

جبکہ حضرت معاذ یمن کی سفارت پر پا بر کاب ہونے کو تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ حلم و نرمی سے پیش آتے رہنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ وہ انسب و اسہل طریقے تھے جو حضرت رسالتمآب نے دین متین کی اشاعت کے لئے اختیار کئے۔ اور ایسی عظیم الشان آپؐ کی تعلیمات تھیں۔

ایک اور غلط خیال جو ابھی تک لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہو رہا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اسلام درحقیقت ملک عرب کے لئے ہی مخصوص و محدود ہے۔ اور عرب سے باہر ممالک کیلئے مذہب اسلام نہیں آیا۔ لیکن اس جگہ پر ہم اس لغو و بیہودہ خیال کی تردید دیگر تمام استدلال و استنباط کو چھوڑ کر محض تاریخی واقعات کی تدقیق و تحقیق سے ہی کر سکتے ہیں جانباز و جاں نثار حضرت بلالؓ حبشی نامور سلمان فارسی اور ملک شام کے صاحب عظیم حضور صلعم کے ان رفقا میں سے تھے۔ جو ممالک غیر کے باشندے تھے اور آپؐ کی تبلیغی جد و جہد کا اولین ثمرات میں سے تھے۔ اس کے علاوہ حضور پر نور نبی کریم صلعم نے ہمسایہ سلاطین کیطرف بہت سے سفیران ارسال فرما کر ان کو تبلیغ دین فرمائی جنمیں شاہ ایران اور شاہ بائیزنٹین بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے۔ اور اسکی پاک و اطہر تعلیم کُل دنیا و جہان کے لئے مشترکہ ہے +

احدیت مآب نے ہمارے رسُول اکرم حضرت محمد صلعم کو اسی لئے کُل دُنیا و جہان کے لئے رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجا۔ اور جو دنیا و اور شریعت حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیات اپنے ساتھ لائے ہیں۔ وہ ایک اکمل و اتم ہدایت ہے۔ اور اس اکمل شریعت محمدی سے مترشح ہے۔ کہ اسلام کو ایک ہمہ گیر مذہب قرار دینا مقدر نے روز ازل سے ہی تاکا تھا۔ اور اسکی اشاعت دور و نزدیک ہونی مقدر میں لکھی جا چکی تھی۔ اور تمام ادیان باطلہ پر انشاء اللہ اسکو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور بحیثیت مسلم ہونے کے اور قرآن کریم کی پیشگوئیوں پر قوی ایمان رکھنے کے ہمارا یہ کامل ایمان ہے۔ کہ یہ سچا سادہ اور پیارا مذہب اسلام آخر کار کُل ادیان باطلہ پر غلبہ پا کر رہیگا +

لیکن اسلام کب کس طرح اور کیونکر غیر مذاہب پر غلبہ حاصل کریگا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب اظہر من الشمس ہے۔ اسلام میں تبلیغ دین کی دھن ورُوح ہمیں حضرت نبی کریم صلعم کی فقط عملی زندگی میں ہی نظر نہیں آتی۔ بلکہ خود قرآن کریم میں بھی جابجا واضح ومشرح احکامات تبلیغ اسلام کی تاکید وتائید کرتے ہیں۔ اسلام ہر ایک مسلم سے یہ توقع رکھتا ہے۔ کہ وہ حق وصداقت کے کلمات وپیغام کو نسل انسانی تک پہنچائے۔ اور اپنے فریضہ کو بحیثیت اللہ تعالیٰ کا مبلغ ہوتے کے بہ احسن وجوہ سرانجام دے۔ یہ ضروری ہے کہ ہماری تبلیغ اسلام صرف زبانی جمع خرچ ہی نہ ہو۔ بلکہ ہم قوی ومستحکم ایمانیات واعتقادات یقینیہ اور اپنے احسن واعلیٰ نمونہ سے تبلیغ دین متین کریں۔ گذشتہ تاریخ ہمیں واضح طور پر بتلاتی ہے۔ کہ اسلام کے فرداً فرداً مبلغین نے قوموں کی قوموں اور یہاں تک کے ملکوں کے ملک کو محض انفرادی تبلیغ وتلقین سے اسلام سے بہرہ اندوز کرتے میں مظفر ومنصور ہوئے بعض معترضین اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بہت سے ممالک میں اسلام کی اشاعت مسلم فاتحین کی وجہ سے ہوئی لیکن ان کور باطنوں کو یہ امر اچھی طرح سے دلنشین کرنا چاہئے۔ کہ سیلون۔ جاوا۔ ملایا۔ اور چین میں کہ جہاں مسلمانوں کو کبھی بھی تسلط حاصل نہیں ہؤا۔ وہاں بھی اسلام کے دلدادہ شیدا کثرت سے نظر آتے ہیں پھر آج افریقہ کے تاریک وتار براعظم میں اسلام باوجود عیسائی مشن کی باترتیب و باقاعدہ مشنری روک تھام کے بھی آگ کی طرح پھیل رہا ہے +

قطع نظر فاتح مسلمین کے جو بزعم معترضین باشندگان مفتوح ممالک کو جبر واقتدار سے حلقہ بگوش اسلام بنا لیتے تھے۔ ہمارے پاس سلجوق ترک اور منگولز کی جاوید وزندہ مثالیں ہیں جو کہ فاتح مسلمان تھے۔ اور جنہوں نے اپنے سیدھے سادے مذہب پر عمل پیرا ہو کر اپنے مشرکین مفتوحین کو ایک دفعہ سے زائد اسلام کا حلقہ بگوش بنالیا۔ قبولیت اسلام کی تاریخ میں سوداگروں مسافروں اور انفرادی مبلغوں کی تبلیغی جدوجہد کے بہت سے شاندار کارنامے ہمیں نظر آتے ہیں۔ اور یہ

وہ لوگ ہیں۔ جن کی آہستہ و مستقل تبلیغ نے قوم سے ارکان الملت والدین کا خطاب دلایا۔ یہ لوگ اولیاء اللہ تھے۔ جن کے اعلےٰ و ارفع اخلاق فاضلہ نے اسلام کیلئے بہت بڑا کام کیا۔ حضرت شیخ علی ہجویری۔ غریب نواز حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کی اطہر شخصیتوں اور ان کے کارہائے عظیم سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ لیکن بہت سے پاک نفوس اس جہاں فانی سے ایسے ہی چلد یئے۔ جن کو نہ تو کسی نے دیکھا اور نہ اُن کے متعلق کسی نے کچھ سُنا۔ وہ پاک وجود دین اسلام کے سچے شہداء میں سے تھے۔ اور خداوند تعالیٰ کے مطلوب و محبوب بندگان میں سے تھے +

اسمیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ مذہب اسلام کو گذشتہ زمانہ میں بہت شان و اقتدار حاصل تھا لیکن حالات حاضرہ اس امر کے متقاضی ہیں۔ کہ اس اُمی اللقب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم کے تلقین کردہ مذہب کو دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا جائے اور مشعل اسلام کو تنگ و تاریک گوشوں تک پہنچا کر ان کو اسلام کی نیر شعاعوں سے مُنور کیا جائے لیکن بیشتر اس کے کہ ہم دوسروں کیلئے مشعل راہ بنیں۔ اور دوسروں کیلئے ہم مذہب کے علمبردار ہوں۔ بھائی مسلمانوں آؤ پہلے ہم اپنے گھر کی تو خبر لیں۔ کہ آیا ہم خود بھی مسلم کے حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔ اور اپنے ایمان و اعتقاد میں کوہ استقلال کی طرح مضبوط و محکم بھی ہیں یا نہیں۔ آؤ ہم دیکھیں۔ کہ آیا ہم اس ضابطہ پر عمل پیرا بھی ہیں یا نہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلعم کی وساطت سے ہم تک پہنچا۔ اور ہمارے اخلاق اُن لوگوں کی کشش کا موجب بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ جن سے ہم ملاقی ہوں۔ اگر خوبیوں اور محاسن کے اس معراج کمال تک آج ہم پہنچ جائیں۔ تو آپ یاد رکھیں مسلم ہستی وہ معجزنما کارہائے نمایاں دُنیا میں کردکھائیگی۔ جو قرون اولےٰ کے مسلمانوں نے گذشتہ زمانہ میں کئے۔ آؤ ہم الفاظ اور عمل دونوں سے مسلمان ہوجائیں۔ اور پھر ہم ایک قسم کی عظمت و عزت کے وارث ہوسکتے ہیں +

اسلامک ریویو:۔ ہم مصنف کے خیالات کے ساتھ حرف بحرف متفق ہیں کہ اسلام نے محض دینی روحانی اور اخلاقی قوت کی وجہ سے آہستہ آہستہ ترقی کی۔ اسکی سادہ اور فطرتی تعلیم انسانی

قلوب پر اثر کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جو مذہب آنحضرت صلعم نے تلقین فرمایا۔ افریقہ اور یورپ میں اس پرفتن زمانۂ حال میں بھی پھیل رہا ہے حالانکہ اسلام اپنی دنیوی طاقت گنوا بیٹھا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے کسی دنیوی سلطنت۔ طاقت و اقتدار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک ابدی صداقت ہے جو مقبول عام ہو کر رہیگی۔ آنحضرت صلعم اسلام کی اشاعت اور حمایت میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ آپ بغفظ انہ فاع کے لئے تلوار اٹھانے پر مجبور ہوگئے۔ ہم اس مضمون پر بالتفصیل آیندہ کی کسی اشاعت میں بحث کریں گے +

اسلام اور ایفائے عہد

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی اے۔ بی ٹی)

تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ ۰ ترجمہ۔ تو (تم) ایسا نہ کرو کہ لگو اپنی قسموں کو (اس وجہ سے) آپس کے فساد کا سبب بنانے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زبردست ہے (سورہ ۱۶ - آیت ۹۲)

اکثر حالات میں عہد خلافی انسان کی اخلاقی تاریخ کا غالباً ایک تاریک پہلو دکھائی دیتا ہے بہت سے وعدے حالات سے مجبور ہو کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ کئے جاتے ہیں لیکن ان کا ایفاء کبھی نہیں ہوتا۔ آج کل کی نام نہاد مہذب قوموں نے بھی اس بارے میں کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی وجہ سے حالات بدتر ہو رہے ہیں۔ اپنی اخلاقی کمزوری کے ساتھ ریاکاری بھی انہوں نے شامل کردی ہے۔ جوں جوں سوسائٹی ترقی کرتی گئی انسان بھی اپنے دماغ سے پیچیدہ باتیں نکالتا گیا۔ قدیم زمانہ نہایت ہی مبارک تھا۔ اس وقت شرارت اور بدی میں بھی جوانمردی اور راستگوئی پائی جاتی تھی لیکن چودھویں صدی کی تہذیب بگناہ پر مصنوعی نیک نیتی کا رنگ دیکر اسے زیادہ مکروہ کردیا ہے +

ہمارا آجکل کا تجربہ ہے اور نہایت ہی تلخ تجربہ ہے کہ اپنے فرائض اور معاہدات سے بچنے کیلئے عجیب عجیب بیہودہ کوششیں کی جاتی ہیں۔ اور ایک صاف و سیدھے معاملہ کے اظہار میں

مداریوں کی طرح نہایت لسانی سے کام لیا جاتا ہے بعض واقعات کے ماتحت مجبور ہو کر معاہدے کئے جاتے ہیں لیکن جب وہ موقعے ٹلجاتے ہیں۔ تو عہدناموں کو ردی کاغذات سے زیادہ وقعت نہیں دیجاتی۔ اور معاہدات کے صاف و صریح الفاظ بڑے تکلف کے ساتھ تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان پر اخلاقی رنگ بھی چڑھایا جاتا ہے لیکن وعدہ خلافی کا دھبہ کسی ملمع زی سے دُور نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کی کارروائی ویسے ہی فضول اور تمسخر آمیز ہے۔ جیسے کہ الیسب کی مُرتب کردہ بچوں کی کہانیوں میں ایک بھیڑ کے بچے کو کھا جانے کے لئے شیر کے بہانے ہیں مگر حقیقت میں ان باتوں سے بدعملی زیادہ گھنونی صورت میں نظر آتی ہے۔ بالمقابل اس کی تاریخ اسلام نیکی کا نہایت ہی پاکیزہ اور اعلیٰ خیال ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ اسلام محض رفع ضرورت کے لئے کوئی عمل کرنے کا قائل نہیں وہ اسے ریاکاری قرار دیتا ہے۔ اس کا اخلاقی ضابطہ ہمیں سکھلاتا ہے کہ نیکی من وجہ نیکی ہر حالت میں کیجانی چاہیئے۔ خواہ وہ حالت موافق ہو یا مخالف اور وہ ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ خود تراشیدہ جذبات کے مدوجزر کے ساتھ ساتھ ہم بھی کبھی اس طرف لڑھکتے پھریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اخلاقی اصُولوں کی غیر متغیر چٹان پر ہم اپنی عمارت کی بُنیاد رکھیں اور نتائج کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں۔ اصولوں پر مرتے دم تک چلنا اور نیک و بد کے درمیان تمیز کرنا اسلامی تعلیم ہے۔ چنانچہ تاریخ اسلامی میں راستی اور سچائی کی خاطر سخت ترین تکالیف نہایت خوشی سے برداشت کرنے کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں +

اسلام سکھلاتا ہے کہ ایفاے وعدہ کیا جاے اور اُسے توڑا نہ جائے ہمارے رسول کریم صلعم کی زندگی کے ایک واقعہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ کی عزت و تکریم نہایت تکالیف و کشمکش کے زمانہ میں بھی کیجاتی رہی ہے۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تیرہ سال تک برابر مختلف طریق پر دکھ اور تکلیف دیگئی۔ صحابہؓ میں سے بعض کو کوڑے لگائے گئے۔ اور بعض کو جلتے کوئلوں پر اور بعض کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں۔ اور اسلام کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنے کے خیال سے خود حضور صلعم کی جان پر بھی حملے کئے گئے۔ آپؐ کو اسلئے مقابلتہً امن کی جگہ یعنے مدینہ میں جاکر قیام

اختیار کرنا پڑا اس پر بھی مکہ کے قریشیوں کا غضب فرو نہ ہوا۔ وہ پسند نہ کرتے تھے کہ اسلامی برادری امن کے ساتھ بھی ترقی کرے۔ مدینہ میں بھی مسلمانوں کو ایذا رسانی کا انتظام کیا گیا۔ مسلمانوں اور قریشیوں کے درمیان برابر لڑائیاں ہوتی رہیں بالآخر صلحنامہ حدیبیہ کی نوبت پہنچی جسے مسلمانوں نے غنیمت سمجھا۔ اس صلحنامہ کو مسلمانوں نے منظور کیا۔ گو اس میں بعض ایسی شرائط بھی تھیں جن سے انہیں نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اور ان کی ذلت کا موجب بھی تھیں۔ طرفین میں یہ قرار پایا کہ اگر کوئی قریشی مسلمانوں میں جا ملے تو اسے اہل مکہ کے حوالہ کیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمانوں میں سے مرتد ہو جائے تو اسے اجازت تھی۔ کہ وہ رسول صلعم کو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے چھوڑ کر چلا جائے۔ اس معاہدہ سے عام مسلمان شاکی تھے لیکن امن کی خاطر اسے منظور کیا گیا۔ گو اسمیں ان کا بہت نقصان ہی تھا +۔

اس معاہدہ کے بعد اب تکلیف کا سامنا تھا مسلمانوں کی سچائی اور ان کے قول و قرار کو عملی رنگ میں آزمانے کا وقت آن پہنچا۔ چنانچہ ابوجندل نامی مکہ کا رہنے والا اسلامی تعلیم کی سادگی اور خوبی پر عاشق ہو کر اسلامی حلقہ میں داخل ہونے پر آمادہ ہوا جسکی وجہ سے مکہ والوں کا غضب بہت بھڑکا۔ انہوں نے بہت جوش و خروش دکھلایا اور اسے بہت تکالیف دیں۔ وہ بیچارہ بیکسی کی حالت میں اذیتیں اٹھا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اور مدینہ پہنچا۔ جہاں اسے امن سے زندگی بسر کرنے کی امید واثق تھی۔ لیکن آرام سے رہنا اس مصیبت زدہ کی قسمت میں نہ لکھا تھا۔ کیونکہ مکہ میں سے دو کفار اسکے پیچھے پیچھے رسول اکرم صلعم کے پاس پہنچے۔ اور صلح حدیبیہ کی رو سے اس پناہ گزین کو واپس مانگا۔ یہ ایک سخت آزمائش کا وقت تھا۔ ابوجندل نے اسلام سے محبت رکھنے ہی کی خاطر بیحد تکالیف اٹھائی تھیں۔ اس نے نہایت دردمندانہ لہجہ میں آپ سے رحم کی درخواست کی جس سے تمام مسلمان زار و قطار رونے لگے۔ اس نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا اٹھایا۔ جو ظالموں کے کوڑوں کی ضرب سے سوجی ہوئی تھی۔ اور اسمیں سے اس وقت بھی خون جاری تھا۔ یہ سب مصیبت اس نے محض اسلام کے لئے اٹھائی تھی۔ اور رسول اکرم

سے اب ملتجی تھا کہ اُسے پناہ دیجائے۔ یہ درخواست ایک سخت سے سخت دل کو بھی ہلا دینے والی تھی حضور صلعم طبعاً رحیم اور نرم دل واقعہ ہوئے تھے۔ انسان قیاس کر سکتا ہے۔ کہ آپ کے دل میں کس طرح کے خیالات پیدا ہوئے ہونگے خصوصاً ایسے شخص کے لئے جس نے اسلامی مشن کی وجہ سے سب کچھ برداشت کیا تھا۔ یہ قاعدہ ہے کہ اگر انسان کوئی کام کرنا چاہے تو وہ بیسیوں بہانے اپنا منشا پورا کرنے کیلئے تراش لیا کرتا ہے۔ اور پھر اس قسم کے خاص حالات کے ماتحت صلحنامہ کی اس سخت شرط سے بچنے کے لئے سینکڑوں عذرات تراشے جاسکتے تھے۔ اور ابوجندال کو دشمنوں کے حوالے نہ کرنے کے لئے بڑی صفائی اور عقلمندی سے عہدنامہ کے الفاظ کا کچھ اور مطلب ظاہر کیا جاسکتا تھا لیکن مسلمان گو مدبر تھے لیکن اپنے اندر انسانیت بھی رکھتے تھے۔ وہ اپنے اخلاقی اور لازمی فرض کے مقابلہ میں دھوکے اور لفاظی سے کام لینے کے خیال کو اپنے دل میں جگہ دینا پسند نہ کرتے تھے راستی اور تقویٰ کی راہ جو خاردار اور دشوار گذار ہے۔ ان کے پیش نظر تھی۔ کسی صورت میں بھی وہ اس راہ سے باہر قدم نہ مارنا چاہتے تھے۔ اور اس پر چلنے کا انہوں نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا خواہ تکلیف اور دکھ ہی کیوں نہ پہنچے لہٰذا رسول کریم صلعم اور آپ کے ساتھیوں نے صداقت کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور ابوجندال کو ظالموں کے حوالہ کر دیا +

انسانی اخلاق کو اعلےٰ درجہ تک پہنچانے کے لئے اسلام نے اسی قسم کی مثالیں قائم کر رکھی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایفاء وعدہ کا اس مذہب نے ہر حالت میں اور نقصان اٹھا کر بھی خیال رکھا ہے +

ملفوظات حضرت خواجہ صاحب

ذیل کی تقریر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے بمقام مدراس ہندو عیسائی اور مسلمانوں کے ایک منتخب مجمع میں جس میں کہ مستورات بھی شامل تھیں مس نالن چارٹسٹیڈ رپاورس کے مکان پر فرمائی

مترجم

مذہب کی علت غائی

میرے احباب چاہتے ہیں کہ میں اس موقعہ پر مذہب کے متعلق کچھ بیان کروں۔ اور بتلاؤں کہ اسکی اصل غرض و غایت کیا ہونی چاہیئے اس مضمون پر لوگوں کی رائے میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ اور اس قسم کے خیالات کا اظہار بھی ہوا ہے کہ جن کے پڑھنے سننے سے طبیعت میں سخت پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف اطراف میں مختلف قسم کے علوم الٰہیات اور قسم قسم کے ضابطہ ہائے اخلاق وجود میں آئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ خدا کی یاد میں تمام کاروبار دنیا کے ترک کر دینے ہی سے مذہب کی غرض پوری ہوتی ہے ان کے نزدیک گویا ترک دنیا ہی مذہب ہے بعض لوگ کاروبار دنیا ہی میں زندگی کی اصلاح کرنے کو مذہب سمجھتے ہیں۔ پھر اعلیٰ قسم کا مذہب بعض کے خیال میں وہی ہو سکتا ہے۔ جو خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کا طریق بتلا کر انسانوں کو ابدی ہلاکت اور لعنت سے نجات دے۔ اور مخلوق کو اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرنے کی راہ دکھلائے۔ گویا ان کے نقطۂ نگاہ سے مخلوق اپنی پیدائش سے پہلے ہی بغیر کسی اپنے اعمال کے مورد عتاب و غضب الٰہی ہو چکی تھی الغرض مذہب کا مُدعا مختلف اشخاص کی طرف سے مختلف صورت و رنگ میں دکھلایا گیا ہے لیکن خدا کی آخری کتاب یعنے قرآن مجید مذہب کی علت غائی کو ایک ہی لفظ میں بیان کرتا ہے۔ یہ ہمیں بتلاتا ہے کہ انسان کی فلاح کے لئے مذہب بھیجا گیا ہے جس نے ارادتاً قرآن شریف کا اصل لفظ یعنے فلاح یہاں

بولا ہے۔ کیونکہ کسی دوسری زبان میں مجھے اس کا مترادف اور ہم معنی نظر نہیں آتا۔ عربی اصطلاح میں فلاح کے معنے کامیابی کے ہیں لیکن لغت کے لحاظ سے کسی مخفی چیز کے کھود کر باہر نکالنے کو لفظ فلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ ہمیں بتلاتا ہے کہ کسی چیز کے مخفی خواص کو ظہور میں لانے ہی سے اصل کامیابی کا مُنہ نظر آتا ہے۔ مثلاً ہم کسی ایسے امر کو کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے جس کے کرنے کی ہم میں قابلیت دکھائی نہیں دیتی۔ عدم قابلیت ہی ناکامی کا ثبوت ہے۔ لہذا کامیاب ہونے کے لئے از بس ضروری ہے کہ ہمارے اندر جسقدر اعلیٰ قسم کی خوبیاں مخفی ہیں۔ ان سے جہاں تک ممکن ہو کام لیا جائے یہاں میں مذہب کے متعلق دوسرے لوگوں کی رائے پر بحث نہیں کرتا فقط انسان پر الہام الٰہی کے نازل ہونے کی جو غرض قرآن شریف نے بتلائی ہے وہی پیش کرتا ہوں۔ جو کچھ بھی اعلےٰ اور عمدہ صفت ہمارے اندر مخفی ہے اس کا اظہار ہونا چاہئے۔ اور جسقدر بھی انسانی دماغ میں قوتیں ہیں ان کا ظہور عملاً ہونا چاہئے ایسے لوگ بھی دیکھے جاتے ہیں جو خدا کی رضا جوئی ہی کو اصل غرض مذہب قرار دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے لیکن اسبات کا پتہ لگانا کہ خدا کس طرح خوش ہو سکتا ہے بہت مشکل ہے۔ اگر خدا نے انسان کی پیدائش کسی خاص مُدعا کو مدنظر رکھ کر کی ہے۔ اور اگر ہم اپنے اعمال سے اس مُدعا کو پورا نہیں کرتے تو کیا ہم پر اس کا غضب نازل نہ ہوگا۔ خدا کی تعظیم و تکریم اور اس کا جلال حمد و ثنا گیتوں سے نہیں ہو سکتی۔ یہ تو شب زبانی جمع و خرچ ہے جس سے کہ خدا تو کجا ایک معمولی انسان بھی خوش نہیں ہوتا۔ قرآن مجید ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی تعظیم اور اس کے جلال کے اظہار کا طریق انسانی تربیت اور تہذیب ہی ہے۔ لہذا خدا کی رضا جوئی کے لئے ہمیں اس کے اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل میں مدد دینا چاہئے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا۔ یعنے انسانی ترقی ہی میں آگی خوشی ہے اور جو کچھ خالق نے ہمارے اندر ودیعت کر رکھا ہے اسکو ظہور میں لانے ہی سے اسکی رضا جوئی ہو سکتی ہے۔ اور

اسی میں ہماری تمام کامیابیاں بھی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اسی امر کے متعلق ایک جگہ آیا ہے۔ کہ
قد افلح من زکٰھا ○ وقد خاب من دسّٰھا ○ ترجمہ (غرض ہمکو ان چیزوں کی قسم) کہ جس نے اپنی روح کو (شرک اور اخلاق بد کی گندگی سے) پاک کیا (وہ) ضرور (اپنی) مراد کو پہنچا۔ اور جس نے اسکو دبا دیا (وہ) ضرور گھاٹے میں رہا۔
پھر انسان کیلئے مذہب کی تعریف و تشریح میں کرتے ہوئے کتاب اللہ میں لکھا ہے کہ
فاقم وجھک للدّین حنیفًا ط فطرت اللہ التی فطر النّاس علیھا ط لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ترجمہ (اے پیغمبر) تم تو ایک (خدا) کے ہوکر (اس کے) دین کی طرف اپنا رُخ کیئے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگونکو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہوسکتا۔ یہی دین (کا سیدھا رستہ) ہے (سورۃ الروم آیت ۳۰)
قرآن شریف کی ان آیات میں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ ہمارا مذہب کیا ہونا چاہیئے ہمارا مذہب ہماری اپنی فطرت ہے اور مذہبی زندگی بسر کرنا گویا اپنی فطرت سے کام لینا ہے۔ لہٰذا اپنی فطرت کا مطالعہ کرو۔ اور جو بیش قیمت خزانے اس کے اندر بھرے پڑے ہیں انکی تلاش کرو۔ اور ان وسائل کو ڈھونڈو جن سے تم اپنی فطرت کو کامیابی کی منزل تک پہنچا سکتے ہو۔ کیونکہ اسی کا نام مذہب ہے۔ قرآن شریف کی رُو سے الہام الٰہی کی غرض ہمارے ہی فائدہ کیلئے ہے اس سے ہمیں اپنی قابلیتوں کا پتہ ملتا ہے اور ان سے پورے طور پر کام لینے کے ذرایعہ کا ہمیں علم حاصل ہوتا ہے اپنی فطرت کا مطالعہ کرنا ہی گویا اپنے مذہب کا مطالعہ کرنا ہے۔ ہمارے رسول عربی صلعم فرماتے ہیں۔ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربّہٗ۔ یعنے جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے ربّ کو بھی پہچانا۔ ذرہ غور کرو اور دیکھو کہ کیسی

عجیب طاقتیں ہمارے اندر ہیں۔ ان سے ہمارا پورا پورا فائدہ حاصل کرنا ہی خدا کی تقدیس اور اس کی تکریم کرنا ہے۔ یہی ایک اعلیٰ درجہ کی مذہبی زندگی ہے اور اسی کا نام اسلام ہے +

بہشت اور دوزخ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اس موقع پر بہشت و دوزخ کے متعلق اسلامی خیال کا اظہار کروں بعض بلکہ قریباً ہر ایک مذہب و ملت کے نزدیک مذہب کا اعلیٰ مقصد بہشت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا ہی ہے۔ اور یہ ایک جائز خیال ہے۔ اس بارے میں میں قرآن شریف ہی کے اُن الفاظ کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں جنمیں بہشت و دوزخ کا مفہوم ظاہر کیا گیا ہے۔ کتاب پاک میں بہشت کے لئے لفظ جنّت آیا ہے۔ یہ لفظ نہایت فصاحت و بلاغت سے بہشت کی اصلیت جو قرآن شریف میں ہے ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دو معنے ہیں۔ ایک وہ چیز جو آنکھوں سے اوجھل اور پنہاں ہے۔ دوسرے معنے اس کے زرخیزی اور بہتات کے ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنی راہ میں مٹی کے سخت اور گندے ڈھیلے دیکھے ہوں گے۔ ان میں بظاہر آپ کے لئے کوئی کشش کی بات نہیں لیکن انکے اندر ایک خوبصورت چیز ہے جو فطرتاً مختلف قسم کی ہے۔ ذرہ انہیں توڑ تاڑ کر مٹر وعہ کھیت کا رنگ دیدیا جائے تو پھر یہی گندے ڈھیلے فوراً ایک خوبصورت باغ کی شکل اختیار کرلیں گے۔ اس قسم کے نظارے آپ کی نظروں سے ہر روز گزرتے ہیں۔ ہر ایک چیز کے اندر جو ہم دیکھتے ہیں ایک بات مخفی ہوتی ہے اور اس کے اظہار سے اسکی قیمت و قدر بڑھ جاتی ہے۔ پس تمام اشیاء جو قدرتی نظارے ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں اپنے اندر بہشت و دوزخ رکھتی ہیں۔ جب تک اُن کی طاقتیں جو مخفی ہیں ظہور پذیر نہیں ہوتیں اور اُن سے کام نہیں لیا جاتا وہ ایک دوزخ کا نمونہ پیش کرتی ہیں لیکن جب اُن قوتوں اور طاقتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو وہی بہشت کے رنگ میں نظر آتی ہیں۔ انسان کا دماغ ایک چھوٹی دنیا ہے یعنے تمام عالم کا ایک خاکہ ہے جو نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تیار کیا گیا ہے۔

قرآن شریف سے ہمیں پتہ ملتا ہے۔ کہ انسان کی خلط وساخت نہایت ہی عمدہ ہے ۔ اور اسے اعلیٰ قسم کی قابلیتیں عطا کی گئی ہیں ۔ جن کی ترقی کی کوئی حد نہیں ۔ مختلف قسم کے انسانی اشغال پر ہی نظر دوڑاؤ ۔ وہ کسقدر تعجب انگیز ہیں ۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ ہمارے پاس ختم نہ ہونیوالے ذخیرے موجود ہیں جن سے ہم نے ابھی کام لینا ہے ۔ پس جس شخص نے پورے طور پر اپنے آپ کو سمجھ لیا ہے اس نے اپنے لئے جنت تیار کر لیا ہے ۔ اور جس نے اپنی قابلیتوں کو بگاڑ کر انہیں خراب کر دیا ہے اسکی قسمت میں خدا کی طرف سے وہی آگ ہے جو انسان کے دل ہی سے نکلتی ہے (یہی تعلیم قرآن شریف کی ہے) ہم روزمرہ ایسے معاملات دیکھتے ہیں ۔ مثلاً جب کبھی تم ایسے آدمی کو دیکھتے ہو جس نے تمہارے ساتھ ہی ایک جیسے حالات کے ماتحت کاروبار دنیا میں قدم رکھا ۔ لیکن جس نے اپنی قابلیتوں اور طاقتوں سے فائدہ اٹھا کر کامیابی حاصل کی ۔ اور تم ترقی کرنے میں اس سے پیچھے رہ گئے محض اس وجہ سے کہ تم نے اپنے وقت اور موقعہ کو ہاتھ سے جانے دیا ۔ تو کیا اس وقت تمہارے دل میں ایک جلن یا افسوس کی ایک لہر سی پیدا نہیں ہوتی ۔ یہی اندرونی جلن اور سوزش اس دوزخ کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک پہلو کو نہایت دھندلی روشنی میں ہمیں دکھلاتی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے میں اس جگہ بحث کرنا نہیں چاہتا ۔ کہ دیگر مذاہب بہشت و دوزخ کے متعلق کیا کہتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ مسیحی علم الٰہیات کے مطابق دوزخ آگ کی ایک جھیل ہو جس میں پتھر وغیرہ جلتے ہوں ۔ اور لوگ اس کے اندر رنج و غم میں کڑھتے ہوں ۔ اور اسمیں بہشت کے متعلق بھی اسی قسم کا کوئی نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ جو لوگ تاج طلائی پہن کر بادلوں پر سوار رہونے اور رات دن خدا کی حمد میں گیت گانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے یہ سب کچھ مبارک ہو لیکن میں اس قسم کی ساکن زندگی نہیں چاہتا ۔ میں تو ترقی کرنا ۔ اور بام اوج کی طرف پرواز

کرنا چاہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف ہر ایک چیز ترقی کیطرف جا رہی ہے۔ نظام فطرت میں کوئی چیز معدوم نہیں ہوتی۔ وہ فقط اپنی صورت ہی تبدیل کرتی ہے۔ اور بعض حالتوں میں تباہ یا فنا ہونے پر ہی نئی زندگی شروع ہو کر ترقی کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ انسان چونکہ نظام قدرت میں ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک قسم کی نہایت ہی خوبصورت دستکاری کا نمونہ ہے۔ اسلئے وہ معکوس ترقی نہیں کر سکتا۔ ہماری ستر یا اسّی برس کی زندگی کامل ترقی و پرواز کے لئے کافی نہیں۔ ہماری موتکیوقت بیشمار طاقتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا اظہار بالکل نہیں ہوتا۔ اور اگر سینکڑوں انسان اپنی زندگی میں اعلےٰ قسم کی قابلیتوں کا ثبوت دیتے ہیں تو لکھوکہا ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جن کی لیاقت و قوت موت سے پہلے ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ اور جس حالت میں کہ ذرہ ذرہ کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے تو پھر ان طاقتوں کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔ جو اس چند روزہ زندگی میں مخفی ہی رہتی ہیں۔ زندگی اسلامی اصول کے مطابق آیندہ زندگی کیلئے تیاری کا ایک موقعہ ہے لیکن کامیابی کا زمانہ مرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی انسان اپنی قابلیتوں اور لیاقتوں سے درست طریق پر کام لینا شروع کر دے تو موت پھر اس دروازہ کا کام دیتی ہے جو اعلیٰ درجہ کی ترقی کی طرف لیجاتا ہے۔ اور اسی کا نام قرآن شریف میں جنّت رکھا ہے۔

الغرض۔ بہشت و دوزخ اسلامی نقطۂ خیال سے انسان کی قلبی کیفیات کا مظاہرہ ہے۔ جس کے لئے یہ دُنیا مزرعہ آخرت ہے۔ یہ کوئی متعجب ناک بات نہیں کہ کس طرح قلبی کیفیات جسمانی شکل اختیار کر لیں گی۔ اول تو وہ امور حسب فرمودۂ مخبر صادق فہم تعقل یا ادراک انسانی سے بہت بالا ہے لیکن جس صورت میں جسمانیات نے اخلاق اور روحانیات پیدا ہو جاتے ہیں روحانیات سے پھر جسمانیات کا ہونا کونسا مشکل ہے۔ جب بعض خوراکیں سوداوی مادہ کی شکل اختیار کر کے مولد غیض و غضب بھی ہو سکتی ہیں۔ اور بعض محققین

علم النفس والقویٰ کے نزدیک تو وہی گرم چیزیں جو مولد سودا بعض لطیف در لطیف ہو کر غیض وغضب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور یہ گرم چیزیں اُس اپنی حرارت کو اُس آگ سے حاصل کرتے ہیں جو شعاع آفتاب میں موجود ہے تو در اصل وہی آگ جو سورج سے نکلی اور جس نے نباتات کا جامہ پہنا پھر معدہ میں جا کر سوداوی مادہ بن گئی جس نے بعض ہیولے بدلکر غیض وغضب کی کیفیت قلب انسانی میں پیدا کر دی تو پھر کونسا امر مستبعد ہے کہ یہ قلبی کیفیت کسی آیندہ زندگی میں آگ بن کر بھڑک اُٹھے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ اِس طرح اگر سیب انار انگور یا معدنیات میں سے یعقوت مروارید اسیطرح ابریشم مشک وغیرہ چیزیں بطور خوراک استعمال میں آکر انبساطِ قلب کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انبساط قلب ہی شجاعت سخاوت فیاضی وغیرہ اخلاق فاضلہ کے پیدا کرنے میں از بس مفید ہیں یا یوں کہو کہ یہ اخلاق فاضلہ ان میوہ جات وغیرہ کی دوسری شکلیں ہیں۔

تیاری کی زندگی پس جنت و دوزخ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے ہمارا دل ہی اس بنیادی پتھر کی طرح ہے جس پر عمارت بنائی جاتی ہے جیسطرح ہم زمین پر ڈھیلوں کو توڑ کر ہل جوتتے ہیں۔ اسے تیار کر کے بیج بوتے ہیں اور پھر آسمانی بارش کے ذریعہ اسمیں سے بیشمار اور بیش قیمت خزانے ہمیں ملتے ہیں تو اس وقت تک ہم اس قابل نہیں ہوئے کہ زمین کی تمام قوتوں سے فائدہ اُٹھا سکیں) اسی طرح ہمارے جسم کے اندر ہمارا دل ہے جو ایک قسم کی زمین ہے لیکن بہت حد تک سلجھی ہوئی اور اصلاح یافتہ۔ اسمیں زمین کی تمام اجزا کا عطر کھینچکر رکھا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف کی اس آیت سے ظاہر ہے زمین نے مع اپنے تمام اجزاء کے مختلف طریق پر اصلاح پا کر انسانی دل کی صورت اختیار کی ہے۔ اور اسمیں اس کی تمام قوتیں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ اور جس طرح زمین کی تمام طاقتوں کو ہم دریافت کر کے ان سے کام نہیں لے سکے۔ یہی حال

ہمارے دل کا بھی ہے۔ جیسے زمین نہایت ہی خوبصورت مادی قسم کی چیزیں پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح دل بھی اخلاقی اور روحانی باتوں کو ہستی میں لاتا اور ان کا منبع بن جاتا ہے لیکن ان دونوں کو آسمانی پانی کی ضرورت ہے تاکہ انکی طاقتیں اپنا فعل پورے طور پر دکھلائیں۔ زمین کو تو مادی صورت میں بارش کی ضرورت ہے لہذا اس کے لئے بادل رکھے گئے ہیں مگر دل چونکہ اخلاقی اور روحانی باتوں کا مخزن ہے۔ اسکی سرسبزی کے لئے ایسی بارش کی ضرورت ہے جو مادی صورت میں نہ ہو۔ بارش کو اس شئے سے مناسبت ہونی چاہئے جس پر کہ اس کا عمل ہوتا ہے۔ حیوانی قلب کی وجہ سے احساس وعلم پیدا ہوتا ہے لیکن انسانی قالب کے اندر اسکی اصلاح کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ یہ جذبات اور ولولوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جن کا رخ فلسفہ اور اخلاق کی طرف پھرتا ہے۔ اور پھر اخلاق کو بھی ترقی دیکر روحانی درجہ تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسلئے انسانی دل میں ان حیوانی جذبات کو اعلیٰ درجہ پر پہنچانا ایسی بارش کا کام نہیں جو بادلوں سے اترتی ہو۔ اس کے لئے تو ذی روح بارش کی ضرورت ہے۔ جو بول بھی سکتی ہو۔ اور جس کا تعلق بمقابلہ ہمارے جسم کے ہمارے دماغ سے زیادہ تر ہو۔ یقیناً اس قسم کی بارش ہوتی رہی ہے اور نہایت مناسب رنگ و روپ میں۔ اس نے خدا کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کی صورت اختیار کی۔ جن سے انسان اس قابل ہوا۔ کہ وہ اپنے دل کے کان کھولکر ان میں سے قیمتی جواہرات نکالے۔ قرآن شریف اس صداقت کو آیات ذیل میں ظاہر کرتا ہے:-

اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الآیٰت لعلکم تعقلون ۝ ترجمہ (لوگو!) جانتے رہو کہ اللہ زمین کو اسکے مرے (یعنے فنا ہوئے) پیچھے (پانی برسا کر) جلا اٹھاتا ہے۔ ہم نے اپنی (قدرت کی) نشانیاں تم سے کھولکر بیان کر دی ہیں۔ تاکہ تم سمجھو +

جو کچھ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ اس سے آپ صاحبان مذہب اور الہام الٰہی کے متعلق قرآنی تعلیم کو بخوبی سمجھ گئے ہونگے مسلمانوں کی مقدس کتاب ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ انسان کو اعلیٰ قسم کی طاقتیں عطا کی گئی ہیں اور ہماری ترقی کا دائرہ نہایت ہی غیر محدود ہے (سورہ ۹۵ والتین) البتہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی طاقتوں سے کام لیں اس دنیاوی قیام میں ہم انکی تربیت ایک خاص حد تک کریں۔ تاکہ وہاں سے ہماری اعلیٰ درجہ کی ترقی کا سلسلہ شروع ہو موت کے بعد ہم ایک انچ بھی ترقی کی راہ پر نہیں چل سکتے۔ جب تک کہ ہم اسی دنیا میں ایک خاص حد تک نہ پہنچ جائیں بالفاظ دیگر مزید ترقی کے لئے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے سے پیشتر ہمارے لئے خاص قابلیت کا پیدا کرنا ازبس ضروری ہے لیکن اگر ہم میں وہ قابلیت نہیں یا ہم نے اس ترقی پذیر فطرت کو جو بموجب پیدائش ہمیں دیگئی تھی بگاڑ دیا ہے۔ تو نئی منزل طے کرنے کے لئے رُوح کی اس بیماری کو جسمیں کہ وہ بوقت موت ہو دُور کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ اس خاکی چولے کو اُتارنے سے پہلے ایک حد تک کمال حاصل کرنے کی ہمیں حاجت ہے لیکن اگر وہ ہمیں حاصل نہ ہو اور ہماری موت ہمیں آ لے تو اس صورت میں ہمیں اپنی کمزوری اور نقص رفع کرنے کے لئے کسی جگہ خاص وقت کے لئے ٹھیرنا پڑیگا۔ تاکہ وہاں ہم آسمانی زندگی کے لئے تیاری کریں +

دوزخ کے بارے میں اسلام کی تعلیم

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ ہمارے لئے۔ اسی قسم کی جگہ کا انتظام کرتا ہے جسکی ہمیں ضرورت ہے۔ ہم ابدی دوزخ کے قائل نہیں۔ اسلامی نکتہ خیال سے یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں صفائی یا اصلاح کیجاتی ہے۔ اور اسی لئے وہاں صرف عارضی قیام ہوتا ہے۔ تمام عیوب رُوح کے جن کی وجہ سے خدائی سلطنت میں وہ ترقی نہیں کرسکتی۔ اسجگہ دُور ہو جاتے ہیں۔ اگر روئے زمین پر کامل طور پر نشوونما پانے کے لئے صحیح

جسم کی ضرورت ہے تو ابدی سلطنت میں بھی رُوحانی ترقی کے لئے صحیح وسالم رُوح درکار ہے۔ اور اگر شفاخانے اور دارالضعفا کا انتظام لوگوں کی فیاضی سے اسلئے کیا گیا ہے۔ کہ جسمانی نقائص اور بیماریوں کا علاج وہاں ہو۔ تو خداوند تعالیٰ نے بھی دوزخ کا دروازہ اس لئے کھول دیا ہے کہ موت کے بعد ہر ایک بیمار رُوح کا وہاں علاج کیا جائے پس تمام خرابیوں سے یہاں رُوح کو صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتی ہے۔ کہ تندرستی اور خوشحالی کی سرائے میں وہ داخل ہو سکے۔ دوزخ کا موجب غضب الٰہی نہیں۔ بلکہ اس قسم کا انتظام محض اس کے رحم اور فضل کا نتیجہ ہے۔ اسکی مثال ٹھیک اس ماں سے دیجا سکتی ہے جو محض شفقت مادری کی وجہ سے اپنے بچے کو سکھ دینے کے لئے اس کے کسی بیمار اور خراب شدہ عضو پر عمل جرّاحی کراتی ہے۔ دوزخ بھی ماں سے کم مشفق نہیں کیونکہ اس رُوحانی صحت کو جو ہم اپنی شرارت اور غلطی سے اس سرزمین میں کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی کی بدولت پھر واپس لیتے ہیں۔ دوزخ بھی مادر مشفق کی طرح لائق ڈاکٹروں کا انتظام کرتا ہے۔ یہ ڈاکٹر دوزخ کے فرشتے کہلاتے ہیں جن کا کام ہمارے اخلاقی ناسوروں اور رُوحانی زخموں پر اپنے تیز چاقوؤں سے عمل کرنا ہے۔ جس سے ازحد عذاب اور ناقابل برداشت تکلیف کا ہونا۔ چلانا اور دانتوں کا پیسنا ایک ضروری اور لازمی نتیجہ ہے۔ یہاں بہت تلخ اور تیز جلاب بھی ہمیں ملیں گے لیکن یہ سب کچھ ماں یعنے دوزخ کی محبت کی وجہ سے ہے جس کی گود میں ہمیں بحالیٔ صحت کے لئے دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں چنانچہ اسی بات کی طرف آیت ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے کہ امّہٗ ھاویہ یعنے دوزخ اسکی ماں ہے +

تناسخ میں یہاں تناسخ کے متعلق بھی جو ہندو مذہب کا بڑا بھاری مسئلہ ہے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اہل یورپ بھی اس طرف جھک رہے ہیں۔ اس مسئلہ کو خواہ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن اسکے متعلق دلائل بڑے نہیں۔ اس مسئلہ کی بُنیاد کم و بیش انہیں اسباب پر ہے جن کیوجہ سے اسلام میں دوزخ کی ہستی مانی گئی ہے۔ ہندو مہاتما کہتے ہیں کہ اگر اس دنیا میں

انسان نے کسی آیندہ زندگی کے لئے تیار ہونا ہے اور یہاں رہکر وہ قابلیتیں پیدا کرنی ہیں جو خدائی بادشاہت یا بالفاظ کرشن جی مہاراج برمھ لوک میں داخل ہونیکے لئے از بس ضروری ہیں۔ اور اگر اس قسم کی تیاری کے لئے ایسی باتوں کی ضرورت ہے، جو صرف اسی دُنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ تو اس صُورت میں اگر انسان ضروری کمال حاصل کئے بغیر یہاں سے رُخصت ہو جائے تو کیا اس کیلئے پھر اسی دُنیا میں واپس آنا لابدی نہیں؟ اور چونکہ ہمیں یہاں بعض اس قسم کے تجربات حاصل کرنے چاہئے بھتے جو آیندہ زندگی میں مُیسّر نہیں آتے۔ اور چونکہ ہمیں موقع حاصل نہیں ہوسکے لہذا ہمیں پھر واپس جانا چاہئے۔ یہ منطق بُری نہیں اور بظاہر دلائل ہی خوبصُورت معلوم دیتے ہیں لیکن جو کچھ مجھے اِس عالم میں چاروں طرف ترقی و نمود کے سلسلہ میں نظر آتا ہے اس سے یہ مسئلہ مطابقت نہیں کھاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایتھر کے چھوٹے ذرات اور برقی ترتیب سے ایک انسانی بناوٹ تک بمعہ فطرت کے مظاہرات و خصُوصیات کُل کے کُل ترقی کی راہ پر قدم مار رہے ہیں۔ اور اس سڑک پر ایک قدم بھی وہ پیچھے نہیں ہٹتے۔ تمام اشیاء ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں پہنچتی ہیں۔ اور ترقی کے سلسلہ میں وہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں پائی جاتی ہیں بعض اوقات تو تکمیل پاکر اور بعض دفعہ نامکمل صورت میں الا آخر الذکر حالت میں اپنی کمی پُورا کرنے کیلئے انہیں اپنے پہلے درجہ میں واپس جانے کی اجازت نہیں لیکن اس اعلےٰ درجہ میں جہاں کہ وہ نامکمل حالت میں پہنچی ہیں ایسے ذرائع بھی موجود ہیں۔ جو ان نقائص کو دُور کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی درخت پر سے ایک دانہ یعنے بیج نامکمل حالت میں زمین پر گرے تو اپنی کمی پورا کرنے کے لئے اسکے لئے ضروری نہیں کہ وہ پھر درخت کے تنے میں جا گھسے۔ اب اُسے زمین میں دفن کرنا ہی کافی ہے۔ البتہ پھر آب و ہوا کا اور مناسب طریق پر اُسے کھاد دینے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات کے ماتحت یہی نامکمل بیج نہایت تنومند اور خوبصورت درخت کی ہیئت اختیار کر لیتا ہے جو اس درخت سے جس کا کہ وہ پھل تھا۔ زیادہ بارآور

ہوتا ہے۔ پس جو اصول عالم نباتات میں کام کر رہا ہے۔ وہی جمادات و حیوانات وغیرہ میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ ایک بچے ہی کو لیلو وہ پیدائش سے پہلے رحم کے اندر نشوونما پاتا ہے لیکن اگر اس میں کوئی جسمانی نقص رہ جانے تو اُسے شکم مادر میں پھر تکمیل جسم کے لئے واپس جانے کی ضرورت نہیں علم جراحی اسکی امداد کیلئے موجود ہے۔ اصلاح کے یہ طریق اسمیں شک نہیں قدرتی نہیں اور بہت تکلیف دہ بھی ہیں لیکن تکمیل و اصلاح کے لئے یہ ہیں بھی ضروری پس اگر بچہ تکمیل کیلئے واپس نہیں جا سکتا۔ تو پھر انسان اس دُنیا میں اپنا مقررہ وقت گذارنے کے بعد خواہ وہ وقت کیسی ہی حالت میں گذرا ہو کیوں واپس آئے اگر فطرت میں ہر جگہ یہی اصول پایا جائے کہ ایک درجہ کی چیزوں کو باوجودیکہ وہ تکمیل کی ایک خاص حد تک نہیں پہنچتیں دوسرے اعلےٰ درجہ میں پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں ان کے نقص کے دور کرنے کے لئے مفید اور مؤثر ذرائع موجود ہیں۔ اور یہ طریق عمل جلد ترقی کرنے کے لئے زیادہ ضروری آسان اور مفید بھی معلوم ہوتا ہے۔ تو کوئی وجہ معقول مجھے نظر نہیں آتی۔ کہ میں مسئلہ تناسخ کی تائید کروں۔ یہی اصول مادہ کی ان عام حالتوں میں دکھائی دیتا ہے جو انسانی شکل میں آنے تک اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ جو خوراک ہم ہر روز کھاتے ہیں۔ وہ نطفہ کی صورت میں تبدیل ہوتی ہے۔ جو ایکدن بچہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ خوراک بھی تب تک کھانے کے قابل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ مختلف مدارج طے نہ کرے۔ بعض دفعہ ہم ایسی خوراک بھی کھا لیتے ہیں جو ٹھیک طور پر پکائی نہ گئی ہو مگر اسکی وجہ سے معدہ میں تکلیف ہوتی ہے جس کا تدارک کسی قسم کے علاج سے کیا جاتا ہے۔ البتہ ہاضمہ کی امداد کے لئے دوائی استعمال کیجاتی ہے تاکہ خوراک بدن کے اس حصہ میں پہنچے جہاں خون بنتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ہاضمہ یا جگر کے ناقص فعل کی وجہ سے خون بہت کم پیدا ہوتا ہے تو بعض دوائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قطرہ خون بھی اپنی ضروری تکمیل کے لئے

محض اس خیال سے ہاضمہ یا جگر کی طرف لوٹایا نہیں جاتا کہ اسکی تکمیل کا سامان اور انتظام وہیں ہے اور دل اور شریان خون میں ایسا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ناقص خون یا اسکی کمی کی وجہ سے خواہ ناقص نطفہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہی کیوں نہو لیکن اسکی اصلاح کے لئے نئے ذرائع ہی اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور نطفہ کو کبھی اپنی تکمیل پرورش کے لئے خون کے مقامات یا شریان میں واپس نہیں کیا جاتا۔ اگر یہ میرا استدلال مسئلہ زیر غور کے متعلق ہمارے ایمان کے لئے پختہ بنیاد کا کام دے سکتا ہے تو ہم مسئلہ تناسخ کو رد کرنے اور دوزخ کے متعلق قرآن کریم کی تشریح کو قبول کرنے پر مجبور ہوں۔

مسئلہ کرم تناسخ اور مسئلہ کرم (اعمال) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ دونوں اصول میں قریباً ایک ہی ہیں۔ اور مختلف پہلو لئے ہوئے ہیں ایک میں ذاتی رنگ ہے اور دوسرے میں صفاتی۔ مسئلہ کرم کی تہ میں وہ حالات مختلفہ ہیں جنمیں کہ لوگ بوقت پیدائش پائے جاتے ہیں لیکن جن کے موجبات پر ان کا کوئی اختیار نہیں اگر بعض کی پیدائش امارت کی حالت میں ہوتی ہے۔ تو ایسے بھی لوگ ہیں جن کے والدین انکی پیدائش کے وقت مفلس و نادار تھے۔ پھر بعض کے عضو میں پیدائشی نقص دکھلائی دیتے ہیں۔ اور بعض کے عضو نہایت خوبصورت اور عمدہ نظر آتے ہیں۔ یہ اختلاف حالات جس کی وجہ سے آرام و آسائش میں اختلاف پایا جاتا ہے اور جو رنج و راحت کا موجب ہوتا ہے۔ ایک قسم کا خدائی انتظام پر دھبہ خیال کیا گیا ہے تاوقتیکہ اسکی ذمہ واری کسی نہ کسی صورت میں ہم پر عاید نہ ہو۔ لہذا ہندو علم الٰہیات میں انتظام الٰہی کے اس ظاہری اختلاف کے موجبات بیان کرنے کیلئے مسئلہ کرم کو پیش کیا گیا ہے۔ اور اس مسئلہ کے حامیوں کے نزدیک جو کچھ بوقت پیدائش ہمیں رنج و راحت کی شکل میں ملتا ہے۔ اور جو تفاوت ہماری حیثیت میں اس وقت پایا جاتا ہے وہ سب کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو ہم نے پہلے جنم میں کئے اور اس دنیا میں اپنا دور پورا کرنے کے لئے ہم جنم کے بعد جنم لیتے ہیں۔ اور جو کرم ایک جنم میں ہم کرتے ہیں اُن کا نتیجہ دوسرے جنم میں ہمیں بھگتنا پڑتا ہے۔

کوئی شخص اس پر اعتراض کرنے کے لئے تیار نہیں کہ انسانی سوسائٹی اِن قوانین پر چل رہی ہے جن کے تحت اعمال و کردار کے نتائج مترتب ہوتے ہیں ہر ایک مذہب سوائے یہودی مذہب کے اسی بنیادی اصول پر قائم ہے کہ اعمال کے مطابق سزا و جزا ملتی ہے۔ اور اکثر حالات میں ہمارے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے سوسائٹی میں ہماری حیثیت و درجہ مختلف ہوتا ہے۔ اور ہم خود ہی اپنی آسائش اور تکلیف کو پیدا کرتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص اپنی پیدائش کے وقت بمقابلہ دیگر اشخاص کے ادنےٰ حیثیت رکھتا ہو۔ اور یہ اس کے پہلے جنم میں اعمال کا نتیجہ ہو تو اس مسئلہ کی رو سے انتظام سوسائٹی کے لئے بدی کا وجود لازمی خیال کیا جانا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سوسائٹی کی مشین چلانے کے لئے اختلاف اشتغال و پیشہ کی از حد ضرورت ہے۔ ہمارے لئے ایک دوسرے کی مختلف حیثیتوں میں خدمت کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہم سب کو آرام ملے۔ ترقی سے مراد اختلاف ہے۔ اور تفاوت ہی سے یہ پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر اس تفاوت اور اختلاف کا باعث ہمارے گذشتہ جنم کی بدیاں اور شرارتیں ہیں تو پھر انسانی آسائش اور ترقی تہذیب کے لئے بدی کا دنیا میں قائم رہنا لابدی ہوا اور یہ بھی ضروری ہے کہ ادنےٰ طبقہ کی لوگوں کی آسائش آرام کے لئے ایک نسل کی نسل بدکاریاں کرے کہ سوسائٹی کے ادنےٰ طبقہ میں جنم لے کر خادم ہو +

زید اگر حد درجہ کا امیر ہے تو نصیر اس کے مقابلہ میں غریب خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص کو راحت دوسرے شخص کے ایثار ہی سے ملتی ہے۔ پس اگر سوسائٹی کے خاطر خواہ انتظام کے لئے ان باتوں کا ہونا ضروری ہو تو نسل انسانی کی ترقی کے لئے وہی بدی اور گناہ جو اس اختلاف کا موجب خیال کئے جاتے ہیں لازمات کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس قسم کا مسئلہ جو نظام عالم میں ہی ایک خرابی پیدا کر دے ایک بڑا بھاری دھبہ اس اعتقاد پر ہے

جو سامان خدا کی نسبت رکھتے ہیں۔ اور اگر ہمارے گذشتہ جنم کی وجہ ہی سے یہ سب تفاوت نظر آتا ہے۔ تو نسل انسانی میں ابتدائے آفرینش کے وقت ہی اختلاف کا (جو لازمی تھا) کیا باعث تھا۔ نسل بڑھانے کے لئے مرد اور عورت کا ہونا ایک لابدی امر ہے۔ موجودہ تفاوت کا باعث تو ہمارے گذشتہ ... جنم کے کرم بتلائے جاتے ہیں لیکن بنا کے لئے سب سے پہلے جوڑے میں تذکیر و تانیث کے فرق کے لئے کون سے کرم موجود تھے۔ باپ اور بیٹے کا فرق بھی ایسا ہی ہے جو ابتداء آفرینش کے وقت موجود ہونا چاہیئے تھا۔ پس جبکہ انسان کی آفرینش سے پہلے اس کا کوئی جنم نہ تھا۔ اور اس نے کوئی بھی نہیں کیا تھا تو پھر ان اختلافات کے کیا اسباب قرار دیئے جانے چاہئیں +

خوشی و راحت فضل الٰہی ہے کرموں کا نتیجہ نہیں

بالفرض اگر تمام ذرائع جو ہماری آسائش کا باعث ہوتے ہیں ہمارے گذشتہ اعمال یا کرموں ہی کی وجہ سے ہمارے لئے مہیا کئے جاتے ہیں۔ تو وہ سامان کیسے پیدا ہوئے جو خود قدرت نے ہماری راحت و خوشی کے لئے موجود رکھے ہیں۔ گویا ہماری تمام آسائش کا دارومدار ظہورات قدرت مثلاً چاند سورج۔ زمین وغیرہ پر ہی منحصر ہے۔ اور جو کچھ بھی تھوڑی سی راحت ہمیں اپنے اعمال کی وجہ سے میسر آتی ہے۔ وہ بھی قدرت کے ان خزانوں کو کام میں لانے ہی کی وجہ سے ہے۔ جو نسل انسانی کے ظہور سے بیشتر ہی موجود تھے۔ یہ خزانے ہمارے کسی سابقہ کرموں کا نتیجہ نہیں ہو سکتے دنیا میں لکھو کہا اس قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جو اگر انسان کی پیدائش سے پہلے پیدا نہ کیجاتیں تو وہ زندہ نہ رہ سکتا۔ ان سب سے ہمیں راحت ملتی ہے لیکن یہ سب ہمارے کسی اپنے عمل یا کرم کے باعث نہیں بلکہ محض خدا کے فضل کی وجہ سے۔ انتظام قدرت تو ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ خدا کا فضل اور اسکی عنایات کا ظہور جس پر ہماری خوشی و راحت کا انحصار ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے تھا لیکن برخلاف اس کے مسئلہ کرم ہمیں سکھلاتا ہے کہ ہمارے اعمال کے بعد افضال الٰہی

ظہور پذیر ہوئے۔ لہذا یہ مسئلہ صریحاً غلط اور بیہودہ ہے۔ اور اگر ہمارے کرموں ہی کی طفیل ہمیں راحت ملتی ہے تو ہماری آسائش کا عدم وجود برابر ہوتا ہے پھر جسقدر راحت ہمیں اپنے اعمال کی وجہ سے مل سکتی ہے وہ اس راحت کے مقابلہ میں جو محض خدا کے لطف و کرم سے ہمیں نصیب ہوتی ہے بالکل ہیچ ہے۔ قرآن مجید نے مسئلہ تناسخ کے متعلق بیان کرتے ہوئے انہیں افضال و اکرام الٰہی پر اور نیز تذکیر و تانیث کے فرق پر بہت زور دیا ہے جو از روئے قرآن شریف ہر ایک چیز میں جس کی پیدائش زمین سے تعلق رکھتی ہے پایا جاتا ہے چنانچہ کتاب آلہٰیہ میں لکھا ہے کہ وایۃ لھم الارض المیتۃ احیینھا واخرجنا منھا حبا فمنہ یاکلون ۰ و جعلنا فیھا جنت من نخیل و اعناب و فجرنا فیھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ من العیون ۰ لیاکلوا من ثمرہ و ما عملتہ ایدیھم افلا یشکرون ۰ سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم و مما لا یعلمون ۰

ترجمہ۔ اور ان (لوگوں) کے (سمجھنے کے) لئے ہماری (قدرت کی) ایک نشانی مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) زمین ہے کہ ہم نے اس کو (پانی برسا کر) جلد اٹھایا کہ اسی میں سے (یہ لوگ بھی اپنی قسمت کا) کھاتے ہیں۔ اور زمین میں ہم نے کھجوروں کے لئے اور انگوروں کے باغ لگائے۔ اور ان میں (پانی کے) چشمے بہائے تاکہ باغ کے پھلوں میں سے (یہ لوگ اپنی اپنی قسمت کا) کھائیں۔ اور معلوم ہے کہ یہ (پھل) ان کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ تو کیا (یہ لوگ اس نعمت کا شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ (ذات) جس نے زمین کی روئیدگی کی قسم سے اور (خود) ان کی اپنی (یعنی انسانی) قسم میں سے اور ان (مخلوقات) کی قسم میں سے جن کو یہ نہیں جانتے ہر طرح کی چیزیں پیدا کی ہیں +

مسئلہ کرم سے ذمہ واری کا احساس ضعیف ہوتا ہے

اگر ہمارے اعتقادات کا اثر ہمارے اعمال یا کرموں پر ہوتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے وہ اپنی شکل و

صورت اختیار کرتے ہیں۔ تو ہمیں کوئی اس قسم کا اصول یا مسئلہ اختیار نہ کرنا چاہئے جس سے ہماری ذمہ داری کا احساس ہی جاتا رہے اور ہماری ذہنی اور اخلاقی قوتوں میں ضعف پیدا ہو۔ اسی بنا پر اسلام نے اس مسئلہ تقدیر کی جسے عام لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تردید کی ہے۔ اگر بالفرض میرا بوجھ کسی دوسرے نے اٹھانا ہے تو مجھ میں کام کرنے کی ترغیب و تحریص بالکل مردہ ہو جائیگی۔ اسی طرح ہم اپنی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش محض اس خیال پر کرتے ہیں کہ اس کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ وہ لاعلاج ہیں تو ہماری سب کوششیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں مسئلہ کرم کے رو سے ہماری تکالیف ہمارے کرموں ہی کا نتیجہ ہے۔ چونکہ یہ اٹل ہے۔ اسلئے اس نتیجہ سے گریز کرنے کے لئے ہماری تمام سعی رائیگان جائیگی۔ اگر ہم نے گذشتہ جنم میں کوئی خطا کی ہے تو اس کا نتیجہ ہمیں اس زندگی یا جنم میں ضرور بھگتنا ہے۔ لہذا اگر ہم اس سے بچنے کی کوشش کریں تو گویا ہم اس مسئلہ کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اگر زید مثلاً کسی اپنی گذشتہ غلطی کی وجہ سے ہیضہ میں مبتلا ہو جائے۔ تو اس کا مسئلہ کرم پر اعتقاد رکھتے ہوئے کسی ڈاکٹر یا حکیم سے علاج کروانا بالکل غیر مناسب اور نا واجب ہے۔ پس اس مسئلہ سے انسان غلط معنوں میں مسئلہ تقدیر کا قائل ہو کر انسانی ترقی و تہذیب کے لئے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے +

کہا جاتا ہے کہ گذشتہ اعمال کی سزا اس دنیا میں دکھ کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اگر تکالیف اور آسائش کا میسر نہ آنا دکھ ہی کے ذیل میں آسکتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کسی قسم کی انسانی ترقی انکے بغیر حاصل نہیں ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ پیغمبروں رشیوں اور مصلحوں و فلاسفروں ہی کی وجہ سے دنیا کو اعلیٰ درجہ کا فائدہ پہنچا ہے۔ اور یہی لوگوں کے بڑے محسن ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمیشہ انہیں لوگوں کو ہر ایک قسم کی تکلیف کا شکار بنایا گیا ہے۔ اسی طرح دکھ اور تکالیف ہی کا نتیجہ وہ تمام علمی اور سائنس کی ایجادیں ہیں جنکی بدولت ہمیں اس قدر آرام اور خوشی نصیب ہوئی ہے۔ تو پھر کیا ہمارا یہ اعتقاد ہونا چاہئے۔ کہ یہ تمام موجد اور مصلح (نعوذ باللہ) پرلے

درجہ کے بدمعاش اور گنہگار تھے۔ کیونکہ انہیں بڑی بڑی اذیتیں پہنچیں اور انہوں نے ہی اپنی زندگی مصیبت دکھ میں بسر کی۔ دکھ کے بغیر خوشی نہیں ملسکتی لیکن دکھ ہی کو گذشتہ کی سزا سمجھا گیا ہے پس آیندہ زندگی میں راحت پانے کیلئے گناہ و بدی کا وجود لازمی ہے +

یہ مسئلہ زیر بحث مختلف پہلوؤں سے اعلےٰ درجہ کے اخلاق بھی پیدا نہیں کرسکتا مثلاً اگر موہن سے سوہن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے تو اہل ہنود کے خیال میں سوہن کو یہ تکلیف اس لئے ملی ہے کہ اس نے موہن کو تکلیف دی تھی۔ پس ایک مجرم کی نگاہ میں اگر وہ مسئلہ کرم پر ایمان رکھتا ہے تو جرم عین ثواب ہے۔ اور اگر ہم پر کوئی شخص احسان کرے تو ہمیں اس کا کسی رنگ میں بھی مشکور نہ ہونا چاہئیے۔ کیونکہ اس نے اس زندگی میں ہمیں وہی چیز واپس دی ہے جو ہمنے گذشتہ جنم میں بڑی فیاضی سے اُسے دی تھی۔ ان تمام نتائج کو مدنظر رکھ کر جو اس قسم کے اعتقادات سے مرتب ہوتے ہیں میں جتنا اس زیر بحث مسئلہ پر غور کرتا ہوں اُتنا ہی میرا ایمان اس بات پر پختہ ہوتا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ اخلاقی ترقی کے لئے نہایت ہی غیر مفید ہے +

اس دکھ اور تفاوت کے بارے میں جس پر میں اس وقت بحث کر رہا ہوں ہماری کتاب مقدس نے جو کچھ لکھا ہے وہ مجھے نہایت ہی قرین قیاس اور پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ میرے اندر ذمہ واری کا احساس محکم و پختہ کرتا ہے +

قرآن شریف ہمیں بتاتا ہے کہ انسان نے نہ صرف اپنی جان کی حفاظت اور اس کا انتظام ہی نہیں کرنا۔ بلکہ وہ اپنی آیندہ نسل کی راحت اور اسکے رنج کا بھی ذمہ وار ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اکثر حالات میں جس قدر ہمیں اپنی اولاد کے مفاد کا خیال رہتا ہے اتنا ہمیں اپنے فائدہ کا نہیں ہوتا خاندان کی بہبودی کی خاطر بسا اوقات اس کے ممبر اس قسم کے قبیح امور سے رُک جاتے ہیں جن کا ارتکاب بعض دفعہ خود لوگوں سے بلا تامل ہو جاتا ہے۔ اگر

ہمیں یہ خیال ہو۔ کہ ہمارے کرموں کا اثر ہماری اولاد پر بھی پڑتا ہے تو ہم اپنے اعمال میں نہایت سنجیدگی اور نیکی کو ملحوظ رکھینگے۔ لیکن اگر ہم میں سے ہر ایک نے خود ہی اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ہے۔ تو ممکن ہے کہ مایوسی اور لالچ کے وقت ہم حد سے تجاوز کر جائیں۔ کبھی آپ ناقص الخلقت بچے بھی دیکھتے ہیں وہ بعض وقت ایسی امراض میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ جو تین چار پشت پہلے اُن کے بزرگوں کو لاحق تھیں۔ اگر ہمارا یہ اعتقاد ہو کہ بچوں کی اس قسم کی تمام خرابیوں اور دکھوں کے ذمہ دار والدین ہی ہیں تو کیا بداعتدالیوں سے بچنے کے لئے یہ عقیدہ زیادہ مؤثر ثابت نہیں ہو سکتا ہے بمقابلہ اس اعتقاد کے کہ بچے اپنے نقائص اور پیدائشی بیماریوں کے خود ذمہ دار ہیں۔ اپنے اعمال کے نتائج کی انسان اس وقت تک چنداں خیال نہیں کرتا جب تک اُسے معلوم ہو کہ اس کا اثر اسی کی ذات پر پڑتا ہے۔ لیکن اپنے خاندان کو دُکھ پہنچانے اور اسکی بربادی کے فکر میں اس کا اپنی اصلاح کرنا بالکل ممکن ہے۔

ہندوؤں نے اپنے موجودہ دکھوں کے دو حل پیش کئے ہیں ایک تو مسئلہ کرم کی رو سے اور دوسرا قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق۔ کوئی شخص اپنے ذاتی تجربہ کے رو سے ان ہر دو پیش کردہ حلوں یا تشریحوں میں سے کسی ایک کی صداقت پر بھی مہر نہیں لگا سکتا۔ ہم عالم نسیان یا فراموشی سے نکلکر اس دنیا میں آتے ہیں۔ اور پھر کسی ایسے ہی عالم میں چلے جاتے ہیں۔ ہمیں ایسا کوئی عقلمند وذی ہوش انسان نظر نہیں آتا جو ان باتوں کا تذکرہ کرے جو اس نے کسی پہلے جنم میں کی تھیں۔ اس بارے میں کوئی شخص بھی یقینی طور پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔ لیکن جو دو حل یا مسئلے میں نے پیش کئے ہیں انمیں سے میری رائے میں انسانی خصائل پر مفید اور عمدہ اثر اسی کا پڑ سکتا ہے۔ جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جو مسئلہ ہندو مذہب پیش کرتا ہے اس سے اسی قسم کا مسئلہ تقدیر پیدا ہوتا ہے جو عوام نے غلط طور پر سمجھ رکھا ہے اور جو حساس

ذمہ واری کو کمزور کردیتا ہے - اور سب سے زیادہ خطرناک نقص اسمیں یہ ہے کہ انسانی راحت اور تہذیب کے لئے یہ گناہ کا وجود لازمی قرار دیتا ہے +

ضرورت نزول قرآن } اگر انسان کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً خدا کا کلام زمانہ سلف میں نازل ہوتا رہا ہے - تو وہی کلام اگر ہم تک اپنی اصلی حالت میں نہ پہنچے تو ہماری روحانی ترقی اور تربیت کے متعلق انتظام الٰہی عمومیت اور یگانگت کے لحاظ سے بالکل ناقص مانا جائیگا - اور یہ ہو نہیں سکتا - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے علاوہ تمام کتب مقدسہ جو الہامی مانی گئی ہیں انسانی مداخلت سے بچ نہیں سکیں - اور خود ان کتابوں کے ماننے والوں نے ہی ان میں تحریف کا ہونا صحیح مانا ہے - عہد نامہ جدید اور قدیم (انجیل و تورات) کے تو اکثر حصے غیر مستند قرار دیئے جا چکے ہیں - بلکہ اسکی تصدیق کلیسیا نے بھی کی ہے - یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ نہ حضرت سلیمانؑ نے کبھی وہ کتابیں لکھیں جو اُن کی طرف منسوب کیجاتی ہیں - اور نہ حضرت موسیٰ نے کتاب تصنیف کی - اور انجیل کی ہر ایک کتاب کی کم و بیش ہمیں یہی حالت نظر آتی ہے - پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان مقدس کتابوں کے بعض حصے بالکل صحیح ہیں - مگر صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی ایک اور تکلیف ہمیں دکھائی دیتی ہے - ہمارے پاس کوئی معقول اور فیصلہ کن ذریعہ اس بارے میں نہیں! اور جسقدر محنت اور عقل اس پر اس وقت تک صرف کی گئی ہے وہ بے سود اور لاحاصل ثابت ہوئی ہے لیکن تعجب ہے کہ بائیبل کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہوئے بھی کہ اسمیں بعض تحریفات ہیں لکھوکہا لوگ اس ساری کی ساری کتاب کو خدا کا کلام مانتے ہیں +

انسانی دماغ اپنی مختلف کوائف و حالات میں بعض اوقات کیسا ہی متضاد نظر آتا ہے! دیکھئے جہانتک کہ ہمارا تعلق اشیاء خورو نوش سے ہے - ہم انھیں انکی اصلی حالت میں ہی استعمال کرنا پسند کرتے ہیں - اگر کوئی شخص غلطی سے کسی بنی

ٹھلیا یا صراحی میں ہاتھ ڈال دے۔ تو اسمیں سے ہم پانی پینا بھی نہیں چاہیئے اور بازار میں ان ہی اشیاء خوردنی کی زیادہ مانگ ہوتی ہے جو انسان نے اپنے ہاتھ سے تیار نہ کی ہوں حیرانی ہے کہ جسمانی خوراک کے متعلق تو ہماری اس قدر احتیاط ہو لیکن ان معاملات میں جن کا تعلق ہماری روحانی غذا سے ہے ہم ذرہ بھی پرواہ اور احتیاط نہیں کرتے۔ اگر عدالت میں ایسی دستاویز جو جزوی طور پر ہی جعلی قرار دیجائے قابل پذیرائی نہیں تو کوئی وجہ پائی نہیں جاتی کہ کیوں ہم انجیل کو جن کا زیادہ تر حصہ غیر مستند و غیر معتبر ہے خدا کا کلام سمجھیں اور اس کی عزت کریں +

اور اگر تاریخ انسانی میں کچھ عرصہ کے بعد خدا الہام کا دروازہ انسانوں کیلئے بند کردے۔ تو اس کا انتظام بھی ناقص ثابت ہوگا۔ کیونکہ انسان کی ترقی اور عروج کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ضروری سمجھا گیا ہے تو اس ضرورت کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا۔ ہم بھی ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہمارے آبا واجداد تھے۔ اور ہم میں بھی انہیں کی طرح نقائص اور کمزوریاں ہیں۔ اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا الہام آلٰہی کے لئے کوئی خاص اور ہم سے بڑھ کر حق نہ تھا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی ہماری ہی طرح اللہ تعالیٰ کے بچے تھے روحانی زندگی کے قیام کے لئے اگر زمانہ سلف میں خدا کی مرضی کا الہام کی صورت میں ظاہر ہونا ضروری تھا تو اس وقت بھی اسی قسم کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اگر خدا منصف ہے۔ اور اسمیں جانبداری نہیں تو وہ یا تو اپنا تمام کلام محفوظ رکھ کر اسے اسکی اصلی اور صحیح حالت میں انسانوں تک پہنچا ئیگا۔ اور یا اگر اس کلام میں انسانوں نے آمیزش اور تحریف کردی ہو تو وہ اسکی بجائے تازہ الہام نازل کرے گا۔ اور یہ کوئی نرالی بات نہیں۔ کیا جہانتک ہماری جسمانی پرورش کا انتظام تعلق رکھتا ہے۔ ہم اپنے گردوپیش قدرت میں اسی قسم کا نظارہ نہیں دیکھتے۔ ہمیں ایسی چیزیں بھی نظر آتی ہیں جو آلائش سے اسلئے پاک نہیں کہ ان میں انسان کا دخل نہیں مثلاً چاند

سُورج ستارے اور دیگر بہت سی چیزیں جو فضاء میں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ انسانی تصرف سے باہر ہونے کی وجہ سے اسی حالت میں ہمیشہ رہی ہیں۔ جن میں ان کا ہونا ضروری ہے۔ اور اسباب کی ضرورت نہیں کہ انہیں تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ انسان کے لئے مفید ہو سکیں لیکن جو چیزیں اپنی اصلیت اور صفائی کو کھو بیٹھتی ہیں اور کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ تو وقتاً حسب ضرورت انکی بجائے نئی چیزوں کا ذخیرہ بہم پہنچایا جاتا ہے۔ اگرچہ صاف وتازہ پانی پر ہماری زندگی کا مدار اور اسکے بغیر ہمارا زندہ رہنا محال ہے۔ لیکن جب اسمیں اجزاء ارضی شامل ہو جائیں تو یہ فائدہ بخش ثابت نہیں ہوتا۔ آبپاشی کے لئے ہم سمندر کا پانی بھی استعمال میں نہیں لاسکتے۔ لہٰذا تمام زمین کو زندہ اور تازہ رکھنے کے لئے ہر سال آسمان سے پانی کا صاف وتازہ ذخیرہ ہمیں ملتا ہے۔ قرآن شریف بھی انسان کے لئے الہام کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اسی استدلال کو ذیل کی آیات میں پیش کرتا ہے +

وما انزلنا علیك الکتب لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یؤمنون ۰ والله نزل من السماء ماء فاحیا به الارض بعد موتها ان فی ذلك لایة لقوم یسمعون

ترجمہ (اے پیغمبر) ہمنے تم پر (یہ کتاب) اسی غرض سے اُتاری ہے۔ کہ جن باتوں میں (یہ لوگ آپس میں) اختلاف کر رہے ہیں۔ وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دو۔ علاوہ بریں (یہ قرآن) ایمان والوں کے لئے (موجب) ہدایت ورحمت ہے اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے (یعنی پڑتی پڑے) پیچھے (از سرِنو) زندہ کر دیا۔ کچھ شک نہیں کہ جو لوگ (بات کو) سُنتے (سمجھتے) ہیں ان کے لئے ان واقعات میں (قدرت خدا کی ایک بڑی) نشانی ہے۔

اگر صرف ایک سال ہی بارش نہ ہو تو زمین کی تمام نشوونما پانیوالی طاقتیں مُردہ ہو جائیں خشک سالی گویا ملک الموت کا حکم رکھتی ہے۔ آسمان سے پانی نہ اُترنے

کی حالت میں سمندر یا جھیلوں کا پانی خواہ کتنا ہی ہو بالکل بے سُود غیر مفید ہے
پس اگر جسم کی پرورش اور صحت پانی پر منحصر ہے تو رُوح کی زندگی کے لئے قطعی طور
پر الہام کی ضرورت ہے۔ اور اگر ہمارا پانی کا ذخیرہ گدلا ہو جانے پر خدا ہمیشہ
آسمان سے بارش بھیجتا ہے۔ تو وہ کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا اگر زمانہ سلف
میں اس کا بھیجا ہوا کلام محرّف ہو۔ اور اسمیں آمیزش کی جائے۔ اس مبرہن
استدلال کو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن مغرب میں کلیسیا
کے درخشندہ گوہر یعنے پادر صاحبان اسے قبول کرنے پر تیار نہیں۔ اور تعجب ہے
کہ ایک طرف تو وہ انجیل کو غیر مستند اور محرف ماننے کے لئے بالکل آمادہ ہیں
لیکن دوسری طرف جناب مسیح کی رسالت کے بعد کسی قسم کے الہام کی ضرورت
نہیں سمجھتے۔ ہاں البتہ ان کی تسکین شاید ایک نئے مسئلہ سے ہوتی ہے جس کے
باعث خدا کی طرف سے ہدایت کی ضرورت نہیں رہی۔ انسانی کاروبار کے ہر شعبہ
میں انہیں ہدایات اور رہنمائی کی ضرورت تو ہے لیکن مذہبی اور روحانی معاملات
میں ان کا اعتقاد ہے کہ جناب مسیح کے خون (صلیبی موت) پر ایمان لانے
سے ہی ایک معجزنما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کلیسیا کا بھی پولوس کی طرح یہ
استدلال ہے۔ کہ انسان کے لئے قانون مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن وہ اس پر نہ
چل سکا۔ لہٰذا وہی قانون اس کے لئے لعنت کا رنگ پکڑ گیا۔ چونکہ قانون
اور اسکی متابعت کا پُرانا معاہدہ مفید ثابت نہ ہُوا۔ اور خدا کو اپنے اس تجربہ
میں کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا تقریباً چار ہزار سال کے بعد اس نے اپنی عنایت
سے ہمارے لئے ایک نیا انتظام واقعہ صلیب کی شکل میں کر دیا۔ اور اس طرح
انسان کو قانون پر چلنے کی ذمہ واری سے مخلصی دی۔ بادی النظر ہی میں یہ ایک
بہت بیہودہ اور مضحکہ خیز مسئلہ ہے خصوصاً جب اسے روزمرہ کے تجربہ
کی روشنی میں دیکھا جائے +

(باقی آیندہ)

شاہنشاہِ عرب ؐ

کے دربار میں

ایک عیسائی عورت کا بحالتِ اسیری پیش ہونا

بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر اپنے ملک میں سے بت پرستی کی جڑ اکھیڑ دینے کا حد سے زیادہ جوش تھا۔ اسی کی وجہ سے آپ کی مخالفت نہایت ہی خطرناک طور پر کی گئی۔ عرب میں ہر ایک قوم کا علیحدہ بُت تھا۔ اسلئے ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے بُت کی عزّت قائم رکھنے اور اُس کی حفاظت کے لئے آپ کے خلاف کھڑا ہو گیا یہ واقعہ آپ کے قیام مدینہ میں ہؤا۔ اس جگہ آپ کو جس قدر تکلیف کا سامنا کرنا پڑا وہ مکہ کی تکلیف کے مقابلہ میں کم نہ تھا۔ آپ کے چاروں طرف دشمنوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ کو ان سے مقابلہ کرنا ہی پڑتا تھا۔ اور ان کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے اپنے آدمی ان کے مقابلہ میں بھیجنے پڑتے تھے کبھی آپ فتحمند ہوتے۔ اور کبھی آپ کو شکست ملتی لیکن ان موقعوں پر حضور صلعم کے اخلاق کے مختلف پہلو ظہور پذیر ہوئے۔ اگر کوئی شخص آپ کے ان طریق عمل کو جمع کرے۔ جو مختلف مقاموں اور مختلف موقعوں پر دیکھے گئے تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ جنگ کے وقت وہ اس قسم کے قوانین کا کام دے سکتے ہیں جو ان ضوابط و قواعد کے مقابلہ میں زیادہ تر مناسب اور نرم ہیں جو منتظمان ہیگ کانفرنس کے دماغ میں آئے تھے۔ آپ نے اس وقت تک تلوار نہیں اُٹھائی جبتک کہ آپ انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے مجبور نہ کئے گئے۔ اسلام پر گو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اس کے پھیلانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا تھا۔ لیکن اس کے خطرناک مخالف اور اس پر نہایت زور سے نکتہ چینی کرنے والے اس وقت تک ایک بھی مثال پیش نہیں کر سکتے جس سے ثابت ہو کہ کسی خاص جنگ کا نتیجہ قبول اسلام ہؤا ہو

(خواہ قومی صورت میں اور خواہ انفرادی حالت میں) ہاں البتہ ان برائیوں کا نتیجہ اسلام کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے حضرت محمد صلعم کے نیک اور اعلےٰ اخلاق کا پتہ لوگوں کو لگا۔ جس نے آپؐ کے ہموطنوں کو آپؐ کا گرویدہ کردیا۔ اور اس طرح ان کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے اس کا اثر بمقابلہ جبر کے زیادہ تر ہوا۔ اس حسنِ سلوک نے جو آپؐ مفتوحوں کے ساتھ کیا کرتے تھے معجزہ کا کام کیا۔ جب کبھی کوئی سوالی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اُسے اسکی امید سے بہت زیادہ ملتا۔ ذیل کا واقعہ قبیلۂ طائی کی شکست کے بعد پیش آیا۔ جس کی وجہ سے تمام قبیلے کا قبیلہ تھوڑے ہی عرصہ میں حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ لکھا ہے کہ رسُول عربی صلعم کے رُوبرُو معزز عیسائی عورتوں کا ایک گروہ پیش کیا گیا۔ جن کی سردار ایک مشہور عیسائی حاتم نامی کی لڑکی تھی حاتم ایک خیر خواہ خلق اللہ تھا۔ جس کی سخاوت کا شُہرہ اس وقت تک بھی مشرق میں سُنا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کے سردار نے اس لڑکی کے حسب و نسب کی خبر پائی۔ تو آپؐ نے اسکی بہت عزت کی۔ اس کے ساتھ مودبانہ سے پیش آئے اور اُسے کہا کہ اُس کے باپ کی سخاوت کی وجہ سے اس کے ساتھ نہایت نرم اور نیک سلوک کیا جائیگا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جو اسکی مخلوق پر مہربانی کرتے ہیں خدا اُن سے محبت کرتا ہے پھر فرمایا کہ اسلام اعلیٰ درجہ کے اخلاق سکھلانا چاہتا ہے۔ اور جنہیں وہ اخلاق ہوں اُن کی عزت کرتا ہے۔ جب اس لڑکی کے ساتھ اس طرز پر گفتگو کی گئی تو اُسے از حد خوشی اور راحت معلوم ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ فاتح کی طبیعت میں کسی قسم کا فخر و غرور نہیں۔ آپؐ نہایت مہربان اور رحم دل ہیں۔ اور جب اُسے آزاد کئے جانے کا حکم ملا۔ تو آپؐ کی سادہ صورت اور حسن سلوک کی وجہ سے اُسے جرات حاصل ہوئی۔ اور ایثار کی رُوح نے اپنی قیدی سہیلیوں کو آزاد کرانے کے لئے اس کے اندر جوش مارا۔ اور اس نے عرض کیا۔ کہ میں اس آزادی کو قبول نہیں کرسکتی جبتک کہ اُسکی قوم کی لڑکیاں جنکے ساتھ وہ قید ہوئی

قید شاہی سے آزاد نہ کیجائیں "۔ واقعی حاتم کی لڑکی ایسی ہونی چاہئیے ۔ چنانچہ اسکے ایثار نے بہت بڑا اثر پیدا کیا ۔ اور پھر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسے انسان پر جو ہر ایک خوبی اور نیک عمل کے مقابل میں زیادہ تر خوبی اور نیک تر عمل کا اظہار کیا کرتے تھے ۔ جب رسُول اکرمؐ نے ان سب کو اس لڑکی کی سفارش پر آزاد کر دیا تو وہ خوشی کے مارے جامہ سے باہر ہو گئی ۔ اور آپ کے لئے اس نے بہت دُعا کی ۔ اس کے بعد تمام لڑکیوں کو واپس جانے کی اجازت دی گئی اور ایک معتبر بدرقہ کی حفاظت میں انہیں اپنے شہر تک پہنچایا گیا +

اس لڑکی کا نام صفانا تھا ۔ اس نے اپنے بھائی عدی کو جو بھاگ گیا تھا بُلوا بھیجا ۔ اور اسے تمام قصہ سُنا کر رسولکریم صلعم کیخدمتمیں جنہوں نے اس پر احسان کیا تھا اُسے حاضر ہونے کا مشورہ دیا ۔ عدی حضور کی خدمت میں حاضر ہوُا ۔ اور اس نے آپ کو دُنیاوی شہزادوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر پایا پھر اُس نے اسلام کا مطالعہ کیا اور دیکھا کہ اسمیں علوم آلٰہیات کو سائنس کی شکل میں بھرا ہے ۔ تمام رُوحانی مسائل اور مشکلات کا حل جو اسکی سمجھ میں نہ آتی تھیں ۔ اس نے اسلام میں نہایت نفیس طرز پر اختصار کے ساتھ پایا ۔ قرآن شریف میں اس نے دیکھا کہ اس قسم کی تشریحات بکثرت موجود ہیں جن سے انسان جزئیات سے کلیات کی طرف اور کلیات سے جزئیات کیطرف جاسکتا ہے ۔ اور وہاں تمام ایسی باتیں بھی موجود ہیں جن سے رُوح کی ترقی حاصل ہوسکتی ہے ۔ چنانچہ چند ایک ماہ کے بعد اس نے اسلام قبُول کیا ۔ اور ساتھ ہی اس کا قبیلہ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا +

پیغمبر صلعم کی زندگی میں اس قسم کے بیشمار واقعات نظر آتے ہیں ۔ اور اگر دوسروں کو اسلام قبُول کروانے میں تلوار کا استعمال کیا جاتا ۔ تو پھر ہر ایک جنگ کے بعد قیدیوں کو آزاد کر دینے کے کیا معنے اور انہیں اسلام منوائے بغیر گھر کی طرف روانہ کر دینے کا کیا مطلب ۔ کیا کوئی شخص ایک

بھی نظیر پیش کر سکتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ جبر سے اسلام قبول کروایا گیا لیکن جان و مال کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا تو عین فرض ہے۔ اور اُسے مذہبی جنگ کسی صورت میں قرار نہیں دیا جا سکتا +

ضروری التماس

کسقدر رنجدہ امر یہ ہے کہ ہر سال سالانہ وی پی کے اجرا پر ایک کثیر تعداد وی پی کی انکار ہو کر دفتر میں واپس آجاتی ہے۔ اور کہ جس کمی کو پورا کرتے کرتے ایک عرصہ طویل صرف ہو جاتا ہے۔ اس جگہ وی پی کے انکار کرنیوالے احباب تک ہماری آہ و فغاں کی رسائی تو ایک امر موہوم ہے ہاں مگر اپیل ہے ان اشاعت اسلام کے دلدادوں سے ہے جو کہ رسالہ ہذا کے مستقل و مسلسل خریدار رہنا اپنا فرض مذہبی سمجھتے ہیں۔ ان شیدائیان اسلام کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ از راہ کرم اپنے حلقۂ اثر میں رسالۂ ہذا کی توسیع اشاعت فرما کر موجودہ کمی خریداری کی تلافی فرمائیں۔ اگر فرداً فرداً بھی ہمارے ناظرین کرام اس اپیل پر التفات فرمائیں۔ اور قارئین کرام میں سے ہر ایک بزرگ ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر دفتر رسالہ اشاعت اسلام میں بذریعہ کارڈ مطلع فرماوے۔ تو موجودہ کمی سے کہیں زیادہ تعداد میں رسالہ کی اشاعت ہو سکتی ہے +

رسید زر

بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء

امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب۔ مردان صمہ
" " نواب محمد نجیب الدین صاحب حیدرآباد دکن صہ
" " فقیر محمد صاحب۔ پونہ عہ
" " جلال الدین صاحب " عہ
" " نذیر احمد صاحب " عہ
" " رحیم بخش صاحب " عا
مفت تقسیم حضور میجر نوابزادہ حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپال ۵۰ ص

امداد مشن جناب ایم بین ایم اسمٰعیل صاحب خریدار کلکتہ ۱۵۰ ماصہ
مفت تقسیم جناب محمد اسحٰق صاحب فورٹ بمبئی عما
مفت تقسیم سید زردوش شاہ صاحب کیمبلپور ہعہ
امداد مشن ڈاکٹر جی محمد علی صاحب۔ برہما صمہ
" " شیخ شہاب الدین صاحب نوشہرہ ۲۰ عنہ
" " سید تراب علی شاہ صاحب عراق عرب عنہ

مندرجہ بالا رقوم بصد شکریہ درج رسالہ کیجاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء +

خادم۔ آنریری سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

فہرست کتب مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور پنجاب

نام کتاب	قیمت
براہین نیرہ ...	۱۲ر
ام الالسنہ ...	۱۲ر
اسوۂ حسنہ ...	۸ر
لمعات انوار محمدیہ	۶ر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۲ر
مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	۲ر
" توحید - دعا - تصوف	۲ر
" خطبات عیدین ...	۲ر
" دہریوں اور ملحدین کو خطاب	۲ر
اسلام اور دیگر مذاہب	۲ر
حقوق النسوان ...	۲ر
اسلام اور علوم جدیدہ	۸ر
ذرات عالم کا مذہب	۸ر
یسوع کی الوہیت اور کامل انسانیت پر ایک نظر	۱۰ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۸ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ...	عہ
(تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)	
سیرت نبوی ... زیر طبع	۱۲ر
تائید حق ...	۴ر
پیغام صلح ...	۱ر
کرشن اوتار ...	۱ر
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر	۱ر
التوحید ...	۱ر
مادہ فانی ہے ...	۱ر
صحیفۂ آصفیہ ...	۲ر
طریق فلاح ...	۱ر
جام عرفان (مجموعۂ نظم)	۱ر
اسرار سلیمانی (روحانیت کی حقیقت) مجلد	۴ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول ولائتی کاغذ مجلد ...	۷ر

نام کتاب	قیمت
اسلامی اصول کی فلاسفی مجلد	۱۴ر
دُرِ ثمین مثلہ مکمل اردو و فارسی (مجموعہ وتحبیب نظم اسلامی)	عہ / ۴ر
فتح اسلام ...	۶ر
توضیح مرام ...	۶ر
جمع قرآن ...	۱۴ر
النبوۃ فی الاسلام مجلد	۱عہ
مسیح موعود مجلد	۴ر / عہ۶ر
آیت اللہ ...	۵ر
شناخت مامورین ...	۴ر
حقیقۃ المسیح ...	۴ر
حدوث مادہ ...	۶ر
بنگال کی دلجوئی ...	۱ر
عصمت انبیا ...	۱۰ر
غلامی ...	۵ر
مقام حدیث مجلد	عیعہ
سیرت خیر البشر حصہ اول	۲ر
" " " دوم	۴ر
رسالہ نماز - فلسفہ نماز	۱۲ر
" حج - " حج	۱۳ر
" زکوٰۃ - " زکوٰۃ	۴ر
" روزہ ...	۶ر
تربیت اولاد ...	۶ر
غزوات نبوی ...	۱۰ر
کانشنس اور نبوت ...	۴ر
زنانہ کتب	
حمیر کی دلہن ...	۴ر
ناصح مشفق ...	۴ر
زنانہ حساب کتاب مجلد ...	۱۲ر
جمیلہ خاتون ...	۴ر
نیا باورچیخانہ ...	۷ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

نام کتاب	قیمت
لیکچر اسلام	۴ر
جام کوثر مجموعہ نظم	۵ر
رفیق مرزا	۵ر
مناجات بیوہ	۳ر
راہ جنت	۴ر
مسدس حالی	۱۰ر
آداب النسوان	۷ر
عقیلہ بیگم	۴ر
جیب کی داد	۳ر
رباعیات حالی	۴ر
امام حسین	۵ر
اصلاح الرسوم	۴ر
بنت الرسول	۶ر
تعلیم النسوان کی پہلی کتاب	۳ر
〃 〃 دوسری کتاب	۴ر
〃 〃 تیسری کتاب	۵ر
انشائے النسوان	۴ر
انتظام خانہ داری	۴ر
کھانا پکانا	۴ر
سوانحعمری رسول مقبول صلعم	عـر
قصص الانبیاء	عـہر
نماز حنفی مدلل	عـر
فریبی خالہ	۱ر
خدا پرست بی بی	۱ر
انمول موتی	۱ر
اخلاقی گیت	۱ر
بہشتی حوریں	۴ر

نام کتاب	قیمت
زنانہ خط وکتابت	۴ر
پیغمبروں کے حالات	۴ر
اخلاقی کہانیاں	۴ر
خورشید جہاں	۴ر
ہدیۃ المستورات	۴ر
سگھڑ سہیلی	۴ر
سلسلۂ دین محمدی	
اسلام کی پہلی کتاب	۱ر
〃 دوسری کتاب	۲ر
〃 تیسری کتاب	۳ر
〃 〃 چوتھی	۴ر
〃 〃 پانچویں	۵ر
〃 چھٹی	۶ر
قرآن کریم	
بیس خوبیوں والی حمائل شریف مجلد	۱۲/
کلاں قرآن مجید حیدری مجلد	۱۳/
ہر قسم کے قرآن مجید دفتر سوسائٹی سپلائی کرسکتا ہے	
کتب احادیث	
بخاری مترجم فی پارہ کل تیس پارہ	۱۲ر
صحیح مسلم اول تا تیسری جلد فی جلد	عـہ/
ابو داؤد پہلی دوسری جلد فی جلد	عـہر
ابن ماجہ مکمل	ہعـر
تبویب القرآن	ہـر

نوٹ ۔ محصول ڈاک بذمۂ خریدار

تمام درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس کشمیری دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رسالۂ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مُسلم انڈیا مجریۂ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مُبلّغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۷) | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر (۳)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۔ تصویر افکار ۔ جذبۂ محبت	۹۷	۶۔ فارقلیط یا محمد (صلعم)	۱۰۵
۲۔ شذرات	۹۸	۷۔ اسلام اور اہل مغرب	۱۲۰
۳۔ لاگوس میں مسلمان	[illegible]	۸۔ ملفوظات حضرت خواجہ صاحب	۱۲۶
۴۔ شراب اور مذہب	۱۰۲	۹۔ ثمرات اسلام	۱۳۷
۵۔ اسلام میں رواداری	۱۰۳	۱۰۔ نصب العین مشرق و مغرب	۱۴۱

۱۱۔ رسید زر ۱۴۴

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و وکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے۔

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غیر کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانوں اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

اطلاع عام

۱۔ رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ ۲ معہ محصول ڈاک ہے۔

۲۔ تمام درخواستہائے خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں +

۳۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

۴۔ رسالہ ہر انگریزی کلینڈر (ماہ) کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے +

۵ اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے +

منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور



Mr. Abdul Kareem Lofts.

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ ووکنگ (انگلستان)

جلد (۷) — بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء — نمبر (۳)

تصویر افکار

جذبۂ توحید

کسی سے دل کو لگا چکے ہیں جو نذر محبت کی پا چکے ہیں
دوئی کو دل سے اٹھا چکے ہیں ہم اپنی ہستی مٹا چکے ہیں

کہاں کی عزت کہاں کی ذلت کہاں کی پستی کہاں کی رفعت
کسی کے در کے ہم ہو چکے ہیں یہ دل سے باتیں بھلا چکے ہیں

نہ بیم و امید کے تقاضے نہ رنج و راحت کا لینا دینا
جو دولت دل کو دیکھے ہیں وہ سارے قرضے چکا چکے ہیں

جو ہم سے جاتے ہیں ننگ و ناموس آشنا مال و جاہ جائیں
قدم جو اٹھنا تھا اٹھ چکا ہی ہم آگے کوچوں سے آ چکے ہیں

نہ درد کے چارہ ساز گر ہوں تو بن کے ناصح یار آئیں
کہ ہر قدم پر عصائے راہ خار رہ کو ہی بنا چکے ہیں

مقام رفعت انہیں مبارک جو خواہش جاہ کے ہوں قیدی
فقیر لو فرش خاکساری پہ اپنا بستر جما چکے ہیں

ہوئے خوشی سے جو ہاتھ خالی غنا نے کی آ کے دستگیری
کسی کی دولت وہ کیا کرینگے جو اپنی دولت لٹا چکے ہیں

یہ کس نے توڑی امید آخر ہیں آپ ہی تو ہاں کہ کفر ٹوٹا
نقوش امید غیر جو کچھ بھی دل پہ تھے سب مٹا چکے ہیں

نہیں وہ آتے نہ آئیں تو کیا نہ کوئی حسرت نہ آرزو ہے
جو کچھ بھی دل میں رہا تھا باقی وہ خون کر کے بہا چکے ہیں

۳۰ جنوری مقام جہاز میچورا قرب ملک جاوا بہ سنگاپور

خواجہ کمال الدین

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ جناب عبدالکریم لافنٹس صاحب کی تصویر شائع کیجاتی ہے جنکے مشرف باسلام ہونیکی خبر گذشتہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کے رسالہ اشاعت اسلام میں درج کیجاچکی ہے۔ مدوح انگلستان میں ایک بڑی سوسائٹی کے صدر انجمن ہیں۔ اور بوجہ اپنے تبحر علمی و ذاتی وقار کے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اسلام جیسے نعمت عظمیٰ سے مالامال ہوکر ان کے اندر ایک تبلیغی جنون پیدا ہوگیا ہے +

حضرت خواجہ صاحب جاوا سے سنگاپور پہنچ گئے ہیں۔ آپ کی جدید تصنیف "انجیل عمل" آجکل زیر کتابت ہے۔ امید ہے۔ کہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کے اخیر تک انشاءاللہ شائع ہو جائیگی۔ اسکے علاوہ دوران سفر میں ایک اور کتاب آپ نے تصنیف فرمائی ہے جس کا موضوع "توحید فی الاسلام" ہے۔ نغانہ "توحید" جس نے رسالہ ہذا کے پہلے صفحہ کو مزین کیا ہے۔ اسی کتاب "توحید فی الاسلام" سے لیا گیا ہے۔

لاگوس (مغربی افریقہ) میں مسلمان

ہمنے اکثر ان ہی صفحات میں بیان کیا ہے۔ کہ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ اور اسکے مسائل فطرت انسانی کو اپیل کرتے ہیں۔ اور افریقہ میں اسلام کی اشاعت نے سب سے بڑھ کر اس حقیقت نفس الامری پر صاد کیا ہے۔ جہاں کہ عیسائی مشنریوں کی سرگرم تبلیغی جدوجہد کے باوجود دین فطرت نہایت عجلت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ افریقہ میں اسلام کی ترقی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کے مقابل کوئی مذہبی جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ ہم نے ذیل کے واقعات ایک افریقہ کے صحیفہ سے اخذ کئے ہیں۔ اور امید کامل ہے۔ کہ ان سطور کے پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ اس ملک میں اسلام

کی ترقی کیلئے کسقدر وسیع میدان ہے۔ اور کس قدر وہ خوش آیند ہے - یہ ایک بدیہی امر ہے کہ لاگوس میں اسلام عیسائیت سے پہلے رونما ہؤا - اور اسکے اعادہ کرنے کی یہاں چنداں ضرورت بھی نہیں اور از روئے اعداد و شمار کے لحاظ سے لاگوس کی نصف آبادی مسلمان ہے جسمیں تمام فرقے و جماعتیں تونگر و مفلس شامل ہیں - یہ امر بھی موجب دلچسپی ہے - کہ عیسائی مشنریوں کی زبردست تبلیغی جدوجہد کے بالمقابل اس قدر لوگ عیسائی نہیں ہوئے جسقدر کہ مسلمان ہوئے ہیں - اور ہر سال کفر و شرک کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے - اور مسلمانوں کی تعداد و حلقہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے نصرانی معلمان کی زبان سے اکثر یہ یاس آمیز فقرہ سنا گیا ہے - کہ اسلام عیسائیت کی نسبت نہایت سرعت کے ساتھ لاگوس میں قدم جما رہا ہے لیکن اس عقدہ کو حل کرنا اور اسکے عمق تک پہنچنا ایک آسان امر ہے - اور سچی حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت تو ایکہزار ایک فرقوں و عقائد کے اندر جکڑی ہوئی ہے - اور سمیں ہر ایک فرقہ دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہو رہا ہے - لیکن اسلام سیدھا سادا اور معقول مذہب ہے جسمیں توحید الٰہی اور حضرت نبی کریم صلعم کے ربانی مشن کی تبلیغ و تلقین ہے - یہ امر بھی ناظرین تک پہنچا دینا ضروری ہے - کہ اگرچہ لاگوس میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے زیادہ ہے لیکن انہیں مشرق پرانے طریقوں کے ساتھ بہت دلبستگی ہے - اور بچوں کو مغربی تعلیم دلانے کیلئے اسکول بہت کم بھیجتے ہیں - یہانتک کہ جب ڈاکٹر بلائیڈن متوفی نے لاگوس کا معائنہ کیا - اس وقت تک بھی بہت کم مسلمان اپنے بچوں کیلئے مغربی تعلیم پسند کرتے تھے لیکن اب اس نقصان کو انہوں نے محسوس کر لیا ہے - کیونکہ لاگوس کے موجودہ سٹاف میں ڈاکٹر - وکلا - سروئیر سب عیسائی ہیں - اور ہمیں امید ہے کہ اب مسلمانان لاگوس ہزاروں کی تعداد میں اپنے بچوں کو سکول بھیج رہے ہیں - اور بہت جلدی ہی اس حالت کی اصلاح ہو جائیگی مسلمانان لاگوس میں مغربی تعلیم کے چرچے نے ان میں ایک بیداری پیدا کر دی ہے جس سے انمیں سوچ بچار کا مادہ پیدا ہو گیا ہے - اور اسلئے شیٹا سٹریٹ کی جامع مسجد جو کہ ۱۵ ہزار پونڈ سے زیادہ لاگت کی ہے اور جسمیں ہزارہا مخلوق آسانی سے سما سکتی ہے - اور جس کا سنگ مرمر کا منبر - خوشنما دیواریں اور بڑا بھاری گنبد ہے اور کہ جو

فن تعمیر عمارت میں ایک ایسی عمارت ہے جو کہ اپنی شوکت۔ خولصورتی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے مغربی افریقہ کی تمام مذہبی عمارات میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اور کہ جو نائیجیریا کے دارالسلطنت کی موزوں جامع مسجد ہے۔ مسلمانان لاگوس کی عقل و دانش اس درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ کہ کوئی راہگذر جبکہ وکٹوریا روڈ لاگوس کے درمیان سے گذرتا ہوا اس عمارت کو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو بلند کرنے کیلئے بنائی گئی ہے دیکھتا ہے تو اسے یہ بات ماننی پڑتی ہے۔ کہ مغربی تعلیم مسلمانان لاگوس میں روز افزوں ترقی پر ہے

نیز یہ بھی موجب دلچسپی ہوگا کہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے

لاگوس میں پینتالیس مساجد ہیں۔ اور یہ ایک امر معروف ہے کہ برآمیماہ ہی جالالدنیوں کا لیمومو (امام) ہے۔ جو کہ مسلمانان لاگوس کا متفقہ تسلیم کردہ لیمومو (امام) ہے۔ اسلئے یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ایک لیڈر یا امام جو کہ ایک جماعت کے چالیس ہزار نفوس کی یا ایک ملک کی نصف آبادی کی نمایندگی کرتا ہے۔ اس پر یقیناً بھروسہ اور اعتبار کرنا چاہیئے اور گورنمنٹ نے بھی براہماہ لیمومو کی امام کی نمایندگی کو اس کے عالیمرتبہ کی وجہ سے قبول کرلیا ہے جامع مسجد کی افتتاح کے بعد جماعت میں بعض سیاسی اور مذہبی مناقشات کے رونما ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ایک کثیر طبقہ نے اس امر کو محسوس کیا۔ کہ لیمومو (امام) ان کا مذہبی پیشوا اور امام ہونے کی حیثیت میں اپنے فرائض منصبی کو خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دیتا اور لاگوس کے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سمجھ و دانش نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اس قسم کا سلسلہ آیندہ بھی جاری رہے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم میں کوئی ایسا ضابطہ و قانون بھی نہیں۔ کہ جس سے لیمومو (امام) کی جواب طلبی کر سکیں۔ اسلئے انہوں نے اس امر کو ضروری سمجھا کہ لیمومو (امام) کی آیندہ کی ہدایت و رہنمونی کیلئے ایک ضابطہ تیار کیا جائے جس سے جلیل القدر عہدہ کی شان کو متبرک اور بے نقص رکھا جائے۔ اس ضابطہ کو یایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد لیمومو (امام) کو دستخط کرنے کیلئے بلایا گیا۔ اس پر میومو (امام) عوام الناس کی معروضات سے متنفر ہوگیا۔ اور اس عہدنامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔ عوام الناس نے یہ یقین کر کے کہ لوگوں کو حالات حاضرہ کا علم ہو مساجد کی ایک فہرست تیار کی۔ تاکہ اس پر منفرداً ہر ایک مسجد سے

رائے حاصل کرلیں۔ ۲۴ مساجد نے یہ رائے دی۔ کہ لیموموبرایما (امام) کو اس ضابطہ و قانون پر دستخط کرنے چاہئیں یا اُسے عہدہ سے برطرف کردیا جائے لیکن چار مساجد نے یہ رائے دی۔ کہ اس کے دستخط سے انکاری ہونے پر اُسے معزول نہ کرنا چاہیئے۔ اسلئے یہ امر عیاں ہے۔ کہ لیمومو (امام) اگر دستخط کرنے سے عاری ہے۔ تو اسے برطرف کردینا چاہیئے۔ اور یہی رائے کثرتِ رائے سے فیصلہ پاگئی ہے لیکن کیا لاگوس کے مسلم طبقہ کی راہنمونی و ہدایت کیلئے واقعی ایک نظام وضابطہ کے وجود کی ضرورت ہے؟ ہم اس سوال کا جواب مثبت میں دیتے ہیں۔ ہر ایک مذہبی جماعت کے ہاں اپنے باقی ہمخیالوں کی راہنمونی کے لئے (ایک ضابطہ) ونظام ہوتا ہے۔ پس اس لئے مسلمانان لاگوس اپنی رہنمونی کے لئے ایک نظام وضابطہ کے متلاشی ہیں۔ جو کہ متبرک کتاب فرقان حمید کی تعلیمات و رُوح کے منافی نہ ہو۔ لیمومو محض اس حجت پر اس پیش کردہ ضابطہ ونظام پر دستخط کرنے سے عاری ہے۔ کہ اس سے ماقبل کوئی اس قسم کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن یہ محض صرف ایک مشکل مقام سے مخلصی حاصل کرنے کی ایک آسان راہ ہے۔ یہ بدیہی امر ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت ان طریقوں سے نہیں ہوئی جس طرح کہ عیسائیت کی۔ اسلام میں حج کا ایک متبرک مقام ہے جسے مکہ کہتے ہیں لیکن اسمیں کوئی صدر مقام نہیں۔ اور نہ اسمیں پروہتوں کی کوئی علیحدہ جماعت ہے۔ اسلام میں ہر ایک ملک اپنے معاملات کا خود نظم ونسق قائم کرتا ہے یہاں پر ہم ایک تمثیل دیتے ہیں مسٹر ہرلز جو کہ لاگوس کے باشندے تھے بطور سابق میں عیسائی کلیسیا کے پادری تھے اُسقف اعظم کے لطف و کرم کی وجہ سے نائجیریا ڈلٹیا کے لشپ مقرر کئے گئے اور اس تقرر میں جمہور اہل نائجیریا ڈلٹیا سے کہ جنکی پادری صاحب موصوف نے رُوحانی نگہبانی کرنی تھی بالکل رائے طلب نہ کیگئی کہ آیا وہ لوگ پادری صاحب کے خواہاں بھی ہیں یا نہیں۔ کلیسیا کا یہی دستور گذشتہ زمانہ سے چلا آتا ہے اور اسپر کوئی بھی متنفس چون وچرا نہیں کرتا۔ اس قسم کا تقرر اُسقف اعظم کے دست تصرف میں ہے۔ اسلئے یہی معقول معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ہرلز اسقف اعظم کے تابع فرمان ہیں۔ کیونکہ جس شخص میں اسکے تقرر کی قدرت ہے اسی کو برطرفی و معزولی کا بھی اختیار ہے۔ لیکن اسلام میں یہ معاملہ نہیں کہ اسلام میں کوئی صدر مقام نہیں اور ہر ایک ملک کا منفرداً صدر مقام ہے اور ہر ایک ملک خود اپنا امام مقرر کرتا ہے +

مذہب اور شراب

اسلام کے نمایاں خصائص میں سے جو اُسے دیگر مذاہب سے ممیز کرتے ہیں۔ اس کا عملی اور روزانہ زندگی پر ہمہ گیر اثر ہے۔ خواہ وہ اثر انفرادی زندگی میں نمایاں ہو یا مجموعی زندگی میں اسلام فقط زبانی عبادت پر ہی مشتمل نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ اسلام ایک مکمل انقلاب کو چاہتا ہے۔ اور ہماری عملی و روزانہ زندگی میں ایک مکمل تبدیلی کا متقاضی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہماری عادات اوضاع و اطوار و خوراک جادۂ اعتدال پر آجائیں تاکہ ہم جسمانی اور روحانی دونوں طریق پر منازل ارتقا طے کریں +

حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسی نے عربوں کی زندگی میں ایک شدید انقلاب پیدا کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ وحشی اور خونخوار اکھڑ عرب دنیا کے مالک بن گئے۔ آپ نے ان اجڈ عربوں کو بداخلاقی و گمراہی کے انتھاہ گڑھے سے نکالکر تہذیب اخلاق کے اوج کمال تک حقیقتاً پہنچا دیا۔ شراب جو کہ سوسائٹی کے لئے زمانۂ قدیم سے لعنت چلی آتی تھی۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بھی لوگوں کے اخلاق و قوت کو تباہ کر رہی تھی۔ اسلام نے اسی ناجائز قرار دیا۔ اگرچہ یہ بدی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی اور زبردست ہو چکی تھی۔ لیکن اسکے بالمقابل اسلام کا اثر اس سے زیادہ قوی اور شدید تھا بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ اور اسکی منادی کی گئی تو لوگوں نے اُسوقت شراب کے مٹکوں اور صراحیوں کو مدینہ کی گلیوں میں انڈیل دیا۔ اور راستہ میں گذرنیوالوں کے گھٹنوں تک شراب بازار میں پانی کی طرح بہنے لگی +

اِس عالمگیر جنگ عظیم نے اہل مغرب کو شراب کے استعمال کے بُرے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے انسداد شراب کیلئے قانونی قدم بھی اُٹھایا ہے۔ دیگر ممالک کے اہل دانش متقی اور سلیم الفطرت احباب بھی اخبارات اور دیگر لٹریچر کی اشاعت کے ذریعہ ٹمپرینس کی حمایت میں عوام للناس کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے

اپنی طرف سے حتی الامکان سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں لیکن نسل انسانی کی تاریخ ہمیشہ سے اس امر کی شاہد ہے۔ کہ اس قسم کے انقلابات فقط مذہب کے اثر سے ہی رونما ہوتے ہیں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے گوناگوں مذاہب میں سے کونسا مذہب اس سوشل بدی کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ پر روشنی ڈالنے کے لئے ہم فقرات ذیل میں مارننگ پوسٹ مورخہ ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء کا ایک اقتباس درج کئے دیتے ہیں :-

"بسا اوقات یہ بیہودہ ادعا کیا جاتا ہے اور مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ آجکل شراب کا ہر ایک طرح کا استعمال عیسائیوں کیلئے ناجائز ہے۔ اور جو کوئی شراب کشی کے کاروبار میں مصروف ہے۔ وہ عیسائی کہلانے کا مستحق نہیں۔ نہ صرف مدہوشی ہی بلکہ شراب بذاتہ ایک ملعون چیز بیان کی جاتی ہے"+

"لیکن مادی اشیاء کو بنفسہ بدی خیال کرنا عیسائی محاورات کو استعمال کرنا نہیں ہے بلکہ اسکے برعکس ہے یکسنا سر سر غلط ہے جیسا کہ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ شراب کا استعمال ممنوع ہے۔ اور انجیل اسے مطعون گردانتی ہے۔ لیکن انجیل میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو شراب کو بدی ہونے کی وجہ سے برا کہے۔ یاں مدہوشی کو ترک کرنیکی بہت سی آیات انجیل میں ملینگی۔ لیکن شراب کی حرمت کے لئے ایک بھی لفظ نہیں ملتا۔ بعض اوقات انجیل کی شرابوں کو منشی اور غیر منشی جاموں میں منقسم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ موخرالذکر کی فقط اجازت ہے لیکن بڑے بڑے علما اس بودی منطق کے مؤید نہیں۔ دوسری جگہ پر اور یہ یقیناً عیسائیوں کے لئے حجت ہے۔ کہ ہم اپنے آقائے نامدار جناب مسیح ہی کی مثال کو پیش کریں۔ یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ جناب مسیح نے نہ تو کبھی شراب سے پرہیز کرنے کی تعلیم کی نہ خود اس پر عامل ہوئے۔ جو لوگ ایسے مذہب کے متلاشی ہیں۔ جو تمام قسم کے منشیات اور شراب کے استعمال سے منع کرے۔ وہ مذہب انہیں ملسکتا ہے۔ لیکن وہ مذہب عیسائیت نہیں۔ بلکہ وہ اسلام ہے"۔

اسلام میں رواداری

عیسائی مناد اسلام پر علانیہ طور پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات تھوپنے کے مشتاق ہیں۔ وہ علاوہ ان اسلام محض اپنی بھیڑوں کے گلہ کو لاعلمی کی راحت میں محفوظ رکھنے

کے لئے ہمیشہ اس جلیل القدر مذہب اسلام کی تعلیمات کو غلط بیان کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں کیونکہ لاعلمی نہ صرف ان لوگوں کی راحت و آرام کا موجب ہے۔ جو اس لاعلمی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ بلکہ اس لاعلمی سے اس چالاک فرقہ کی جیبیں سیم و زر سے پُر ہوتی ہیں جنہوں نے عوام الناس کو حقیقت اسلام سے ناآشنا رکھنا اپنا مکار پیشہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے یہ کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ اگر ہم مشن اینڈ ورلڈ آؤٹ لک مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۰ء میں اس کلمہ کفر کا اعادہ پڑھتے ہیں۔ کہ

"آیا اسلام میں رواداری کی نشوونما کی کوئی وسعت اور گنجائش ہے کیونکہ اسکی تمام تاریخ اس سختی کی ہے اور رواداری کے بہت کم تمثیلات فی زمانہا اسلام میں نظر آتے ہیں"+

لیکن یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ کس طرح ان سطور کے مصنف نے تاریخ کے فیصلہ و فتویٰ کو چیلنگ دینے کی جرأت کی ہے۔ کیا وہ تاریخ کی روشنی میں اس رواداری کی روح کو مطالعہ کرنے کیلئے تیار ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلعم نے تلقین فرمائی اور مسلمان اس پر عمل پیرا ہوئے! اگر وہ اس بات کیلئے آمادہ ہے۔ تو ہم اُسے قرآن کریم کی ذیل کی آیات کی طرف متوجہ کرتے ہیں:۔

لا اکراہ فی الدین (ترجمہ) مذہب میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ ترجمہ۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایکدوسرے (کے ہاتھ) سے نہ ہٹواتا رہتا۔ تو نصاریٰ کے صومعے اور گرجے اور (یہودیوں کے) عبادتخانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے+

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام اپنے متبعین کو کامل مذہبی رواداری کا حکم دیتا ہے جو غزوات کہ نبی کریم صلعم نے باشندگان عرب کے خلاف کئے وہ مذہبی آزادی کو اتم طور پر قائم کرنے کے لئے تھے۔ تاکہ تمام مذاہب کے مقامات مقدسہ (نصاریٰ کے صومعے اور گرجے منادر اور یہودیوں کے عباد تخانے اور مساجد) جبیرہ دستوں کے سفاکانہ ہاتھوں سے مصئون و محفوظ رہیں+

مسلم فرمانروایان کی مذہبی رواداری کے متعلق ہم صرف دو اہم ممالک یعنے ہندوستان و ہسپانیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو باوجود آٹھ سو برس تک مسلم شاہنشاہوں کے زیر نگیں رہنے کے ابتک اپنے اپنے آبائی مذہب پر قائم ہیں اور ہندوستان ابھی تک ایک ہندو اور ہسپانیہ نصرانی ملک ہے+

فارقلیط یا محمد صلعم

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی اے ۔ بی ٹی)

اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا ۔ اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے + (یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶) +

واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (ترجمہ) اور (اے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے (بنی اسرائیل سے) کہا ۔ کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں (یہ کتاب) تورات جو مجھ سے پہلے (نازل ہو چکی) ہے ۔ (میں) اسکی تصدیق کرتا اور (ایک اور) پیغمبر کی (تم کو) خوشخبری سُناتا (ہوں) جو میرے بعد آئیں گے (اور) ان کا نام ہوگا **احمد** سورۃ الصف آیت ۶ ۔

اخبار مسلم ورلڈ کے اپریل ۱۹۲۰ء کے پرچہ میں ایک مضمون عنوان بالا کے نیچے نکلا ہے ۔ جس کا لکھنے والا کوئی مسٹر ایل بیون جونس ہے مضمون نگار نے ایک صاف وصریح معاملہ کو دھندلا بنانے اور اس کے متعلق شبہات پیدا کرنے کے لئے اُسی طرز کی ناکام کوشش کی ہے جیسی اس کے پہلے کئی ایک ہو چکی ہیں کلیسیا کے بڑے بڑے حامیوں اور مسیحی بہادروں کی عقلمندانہ لفاظی کے باوجود بھی حضرت محمد صلعم کی آمد کے متعلق پیشگوئی یوحنا کی انجیل باب ۱۴ آیت ۱۶ میں روزروشن کی طرح چمک رہی ہے ۔ مضمون زیر بحث سے ان مضامین کو جو اس سے پہلے اس معاملہ پر نکل چکے ہیں کوئی مدد نہیں ملسکتی ۔ حقیقت میں وہی پرانی تحریر یا اعتراض ہے جسے متعدد بار رد کیا جا چکا ہے +

یہ مضمون نگار بھی بہت ہی چالاک نظر آتا ہے اسنے بھی لفظی بحث کی آڑ میں پناہ لینے

کی کوشش کی ہے مگر اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنے کی جرات نہیں کی۔ اسکے خیال میں زیر بحث تو یہ امر ہونا چاہئے کہ آیا پیشگوئی میں اصل اور صحیح لفظ فارقلیط ہے یا پیریکلیط۔ اس نے غالب اسبات کی طرف توجہ نہیں کی کہ انجیل میں بیشمار دفعہ تحریف کی گئی ہے اور خود عیسائی مکتہ چین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ انسانی دست برد سے ہرگز خالی نہیں۔ ہماری نظر سے انجیل کی ترمیم شدہ جلدیں وقتاً فوقتاً گزرتی رہتی ہیں۔ اسلئے اگر آگمان جلدوں میں اختلاف لفظی یا معنوی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اور اس قسم کی تحریرات کبھی بھی وثوق کے ساتھ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیم خیال نہیں کی جاسکتیں۔ میرے خیال میں یہ معاملہ نہایت ہی صاف ہے۔ اور اس حلقہ کے لوگ بھی جن کے نزدیک مذہبی معاملات میں عقل سے کام لینا کفر نہیں اسے خارج از بحث سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس کے جناب مسیح کبھی بھی انگریزی یا یونانی یا لاطینی زبان میں گفتگو نہ کرتے تھے۔ وہ تو یہودیوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اور انہیں کے درمیان انہوں نے تربیت پائی۔ لہذا یہ ایک قسم کی حماقت ہوگی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ وہ ایسی زبان بولتے تھے جو ان لوگوں کی نہ تھی جنہیں انہوں نے جنم لیا اور جنکے درمیان زندگی بسر کی۔ اور جن کی اصلاح کے لئے وہ رسالت کا جامہ پہن کر تشریف لائے۔ اس امر پر آپ کے یہ الفاظ (ایلی ایلی لما سبقتنی) جو انہوں نے صلیب پر نہایت تکلیف اور عذاب کے وقت منہ سے نکالے بہت کچھ روشنی ڈالتے ہیں کسی شخص کو بھی اس سے انکار نہیں کہ یہ الفاظ عبرانی ہیں۔ اور اس امر واقعہ سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنی قوم کو اپنی مادری زبان میں تعلیم دی ہوگی لیکن بدقسمتی سے ایک بھی جلد اس انجیل کی جو جناب مسیح کے اپنے الفاظ (عبرانی) میں ہو دستیاب نہیں ہوتی +

جناب مسیح کی صحیح تعلیم پر اسی طرح کا پردہ پڑا ہوا ہے جس طرح کا آپکی اپنی ذات پر جس کے متعلق ان کے زمانہ کی تاریخ بہت کم روشنی ڈالتی ہے۔ یہ انجیلیں جو ہمارے سامنے پیش کیجاتی ہیں۔ ان حواریوں کے الفاظ بھی صحیح اور مکمل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتیں جن کی طرف وہ منسوب کیجاتی ہیں۔ اور جن الفاظ کے وہ خود ہی ذمہ وار ہیں۔ چہ جائیکہ وہ جناب مسیح کے اپنے الفاظ دکھائیں۔ کیونکہ انکی زبان تو عبرانی تھی +



Mr. Charles (Salman) Schleich.

اس قسم کے مہمل اور کمزور امر پر کُلیتہً بھروسہ کر لینا جیسا کہ مضمون نگار نے کیا ہے۔ اور اسی پر فیصلہ کا انحصار کرنا محض اس ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے جو تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ مگر میں اس جگہ برفع مغالطہ کے لئے یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلام اسی امر زیر بحث پر بھی کامیابی کے ساتھ نامہ نگار کی تردید کر سکتا ہے جیسا کہ میں بعد میں بتلاؤنگا میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اور بھی کئی ایک وزنی دلائل موجود ہیں جن کا تعلق براہ راست امر زیر بحث سے ہے اور وہ یقینی اور قطعی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس لئے انہیں اس بحث میں نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً اس آنیوالے موعود کا مشن یعنے کام اور اس کے خصائل وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو امر متنازعہ فیہ کے فیصلہ کرنے میں بہت حد تک امداد دے سکتی ہیں لیکن اس پہلو پر نامہ نگار نے بڑی دانائی سے سرسری نظر ڈالی ہے۔ اور اسے ایک خفیف سا معاملہ سمجھا ہے +

یوحنا کی انجیل کے یونانی ترجمہ میں سے ایک ورق نامہ نگار مذکور نے پیش کیا ہے جو کہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہؤا۔ اس سے وہ بتلانا چاہتا ہے۔ کہ لفظ زیر بحث پا ریکلیطاس ہے جس کے معنے تسلی دہندہ ہے نہ کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق پیر یکلیوطاس ہے جس کے معنے ستودہ یا شاندار ہے۔ اس پر اس نے بہت شور مچایا ہے۔ اور اس خیال سے وہ بیحد خوشی منا رہا ہے اور یقین رکھتا ہے۔ کہ یہ امر اس کے مخالف کو حیران کر کے اس کے دعوے کو پاش پاش کر دیگا لیکن میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے ذہن کو نامعتصبات دیکھکر فیصلہ جات سے خالی کر کے امر زیر بحث کو استدلال کی میزان میں ملاحظہ سے اس وقت تک جتنی تحریرات اس پیشگوئی کے متعلق دستیاب ہوئی ہیں۔ انمیں اس لفظ کو دو ہی طرح لکھا ہؤا دیکھا گیا ہے۔ ایک پارقلیط جو یوحنا کی انجیل بزبان یونانی میں پایا جاتا ہے اور دوسرا پیریکلیوط جو برناباس کی انجیل میں ملتا ہے جس کے معنے ستودہ کیا گیا یعنے مسلمانوں کے نزدیک

محمد

کیونکہ عربی لغت میں محمد کے معنے ہی بہت تعریف کیا گیا ہے۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہیں بتلائی جاتی۔ کہ کیوں ایک لفظ کو رد کر کے دوسرے کو صحیح سمجھا جائے۔ صرف اسلئے کہ وہ

بقول ایک عیسائی صاحب کے صحیح نہیں تحریف شدہ ہے۔ کیونکہ اس لفظ کے سیاق و سباق سے اسلامی بُو آتی ہے۔ اور یہی صاحب لکھتا ہے کہ اس لفظ کا لکھنے والا ضرور کوئی مرتد عیسائی ہوگا۔ بعض عیسائی تو اس لفظ کے متعلق خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ کسی مسلمان کی چالاکی کا نتیجہ ہے سیل صاحب اپنے قرآن مجید کے ترجمہ کے دیباچہ میں لفظ پیریکلیوط کے برنباس کی انجیل میں ہونے کا صاف طور پر ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ ایک پادری نے پوپ سنجم کے کتبخانہ میں اس انجیل کو پڑھا۔ اور محمد صلعم کی بعثت کے متعلق اس طرح پیشگوئی کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کرتا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا اس انجیل میں داخل ہونا کسی مسلمان کی کارستانی کا نتیجہ ہے۔ یہ خیال اسمیں کوئی شک نہیں دل کی تسلی کے لئے بہت حد تک درست ہے لیکن واقعات اسکی تصدیق کیلئے نہیں ملتے۔ یہ انجیل ایک لارڈ پادری کے کتب خانہ میں بطور متبرک دیگر چار انجیلوں کے پہلو بہ پہلو رکھی ہوئی ہے۔ اگر برنباس کی انجیل میں تحریف ہوتی جیسا کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے تو اسے ایسے مقدس کتب خانہ میں جگہ نہ ملتی۔ اس قسم کی کتاب کا تو فوراً نمائب کر دینا ہی بہتر تھا۔ بلکہ پوپ صاحب کی غرض یہ تھا۔ کہ وہ خود ہی سب سے پہلے اس انجیل کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دیتے۔ تاکہ بہت سے روحوں کو شرارت اور ناپاکی سے نجات ملجاتی۔ لیکن باوجود اس کے نہایت حفاظت سے اس کتاب کو رکھا جاتا ہے۔ اور وہ پادری جو اس کی تلاش میں تھا اسے بڑی مشکل اور دقت کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُسے جناب مسیح کا صحیح کلام تسلیم کرتا ہے۔ اور پھر پیریکلیوط یعنے محمد (صلعم) کا نام وہاں پاکر اسلام قبول کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی دلیل ہے جو آسانی سے رد نہیں کیجا سکتی۔ کسی امر کے متعلق بیان کر دینا ایک بات ہے لیکن اسے پایۂ ثبوت تک پہنچانا ایک علیحدہ امر ہے۔ خالی دعوی بلا دلیل بالکل ہیچ ہے چاہئے تھا کہ واقعات ایسے پیش کئے جاتے۔ جن سے معلوم ہوتا۔ کہ یوحنا یا دیگر حواریوں کی اناجیل کے مقابلہ میں برنباس کی انجیل زیادہ تر غیر معتبر ہے۔ لیکن کسی خود غرض پادری کی اپنی خواہش کوئی حقیقت نہیں رکھ سکتی۔

یہ انجیل کا ورق جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے بہت پُرانا بتلایا جاتا ہے لیکن کسی چیز کا پرانا ہونا اسکی صداقت اور صحت کی کوئی دلیل یا ضمانت نہیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان چار انجیلوں میں بھی باوجود ان کے پرانا ہونے کے غلطیاں پائی گئی ہیں۔ اور اسی لئے انہیں وقتاً فوقتاً ترمیم کیا گیا ہے۔ اور اگر دیرینہ پن ہی ایک وزنی امر ہے تو یہ ثابت کیا جانا چاہئے کہ برنباس کی انجیل بمقابلہ دیگر اناجیل کے بہت پرانی نہیں لیکن حیلہ سازی بھی ایک ہنر ہے۔ اعتراض سے بچنے کیلئے ایک نئی طرز اختیار کی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ برنباس کی لاطینی انجیل کو مبصروں اور ماہروں نے پڑھا ہے۔ اور وہ اس تحقیقات پر پہنچے ہیں۔ کہ فارقلیط کا ذکر اسمیں اسقدر مہمل طور پر ہے کہ اسکی طرف توجہ دینا ہی ایک فضول امر ہے۔ یہ ایک ردی دلیل ہے۔ اور اس قسم کے دلائل کی آڑ میں شکستہ پائی کی حالت میں پناہ لیجاتی ہے لیکن اب اس کا وقت بھی گذر گیا ہے۔ کیونکہ اس امر کے متعلق صدہا سال سے بحث ہو رہی ہے۔ اور اس لاطینی ترجمہ کی طرف کبھی بھی توجہ نہیں کی گئی۔ اور نہ اس کا تذکرہ بحثوں میں اس غرض کے لئے آیا ہے کہ دیکھیں کہ آیا لفظاً پیریکلیوط کا اسمیں کہیں ذکر بھی ہے یا نہیں۔ یا د رہے صاحبان کی مثال تو اس طالبعلم کی سی ہے جو تمام رات زلیخا کا قصہ پڑھتا رہا۔ اور ختم کرنے کے بعد بڑی دلچسپی سے اپنے استاد سے استفسار کرتا ہے کہ آیا زلیخا مرد تھی یا عورت۔ اسمعاملہ زیر بحث پر کئی صدیوں سے نہایت سرگرمی اور جوش کے ساتھ قلم اُٹھایا جا رہا ہے لیکن تعجب ہے کہ اب بیسویں صدی کے ماہرین نے میدان میں آکر دُنیا کو حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کیا ہے۔ کہ وہ معاملہ جس پر اسقدر وقت اور محنت صرف کی گئی تھی بالکل لغو اور ہیچ تھا۔ مگر دُنیا کو زُود اعتقادی کے زمانہ میں سے گذرے ہوئے اب مُدت ہو چکی ہے ہمیں تامل ہے کہ ان ماہرین کے فتووں پر کوئی بھی آنکھ بند کئے ایمان نہ لائیگا۔ اور اسکے لئے ہمارے پاس دلائل بھی ہیں۔ ہم ان لوگوں کی اُس قابلیت و مہارت کی جو انہیں علوم آثار قدیمہ کی تحقیقات میں ہے عزت کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مذہبی اُمور

بمقابلہ مادی اغراض کے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ اگر موصل کی سرزمین میں تیل کی کانوں کو حاصل کرنے کی حرص و آز بڑے بڑے ذمہ وار اشخاص پر اسقدر غالب آسکتی ہے کہ وہ دیانت وامانت کو خیرباد کہہ سکتے ہیں تو مذہبی حرص کو پورا کرنے کے لئے اس قسم کے لوگ کیا کچھ نہیں کرسکتے۔ وہ خطرناک سے خطرناک طریقہ اختیار کرسکتے ہیں۔ لہٰذا اس معاملہ کو صاف کرنے کے لئے ہمارے پاس اور قسم کے دلائل بھی ہونے چاہئیں +

برنباس کی انجیل کا مستند اور صحیح ہونا جہانتک کہ معاملہ زیرغور کا تعلق ہے۔ صاف وصریح امر ہے گو اُسے محرف اور غلط ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور بھی لگا یا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک یہ انجیل اسی حالت میں رہی ہے۔ اور رسول عربی صلعم کے مبعوث ہونے کے بارے میں یہ بھی ایک روز روشن کی طرح صاف اور بیّن شہادت ہے۔ بہت سے پاک دل اور خداترس عیسائیوں نے جب اس کا پتہ انہیں ملا تو اسلام کی برکات میں سے حصہ لیا۔ مگر اس قسم کے صریح معاملہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا تعصب کے سوا اور کچھ ظاہر نہیں کرتا۔ اور اگر بعض عیسائی صاحبان نے لفظ پیریکلیوط کو غیر مترجمہ ہی قرار دینے کی ٹھان رکھی ہے تو ہم پھر بڑے ادب سے ان پر ظاہر کردیں گے۔ کہ فارقلیط جو ان کے نزدیک بالکل صحیح اور بے ضرر لفظ ہے حضرت محمد صلعم پر ہی عاید ہوتا ہے۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ جناب مسیح یہودی النسل تھے۔ یہودیوں ہی میں انہوں نے زندگی بسر کی۔ اور انہیں کو اپنی تعلیم دی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عبرانی ہی میں جو اس قوم کی زبان تھی انہوں نے تعلیم دی ہوگی۔ ان کے خاص اور پیارے حواری سیدھے سادے ماہی گیر تھے جو غیر زبانوں میں مہارت نہ رکھتے تھے۔ اور آپ کا مشن بھی فقط یہودی قوم کی اصلاح کے متعلق ہی تھا۔ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں سے سرقہ کرنے کا الزام بھی لگایا۔ کیونکہ وہ اکثر یہودیوں کی پرانی تحریروں کے حوالے دیا کرتے تھے + پس ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنی قوم کو انہیں کی زبان یعنے عبرانی میں تعلیم دی۔ لہٰذا لفظ

فارقلیط یقیناً عبرانی ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ اس لفظ کا استعمال بطور اسم معرفہ کے ہوا ہے۔ جو اس شخص کا نام ظاہر کرتا ہے۔ جس کی آمد کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ جیسا کہ ہم بعد میں ثابت کریں گے۔ یہ کہنا بالکل خلاف عقل ہے کہ جو اسم جناب مسیح نے عبرانی میں بولا تھا اس کی بجائے اس کے ہم معنے یونانی لفظ رکھ دیا گیا جسے ہم انجیل میں پڑھتے ہیں۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں یونانی ترجمہ میں بھی وہی عبرانی لفظ نہ رکھا گیا ہو۔ البتہ یونانی طرز تقریر و لب و لہجہ کی وجہ سے ضروری ہے۔ کہ اسکی شکل میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا ہو۔ پس یہ دلیل بالکل غیر متعلق ہے کہ چونکہ یونانی زبان میں لفظ فارقلیط کے معنے تسلی دہندہ یا اسی کے مترادف ہیں۔ اسلئے محمدؐ یا احمدؐ سے جو رسول عربی صلعم کے دو نام ہیں اس لفظ کا کوئی تعلق نہیں۔ اِس لفظ کے یونانی معنے لینا صریح طور پر غلط راہ اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ یونانی میں اس لفظ کو اسکی موجودہ صورت میں رکھنا اسکے معنے کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ یونانی طرز کلام اور لب و لہجہ کی وجہ سے۔ لہٰذا عبرانی میں اس لفظ کا ماخذ تلاش کرنے کے لئے یہی امر بطور اصول ہمارے سامنے رہنا چاہیئے

عبرانی زبان بدقسمتی سے مُردہ ہو چکی ہے۔ اور وہ نامکمّل بھی ہے۔ اسلئے اِس لفظ کی سُراغ رسانی کے لئے اسکی زندہ قائمقام یعنی عربی کی طرف ہمیں رُخ کرنا پڑتا ہے۔ تمام زباندانوں کا جو صرف و نحو میں کامل مہارت رکھتے ہیں اس پر اتفاق ہے کہ ان تمام زبانوں میں سے جن کا ماخذ سامی زبان ہے صرف عربی ہی ایسی ہے جو دیگر اپنی ہمجنس بولیوں کے متعلق کسی مشکوک امر پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ علاوہ بریں عربی میں ایک خاص وصف ہے یعنے ہر ایک لفظ کے مصدر میں اسکی وجہ تسمیہ موجود ہے۔ یونانی لفظ پیریکلیوط کے عین مطابق عربی میں ایک لفظ فارقلیط ہے جو کہ بالکل اس کے مشابہ ہے اسلئے ہمیں دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ آیا اصل یونانی لفظ فارقلیط ہی تو نہیں۔ کیونکہ ہمیں اکثر الفاظ ایسے ملتے ہیں جو ان دونو زبانوں میں جنکی ماں ایک ہی ہے مشترک ہیں۔ اس لفظ کے اشتقاقی یا مصدری معنے نیز موعودہ آنیوالا کے خصائل اور کام یہ سب نہایت

ہی توہی دلائل ہیں اور ہماری تحریر کی تصدیق کرتے ہیں +
فارقلیط دو لفظوں سے مرکب ہے - فارق اور لیط - فارق کے معنے کسی چیز کو علیحدہ کرنے والا اور لیط کے معنے شیطان یا دروغ ہے - اسلئے فارقلیط اس شخص کا نام ہے - جو دروغ کو الگ کر دیتا ہے - پیشگوئی کے الفاظ میں فارقلیط سے مراد روح حق ہے - اور بات صحیح بھی یہی ہے کہ روح حق کے بغیر کوئی بھی دروغ و کذب کو جدا نہیں کرسکتا - پس فارقلیط اور روح حق دونوں مترادف و ہم معنی ہیں اور پیریکلیوط بھی فارقلیط ہی کی دوسری شکل ہے - اس کے معنے یونانی میں تسلی دینے والا نہیں ہوسکتے - بلکہ اس کے وہی معنے ہونے چاہئیں جو اس کے اصل ماخذ کے ہیں یعنے وہ شخص جو صدق اور کذب کے درمیان فرق و تمیز کرتا ہے +
اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا اپنے اصلی اور مصدری معنوں میں اس لفظ کا اطلاق رسول عربی صلعم پر ہوسکتا ہے - جس طرح یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں پارکلیط کی آمد کی پیشگوئی ہے - اسیطرح ہم قرآن مجید کی سورہ ۶۱ آیت ۶ میں دیکھتے ہیں - کہ جناب مسیح نے احمدؐ کے آنے کی پیشگوئی کی ہے - اسلئے ہمیں فارقلیط اور احمدان دونوں اسماء کا مقابلہ کر کے تحقیق کرنا چاہئیے کہ آیا ان دونوں سے مراد ایک ہی شخص تو نہیں - فارقلیط کے معنے تو اوپر بتلائے گئے ہیں - یعنے وہ شخص جو صدق و کذب کے درمیان تمیز و فرق کرتا ہے - اور لفظ احمد کا اصل حمد ہے یعنے وہ شخص جو نیک صفات کی بکثرت تعریف کرتا ہے - رسول کریم صلعم کا اسوقت ظہور ہوا جبکہ عرب میں بُت پرستی اپنے معراج کو پہنچ چکی تھی - تمام ملک میں جھوٹے خدا اور دیوتے قائم کئے گئے تھے - اور تقریباً تمام دُنیا میں غلط صفات اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب کیجا چکی تھیں - مثلاً اس کا بیٹا ہونا یا تین خدا کا ہونا - اس مقدس رسول صلعم کا مطمح نظر اور آپ کا مدعا خدا کی وحدت کو قائم کرنا اور اُسے تمام صفات قبیحہ سے جو مختلف قوموں نے اس کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھیں پاک کرنا تھا - لہٰذا آپ نے اپنی تمام توجہ خدا کی اصل صفات کو قائم کرنے اور جھوٹے صفات کو رد کرنے کیطرف لگادی - اور یہی

معنے احمدؐ کے ہیں۔ وہ خدا کی سچی اور جھوٹی صفات کو ایکدوسرے سے الگ کر کے بتلاتا ہے وہی رُوح حق ہے۔ جس کے ظہور سے جھوٹ غائب ہوا پس احمد کے وہی معنے ہیں جو فارقلیط کے ہیں۔ اور قرآن شریف نے بھی بالکل صحیح طور پر یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ کی طرف اشارہ کیا ہے جسمیں اس رسول کے آنے کی پیشگوئی ہے جو سچ کو جھوٹھ سے الگ کر دیگا۔ یعنے فارقلیط یا احمد +

جو کچھ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ وہ تمام لفظی بحث کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے خواہ لفظ فارقلیط ہو یا پیریکلیوط۔ مگر جو پیشگوئی یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں اور قرآن مجید کی سورہ ۶۱ آیت ۶ میں ہے وہ ایک ہی شخص کی آمد کے متعلق ہے جس کے حسن اتفاق سے دو نام احمدؐ و محمدؐ ہیں لیکن جن کے ایک ہی معنے ہیں جیسا کہ اوپر بحث ہو گئی ہے۔ اب ہم اس سوال کے اس پہلو پر نظر ڈالتے ہیں جو غالبًا اہم تر ہے۔ انجیل میں رسول موعود کی تمیز کے لئے بیشمار نشانات بتلائے گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا قرآن کا احمدؐ یا محمدؐ وہی نشانات و صفات اپنے اندر رکھتا ہے +

اگر انجیل مُقدس اور قرآن مجید کو پڑھا جائے تو موعُود رسُول کا حلیہ دونوں میں صاف طور پر یکساں ہی پایا جائیگا۔ انجیل میں بار بار پارکلیط سے روح حق ہی مراد لیا گیا ہے۔ آخرالذکر الفاظ نہایت ہی معنی خیز ہیں۔ اور پارکلیط ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی لکھنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ پارکلیط اور رُوح القدس کسی طرح سے اور کسی رنگ میں بھی ایک خیال نہیں کئے جا سکتے۔ کیونکہ انجیل میں کسی جگہ بھی رُوح القدس کو رُوح حق کر کے نہیں لکھا گیا۔ علاوہ ازیں جناب مسیح اپنی نسبت کہتے ہیں۔ کہ میں بھی ایک پارکلیط وہ بھی ایک پارکلیط تھے۔ اور دوسرا پارکل فان کا مصداق ہوگا۔ اور قرآن شریف نے جو تصو طرح کی ہے۔ اسمیں رسُول پاک کی آمد کے متعلق یوں لکھا (کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا) اس سے عیاں ہے کہ رسا

حق کے پہلے ال کا لگایا جانا اُسے تخصیص کرتا ہے۔ اور اس وعدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خدا نے جناب مسیح کے ذریعہ دیا ؛

یہ ایک نہایت ہی لچر و بیہودہ اعتراض ہے کہ رسول کریم صلعم روح نہ تھے بلکہ انسان تھے۔ ذرہ انجیل کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اسمیں لفظ رُوح نہایت ہی وسیع اور مختلف معنے رکھتا ہے متی باب ۲۶ آیت ۴۱ میں لکھا ہے کہ رُوح تو مستعد پر جسم سست ہے یہاں سے مُراد انسان کا رُوحانی حصّہ ہے۔ پھر قرآن شریف اور انجیل میں بھی اس کے معنے خدا کے لئے گئے ہیں۔ جو صادقوں اور راستبازوں پر نازل ہوتی ہے۔ پھر یوحنا باب ۳ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ جو روح سے پیدا ہؤا ہے۔ رُوح ہے" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کے معنے پاک انسان ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ رُوح سے کبھی بھی انسان مراد نہیں لیا جاتا بالکل لغو ہے۔ کیونکہ لوقا باب ۳ آیت ۲۲ کے الفاظ "جسم کی صورت میں کبوتر کی طرح" اور باب ۲ آیت ۳ کے الفاظ "جدی جُدی آگ کی سی زبانیں" سے ظاہر ہے۔ کہ خود رُوح القدس نے ظاہری یعنی جسمانی صورت اختیار کی۔ اگر رُوح القدس فاختہ کی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور اگر مثلثی خدا کا دوسرا جزو یعنے بیٹا انسانی لباس میں آسکتا ہے تو رسول عربی صلعم کو اگر استعارۃً روح کہا جائے تو ہمیں کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ البتّہ فارقلیط کے بارے میں انجیل کے یہ الفاظ کہ اُسے دنیا دیکھتی نہیں۔ اور نہ اُسے جانتی ہے عیسائیوں کو اس نتیجہ کی طرف لیجاتے ہیں کہ وہ انسان نہ ہوگا۔ بلکہ ایک رُوح جسے آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ لیکن یہ دلیل بھی بہت کمزور ہے۔ کیونکہ اسی انجیل میں اسی قسم کے معاملات کے متعلق لکھا ہے کہ "وُے دیکھتے ہُوئے نہیں دیکھتے" (متی باب ۱۳ آیت ۱۳) "کہ وُے دیکھتے ہُوئے نہ دیکھیں" (لوقا باب ۸ آیت ۱۰) ان الفاظ سے ایک اور دلیل امر کی تائید میں ملتی ہے کہ فارقلیط رسُول عربی صلعم ہی ہیں۔ اور ان کی نسبت قرآن کریم مختلف الفاظ لکھے ہیں۔ وتراهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون تو جبہ خدا کی اصرکو ایسے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ گویا وہ تیری طرف [illegible]

ہیں۔ حالانکہ وہ دیکھنے (بھالنے خاک بھی نہیں) +

انجیل میں موعودہ پارکلیط کا ایک اور وصف بھی بتلایا گیا ہے جو کہ عیسائیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوا ہے۔ لکھا ہے کہ وہ (فارقلیط) ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا اس سے یہ غلط خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ یعنے پارقلیط غیر فانی ہوگا۔ لہٰذا وہ رُوح ہے۔ اور انسان نہیں لیکن اِس قسم کا خیال رکھنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ انجیل سے بھی ناواقف ہیں۔ اسبارے میں خود جناب مسیح کے اپنے الفاظ اس غلط خیال کی تردید کیلئے کافی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ وہ (باپ) تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دیگا۔ تاکہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط ایسے طریق سے ہمیشہ رہیگا جس طریق سے خود جناب مسیح نہیں رہ سکے۔ یعنے اسکے ہمیشہ رہنے سے رُوحانی زندگی ہی مراد نہیں۔ کیونکہ اس نکتہ خیال سے تو جناب مسیح بھی خدا کے ساتھ شریک ہیں۔ اور جہاں تک کہ روح کا بلا لحاظ جسم تعلق ہے وہ خود اپنے لئے ہمیشہ کی زندگی کے دعویدار ہیں جیساکہ ان کے اس کلام سے پایا جاتا ہے کہ اگر انسان مجھ سے محبت کرے۔ اور میرے الفاظ کو پورا کرے۔ تو میرا باپ اس سے محبت کریگا۔ اور ہم دونوں اس کے پاس آئیں گے۔ اور اس کے ساتھ رہینگے لیکن فارقلیط کا غیرفانی ہونا ان اُوپر کے الفاظ سے اِن معنوں میں پایا نہیں جاتا جنمیں جناب مسیح نے ظاہر کیا ہے۔ اس کا ہمیشہ زندہ رہنا رُوحانی معنوں میں نہیں۔ لہٰذا یہ استدلال کہ روح القدس غیرفانی ہے۔ اسلئے اسی کا نام فارقلیط بالکل بیہودہ ہے +

اصل بات تو یہ ہے کہ جب جناب مسیح نے اپنی زندگی کے بعد فارقلیط کی زندگی کے دور کا ذکر کیا تو اس سے انکی مراد اس زندگی سے تھی جو ان دونوں مقدس انسانوں کی تعلیم اور ان کے خلق اللہ پر رُوحانی اثر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی کوئی پیغمبر مبعوث ہوا ہے تو اسے دو قسم کے ہتھیار دئیے گئے ہیں۔ ایک تو ضابطہ قوانین جن پر لوگوں کو چلایا جاتا ہے۔ اور دوسرا ذاتی مقناطیسی رُوحانی کشش جس کا نہایت عمدہ اور خوشگوار اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان سے ملتے جلتے ہیں

ان دونوں باتوں کے لحاظ سے جناب مسیح کی زندگی کا تو خاتمہ ہو چکا ہے لیکن بالمقابل ان کے رسول عربی صلعم اس وقت تک زندہ ہیں اور ابدالآباد تک زندہ رہیں گے جناب مسیح دُنیا میں چند ایک قوانین دے کر آئے۔ اور انہیں رُوحانی طاقت بھی عطا کی گئی تھی۔ اور انہوں نے ان کے ذریعہ اپنی قوم میں ایک خاص وقت کے لئے بہت کچھ اصلاح بھی کی۔ لیکن وہ قوانین جو اس زمانہ کے لوگوں کی حالت کے مطابق تھی۔ انسانی سوسائٹی کے ترقی اور تربیت پا جانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ عملاً منسُوخ ہو گئے۔ اور وہ رُوحانی طاقت جو قدیم زمانہ میں معجزنما تھی بے اثر ہو کر غائب ہو گئی۔ لہٰذا اک دوسرے فارقلیط کی ضرورت محسُوس ہوئی۔ جو ایک ایسا مکمل قانون لائے۔ جو کسی خاص قوم یا مُلک تک محدُود نہ ہو بلکہ تمام بنی نوع اس پر کاربند ہو سکے۔ اس دوسرے فارقلیط کی آمد کے وقت لوگوں نے اس درجہ تک ترقی کر رکھی تھی۔ کہ وہ اس تعلیم کو قبول کر سکتے تھے۔ جیسے جناب مسیح کے زمانہ کے یہودی سمجھ نہ سکے۔ یسوع مسیح ان لوگوں کی ناقابلیت کو دیکھ کر جن سے انکو سابقہ پڑا تھا خود نہایت صاف الفاظ میں اپنی تعلیم کی خامی کو تسلیم کرتے ہیں یہ کہکر کہ میں نے ابھی بہت باتیں تمہیں بتلانی ہیں لیکن تم ہیں اس وقت انکی برداشت نہیں۔ رسول عربی صلعم کی بعثت کے وقت بہت حد تک قومیت کی تمام بندشیں اور قیوُد ٹُوٹ چکی تھیں۔ اور انسانی نسل ایک مشترکہ باپ یعنے خدا کا ایک بڑا بھاری قبیلہ بن رہی تھی۔ اسلئے یسوع مسیح کے موتی جو یہودیوں ہی کے لئے تھے۔ اس نئی حالت کی ضروریات پُورا کرنے میں قاصر رہے۔ اور جناب مسیح کے اُدھورے ضابطہ کی جگہ ایک مکمل قانون کی تمام انسانوں کی رہنمائی کیلئے ضرورت پڑی پس حضرت محمد صلعم کو اس ضرورت کے پُورا کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ ترجمہ۔ آج ہم نے تمہارا مذہب کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے مذہب پسند کیا۔ پھر دوسری جگہ اس قانون اور اسکے برکات کے برابر ہمیشہ کیلئے جاری رہنے کا بڑے پُرزور الفاظ میں یُوں ذکر دیا گیا۔ کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (ترجمہ) ہم نے تجھے دُنیا جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اس لحاظ سے

جناب مسیح نے الحقیقت ابدالآباد تک قائم نہیں رہ سکتے۔ اسلئے ایک دوسرا فارقلیط رسُول عربی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جو کہ ہمیشہ کے لئے ایک چشمۂ برکات ہے۔ کوہ فاران کی کی چوٹی پر سے اس روحانی آفتاب کو طلوع ہُوئے قریباً چودہ سو سال گزر گئے ہیں لیکن اسکی شعاعیں تاحال اسی طرح برابر روشن ہیں۔ وہ ایک دائمی تازہ چشمہ ہے جس سے ہمیشہ فیض جاری ہے۔ اسلامی تاریخ ان رُوحانی پہلوانوں کے روشن حالات سے پُر ہے جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں میں پیدا ہُوئے۔ اور انہوں نے سوسائٹی کو مضبوط کیا۔ اور راستی اور تقویٰ کی حمایت کی۔ چنانچہ رسولکریمؐ کی ایک حدیث اسی کے متعلق یُوں ہے کہ مسلمانوں کیلئے ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ ایک شخص بھیجیگا۔ جو ان کا ایمان تازہ کیا کریگا۔ یہ پیشگوئی حرف بحرف سچی نکلی ہے۔ اور ایک بھی صدی ایسی نہیں گذری جسمیں خلق اللہ کو جگانیوالا شخص پیدا نہ ہؤا ہو۔ الغرض جناب مسیح نے انہیں معنوں میں کہا کہ فارقلیط ہمیشہ زندہ رہیگا۔ لیکن میں نہیں رہونگا۔ یوحنا کی انجیل میں اس فارقلیط کا ایک اور وصف بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنے یہ کہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا۔ بلکہ جو وہ سُنیگا وہی بتلائیگا۔ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔ انہیں کھینچ تان کر رُوح القدس کی طرف نہیں لیجا سکتے۔ کیونکہ وہ خود تثلیث کا تیسرا جزو ہونے کی وجہ سے کم از کم ایک تہائی خدائی کا حصہ دار ہے لہذا یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اپنی اصلی حالت سے گر کر دوسرے سے باتیں سُن کر آگے پہنچائے۔ بلکہ وہ تو خود اَوروں کے پاس کلام بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ دیگر انسانوں تک پہنچائیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط سے مُراد ایسا انسان ہے جسے الہام ہو۔ اور جو خلق اللہ تک وہی پہنچائے۔ جو وحی اُس کے پاس لائے۔ بالفاظ دیگر وہ جو کچھ خدا سے سُنے وہی بولے۔ لیکن رُوح القدس تو خدا کا ایک جُزو لاینفک ہے۔ اور علاوہ بریں اسکی تقریروں کا مجموعہ بھی ہم تک نہیں پہنچا پس ضروری ہے کہ فارقلیط وہی شخص ہو جو خدا سے ہمکلام ہو کر اسکی منشا لوگوں تک پہنچائے۔ یوحنا کی انجیل میں جس فارقلیط کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کا مصداق صرف ایک ہی شخص ہو سکتا ہے۔ اور اسکی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے +

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

ترجمہ۔ اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ) یہ (قرآن جو پڑھ کر سناتے ہیں) وحی (آسمانی) ہے جو ان پر نازل ہوئی یعنے جو کچھ خدا آسے کہتا ہے وہ وہی کہتا ہے یہ وصف صرف رسول عربی ہی میں پایا جاتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ آپ سے پہلے بھی پیغمبر خدا سے ہمکلام ہو کر لوگوں کو وعظ کرتے رہے۔ لیکن بعض اوقات وہ روح القدس کے القا کے بغیر بھی بولا کرتے تھے لیکن رسول کریم سے ایک لمحہ بھر بھی روح القدس جدا نہ رہتا تھا۔ اسلئے وہ ایک لفظ بھی خدا کی مرضی کے خلاف اپنی طرف سے نہ کہتے تھے۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک گروہ میں ایک بھی ایسا نہیں جسے یہ دعویٰ ہو کہ وہ سب باتیں خدا ہی سے سُن کر کہتا ہے سواء رسول عربی کے جس کے متعلق قرآن کریم کی تصدیق ہے لہٰذا وہی پارکلیط موعود ہیں +

اسی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ فارقلیط میری تصدیق کریگا۔ لیکن کسی رُوح کا جناب مسیح کی تصدیق کے لئے بطور گواہ پیش ہونا سراسر ایک لغو بات ہے۔ ایسی شہادت انسانی ہی ہو سکتی ہے۔ روح القدس تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے۔ کہ وہ انسانوں کے دلوں میں کوئی خاص خیال پیدا کر دے لیکن تصدیق کرنا امر دیگر ہے۔ اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ روح القدس نے انسانوں میں ہو کر مسیح کی تصدیق کی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس نے جناب مسیح کو ان تمام الزامات سے پاک ثابت کر دیا۔ جو ان پر لگائے جاتے ہیں۔ یہودی تو ان پر لعنتیں بھیجتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ چونکہ انہوں نے صلیب پر جان دی۔ لہٰذا وہ لعنتی موت مرے۔ اور وہ اُن پر خدا کا بیٹا بننے کا بھی الزام لگاتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں نے روح القدس سے الہام پا کر اس الزام کو رد کیا۔ نہیں بلکہ برعکس اس کے انہوں نے جناب مسیح کا صلیب پر مرنا تسلیم کر کے یہودیوں کی مکروہ تجاویز وارادوں میں مدد دی لیکن رسول عربی صلعم ہی نے انجیل کی اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ آپ ہی نے بڑے زور و شور سے خداوند کے کلام کے ان الفاظ کا چرچا کیا۔ کہ ومطهرك من الذين كفروا (ترجمہ) کافروں

(کی صحبت کی گندگی) سے تم کو پاک کریں گے + ان الزامات کو دُور کرنے میں رسول اکرمؐ کس حد تک کامیاب ہوئے - یہ اسبات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان جناب مسیح کو اللہ تعالیٰ کا راستباز اور صادق بندہ اور رسول خیال کرتا ہے - جس پر عقیدہ رکھنا بھی اس کے ایمان کا ایک جزو ہے - جناب مسیح کی تصویر بُرے الفاظ میں اگر یہودیوں نے اپنی عداوت اور بغض کی وجہ سے کھینچی ہو تو عیسائیوں نے بھی حد سے زیادہ محبت اور شوق کے جنون میں اس تصویر کو کم بھیانک نہیں بنایا - مگر رسول کریمؐ نے ان کے پیغمبر ہونے کی شہادت دی - اور بتلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے پیارے تھے - اور آپؐ نے اس گند کو جو نصرانیوں اور یہودیوں کے افراط و تفریط سے جناب مسیح کے چاروں طرف جمع ہو گیا تھا صاف کر دیا - اور اس طرح آپؐ کے ذریعہ جناب مسیح کے الفاظ - کہ وہ میری تصدیق کریگا - پُورے ہوئے +

الغرض اس پیشگوئی کے لفظ فارقلیط یا پیریکلیوط کا صحیح مصداق رسول عربی (صلعم) ہی ہیں - اول الذکر کے معنے احمد اور آخر الذکر کے محمد ہیں + فارقلیط کے اوصاف جو کہ یوحنا کی انجیل میں دیئے گئے ہیں سب کے سب رسولکریم صلعم میں پائے جاتے ہیں - آپؐ صدق و کذب میں تمیز کرنے کے لئے تشریف لائے - اسلئے وہ سچائی آپؐ نے ایک مکمل و جامع ضابطہ قوانین لاکر جناب مسیح کی اُس پیشگوئی کو پورا کیا جسمیں لکھا ہے - کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں - کہ میں تمہیں کہوں - پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے - لیکن جب وہ یعنے روح حق آوے - تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ - ۱۳)

رُوح القدس آپؐ سے کبھی بھی جدا نہ ہوتا تھا - اسلئے آپؐ اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تھے - جو کچھ خدا آپؐ کو بتلاتا تھا - وہ لوگوں تک پہنچا دیا کرتے تھے - صرف آپؐ ہی نے جناب مسیح کے خلاف جھوٹے الزامات کی تردید کی - اور آپؐ ہی ان کے مصدق ٹھیرے + کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے یوحنا کی انجیل کی پیشگوئی کی تمام شرائط کو پُورا کیا ہو سوائے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے - لہذا وہی فارقلیط کہلانے کا

حق رکھتے ہیں۔ آپ ہی کی مبارک آمد کے بارے میں جناب مسیحؑ نے پیشگوئی کی اور آپ کے اوصاف صریح طور پر ظاہر کر دئے۔ تا کہ ان کی (جناب مسیح کی) قوم آپ کو فوراً شناخت کر کے آپ سے وہ برکات حاصل کریں جو آپ کے ذریعہ خلق اللہ کو پہنچنے تھے +

اسلام اور اہل مغرب

از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم

اسلام کے متعلق مغربی لوگوں کی تصانیف سے بالعموم بعلمی اور جہالت ٹپکتی ہے۔ خواندہ اور مہذب طبقے کے لوگ بھی اسلامی امور کے بارے میں گفتگو یا تحریر میں اپنی اس عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ امر ان لوگوں کے لئے جو اہل مشرق کے رسم ورواج اور معتقدات کا علم رکھتے ہیں نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ اس سلطنت میں جو اپنے اندر بیشمار قوموں اور مختلف مذاہب رکھتی ہو یہ دیکھنا موجب حیرانی ہے۔ کہ لوگ عام طور پر رعیت کے حالات سے قریباً قریباً بالکل نا آشنا ہیں۔ اور ان کا تمام غیر عیسائی قوموں کو کافر کہہ کر یاد کرنا نہایت نامناسب اور غیر موزوں ہے۔ ان سب کے لئے جو انگریزی جھنڈے کے تلے رہتے ہیں ازبس ضروری ہے کہ وہ مذاہب جیسے اہم امور کو سمجھیں اور انہیں دیکھیں بھالیں۔ اور خلق اللہ کے بہت بڑے حصے کے معتقدات کا کسی قدر صحیح علم حاصل کریں۔ یورپ کے غیر عیسائی عناصر میں سے ایک یہودی بھی ہیں۔ اور گو ان کے عیسائی ہموطن ان کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ رواداری کا لحاظ رکھتے ہیں۔ تاہم انہیں اجنبی ہی سمجھا جاتا ہے لیکن فلسطین میں یہودیوں کی قومی ریاست قائم کرنے کی تحریک جو حال میں ہو رہی ہے میری رائے میں ان کے اور مغرب والوں میں زیادہ تر منافرت کے بنیادی پتھر کا کام دیگی۔ اس وقت تو یہودی۔ انگریزی۔ فرانسیسی جرمن وغیرہ نسل کے بھی ہیں۔ اور انکا مذہب یہودیت ہے جس ملک میں وہ بودوباش رکھتا ہے وہی کا وہ باشندہ خیال کیا جاتا ہے مگر فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام پر یہودیوں کی موجودہ صورت

میں یقیناً تبدیلی واقع ہوگی۔ وہ پھر فلسطین کے باہر ہر ملک میں اجنبی ہی قرار دیا جائیگا اور وہاں اسکی موجودگی بارِ خاطر نظر آئیگی۔ اور اُسے طنزاً یہی کہا جائیگا۔ کہ جاؤ اپنے فلسطین میں چلے جاؤ۔ یہودیوں کی موجودہ حالت اور ان کے ساتھ رواداری کی تہ میں اُن کی دولتمندی ہے۔ کاروبار میں انکی سمجھ اور ذہانت کی وجہ سے انہیں یہ بات حاصل ہے لیکن اسبات کا ڈر ہے۔ کہ مبادا یہ سب کچھ بعض ناعاقبت اندیش طبقہ کے لوگوں کی خواہشات اور تمنا کی بدولت جاتا نہ رہے مغربی الے یہودیوں کے اعتقادات کے متعلق اپنے آپ کو تکلیف میں نہیں ڈالتے۔ اور نہ اس کے مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ہاں البتہ چند ایک ایسے بھی ہیں جو انجیل کا یہودیوں میں پھیلانا آمدنی کے لحاظ سے ایک مفید کام خیال کرتے ہیں یہودی بھی دوسروں کے مذہب کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا مذہبی دُنیا میں انہیں بے ضرر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے تحمل و صبر قابل داد ہے۔ گو انہیں ہر وقت مارے جانے یا الٹ جانے کا خطرہ رہا ہے۔ تاہم مغرب میں وہ اپنے تجارتی کاروبار میں لگے ہی رہے حتّٰی کہ ان کے ہم مذہبوں نے اُسی ملک میں جہاں انکی بود و باش تھی بڑے بڑے عہدے دربار میں حاصل کر لئے گئے۔ ایک چنسلر۔ اور منسٹر اور مالی عہدہ دار بنے۔ ان پر ظلم و تعدی کا نتیجہ ان کا باہمی اتفاق ہوا۔ اور مصائب و تکالیف کے باعث انکی سمجھ اور عقل تیز ہوگئی۔ ہم میں سے بعض جو یہودیوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کے مستقبل کو خالی از خطرہ خیال نہیں کرتے۔ ممکن ہے کہ انکی اپنی حکومت قائم کرنے کی آرزو بر آنے پر وہ خطرہ سے نکل جائیں۔ یہ تو یہودیوں کی حالت ہے جو مغربی ممالک کے باشندگان کے غیر عیسائی ہم وطن ہیں۔ اور جنہوں نے ان سے عزت بھی کروائی اور ہمدردی بھی حاصل کی +

ہم اس جگہ دیگر غیر عیسائی عناصر کے متعلق قلم اٹھانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ مضمون بہت ہی لمبا ہو جائیگا۔ ہاں البتہ صرف ایک عنصر کا ذکر کریں گے۔ جو مذہب کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور دنیا کے ہر ایک حصہ میں ترقی کر رہا ہے اور مشنری ہونے کی حیثیت سے عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن ہے +

تاریخ کے ابتدائی حالت میں مصنف اور مؤرخ فرقہ پوادری ہی تھے۔ اور جہانتک

تعلیم کا تعلق ہے سوسائٹی میں انہیں لوگوں کو مہذب اور شائستہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جو ہمارے ذہن میں اس وقت موجود رہنا چاہیئے جبکہ ہم یورپ کی عیسائیت قبول کرنے کے متعلق غور کریں مسیحیت ایشیا کی طرف سے آئی اور ابتداء زمانہ میں یورپ کا اس کے پیش کرنے یا اسکی صورت بنانے میں کوئی دخل نہ تھا۔ گو اسکی شکل وصورت بعد میں کچھ کا کچھ ہی ہو گئی۔ شارلمین کا زمانہ غالباً سب کو یاد ہو گا۔ اس نے تمام ان لوگوں کو جنہوں نے عیسائیت میں داخل ہونے سے انکار کیا تہ تیغ کیا۔ اسی طرح ولدیمر دی امپیلر نے بھی باشندگان ماسکو دی کو جبراً عیسائی بنایا اس قسم کی بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے یورپ کس طرح کُل کا کُل عیسائی ہوا۔ جب تجارت کی راہیں کھلیں۔ اور لوگ سفر کرنے لگے۔ تو اہل یورپ اسلامی سلطنتوں کی تہذیب اور انکی تربیت وغیرہ کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور وہ اپنے ممالک میں کسی قدر حیران اور متردد ہو کر واپس آئے انہوں نے اسباب کو محسوس کیا۔ کہ ان میں اس مذہب کے متعلق صحیح صحیح باتیں ظاہر کرنیکی جرأت تھیں جس نے مشرق میں مسیحی کلیسیا کی خرابیوں کو جڑھ سے اکھاڑ دیا۔ لہٰذا انہوں نے ان باتوں کو جو انکی دید اور شنید میں آئی تھیں نہایت غلط پیرایہ میں بیان کیا اور ان بہر پھر یا دری مصنفوں نے اپنے مذہب کو فائدہ پہنچانے کے لئے کام لیا۔ بعد ازاں صلیبی جنگونکی وجہ سے تمام دُنیا یورپ دلیانہ وار کافروں کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی لیکن عوام کالانعام کو جنہیں سے کچھ تو جنگوں میں شریک ہوئے۔ اور کچھ گھروں میں ٹھیرے۔ ان کافروں کے معتقدات رواجات اور اخلاق کو کوئی صحیح علم نہ تھا۔ اس زمانہ کے بعض مصنفوں نے ایک بُت کا ذکر اپنی تحریروں میں کیا ہے جسکا نام انہوں نے محمد بتلایا ہے۔ اور جس کے متعلق انہوں نے لوگونکو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ اہل عرب اسی کی پرستش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جبکہ مسلمانوں کو ایک جھوٹے نبی (نعوذباللہ) کے پیرو سمجھا گیا۔ اسی امر کا اثر اس وقت تک موجود ہے چنانچہ لوگ مسلمانوں کو اب بھی بے دین اور بت پرست خیال کرتے ہیں عیسائیت پر یورپ کا اسقدر رنگ چڑھ گیا ہے کہ اب یورپ والوں کو مسیح یہودی۔ اور ایشیائی تسلیم کرنا نہایت گران معلوم ہوتا ہے۔ اس امر کا ثبوت آسانی سے

ملسکتا ہے۔ مثلاً صنعت و حرفت ہی کو دیکھو مسیح کی تصویریں جو ہماری نظر سے گذرتی ہیں وہ صاف بتلاتی ہیں کہ ان کو یوروپین خیال کیا جاتا ہے انکے خط و خال اور انکی سفید رنگت کا تصاویروں میں دکھلانا اس امر کی کافی دلیل ہے۔ انکی تصویر بنانے میں اصل واقعات کو نظرانداز کرکے انہیں ایسے رنگ اور لباس میں دکھلایا جاتا ہے جو یوروپین نکتہ خیال سے ایسے متبرک انسان کا ہونا چاہئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے عیسائی مصنفوں نے دوسرے مذاہب کی مذمت کرکے اپنے مذہب کی تعریف شروع کردی۔ اور جب یوروپ میں تعلیم پھیلی۔ اور پادری مصنفوں کی جگہ دیگر مصنفین نے لیلی تب بھی اسلام اور دیگر مذاہب کو بُرا بھلا کہنے میں کمی واقعہ نہ ہوئی۔ ہر ایک عیسائی مشنری نے کچھ نہ کچھ اس بُرے کام میں حصہ لیا۔ اور اس طرح عوام الناس کے دلوں پر اسلام کے برخلاف غلط خیالات منقش کردیئے۔ اس زمانہ میں بھی یہ لوگ واقعات کو بگاڑ کر اسلام کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اور اسی لئے مغرب میں ہر جگہ اسلام کے متعلق حد درجہ کی ناواقفیت اور جہالت نظر آتی ہے +

بعض لوگوں نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ میں اپنی تحریروں اور تقریروں میں بہت سختی سے کام لیتا ہوں۔ اور میں عیسائیت پر نہایت آزادی سے اور کھلے طور پر حملے کرتا ہوں۔ جس سے ممکن ہے کہ لوگوں کا دل دکھے لیکن میں اسبارے میں کسی قسم کی معذرت پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ میرا دل کہتا ہے۔ کہ جہانتک مجھ میں طاقت ہے سب سے پہلے اس بدظنی کو دور کروں۔ جو کئی صدیوں میں صداقت اور راستی کو دیدہ ودانستہ بگاڑ کر اور پوشیدہ رکھ کر پیدا کی گئی ہے۔ میں بغیر سوچے سمجھے نکتہ چینی نہیں کرتا میں ان واقعات صحیحہ پر جو میرے پاس موجود ہیں چلتا ہوں۔ بیہودہ تحریروں اور بیجا حملوں کا میں قائل نہیں۔ اور اسلام اس قسم کی تعلیم بھی نہیں دیتا لیکن مجھ سے چپ بیٹھا بھی نہیں جاتا اگر میں اسلام پر جو مجھے بہت پیارا ہے حملے ہوتے ہوئے دیکھوں۔ میں اسکی حمایت ضرور کرونگا۔ اور ضرورت پڑے تو دشمن کے گھر پر وار کرونگا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ لوگوں کو غور و فکر اور مطالعہ کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ انکی کمزوریوں اور اُن کے

غلط استدلالوں کو طشت از بام کیا جائے۔ اور تب ہی کچھ کامیابی ہو سکتی ہے جبکہ لوگوں کے خیالات صحیح راہ پر چلیں۔ اور وہ خود اصل واقعات کا مطالعہ کریں۔ اس دُنیا میں جہالت اور کم علمی ہی بہت حد تک تکالیف کا موجب ہے۔ اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تاریکی کے اس پردہ کو پاش پاش کر دیں۔ اور مغرب والوں کو اس کے متعلق صحیح باتیں بتلائیں اور ان پر ظاہر کر دیں کہ یہ مذہب انسانی نسل کیلئے آیا۔ اور کسی خاص ملک اور براعظم سے وابستہ نہیں ہے ہم سے ہر ایک کو اسمیں حصہ لینا چاہئے۔ اور ہمیں اپنے اندر محسوس کرنا چاہئے کہ ہم مغرب میں اسلام کے پہنچانے والے اور اس کا چرچا کرنے والے ہیں۔ لوگ ہم پر مضحکہ اڑائیں گے۔ ہم پر طرح طرح کے اشتباہ ہونگے۔ اور جن کے اندر مذہبی جنون ہے وہ ہمیں کافر کہیں گے۔ اور جو کسی قدر رواداری اپنے اندر رکھتے ہیں وہ ہمیں Cranks کا خطاب دیں گے۔ لیکن کم از کم انگلستان کے ان نئے الوں پر جو مسلمان ہو چکے ہیں یا ہونگے۔ اجنبی ہونے کا دھبہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور اس انگلستانی مسلمان غیر عیسائی لوگوں پر جو غیر ممالک سے آئے ہیں فوقیت رکھتے ہیں۔ اصل جنگ تو یہ ہے کہ ہم عوام کو ذہن نشین کر دیں کہ حُبُّ الوطنی کی آزمائش اس بات سے نہیں کہ یورپینی عیسائیت کے سوا کسی اور مذہب کو قبول نہ کیا جائے۔ اور انہیں سمجھایا جائے۔ کہ مسیح سفید رنگ کے یوروپین نہ تھے بلکہ وہ ایشیا کے رہنے والے تھے۔ اور پھر انہیں وہ صحیح تعلیم جو مسیح نے دی بتلا کر موجودہ کلیسیا کی تعلیم کا مقابلہ کیا جائے۔

لیکن ہم بحث سے نہیں گھبراتے ہم تو واقعات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اور ہماری غرض ہے کہ تمام مسائل دلائل سے منوائے جائیں۔ اسلام ہی کے ساتھ تمام دنیا کی امید بندھی ہوئی ہے۔ اس سے خلق اللہ کے لئے امن و آسائش اور دکھیوں کو تسکین ملتی ہے۔ اور وہ لوگ بھی جو موجودہ علم الٰہیات کے پیچوں میں خدا کی ہستی سے محروم ہو جاتے ہیں کمر ہمت باندھ لیتے ہیں۔ اسلام ہی میں اصل جمہوریت ہے کیونکہ یہ جماعتوں کے دلسوز امتیاز کو اڑاتا ہے۔ اور قومیت و رنگ کے اختلاف کو اکھاڑتا ہے

یعنی اخوت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کسی قسم کی یادریا نہ لفاظی نہیں بلکہ روزمرّہ زندگی کے حالات اس پر شاہد ہیں۔ یہ مذہب فطرت کے عین مطابق ہے اسمیں کوئی ایسا امر نہیں جس سے انسان دور رہنا چاہے۔ اسمیں زندگی بسر کرنے کا ایک ضابطہ ہے جس کے مطابق انسان چل سکتا ہے۔ اس کی اعلیٰ تعلیم دیکھ کر دل میں کام کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ تمام عالم کی ضروریات کے بالکل مطابق ہے۔ ان تمام اصحاب سے جو نئے خیال میں غوطہ زن ہیں۔ اور جو پرانے علم الٰہیات کے دائرہ سے باہر بھی اپنے غور و فکر کو لیجاتے ہیں۔ اور ان لوگوں سے بھی جو صداقت کے متلاشی ہیں یا جو ابھی متردد ہیں میں التجا کرتا ہوں کہ وہ تعصب اور جنبہ داری سے بالکل الگ ہو کر اسلام کا مطالعہ کریں۔ اور اس تمام سوال کے تمام پہلوؤں کو مکمل طور پر دیکھیں اور اپنی عقل و دانش سے خوب کام لیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسلام سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے +

عام مسلمانوں سے بھی میری ایک التجا ہے کہ وہ مغرب میں اسلام پھیلانے کیلئے کوئی بھی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے ہمارے بزرگوں نے جو مسلمان تھے۔ اور دُور دراز ممالک میں اسلامی جھنڈا گاڑا۔ انہوں نے بڑے صبر و تحمل سے تمام تکالیف و مصائب کو جھیلا اور ہم اس کے ساتھ کسی قسم کی نسبت قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم انکی لائق اولاد کہلانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی نہ کرنا چاہئے۔ ووکنگ میں ایک مسجد ہے جہانکہ چند ایک جوانمرد اسلام کے لئے جان لڑا رہے ہیں۔ تو کیا ہم اُن کی مدد کیلئے نہیں اٹھ سکتا ہم میں سے ہر ایک شخص کو جو اسلامی جھنڈے کے نیچے ہے معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اب جنگ صدق و کذب اور روشنی و تاریکی کے درمیان ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ مغرب میں اسلام کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں امداد دے۔ اسلام کا بیج تو بویا جا رہا ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم پر کامل بھروسہ ہے کہ فصل نہایت عمدہ ہوگا +

ملفوظات حضرت خواجہ صاحب

بعث بعد الموت

(قیامت ذاتی احساس جوہر کا قیام دائمی اور روحانیت وغیرہ)

(بہ تسلسل رسالہ فروری ۱۹۲۱ء صفحہ ۹۲)

ہر ایک مذہب میں موت کے بعد حیات پر اعتقاد رکھنا بھی جزو ایمان سمجھا جاتا ہے اس سے انسان کی روش اور اس کے چال چلن پر نہایت ہی عمدہ اثر پڑتا ہے۔ یہ ایک شکستہ دل کے لئے موجب تسلی و اطمینان ہے۔ اور مصیبت زدہ بھی اس کے باعث بیحد خوشی حاصل کر سکتا ہے خصوصاً جبکہ وہ بظاہر کسی ناکردہ گناہ کی وجہ سے دکھ میں مبتلا ہو جائے۔ اس عقیدہ سے شرارت۔ بدمعاشی اور ظلم کی ان حالات میں بھی جبکہ ان کے افشا ہو جانے کی بہت ہی کم امید ہو بڑی اچھی طرح سے روک تھام ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ موت کے بعد کسی قسم کی پرسش نہیں تو انسان کے اندر اسکی ذمہ داری کا احساس فطرتاً کمزور ہو جائیگا۔ اور اخلاق حسنہ دنیا سے آہستہ آہستہ مفقود ہو کر ایک اعلےٰ درجہ کا ذریعہ یا عمدہ مصلحت کا رنگ اختیار کر لیگا۔ تاکہ اسکی بدولت زندگی امن و آرام سے کاٹی جائے۔ اور پھر نیکی من وجہ نیکی کے لئے کسی قسم کی تحریص و ترغیب نہ رہیگی۔ اور اگر کسی شخص کا شرارت و بدی کرنے سے کوئی کام نکلتا ہے تو وہ اس سے نہیں رکیگا۔ بشرطیکہ لوگوں کی ملامت و طعن و تشنیع سے بچنے کا وہ انتظام کرلے مگر جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے۔ وہ شاید ایک منکر قیامت (متشکک) کے نزدیک قبر کے بعد بھی زندگی کے سلسلہ کے جاری رہنے کے بارہ میں کافی و شافی دلیل نہ ہو۔ اور وہ اسے ایک بودہ استدلال خیال کر سکتا ہے +

عالمان علوم دین نے بھی مسئلہ حیات بعد الموت کو ہمیشہ نہایت ہی دقیق اور مشکل پایا جاتا ہے۔ اور انہیں منکران قیامت نے وقتاً فوقتاً اسبارے میں خوب تنگ کیا ہے۔ جناب مسیح کا مقابلہ بھی صدوقیوں[۱] نے اسی مسئلہ پر کیا۔ انہوں نے اپنے

[۱] یہودیوں کا ایک فرقہ حشر اور فرشتوں کی خلقت سے منکر +

اُستادوں نے اس کا حل چاہا۔ جس نے جواب میں انہیں کہا۔ کہ اگر حیات بعد موت نہیں تو پھر وہ اپنے خدا کو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کا خدا کیوں کہتے ہیں۔ جناب مسیح کے اس استدلال سے صدوقیوں نے اپنے بزرگوں کی حیات بعد الممات پر اعتقاد کا اظہار کیا۔ لیکن ناصرہ کے اس شریف فلاسفر کی منطق کسی قدر بودی تھی۔ اس سے غالباً اس زمانہ کے استدلال پسندوں کا اطمینان ہوگیا ہو۔ لیکن آجکل کے صدوقی جناب مسیح کے استدلال میں منطقی مغالطہ کو فوراً تاڑ جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا استدلال ایک ایسے امر سے شروع کیا جو خود محتاج ثبوت تھا یعنے یہ کہ صدوقی اگر اپنے خدا کو ابراہیم کا خدا کہتے ہیں تو ان کا اپنے بزرگوں کے موت کے بعد جی اُٹھنے پر ایمان ہے +

اگرچہ اعتقاد زیر بحث ہر ایک مذہب کا دارومدار ہے۔ لیکن اسلام سے پہلے زمانہ کی تمام کتب مقدسہ اس کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں مسئلہ قیامت کے بارے میں اور انسان کے جسم کا فنا ہونے کے بعد بھی اپنے احساس یا جوہر ذاتی کے برابر قائم رکھنے کے متعلق کسی مستحکم اور اطمینان بخش دلائل کی تلاش میں بائیبل کی ورق گردانی کرنا یا وید اور زرتشتی صحائف کا مطالعہ کرنا گویا محنت و وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اور یہی خامئے استدلال یورپ میں مادہ پرستی کا بالخصوص ذمہ وار ہے۔ اور اسی نے ہر ایک ایسے شخص کے دل میں جس پر یوروپ کے تمدن نے اثر کر رکھا ہے ملحدانہ خیالات پیدا کر رکھے ہیں۔ میں اس امر کے ثبوت میں کافی دلائل پیش کر سکتا ہوں کہ موجودہ آگ جسمیں تمام دُنیا کو د رہی ہے گذشتہ جنگ میں حصہ لینے والوں نے حق اور صداقت کی حمایت میں نہیں جلائی۔ بلکہ یہ ایک نتیجہ ہے اقوام یورپ کی اس حرص و آز کا جو ان کے حیات بعد الممات سے انکار کے باعث بہت تیز ہو رہی ہے۔ اس قسم کی بد اعتقادی کا پیدا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جبکہ استدلال کے سامنے سبھی علم الٰہیات اپنی خامی اور کمزوری کا ثبوت دے چکا ہو۔ لیکن یہ مضمون غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ اس پر بحث کرنے سے میں اپنے اصل مطلب سے بہت دُور چلا جاؤنگا +

مگر علم الارواح اس زمانہ میں مادہ پرستی کے مقابلہ کے لئے پیدا ہوگیا ہے

کہا جاتا ہے کہ مُردہ لوگوں کے ارواح کو اِس نئے عقیدے والوں نے نہ صرف بُلایا ہے بلکہ ان سے گفتگو بھی کی ہے۔ ہکی انفق سائنس کے لاآج اور کونن ذویل جیسے درخشندے ستاروں نے بھی تصدیق کی ہے۔ ماہران علم الارواح میں سے بعض میرے گہرے دوست ایسے بھی ہیں جنہیں ارواح کے متعلق ذاتی تجربہ ہے اور میں اس بارے میں انکی راستبازی پر ذرہ بھر بھی شک نہیں کر سکتا۔ قطع نظر اسکے ہمارے مسلمان بزرگوں اور صوفیوں کے لئے اس قسم کے تجربات کوئی نرالی چیز نہیں جسطرح مغرب میں کلیسیا نے راجر بیکن کے زمانہ کی تحقیقات دربارہ سائنس یعنے علم طبعیات کو جادو یا شیطانی کام قرار دیا تھا اسی طرح وہ اب بھی علم الارواح پر اسی قسم کا فتویٰ جاری کر سکتا ہے لیکن اسلام کو اس علم پر جرح و قدح کرنے یا شک لانے کی بالکل ضرورت نہیں قدیم زمانہ ہی سے اسلام نے اس مضمون پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں لیکن میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اس قسم کے تجربات چونکہ خاص خاص لوگوں کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے موت کے بعد حیات پر ایمان لانے کے لئے کسی دوسرے کے لئے محکم دلیل نہیں ہو سکتے۔

ایک منکر تو سپرچولسٹ (عالم علم الارواح) کے اس قصہ کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے خیال کے مطابق دیکھا وہ صحیح ہے لیکن یہ سب کچھ قوت واہمہ کی کارستانی ہے۔ اور دماغ کو اس میں دھوکہ لگا ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس قبر کے بعد کی دنیا کے ارواح آتے جاتے ہیں۔ ایک اور بھی دقت ہے یعنے انہیں وہ تمام باتیں یاد نہیں رہتیں جو وہ اپنی رُوحانی تجارب میں دیکھتے ہیں۔ اسلئے ان کا دعویٰ بہت کمزور پڑ جاتا ہے علاوہ بریں سپرچولزم کا نام لیکر لوگوں نے بدقسمتی سے دغا اور لوٹ ہی کام لینا شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ میرے نزدیک اس مادہ پرستی کے زمانہ میں ایسے اعتقاد کا رواج پا جانا نہایت ہی زیبا اور مناسب ہے۔ مگر حیات بعد ممات کو ہم اس علم کے رُو سے مستقل طور پر ثابت نہیں کر سکتے۔ اسکی وہی حیثیت اب ہے۔ جو قدیم زمانہ میں معجزوں کی تھی۔ کیونکہ معجزات سے بعض اشخاص کی جن کے مشاہدہ میں وہ آتے تھے۔ تسکین ہو جایا کرتی

تھی لیکن زمانہ مابعد میں انہیں قصہ ماضی تصور کیا جاتا رہا۔ اور عام لوگ انہیں تسلیم نہ کر سکے +

اس قسم کے اعتقادات کی بنیاد جو مذہب کے اصل اصول ہوں عقل کی محکم چٹان پر رکھی جانی چاہیئے۔ ضروری نہیں کہ ان کا تعلق ہمارے حواس ظاہری ہی سے ہو خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ امور جن کا ہمنے ثبوت دینا ہے ہماری معمولی سمجھ سے باہر ہوں۔ استدلال بالنظائر ایک مفید چیز ہے لیکن یہ کوئی زبردست منطق نہیں۔ اور اس سے اکثر مغالطہ ہو جایا کرتا ہے۔ البتہ مظاہرات قدرت میں ایک قسم کے مشاہدات کے ثبوت میں دوسری قسم کے مشاہدات کو ہم پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی اسی حالت میں کہ ان دونوں اقسام کی بنیاد ایک ہی اصول پر قائم ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علم سائنس کا بہت سا حصہ ہم تک اسی اصول کے ماتحت پہنچا ہے +

ایک منکر کو قیامت کا سوال تو نہیں البتہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ایک شخص کے انائی جوہر واحساس کے قیام دائمی کا مسئلہ ضرور چونکا دیتا ہے اگر یہ یقین کر لیں کہ موت اور قیامت سے مراد اُن عناصر واجزا کا باہم ملنا۔ پھر انکا منتشر ہونا اور پھر باہم ملنا ہی ہے جن سے قانون قدرت کے ماتحت مختلف اجسام اپنی ہستی اختیار کرتے ہیں۔ تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم ہر سال روزمرہ نباتات میں اس عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ موسم خزاں میں موت تمام درختوں پر وارد ہوتی ہے لیکن اسکے بعد بہار میں وہ پھر از سر نو زندہ ہو جاتے ہیں! ور سائنس ان کی گہری نظر تو یہ بھی بتلا سکتی ہے کہ بہار کے موسم میں (یعنے انکی قیامت کے وقت) ہر ایک درخت میں اس کے خواص تمام موجود ہوتے ہیں۔ خزاں میں درختوں کے تمام پتے پھول اور پھل منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ مع ان تمام عناصر کے جن سے وہ ترکیب پاتے ہیں علیحدہ علیحدہ ہو کر اس دنیا کے دیگر ذرات وعناصر کے ساتھ نہایت بے ترتیبی سے ملجاتے ہیں۔ اور خشک ومردہ تنے اگرچہ وہ اسی مادہ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو گذشتہ بہار میں انکی پرورش کرتا تھا۔ اب اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ

اب ان میں اس وقت مادۂ حیات موجود نہیں۔ لیکن موسم بہار اپنے ساتھ بارش لاتا ہے اور آسمان کا پانی نباتات سے ہر رگ و ریشہ میں نئی زندگی بھر دیتا ہے۔ اور تمام عناصر جن سے ہر ایک درخت ترکیب پاتا ہے پھر اسمیں گھس جاتے ہیں۔ اور بہار کی ہوا بارش اور سورج سے مدد پاکر ان میں از سر نو جان ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح تمام مردہ نظارہ قدرت پھر جی اُٹھتا ہے۔ اور ہر ایک درخت کی ذات میں اس کا اپنا ہی خاصہ آموجود ہوتا ہے خدا کی آخری کتاب نے بھی جو انسان پر اسلئے اُتاری گئی کہ اُسے تمام مذہبی صداقتوں کا علم و ایمان دلائل سے ہو دے مسئلہ قیامت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے موسم بہار کے اس نظارہ کا ذکر آیات ذیل میں کیا ہے:-

قٓ ۚ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝ بَلْ عَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۖ ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۖ وَعِندَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ ۝ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ +

ترجمہ۔ ق (اے پیغمبر) قرآن مجید کی قسم (کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو۔ مگر ان کافروں کو (اس سے) تعجب ہوا۔ کہ ان ہی میں کا ایک ڈر سنانے والا ان کے پاس (پیغمبر بنکر) آیا تو (کافر لگے کہنے کہ یہ تو (ایک) عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے! اور (گل سڑ کر) مٹی ہو جائیں گے (تو ہم کو قیامت میں دوبارہ جلا اُٹھایا جائیگا یہ دوبارہ زندہ ہونا تو بالکل بعید (از قیاس) ہے۔ مردوں کے جن اجزا کو مٹی (کھاتی اور) کم کرتی ہے ہم کو تو معلوم ہی ہیں (پھر جب چاہیں گے ان کو جمع کر لیں گے) اور

ہمارے پاس کتاب (لوح محفوظ بھی موجود) ہے (اور اسمیں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے) مگر ان لوگونکو ایک حق بات پہنچی اور (پہنچنے کے ساتھ ضد سے بے سوچے سمجھے) اسکو جھٹلا دیا تو وہ ایسی بات میں (الجھ رہے) ہیں جس کو قرار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف (نظر بھر کر) نہیں دیکھا۔ کہ ہم نے اسکو کیسا بنایا اور (ستاروں سے) اسکو سجایا اور اسمیں کہیں درز کا نام نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔ اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ بنا دیئے۔ اور سب طرح کی خوشنما چیزیں اسمیں اُگائیں۔ تاکہ جتنے بندے (ہماری طرف رجوع لانیوالے ہیں (وہ ہماری قدرت کا تماشا) دیکھیں۔ اور عبرت پکڑیں۔ اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور (اپنے) بندوں کو روزی دینے کے لئے اس (پانی) کے ذریعے سے باغ اگائے۔ اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کیلیں خوب گھتی ہوئی ہیں۔ اور نیز ہم نے مینہ کے ذریعے سے مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) بستی کو جلا اُٹھایا۔ اسی طرح قیامت کے دن لوگونکو قبروں سے نکلنا ہوگا۔ سورہ ق آیت ۱ تا ۱۰

جو چیز کہ جامہ ہستی پہنتی ہے وہ کبھی نیست و نابود نہیں ہوتی۔ تاوقتیکہ دنیا ہی نابود نہ ہو جائے۔ اس کے اندر بعض ایسے خواص مخفی ہوتے ہیں۔ جن کا ایک یا زیادہ صورتوں یا حالتوں میں سے گذر کر تکمیل تک پہنچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ اسکی ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کا نام موت ہے لیکن اس تبدیلی اور تغیر صورت میں بھی ہر ایک چیز اپنی ذاتی احساس وجوہر کو تکمیل کیحالت تک قائم رکھتی ہے۔ اس ترقی کے دور میں جب کوئی شئے تکمیل کی کسی خاص حد تک پہنچتی ہے تو اس سے وہ تمام معاونین جن سے اسکی ہستی کا اس حالت میں قیام تھا آہستہ آہستہ غائب ہونے لگتے ہیں۔ یعنے ان پر موت آجاتی ہے۔ اور وہ نظر سے غائب ہو جاتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی نیست و نابود نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جو مقدار میں اس قدر قلیل ہوتی ہے۔ کہ ظاہری انسانی حواس انہیں معلوم نہیں کرسکتے اور کچھ عرصہ کے لئے ان کی قوت معطل رہتی ہے۔ اس زمانہ کا نام اسلامی علم الٰہیات میں برزخ ہے یعنے موت اور قیامت کا درمیانی زمانہ۔ مگر اس کے بعد وہ پھر بہترین حالات کے

رکھے جا کر زیادہ ترقی کے لئے پھر اٹھیں گے +

اب موت کے بعد ہماری ذاتی جوہر احساس کے محفوظ رہنے کے سوال کو آپ علیحدہ رہنے دیجئے مگر اپنے اعمال حرکات کو ہی لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اعمال حرکات اپنے ظہور کے بعد گو ہمیں نظر نہیں آتے مگر وہ صحیفہ قدرت پر برابر منقوش رہتے ہیں۔ اور جب کبھی ہمیں ان کی ضرورت ہو وہ ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔ یہ ہمارے روزمرہ مشاہدہ کی بات ہے۔ مثلاً اگر انگلستان میں کوئی گویا عورت گائے تو برس ہی اسکی سُریلی آواز ریکارڈ میں محفوظ کیجاتی ہے۔ اور ہم اُسے شہر برلن ہی میں سُنتے ہیں۔ یہ سب کچھ بالکل ناممکن ہوتا۔ اگر برس والوں کے ریکارڈ ایجاد ہونے سے پیشتر قدرت کے بڑے ریکارڈ پر اسکی آواز کا نقش موجود نہ ہوتا۔ اسی طرح بغیر تار کے پیغام رسانی بھی ایک امر محال ہوتا۔ اگر ہر ایک آواز کے جو منہ سے نکلتی ہے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے کا انتظام قدرت نے نہ کیا ہوتا پھر سنیما کی (بغیر آواز کے حرکت کرنیوالی) تصاویر نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہماری حرکات بھی قدرت کے تختۂ قرطاس پر محفوظ رہتی ہیں۔ اور وہ ہمارے رُو برُو جب چاہیں ہمارے چال و چلن کے متعلق بطور گواہ پیش ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ہم ادا کرتے ہیں۔ اور اسی ہی کی تقدیس کرتے ہیں کہ اب آخرش سائنس نے بھی ان قرآنی صداقتوں پر صاد کر دیا ہے جن پر ابھی کل ہی جاہل عیسائی مشنری مضحکہ اڑاتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کے بارے میں پُرسش پر زور دیتے ہوئے آیات ذیل میں یوں کہتا ہے کہ:-

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ○ ترجمہ۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مُہر لگا دیں گے (اور یہ بات کرتے نہیں پائیں گے) اور جیسی کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ ہم کو بتا دینگے اور ان کے پاؤں (بھی) گواہی دیں گے (سورہ ۳۶ (یسین) رکوع ۵ آیت ۶۵) +

اِس بات کے ثبوت میں کہ ہر ایک شے اپنی موجودہ ظاہری لباس کے کھو دینے پر بھی اپنی اصلیت یا ذاتی احساس کو برابر قائم رکھتی ہے۔ قرآن مجید نے ایک نہایت دلچسپ نظارہ قدرت کی طرف جسے حال ہی میں سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے ہماری

تو تجربہ پھیر دیتی ہے یعنے یہ کہ آگ جو لکڑی کے جلانے سے پیدا ہوتی ہے وہ اپنے جلنے کی خاصیت لکڑی سے حاصل نہیں کرتی یا بالفاظ دیگر لکڑی اسکی جڑھ یا ماں نہیں ابتدا میں آگ بشکل دھوپ آفتاب میں سے نکلی۔ اس دھوپ پر اس ہائیڈروجن اور کاربن کا غلاف چڑھا جو اسی کے ذریعہ پانی اور کاربانک ایسڈ گیس سے جدا ہوئیں۔ پھر ان تینوں کے ملاپ نے درخت کی شکل اختیار کی۔ اسی وجہ سے سائنسدانوں نے درخت کا نام بوتل میں بندشدہ دھوپ رکھا ہے۔ جسے ہم آگ کا جلنا کہتے ہیں۔ یہ صرف اس عمل کا نام ہے جس سے ہم آگ کو اس کے دیگر اجزا یعنے ہائیڈروجن اور کاربن سے علیحدہ کرتے ہیں۔ اس عمل کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف آگ ہی نے اپنی اصلیت و جوہر کو برابر قائم رکھا ہے۔ بلکہ دیگر اجزا نے بھی اور جس طرح دو اور دو چار ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان کے اصلی جوہر اور مقدار کے برابر قائم رہنے میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ہم ایک خاص مقدار پانی کی لیتے ہیں جسمیں ہائیڈروجن دو جزو اور آکسیجن ایک جزو ہے۔ اسی طرح ایک خاص مقدار کاربانک ایسڈ گیس میں کاربن ایک جزو اور آکسیجن دو جزو ہیں۔ اگر بالفرض مقررہ مقدار کے پانی اور کاربانک ایسڈ گیس پر الگ الگ ہر ایک مقررہ مقدار کی آگ خرچ کیجائے۔ تاکہ پانی اور کاربانک ایسڈ گیس سے اُن کے اپنے اپنے اجزا الگ ہو جائیں تو اس سب کا نتیجہ حسب ذیل ہو گا:-

(۱) دو جزو آگ جو دھوپ سے پیدا ہوئی ہے (۲) دو جزو ہائیڈروجن جو پانی سے جدا ہوئی (۳) ایک جزو کاربن جو اس گیس سے نکلی +

ان تینوں کے ملنے سے فرض کرو کہ کسی درخت کی ایک مکعب انچ لکڑی بنی لیکن جب اسی ٹکڑہ لکڑی کو جلایا جائیگا۔ تو یہ بلا کم و کاست مذکورہ بالا مقدار میں آگ - ہائیڈروجن اور کاربن واپس کر دیگا۔ جن سے دھوپ۔ پانی اور کاربانک ایسڈ گیس اُسی مقدار کی بنیگی جسقدر مقدار میں سے وہ نکلی تھی +

مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے اور میری حیرانگی کی کوئی حد نہیں رہتی جبکہ میں خیال کرتا ہوں

کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم پر نازل نہیں ہوا تو کس طرح آپ کو قدرت کے ان رازوں اور دیگر اسی قسم کے باریک مسائل کا علم ہوا جن کے متعلق ہمیں اب واقفیت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ سب باتیں اسی پاک کتاب میں اسکی تعلیم کو مشرح و واضح کرنے کے لئے لکھی ہوئی ہیں۔ آگ کا یہ منظر اس امر کی ایک بین دلیل ہے کہ اشیاء ایک شکل سے دوسری شکل میں آنے پر بھی اپنی اصلیت و جوہر کو قائم رکھتی ہیں۔ اور قرآن کریم نے بھی اسی نظارۂ آتش کی طرف نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ اشارہ کیا ہے جس سے امر ذیل بحث پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لکھا ہے کہ:-

اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ٥ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہٗ قال من یحی العظام وھی رمیم ٥ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ ط وھو بکل خلق علیم ٥ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذا انتم منہ توقدون (ترجمہ) کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا کیا۔ باانیہمہ وہ (ہمارا) کھلم کھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا۔ کہتا (کیا) ہے۔ کہ کون (ایسی قدرت رکھتا) ہے کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو) گئی ہوں۔ اور وہ ان کو جلد کھڑا کرے (اے پیغمبر تم اس گستاخ سے) کہو کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا۔ وہ ان کو (دوبارہ بھی) جلد (اٹھا) ئے گا۔ اور وہ سب (طرح کا) پیدا کرنا جانتا ہے۔ وہی (قادر مطلق) تو ہے۔ کہ (بعض) ہرے درختوں (کے آپس میں رگڑنے) سے تم لوگوں کے لئے آگ پیدا کرتا ہے پھر تم اس سے (اور آگ) لگا لیتے ہو سورہ یاسین رکوع ۵ آیت ۷۷ تا ۸۰

مسئلہ زیر بحث کے متعلق جسقدر تشریحات میں نے قرآن شریف سے پیش کی ہیں وہ اسمیں شک نہیں مادی اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ بعض اشخاص کی جو موت کے بعد ہر ایک شخص کے ذاتی احساس کے برابر جاری و قائم رہنے کا ثبوت چاہتے ہیں۔ ان سے تسکین نہ ہو کیونکہ بقول بعض یہ مسئلہ مادہ کی حدود سے بالکل باہر ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ

اول اول احساس تمام حیوانات میں پیدا ہوتا ہے پھر انسانی جامہ میں وہ ایک خاص ذاتی رنگ اختیار کرلیتا ہے انسان ایکدوسرے سے نہ صرف ظاہری صورت اور اپنے جسم کی ساخت میں ہی اختلاف رکھتے ہیں ۔ بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی دماغی و روحانی قابلیتوں کے لحاظ سے بھی وہ ایکدوسرے سے مختلف ہیں ۔ الغرض جہانتک جذبات اخلاق اور احساسات کا تعلق ہے ہر ایک شخص میں ایک علیحدہ اور بین نشان موجود ہے جو اسکو دوسروں سے ممیز کرتا ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا قیامت کے دن ہر انسان میں اپنا ذاتی احساس موجود ہوگا یہی سوال ہے جس نے الحقیقت حیات بعد الموت اور روز جزا کے مسئلہ کا دارومدار ہے ۔ اگر اس دُنیا سے رُخصت ہونے کے بعد انسان میں وہ علم اور احساس برابر موجود نہ ہے جو عالم سفلی میں اس کے اندر تھا تو پھر اس کے اعمال کے متعلق جوابدہی نہیں ہوسکتی ۔ قرآن شریف نے اس مسئلہ پر نہایت اعلیٰ طریق پر سورۃ الطارق میں روشنی ڈالی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ کہ :-

ان کل نفس لما علیھا حافظ ۰ فلینظر الانسان مم خلق ۰ خلق من ماء دافق ۰ یخرج من بین الصلب والترائب ۰ انہ علی رجعہ لقادر ۰ یوم تبلی السرائر ۰ ترجمہ ۔ کوئی شخص نہیں جس پر (ہماری طرف سے) چوکیدار (یعنے کراماً کاتبین فرشتے تعینات) نہ ہوں ۔ تو انسان کو چاہئیے ۔ کہ (اور نہیں اتنی ہی بات کو) دیکھے ۔ کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ۔ وہ پیدا کیا گیا ہے پانی (یعنے قطرہ منی) سے جو (انزال کے وقت) اچھل کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے ۔ بیشک خدا و آدمی کے مرے پیچھے) اسکے لوٹانے یعنے (دوبارہ پیدا کرنے پر (بھی) قادر ہے ۔ جس دن لوگوں کے بھید جانچے جائیں گے (قرآن سُورہ الطارق آیات ۴ - ۹)

وہ کیڑا جس سے انسان بنتا ہے اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اُسے خوردبین کے بغیر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن اس کے اندر اس شخص کے تمام جسمانی ۔ دماغی اور اخلاقی خواص موجود ہیں جس سے وہ نکلا ہے بالفاظ دیگر نطفۂ پدری ایک ایسا مؤثر اور محفوظ ذریعہ ہے جو ایک باپ کا ذاتی علم واحساس اُس کے بیٹے تک پہنچاتا ہے لیکن جبکہ وہ نطفۂ مادر کے ساتھ ملتا ہے تو اسمیں کچھ تغیر پیدا ہوتا ہے ۔ اور ماں کی خصوصیات کا

بھی اسمیں رنگ آجاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو نطفہ میں اُن آبا و اجداد کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں جنہیں گذرے ہوئے کئی پشتیں ہو چکی ہیں۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ کسی شے کے ضروری اجزا کو اتنی چھوٹی جگہ میں جمع کیا جا سکتا ہے کہ بدوں امداد خوردبین وہ نظر بھی نہیں آسکتے۔ اگرچہ وہ اپنی اصلی جگہ ایسی صورت میں چھوڑتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتی لیکن آیندہ ترقی کے لئے وہی ایک مرکزی مقام اختیار کر لیتے ہیں موت سے کوئی چیز بھی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے نیست و نابود نہیں ہوتی۔ موت تو کسی فرد واحد کا اپنے ہمجنسوں سے اس صورت میں جدا ہونے کا نام ہے جسمیں وہ کسی حادثہ کی وجہ سے اپنے موجودہ حالات کے ماتحت زیادہ ترقی کرنے کے ناقابل ہو جائے مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ دوسری حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنی منزل مقصود ہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے انسان کا نام عالم صغیر رکھا گیا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس کا دل شکل اور دیگر صفات کے لحاظ سے زمین کا قائممقام ہے۔ اور اسمیں گویا تمام روئے زمین کا نچوڑ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف سورہ ۲۳ رکوع ۵ آیت ۱۲ میں کہتا ہے کہ :-

انا خلقنٰھم من طین لازب ۔ ترجمہ - ان بنی آدم کو تو ہم نے ایسی معمولی لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے ÷

انسان کے دل میں کئی قسم کے بیشمار جذبات پیدا ہوتے ہیں جسے انسانی احساس یا علم کہتے ہیں۔ ان جذبات سے پھر اسی زندگی میں تکمیل کی ایک خاص حد تک پہنچتا ہوتا ہے۔ تاکہ اسمیں علم اخلاق فلسفہ اور روحانیت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو کر اسے زیادہ ترقی کے لئے دوسرے جہان کی طرف رخ کرنا ہوتا ہے بعض حالات میں تو وہ اسی انسانی چولے ہی میں ضروری تکمیل کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں لیکن بالعموم ان کی ترقی جزوی اور ادھوری رہجاتی ہے۔ پھر انکی زندگی میں کوئی ایسا حادثہ واقعہ ہو جاتا ہے جو اس کے جسم کے تمام اجزا کو علیحدہ کر کے اسکی ترقی کا مانع ہوتا ہے پس اسی کا نام اصطلاح عامہ میں موت ہے لیکن اپنے واقعہ سے اسمیں آیندہ ترقی کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس موقعہ پر کچھ چیز گیس کی ہیئت میں انسان کے جسم سے اسکے سر کی طرف سے

نکلکر آسمان کا رُخ کرتی ہے۔ اور اس گیس کو وہی لوگ اپنی حالت شکر و انبساط میں دیکھ سکتے ہیں جن کی روحانیت بہت بڑھی ہوئی ہو اور عالم ارواح سے ان کا خاص تعلق ہو۔ اس گیس میں ہر ایک انسان کے اپنے وہ تمام احساسات موجود ہوتے ہیں جو اس کے اندر اس زندگی میں تھے لیکن یہ گیس بمعہ اپنی تمام ترقی کرنیوالی قوتوں کے کرۂ ایتھر (نہایت لطیف ہوا) میں معطل رہتی ہے۔ اس حالت کا نام جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے اسلامی علم الٰہیات نے عالم برزخ رکھا ہے۔ یہ گیس اس صورت میں قیامت تک رہیگی۔ جبکہ اُسے ایک نیا لباس آیندہ ترقی کرنے کے لئے پہنایا جائیگا۔ اور یہ ترقی محدود نہ ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہ ثم رددنٰہ اسفل سافلین ہ الا الذین امنوا وعملوا الصلحٰت فلھم اجر غیر ممنون ہ ترجمہ۔ کہ ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ پھر ہم اسکو (بوڑھا کرکے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجہ میں لوٹا لائے مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے (ان کو تنزل پیری سے تنگدل نہ ہونا چاہئے کیونکہ) اُن کے لئے (آخرت میں) اجر ہے بے انتہا (سورہ ۹۵ التین آیت ۴-۶)

ثمراتِ اسلام

کلام الٰہی

خداوند تعالیٰ کے تمام انعامات میں سے افضل ترین اور نہایت ہی قیمتی اس کا سچا اور یقینی کلام ہے جو اس نے ایک انسان کی طرف بھیجا۔ اس کلام کے ذریعے ایک شخص میں خدا کا علم ترقی کے معراج پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ خدا کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔ اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر بقدر قوی ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس نے اپنی آنکھوں اسے دیکھا ہے۔ اس کے دل پر خدا کا خوف اور اس کا جلال طاری ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام شک و شبہ اس طرح دور ہو جاتے ہیں جس طرح سورج کی روشنی سے اندھیرا اور وہ پھر زمین پر فرشتوں کی طرح چلتا ہے۔ اپنی راستبازی کیلئے یکتا ہوتا ہے۔ گناہوں سے۔ سخت نفرت اور خدا ے واحد سے اُسے از حد محبت ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ

کی تابعداری اس سے ڈرنے اور اس پر بھروسہ رکھنے میں بےمثال ہوتا ہے۔ اور رشتہ دوستی کو قائم رکھنے میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں ہوتا۔ کلام اللہ ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے کہ متقی و پرہیزگاروں کو خداوند تعالیٰ اپنے الہام سے مشرف کرتا رہیگا۔ اور عقل بھی یہ چاہتی ہے کہ دنیا میں یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ تاکہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچے +

گناہ اور ظلم و تعدی کا تب ہی علاج ہو سکتا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ کا جلال اور اس کا جمال یقینی طور پر ظاہر ہو۔ اور تجربہ بھی ہمیں یہی بتاتا ہے۔ کہ انسان کو نافرمانی اور تعدی سے باز رکھنے کیلئے صرف دو ہی طاقتیں ہیں یعنے خداوند تعالیٰ سے کامل و سچی محبت اور اس کا سچا ڈر کیونکہ درحقیقت اسی کے احکام کی نافرمانبرداری ہوتی ہے۔ اور انہیں کو توڑا جاتا ہے۔ اگر کسی مہربان اور فیاض دوست سے سچی محبت ہو تو اس بات کا ڈر بھی ساتھ ہی نظر آتا ہے کہ مبادا کسی وجہ سے رشتہ دوستی ٹوٹ جائے۔ لہذا جس شخص کے دل میں خدا کی کامل محبت و ڈر ہو یا جس شخص کو کسی ایسے دوسرے شخص سے محبت ہو جس کی اعلےٰ قوتوں سے وہ متاثر ہوتا ہے تو یہ ہر دو نوں قسم کے لوگ گناہ کی جکڑبندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں لیکن جو شخص ان ہر دو جماعتوں سے باہر ہے۔ اس پر گناہ کا زہر اثر کرنے سے نہیں رک سکتا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو بیگناہ جتلاتے ہیں اور اپنے دل کی صفائی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ لوگوں کو اور خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ معصیت سے نجات کا ملنا غیر ممکن ہے جب تک کہ خدا کے رعب و خوف سے تمام انسانی جوش و جذبات پر موت وارد نہ ہو۔ اور دل میں اس کی کامل محبت پیدا نہ ہو جائے۔ اور جب تک کہ خدا کی ہستی اور اس کے جمال و جلال کا کامل یقین نہ ہو۔ اس وقت تک ان باتوں کا احساس دل میں پیدا نہیں ہو سکتا +

پس خدا کی ہستی پر پختہ ایمان ہی نجات کی جڑھ اور خدا کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے یہی ایمان انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ تکلیفات اور ابتلاؤں میں خدا کی رضا پر راضی رہے۔ اور اسکی محبت کی خاطر لبستی آگ میں داخل ہونے پر ایمان رکھے۔ ایمان کی وجہ سے محبت الٰہی جوش میں آکر انسان کو موت کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنے تمام آرام اور آسائش کو خدا کی خوشنودی کیلئے خیرباد کر دیتا ہے۔ کسی کی شاباش یا تعریف کی وہ پرواہ

نہیں کرتا اور صرف اللہ ہی کے لئے تمام دُنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے وہ اپنے مُنہ سے کوئی کلمہ بد نہیں نکالتا گویا اس کے منہ پر مہر لگی ہوئی ہے لیکن اس قسم کا ایمان تب ہی حاصل ہو سکتا جبکہ انسان خدا کو یا تو اپنی آنکھ سے دیکھے یا خدا خود اس کے ساتھ کلام کرے۔ اور اپنے کلام کا ثبوت بھی اپنے جلال و اپنی طاقت و کشش سے دے اور ساتھ اسکے آسمانی نشانات بھی ظاہر کرے۔ الہامات کے بغیر خدا کی ہستی اور اسکی صفات پر یقین کامل نہیں ہو سکتا۔ پہلے انبیاء کی الہامی کُتب اور ان کے معجزات خدا کی ہستی کی قطعی دلیل اس زمانہ میں نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ تو اس وقت کسی نے اُن معجزات کو دیکھا ہے اور نہ اس وقت کلام الٰہی نازل ہوا ہے ۔

قانون فطرت ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ انسان شک و شبہ کو پسند نہیں کرتا اور اس سے بھاگتا ہے لیکن ہر ایک امر میں کامل یقین اور ایمان حاصل کرنے کی پیاس ان کے اندر ہے لہذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق اور علیم و بصیر خدا نے جس نے انسان کے دل میں اس قسم کی تڑپ اور پیاس کو بجھانے اور اس کے اندر کامل یقین اور ایمان پیدا کرنے کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس یقین کو حاصل کرنے کے کیا ذرائع پیدا کئے گئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں ہم صاف کہدیتے ہیں۔ کہ وہ ایمان اور یقین فقط ان قوانین پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں۔ یعنے خدا سے محبت رکھنے سے جس کی تائید میں خرق عادت باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس خیال کو دل میں جگہ نہ دینی چاہئیے۔ کہ خدا کا کلام جو زمانہ ماضی میں نازل ہوا۔ وہ اس یقین کو پیدا کرنے کیلئے کافی ہے اور کسی تازہ الہام کی ضرورت نہیں۔ اسی خیال سے ان لوگوں کو دھوکہ لگا ہے جنکی رائے میں انجیل ہی میں خدا کا کلام ہے۔ اور اس کے بغیر کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں ان لایعنی اور فضول باتوں کا جواب یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی آنے کی غرض تو محض لوگوں میں پختہ ایمان پیدا کرنا ہے۔ خدا اپنا کلام لوگوں کی طرف اسلئے بھیجتا ہے کہ وہ اسکی ہستی اور اس کے صفات پر ایمان لائیں اور بدی کی راہوں کو ترک کر کے ان راہوں پر قدم ماریں جو خدا کی بتلائی ہوئی ہیں تاکہ اسکے فضل سے وہ مالا مال ہوں۔ اُن کا ایمان بڑھتا جائے۔ اور وہ بدی اور ظلم کی راہیں

چھوڑ کر راستی اور سچائی کی طرف چلیں لیکن جب کسی پیغمبر کا زمانہ گذر جاتا ہے تو
اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر اُتارا ہُوا ہوتا ہے لوگوں کے دلوں پر اثر کم ہوتا جاتا ہے
اسکی کشش کمزور ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک قصہ ماضی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اسلئے
وہ اپنی غرض پوری نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں کے دلوں میں سے وہ ایمان مفقود ہو جاتا ہے
جو پہلے تھا مثلاً یہودیوں ہی کا حال دیکھو ان کے ہاتھ میں تو پیغمبروں کی کتابیں ہیں
لیکن دل ہیں دغا و فریب۔ عیسائیوں میں کتنے لوگ اس وقت موجود ہیں جنکی دائیں گال
پر اگر دھپڑ پڑے تو بائیں گال پیش کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان کا کوٹ اُتارے تو وہ
اُسے اپنا لبادہ بھی دیدیتے ہیں۔ اور کتنے ایسے نظر آتے ہیں جو بد نظری نہ کرتے ہیں
اور جن کے دل میں حرص و طمع اور دغا نہیں +

غرض کہ جس طرح لوگوں کو ہر صبح تازہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اپنا ایمان
تازہ کرنے کے لئے تازہ الہام کی بھی حاجت ہے۔ جب نور ایمان امتداد زمانہ کی وجہ سے کمزور
ہوتا جاتا ہے تو لوگ کلام الٰہی پڑھتے ہیں لیکن ان پر اثر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لہذا وہ
کلام ان میں سے گویا گم ہو کر آسمان کی طرف واپس جاتا ہے۔ اور ان کے پاس خالی استخوان
ہی استخوان رہ جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں ایک نیا مقناطیسی اثر اور کشش پیدا
کیا جاتا ہے۔ خدا کا کلام اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اسمیں کامل
یقین اور ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ علم جو آسمان کی طرف اُٹھا لیا گیا تھا وہ
اب اس کے ذریعہ زمین پر پھر واپس آتا ہے۔ یہ قانون الٰہی ہے۔ اسی کے ماتحت
خدا کے تازہ کلام سے لوگوں کے دلوں میں پھر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس قانون
پر چلتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے منسوخ ہو چکا ہے۔ ان کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ اور
ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں پایا جاتا جو نئے الہام الٰہی کو قبول کرنے کے قابل ہو
یہ قانون اس تالاب کی مانند ہو جاتا ہے جسمیں پانی بالکل ساکن ہو۔ اور اسمیں کیچڑ اور گند
کثرت سے ملجائے۔ اس قسم کا قانون ان لوگوں کے لئے بالکل غیر مفید ہو جاتا
ہے۔ جو اس پر عمل کرنا چاہیں۔ کیونکہ اسمیں سوائے نے سُود زمانہ گذشتہ کی باتوں کے

اور کچھ نہیں ملتا ۔ ان کے پاس آسمان سے تازہ پانی یعنے تازہ الہام الٰہی نہیں پہنچتا جس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ خدا نے ان لوگوں کی طرف سے مُنہ موڑ لیا ہے ۔ چنانچہ کسی مُردہ مذہب کا نشان ہی یہ ہے کہ تازہ الہام کا نور اس میں نظر نہیں آتا ۔ جو لوگ اس پر چلتے ہیں وہ ایسے کلام پر ایمان رکھتے ہیں جن کی تائید تازہ کلام الٰہی سے یا تازہ آسمانی نشانات سے نہیں ہوتی ہے ۔ ان کے دل ایسے مردہ ہو جاتے ہیں اور نور ایمان و یقین جس سے معصیت اور عدول حکمی یا نئے اعتدالی کا وجود مِٹ جاتا ہے انہیں نصیب نہیں ہوتا ۔ تقریباً تمام دیگر مذاہب کی موجودہ تعلیم ہمیں بتلاتی ہے ۔ کہ الہام الٰہی کا دروازہ اب بند ہے ۔ لیکن اسلام اس دروازہ کو سب کے لئے کھولتا ہے ۔ اور اسلام ہی کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے +

نصب العین مشرق و مغرب

انا للہ وانا الیہ راجعون (قرآن شریف)

تُو خاک ہے اور پھر خاک میں ملجائیگا (انجیل باب پیدائش)

اسلام اور عیسائیت کے پیرو متذکرہ بالا آیات سے جو انکی اپنی اپنی مقدس کتابوں میں ہیں بخوبی واقف ہیں ۔ ان آیات کو ان ہر دو مذاہب کے لوگ ایک ہی موقعہ پر اپنے اعتقاد کے مطابق پڑھتے ہیں ۔ جب مسلمان کسی کی وفات کی خبر سُنتے ہیں تو ان کی زبان سے بے ساختہ انا للہ و انا الیہ راجعون نکلجاتا ہے اور عیسائیوں میں بھی کوئی ایسا جنازہ نہیں جہاں باب پیدائش کی یہ آیت کہ "تو خاک ہے اور پھر خاک میں ملجائیگا" نہ پڑھی جاتی ہو لیکن ان آیات کے نصب العین میں بہت بھاری اختلاف ہے ۔ ایک تو خدا کی طرف لیجاتی ہے اور دوسری خاک کی طرف ۔ یہ تمیز بچپن ہی سے ملتا ہے یعنے اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک امر بخوبی ذہن نشین ہو کر پھر آسانی سے نہیں بھول سکتا ۔ اور ہماری تمام

زندگی پر نا معلوم طور پر وہ برابر اثر کرتا رہتا ہے ہمارے آیندہ کے کاروبار اور ہماری خواہشات وغیرہ انہیں بچپن کے خیالات اور یادداشتوں کے سانچے میں ڈھلتی ہیں ۔ اگر انسان مغرب اور مشرق کے حالات کا مطالعہ کرے تو اسے اس اصول کی صداقت معلوم ہو جائیگی +

"تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائیگا" اس آیت نے مغرب والوں کے چلن اور خصائل کو ڈھالنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے ۔ اور انکی زندگی کی طرز پر بہت کچھ اثر ڈالا ہے ۔ اہل مغرب اپنے تئیں خاک سمجھتا ہے ۔ یعنے مسئلہ ارتقا کے مطابق وہ اپنے آپ کو مادی طاقتوں کے نتائج کی آخری منزل خیال کرتا ہے ۔ جسے کہ پھر خاک ہی میں ملجانا ہی ۔ چنانچہ اسی خیال پر وہ کوشش کرتا ہے کہ جہانتک ممکن ہو سکے اسی موجودہ مقام دنیا ہی میں بہت کچھ فائدہ حاصل کرے ۔ اس مسئلہ کی جڑھ یہ ہے کہ زندگی کے لئے جدوجہد کیجائے ۔ اور جیسا کہ ہکسلے اور دیگر مغرب کے اہل الرائے کہتے ہیں ہر ایک ایسی چیز پر جو خاک سے بنی ہو یہ قانون جاری ہی ۔ کہ صرف اعلیٰ اور عمدہ چیز ہی دنیا میں باقی رہ سکتی ہی لیکن ہمیں یہی قانون تمام اس قسم کی مخلوقات میں بھی نظر آتا ہے جو نطق نہیں رکھتی وہاں زندگی کا راز اپنی ہستی کو قائم رکھنے ہی میں نظر آتا ہے ۔ ہر ایک کا یہی خیال اور اصول نظر آتا ہے کہ جو کچھ ممکن ہو حاصل کر لیا جائے ۔ کیونکہ بعد موت سواء خاک کے اور کچھ نہیں ۔ اپنے آپ کو اس مسئلہ کے ماتحت دوسروں کے مقابلہ میں افضل خیال کیا جاتا ہے ۔ اور سمجھا جاتا ہے ۔ کہ وہ میری ہی خاطر پیدا ہوئے ہیں ۔ مجھے کسی طرح فائدہ پہنچ جائے خواہ وہ ہلاک ہی کیوں نہ ہو ۔ کیونکہ عالم کا ذرہ ذرہ بھی تو اسی اصول پر چلتا ہے اور اسی وجہ سے قائم ہے لہٰذا اسی اصول پر مغربی فلسفہ کی بنیاد ہے ۔ اور دولت ہی انکی دیوی یا خدا ہے ۔ اب ذرہ مسلمانوں کا حال بھی دیکھ لو ۔ اور غور کرو ۔ انکی زندگی کا مقصد کیا ہی وہ تو ہر ایک موقعہ پر کہتا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ان کا خیال ہی کہ میں ایسا خودغرض اور کمینہ اور دنیا دار کیوں بنوں میں نے خدا کے پاس جانا ہے ۔ اسلئے دنیا کے مال و متاع سے مجھے آلودہ نہ ہونا چاہئے ۔ اور دولت کی دیوی کی جو کہ چند روزہ ہے مجھے پرستش نہ کرنی چاہئے ۔ وہ خیال کرتا ہی کہ مجھے چند گھنٹے آرام اور

آسائش کے میسّر آسکتے ہیں لیکن بعد ازاں وہ خاک میں ملکر ہمیشہ کے لئے نسیاً منسیا نہیں ہوجاتا بلکہ میرے لئے ابدی زندگی ہے۔ اور مینے خدا کے پاس جو حی و قیوم ہے جانا ہے اسلئے وہ اپنے دائمی گھر جانے کیلئے تیاری کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے خیال رہتا ہے کہ اگر اس نے وہ راہ اختیار نہ کی جو خدا نے بتلائی ہے تو خدا اُسے رد کر دیگا۔ جو خالق اور رب العالمین بھی ہے اور گورے اور کالے۔ توانا اور ناتوان سب پر اس کی عنایات برابر جاری ہیں۔ چونکہ کتاب الفطرت میں بھی اسی قسم کے وسیع اور ربانی اخلاق نظر آتے ہیں۔ اسلئے ان کے مطابق وہ بھی عمل کرنا چاہتا ہے۔ اگر خدا سب کا باپ ہے۔ تو تمام لوگ اس کے بھائی ہیں۔ اسلئے خود غرضی اور دوسروں کو اپنا غلام خیال کرنا زبون اور خدا کے نزدیک قابل نفرت بات ہے +

علاوہ ازیں ایک مسلمان سمجھتا ہے۔ کہ میں نے اس دنیا سے کوچ کر کے خدا کے حضور جانا ہے۔ میرے اندر بھی خدا کی صفات کا ایک حصہ ہے۔ اور جب تک اس حصہ کو اچھی طرح روشن نہ بنالوں میں کبھی خدا سے مل نہیں سکتا۔ وہ باپ ہے اور میں بیٹا ہوں نیا مرہ کے علم الہیات جاننے والے فلاسفر نے بھی اسی انا للہ وانا الیہ راجعون کے خیال کو جو ایک مسلمان کے دل میں ہر وقت موجود رہتا ہے دوسرے الفاظ میں یوں ظاہر کیا ہے کہ میں باپ کی طرف سے آیا ہوں اور باپ ہی کے پاس واپس جانا ہے لیکن جناب مسیح ہی کے لئے یہ خصوصیت نہ تھی۔ خدا کو باپ کہکر عام لوگ پکارتے ہیں۔ اور اس طور پر دعا بھی مانگتے ہیں۔ یہ دعا سچی ہوتی ہے۔ ظریفانہ رنگ میں نہیں ہوتی۔ استعارہ کے طور پر انسان بیٹا ہے اور خدا اس کا باپ +

اسلامک ریویو: ۔ مولانا اکبر صاحب نے جو ایک ہر دلعزیز مسلمان شاعر اس زمانہ کے ہیں اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں اپنے مختصر لیکن پر مغز اور بامعنی اشعار کی وجہ سے مشہور ہیں اپنی مضمون کو ایک باعنی بیت میں باندھا ہے جو کہ اپنے اندر نہ صرف دلچسپی رکھتی ہے بلکہ نہایت ہی مناسب موقع ہے اسے ذیل میں ناظرین کی تفریح طبع کیلئے نقل کیا جاتا ہے ؎

مشرقی کو ہے شوق روحانی — مغربی کو خیال جسمانی

کہا منصور نے خدا ہوں میں — ڈارون بولا بوزنہ ہوں میں

منصور حلاج ۔ ہم یہاں مختصراً منصور کے حالات جس کا ذکر تیسرے مصرعے میں ہے بیان کرتے ہیں تاکہ

اہل مغرب ان کے واقف نہیں۔ یہ شخص آٹھویں صدی ہجری میں پیدا ہوا۔ اور اپنے زمانہ کا ایک بڑا پارسا صوفی تھا۔ وہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتا۔ اور نہایت بے نفس اور بےغرض تھا خدا کی یاد میں محو ہو کر اُسکی روحانی حالت اس درجہ تک پہنچ گئی جسے مغربی اصطلاح میں مسیحائی کہتے ہیں خیا نچہ اس سے عجیب عجیب باتوں کا ظہور ہونے لگا۔ اسمیں خدا کا نور اور جلال اس حد تک حلول کر گیا۔ کہ وہ سکر و انبساط کی حالت میں انا الحق کہہ اُٹھا۔ لیکن اس زمانہ کے فریسی طبع اہل مذہب کب اسکو برداشت کر سکتے۔ اسلئے جناب مسیح کی طرح پر الزام لگایا گیا اور عدالت میں اس پر باضابطہ جرح قدح کی جا کر آخرش اُسے بھی سولی پر کھینچا گیا۔ اس کی زندگی کے حالات اور واقعات ایسی کتابوں میں درج ہیں جن کے معتبر ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں لیکن باایں ہمہ مشرق میں اسی طرز کا ایک ہی آدمی نہیں۔ ہماری تاریخوں میں اس قسم کے بےنظیر انسان بہت سے نظر آتے ہیں لیکن مشرقی لوگ روحانیات میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں۔ کہ وہ مسیح کو خدا مان نہیں سکتے +

رسید زر

امداد مشن جناب سید عبد الجبار شاہ صاحب ایبٹ آباد ضمار ۵؍
مفت تقسیم جناب حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپال ۵؍
امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب مردان صمہ؍

مفت تقسیم جناب سید احمد حق صاحب میاں ٹولہ صہ ۵؍
امداد مشن جناب بابو محمد شعیب صاحب بصرہ ۱۲؍
مندرجہ بالا رقوم بصد شکریہ مشتہر کیجاتی ہیں جزاکم اللہ احسن الجزا

خادم ۔ آنریری سکرٹری ۔ ووکنگ مسلم مشن ۔ عزیز منزل لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۲ر مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنائیان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :-

۱ سلسلۂ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات ۴ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۲- " " توحید مع معمۂ تصوف ۵- اسلام اور دیگر مذاہب
۳- " " خطبات عیدین۔ ۶- حقوق النسوان

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع حسین جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارماڈیوک صاحب پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ وغیرہ مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین میں جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت صلعم کو حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر مجلد ۱۰ر

مروارید ثلاثہ

ابراہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام۔ قیمت ۱۲ر
۲ اسوۂ حسنہ " زندہ و کامل نبی " ۸ر
۳ ام الالسنہ " زندہ و کامل زبان " ۱۲ر

ان تین کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کیگئی ہیں۔ کہ کتاب تو صرف قرآن نبیوں میں نبی حضرت محمد اور زبان صرف زبان عربی ہے۔ ابراہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے مطابق قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے تہذیب و تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم اسمیں جمع کی گئی ہے۔ اسوۂ حسنہ میں انسانی رہنمونی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان دکھلایا گیا ہے۔ ام الالسنہ ایک عجیب تصنیف ہے جسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دنیا میں عزیز زبان ہی نہیں بلکہ ام الالسنہ ہے

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

ذرات عالم کا مذہب (قیمت ۸) تفصیل مضامین:- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ سب سے طاقتور ذرے یعنے انسان کا مذہب۔ الہام ایک ضرورت حقہ ہے تناسب عددی ارتقا کی جان ہے۔ اخلاق توازن جذبات کا نام ہے۔ روح کی پیدائش اور فرائض۔ روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے۔ بعض لحوم ممنوعہ و مسئلہ ارتقائے انسانی صحیفۂ ارتقا کفارہ پر ایمان لانا خود نیچر کی ہتک کرنا ہے۔ مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فاسدہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں۔ اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی۔ رومن کلیسیا بہتر اور فضل ہے انسان کیلئے اپنی اصلاح ہی بہترین بیج ہے۔ رب العلمین معبود۔

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سُنی و مراسم نماز پر علے الترتیب مکالمات موجود ہند و مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر۔ تمام نظام عالم کا ضخامت ۲۱۶ صفحات۔ قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ علاوہ محصولڈاک ہے

اصول امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے۔ اور اسکے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالہ۔ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح یہ ثابت کیا ہے کہ تمام فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں۔ حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائینگے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شیعہائے بیان پر بحث۔ اپنے عقاید کا اظہار نبوت کے معنا اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی۔ آمد ثانی مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افتراء و غلو کی مماثلت جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ دنیا میں ضرورت نبوت۔ غرضیکہ ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوف بہت سے مذہبی معلومات کیلئے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ یہ اس بیگانگت اجنبیت کو دُور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق اور متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیاری کریگی۔ اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مؤدبانہ التماس کیگئی ہے۔ کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور مسلم قوم نے انہی فرقی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اُٹھائی ہیں۔

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ... ... ۶ر مجلد

اسلام اور علوم جدیدہ قیمت مجلد ۴ر

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط مسیح حسین مصنفہ عالیجناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) المسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر۔ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔ پہلے سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرکے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت پر روشنی ڈالی ہے۔

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ اسٹیم پریس بیرون دروازہ ملاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلّغ اسلام

جلد (۷) | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر (۶)

قیمت سالانہ للعہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں



MR. A. A. O. ABDUL GHANI DIXON

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ جون ۱۹۲۱ء نمبر (٦)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	بلادِ عربیہ میں تبلیغ اسلام	جناب مولوی دوست محمد صاحب امام مسجد لنڈن	٣٤٩
۲	اسلام کا اثر	ایڈیٹر	٣٥٥
۳	اسلام میں خدا کا مفہوم	؍؍	٣٥٦
۴	اسلام میں حقوق نسواں	جناب علامہ محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب نومسلم	٣٥٧
۵	بنی آدم کیلئے پیغام	جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم	٣٦٥
٦	مکالمۂ الٰہیہ (الہام)	جناب ماسٹر یعقوب خان صاحب بی اے بی ٹی	٣٧٢
۷	غزوات نبوی	جناب مولوی مصطفے خان صاحب بی اے	٣٧٥
۸	جہالت عظیم	ایڈیٹر	٣٨٢
۹	وحدانیت	؍؍	٣٨٤
١٠	فرقہ بندی	ایس ستار رنگون	٣٨٧

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ مسٹر اے۔ اے۔ او عبد الغنی ڈکسن فری ٹون سیار لیون مغربی افریقہ سے ایک بزرگ کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے جنہوں نے حال ہی میں اسلامی لٹریچر مطالعہ کر کے اپنے قبول اسلام کا اقرار نامہ بمعہ فوٹو کے مسجد ووکنگ میں ارسال کیا ہے۔ صاحب موصوف کے انگریزی خط کا ترجمہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "افریقہ میں ایک اور عیسائی کا قبول اسلام" کے عنوان سے ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس نومسلم بھائی کو استقامت عطا فرمائے۔ اور اپنے پاک دین متین پر چلنے کی توفیق دے +

تقریباً ایک سال کے طول وطویل سفر (سماٹرا۔ جاوا۔ سنگاپور۔ برھما) کے بعد آج مورخہ ۵ مئی ۱۹۲۲ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری بخیریت لاہور پہنچ گئے ہیں۔ امید قوی ہے کہ آپ تین چار ماہ تک لاہور ہی میں قیام فرمائیں گے۔ اور اس کے بعد انشاءاللہ العزیز عازم ووکنگ ہونگے +

ترکی وفد کے رؤسائے سے میری ملاقات

اشاعت اسلام کی اہمیت

پچھلے دنوں ترکی قوم کے دو وفد اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے لندن کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ ایک وفد قسطنطنیہ سے سلطان المعظم کی گورنمنٹ کی طرف سے تھا۔ دوسرا وفد مصطفٰے کمال پاشا کے

فریق مقیم انگورا کی طرف سے قسطنطنیہ کے وفد کے رئیس ہز ہائنس توفیق
پاشا وزیر اعظم ٹرکی تھے - اور انگورا گورنمنٹ کے وفد کی عنان نیابت ہز ایکسیلنسی
بکر سامی بے کے ہاتھ میں تھی - دونوں وفد لندن کے ایک شہور ہوٹل
میں جو سوائے ہوٹل کے نام سے موسوم ہے فروکش تھے - اسلام کے رشتہ اخوت
نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو خواہ وہ زمین کے کسی گوشہ میں سکونت پذیر ہوں
ایک لڑی میں پرو دیا ہوا ہے - اس رشتہ اخوت کے لحاظ سے میں نے ترکی قوم
کے ان برگزیدہ حضرات سے ملاقات کا تہیہ کیا - جو ان دنوں اتفاق،
سے لندن میں اپنے سیاسی مسائل و مطالبات کے تصفیہ کیلئے پہنچے ہوئے تھے ؛

ہز ایکسیلنسی بکر سامی بے سے ملاقات

میں نے دونوں صاحبان کی خدمت میں ایک ہی وقت چٹھیاں لکھیں وفد انگورا
کے رئیس ہز ایکسیلنسی بکر سامی بے کی طرف سے پہلے جواب موصول ہوا - اور
انہوں نے نہایت خوشی سے ملنے کیلئے وقت دیا - ہز ہائنس توفیق پاشا
کی طرف سے جواب میں تاخیر اسلئے ہوئی - کہ آپ بدقسمتی سے بیمار ہو گئے - چنانچہ
کانفرنس میں بھی دونوں فریق کی وکالت وسفارت بکر سامی بے ہی کرتے رہے
کیونکہ توفیق پاشا علالت کی وجہ سے شمولیت مجلس سے معذور رہے +

غرض میں یکم مارچ کو مقررہ وقت پر خواجہ نذیر احمد صاحب خلف خواجہ کمال الدین صاحب
کے ساتھ سوائے ہوٹل میں پہنچا - ہز ایکسیلنسی کا قیام اس وسیع و شاندار عمارت
کی تیسری منزل پر تھا - ہوٹل کے خدام نے ہمیں برقی جھولوں کے ذریعہ تیسری
منزل پر پہنچایا - اور وہاں ہز ایکسیلنسی کے سکرٹری نے ملاقات کے کمرے کی
طرف ہماری رہنمائی کی - ہم کمرے میں داخل ہو کر بیٹھے ہی تھے - کہ ہز ایکسیلنسی
تشریف لے آئے - اندر قدم رکھتے ہی آپ نے ہمیں اس اسلامی طریق
خطاب سے مخاطب کیا جو مسلمانوں کا امتیاز خصوصی ہے - اور جس کا ارشاد قرآن مجید

کی آیت من القی الیکم السلام میں ہوا ہے۔ ہز ایکسیلنسی نہایت وجیہ کشیدہ قامت
اور مسن بزرگ ہیں۔ انگریزی لباس پہنے ہوئے تھے۔ فرانسیسی اور فارسی زبان
میں بلا تکلف بول سکتے ہیں۔ اسلیے فارسی زبان میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور
ترجمان کی ضرورت پیش نہ آئی۔ سلام علیکم اور مزاج پرسی کے بعد قریباً
آدھ گھنٹہ تک مختلف باتیں ہوتی رہیں جنمیں ہز ایکسیلنسی نے اسلام اور مسلمانوں
کے ساتھ خواہ وہ کہیں رہتے ہوں۔ بیحد ہمدردی کا اظہار کیا۔ ہز ایکسیلنسی
مجھ سے مسلمانان ہند کی تعلیمی حالت دریافت کرتے رہے۔ اور جب میں نے
علیگڈھ میں مسلم یونیورسٹی کے قیام کا ذکر کیا۔ تو آپکے چہرے پر خوشی کے آثار نظر
آنے لگے۔ اور آپ نے فرمایا:۔

"ہم مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ عیسائی ہمارے دشمن ہیں۔ یہودی ہمارے دشمن ہیں
ہندو ہمارے دشمن ہیں مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن جہالت
ہے۔ مسلمانوں کو قرن اولے میں علم و فن کے ذریعہ سے ہی ترقی ہوئی تھی۔ اب بھی
اسی سے ہوگی۔ ہم نے پہلے زمانہ میں تلوار سے ترقی حاصل نہیں کی۔ بلکہ علوم سے
کی تھی۔ آج بھی اسی کو کرنی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے انگورا میں اس غرض کیلئے
ایک مجلس علمی منعقد کی ہے۔ جسے سیاسیات سے کچھ غرض نہیں بلکہ اس کا مقصد
صرف علمی تحقیقات ہے۔ اور ہماری خواہش ہے۔ کہ عرب۔ شام۔ پنجاب۔ ہندستان
چین بلکہ تمام دنیا کے مسلمان اس مجلس علمیہ میں شریک ہوں" +

اس کے بعد میں نے ووکنگ مشن کا ذکر کیا۔ جس پر ہز ایکسیلنسی نے نہایت
مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے برطانوی برادران کی ملاقات اور مسجد ووکنگ
میں نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی (چنانچہ اس کے بعد آپ اپنے متعدد
ہمراہیوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ جس کی مفصل کیفیت قبل ازیں
بھیجی جا چکی ہے) +

دوران گفتگو میں میں نے ہز ایکسیلنسی کی خدمت میں ترجمۃ القرآن انگریزی

پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ترکوں کو اشاعت اسلام اور خدمت قرآن کرنی چاہئے
جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ "بیشک یہ ہمارا فرض ہے۔ اور اشاعت اسلام سے
بہت بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں
اس ملک یا دوسرے ممالک یورپ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ دور ہو جاتی ہیں آپ
جو کام یہاں کر رہے ہیں۔ ہم اس کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور میں
انگورا میں جا کر اس کا نہایت خوشی سے ذکر کرونگا"

ہز ہائینس توفیق پاشا کا مکرمت نامہ
اور
ہز ایکسیلنسی داماد اسمٰعیل حقی سے ملاقات

دوسرے دن ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم ٹرکی کی طرف سے جواب موصول ہوا
کہ ممدوح خود تو بیمار ہیں۔ اسلئے ملاقات نہیں ہو سکتی لیکن آپ کی جگہ آپکے
فرزند ارجمند ہز ایکسیلنسی داماد حقی نے جنہیں ہز میجسٹی سلطان کے ساتھ نسبت
فرزندی بھی حاصل ہے بڑی خوشی سے ملیں گے۔ اور اسی غرض سے آپنے
مجھے ۲ مارچ بروز پنجشنبہ شام کے چار بجے چاء پر مدعو کیا۔ چنانچہ میں وقت
مقررہ پر خواجہ نذیر احمد صاحب کے ساتھ حاضر ہو گیا۔ ہز ایکسیلنسی اپنے والد ماجد
کے ساتھ سوائے ہوٹل کی چھٹی منزل پر اقامت پذیر تھے۔ خدام ہوٹل نے
آپ کی فرودگاہ کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ اور وہاں آپ کے سکرٹری نے
استقبال کیا۔ ہز ایکسیلنسی فرنچ بول سکتے ہیں۔ مگر میں اس سے نابلد
تھا۔ اسلئے ترجمان کی ضرورت پڑی۔ اور اس ضرورت کو ہز ایکسیلنسی کے
سکرٹری نے جو انگریزی میں گفتگو کر سکتے تھے پورا کیا۔ ابتدائی مراسم مزاج پرسی
کے بعد لندن کانفرنس کے متعلق کچھ باتیں ہوئیں۔ اور ہز ایکسیلنسی نے

نے ہمیں سمرنا کی آبادی کے نقشے دکھائے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ خاص سمرنا میں ترکوں کی آبادی یونانیوں سے زیادہ ہے +

اس کے بعد اشاعت اسلام پر میں نے سلسلہ گفتگو شروع کیا جسمیں ہز ایکسیلنسی نے بڑی دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ اور بڑی خوشی سے ان خوشکن گرانقدر نتائج کو سُنا۔ جو ووکنگ مشن کو اس مختصر زمانہ میں حاصل ہوئے ہیں ہز ایکسیلنسی کو اشاعت اسلام میں ایک شغف معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا:-

" جب میں جرمنی میں فوجی تربیت کے لئے تھا۔ تو میں نے بھی ایک خاندان کو حلقہ بگوش اسلام کیا تھا۔ ایک فوجی افسر کے ساتھ میری دوستی ہو گئی تھی۔ آہستہ آہستہ میں نے اُسے اسلام کے اصول اور تعلیم بتانی شروع کی۔ کچھ عرصہ میں وہ اس قدر متاثر ہو گیا کہ اس نے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس کے رشتہ داروں نے اسکی مثال کی تقلید کی۔ اور سارا خاندان مسلمان ہو گیا " +

اس کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں انگریزی ترجمۃ القرآن پیش کیا جس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اپنے والد ماجد ہز ہائینس توفیق پاشا کے جو دوسرے کمرے میں لیٹے ہوئے تھے دکھانے کو لے گئے اور اپنے والد ماجد کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے ہدیہ اسلامی کو قبول کیا۔ اور قرآن کریم کو بوسہ دیکر پیشانی سے لگا کر اپنے پاس رکھ لیا اسکے بعد چاء پیش کی گئی جسمیں ہز ایکسیلنسی کے دوسرے رفقاء اور ارکین وفد بھی شریک ہوئے۔ چاء نوشی کے وقت بھی مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ غرض تقریباً ایک گھنٹہ کی پُرلطف صحبت کے بعد ہم نے اجازت طلب کی۔ ہز ایکسیلنسی نے دوبارہ نہایت مؤثر الفاظ میں ہمارا شکریہ ادا کیا اور ازراہ محبت برقی جھولے تک مشایعت کے لئے تشریف لائے۔ ہز ایکسیلنسی کے اخلاق نہایت وسیع ہیں اور میرے دل پر ان کا خاص اثر ہے ۔

مسلمانوں کیلئے سبق

میں نے یہ تمام کیفیت محض دل لگی کے لئے نہیں لکھی۔ نہ میرا مطلب اس سے خود نمائی ہے۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے۔ کہ مسلمان ان خیالات سے کوئی عملی فائدہ حاصل کرلیں۔ ترک قوم مسلمانوں میں ایک ممتاز قوم سمجھی جاتی ہے مسلمانان ہند کے دلوں میں بھی ان کی بڑی عزت و وقعت ہے کہ زمانہ دراز کی حکومت کرنیوالوں کو آئین حکومت کم از کم ہم سے زیادہ آتے ہونگے۔ اس قوم کے برگزیدہ ممبروں کی رائے میں نے پیش کردی ہے۔ جسے ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو آویزہ گوش بنانا چاہتے۔ ان کے سارے خیالات کا خلاصہ اگر سمجھنا چاہو۔ تو صرف یہی ہے۔ کہ علم کی دولت حاصل کرو۔ اور اشاعت اسلام کی برکت سے دنیا میں بڑھو۔ یہی وہ اصول ہیں جن سے مسلمانوں نے ترقی کی تھی۔ اور ان ہی سے آج وہ اپنی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ کاش کالجوں اور سکولوں کی شکست و ریخت کے مدعی اور طلباء کو تحصیل علوم سے نے بہرہ رکھنے والے بزرگ جنہیں آج تک ترکوں سے ہمدردی کا دعویٰ بھی ہے ترکوں کی نصیحت پر عمل پیرا ہوں۔ ترکی وفد اپنے اپنے مقامات پر واپس چلے گئے۔ لیکن ان کے خیالات میں مسلمانان ہند کی خدمت میں نصیحت کے لئے پیش کررہا ہوں +

مراد ما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

مصطفیٰ خان
مسجد ووکنگ انگلستان

ناظرین کرام اس زمانہ میں اس پُرفتن زمانہ میں اشاعت اسلام کیطرف توجہ فرمائیں کیونکہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز اشاعت دین میں ہی مضمر ہے +

خادم۔ مینیجر

ایک جنونی دماغ کا خبط

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ لوگ جن کا سر غرور سے پر ہوتا ہے اپنی کامیابیوں کے زمانہ میں دیوانہ وار اس قسم کے کلمات بول اُٹھتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی اعلیٰ طاقتوں کا مالک خیال کرتے ہیں جو معمولی انسانوں میں نہیں ہو سکتیں۔ ان میں سے ایک قیصر بھی تھا جس نے آج سے پندرہ سولہ سال قبل مشاہدات قدرت اور الہام الٰہی کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے وقت سنا ہے کہ ذیل کے الفاظ بولے:۔

"انسانی ترقی و تربیت کے لئے خدا بذاتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ خواہ وہ انسان پادری ہو یا بادشاہ کافر ہو یا یہودی یا عیسائی۔ چنانچہ موسیٰ ۔ ابراہیم ہیومر شارلمین۔ لوتھر۔ شیکسپیر۔ گوانیہ۔ گیبٹ۔ اور شاہنشاہ ولیم اعظم کے ذریعہ جنہیں خدا نے منتخب کیا۔ بڑے بڑے غیر فانی نتائج مرتب ہوئے۔ میرا دادا بھی اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ کا کام دیتا ہے"+

ان سطور سے ظاہر ہے کہ اگر شاہ جرمنی گذشتہ جنگ میں فتح حاصل کر کے غیر فانی نتائج و کامیابی حاصل کر لیتا تو وہ یقیناً مدعیٔ نبوت ہوتا۔ بلکہ اغلب ہے کہ وہ اپنے آپکو خدا کا اوتار قرار دیتا۔ اس صورت میں خدا کے ان تمام راستباز بندوں کی صداقت جنہوں نے نبوت یا رسالت کا دعویٰ کیا دھندلی پڑ جاتی اور سچ و جھوٹ اور الہام الٰہی اور پرجوش دماغ وہ بندے خواب میں کوئی امتیاز نہ رہتا +

یہ امر قابل غور ہے کہ شاہ جرمنی جس کے قبضہ قدرت میں بڑے بڑے مادی ذرائع تھے باوجود طرابول بجلنے کے اپنی تمام سلطنت کو قریباً تباہ شدہ پا کر خود ایسی حالت میں پہنچتا ہے کہ اسے غیر ملک میں جا کر پناہ لینی پڑتی ہے۔ اسکے بالمقابل ہم ربانی رسلوں کو دیکھتے ہیں ابتدا میں وہ بہت کمزور و بے بس نظر آتے ہیں۔ اور اس بیکسی کی حالتیں جبکہ انکی مخالفت بھی انتہائی درجہ تک پہنچ جاتی ہے وہ اپنے دشمنوں کی تباہی و بربادی اور اپنے مشن کی ترقی و کامیابی کی پیشگوئی کرتے ہیں لیکن جس طرح وہ کہتے ہیں اسی طرح ظہور میں آتا ہے پس اسی سے یقینی طور پر خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے اور اسکے رسلوں کی صداقت ظاہر ہوتی ہے +

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ترکی وفد مسجد ووکنگ میں

"ہز ایکسیلنسی باقر سامی بے کا وعظ انگریز نو مسلمین کو"

ایک افریقن ایک انگریز مرد اور عورت کا قبول اسلام

ناظرین کرام کو معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت ترکوں کے دو ڈیلیگیشن لندن میں اتحادی کانفرنس کے سامنے اپنے دعاوی پیش کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو قسطنطنیہ کی حکومت کی طرف سے ہے۔ اور ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم اس کے رئیس الوفد ہیں۔ دوسرا وفد کمال پاشا یا انگورا کے نیشنلسٹ ترکوں کا نمائندہ ہے۔ اور اس کے رئیس ہز ایکسلنسی باقر سامی بے ہیں +

یہ موقعہ نہیں کہ ان ہر دو وفود کے کاموں۔ اور کانفرنس میں ان کے پیشکردہ دعاوی اور ان کے نتائج کو دھرایا جائے۔ ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ ہمارے ناظرین کرام سن چکے ہونگے۔ صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ دوران کانفرنس میں ہز ہائنس توفیق پاشا تقاضاء عمر اور اس سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے بہت بیمار رہے۔ کچھ تو اس وجہ سے بہت بیمار تھے۔ کچھ تو اس سبب سے بھی کہ کانفرنس سے پہلے ہی ہر دو وفود خوش قسمتی سے ایک رائے پر پہنچ چکے تھے اور ان کا اتحاد ہو گیا تھا۔ ہز ایکسیلنسی باقر سامی نے ہی ہر دو وفد کی نمائندگی کرتے رہے۔ ہز ایکسیلنسی خود بھی بوڑھے آدمی ہیں۔ اگرچہ ان کی شکل وشباہت اور عظیم الجثہ ہونا دیکھنے والے پر ایک خاص رعب طاری کرتا ہے +

مسجد میں تشریف آوری ہز ایکسلنسی نے دوران قیام لندن میں ایک مرتبہ

مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے کو ملنے کا موقعہ دیا۔ اس کے بعد خود گذشتہ ۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو معہ اپنے ساتھیوں کے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اس دوسرے موقعہ پر بہت سے انگریز نومسلم اور دیگر اصحاب بھی تشریف لے آئے تھے جیسے لارڈ ہیڈلے الفاروق ڈاکٹر ایچ ایم لیون مسٹر خالد شیلڈرک مسٹر گرو حبیب اللہ اور بہت سے دیگر اصحاب بھی شامل تھے +

دعوت اور نماز قریباً ۱۲ بجے ہزایکسلنسی اور دیگر ممبران وفد یہاں آئے۔ اور تھوڑی دیر تک عربی اور فارسی میں باتیں کرنے کے بعد ماحضر اپنے ہمراہیوں اور دوسرے معزز مہمانوں کے ساتھ تناول فرمایا۔ اس کے بعد مسجد میں ہمارے عرب دوست مولوی سید عبد المحیی صاحب مولوی فاضل نے اپنے مخصوص عربی لہجہ میں صدا اے اللہ اکبر بلند کی۔ یعنی نماز ظہر کیلئے اذان کہی۔ جس کو سُننے سے بہت سے ممبران وفد خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ سرزمین تثلیث میں اللہ اکبر کی آواز ایک مسلم کے قلب پر جو اثر کرتی ہے۔ وہ ان کے چہروں سے نمایاں تھا۔ اسی عالم مسرت میں سب کا فوٹو لیا گیا۔ اور اس کے بعد نماز باجماعت پڑھی گئی +

ایک افریقن پروفیسر کا قبول اسلام اور لارڈ ہیڈلے نماز کے بعد ایک افریقن پروفیسر نے جن کا نام پروفیسر (پاکپاکوارلی) Khakpadwarley ہے اور سترہ برس تک عیسائی رہ چکے ہیں۔ قبولیت اسلام کا اعلان کیا جس پر رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے نے سب سے پہلے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اور اسے مبارکباد دی اور اس کے بعد لارڈ موصوف نے ایک مختصر سی تقریر اسلام پر کی۔ اور اپنی دو انگریزی نظمیں اور ایک دعا جو سورہ فاتحہ کا ترجمہ ہے پڑھ کر سُنائی +

ہزایکسلنسی باقر سلطی خان کی تقریر اسی وقت ہزایکسلنسی باقر سلطی خان رئیس الوفد نے مسلمانوں اور دیگر حضرات کو فارسی زبان میں ایک دلنشین وعظ کیا جسکا ترجمہ ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں مسٹر عبد الصمد خانصاحب قنصل ایران کرتے گئے آپ نے فرمایا۔ کہ اس جگہ آکر اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نماز پڑھ کر جو مسرت مجھے

حاصل ہوئی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ میں اس دن کو نہ صرف خود ہی خوشی کے ساتھ یاد رکھونگا۔ بلکہ جب میں انگورا میں واپس جاؤنگا۔ تو اپنے اہل وطن سے بھی اس کا ذکر کرونگا جو سب غائبانہ اس خوشی میں شریک ہونگے۔ یہ مقدس گھر (مسجد) ایسی جگہ نہیں کہ جہاں سیاسی مسائل پر کچھ کہنا مناسب ہو۔ لیکن جس مقدس مشن کو لے کر ہم آئے ہیں اس کے متعلق میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس کا منشاء قیام امن کی کوشش کرنا ہے۔ صرف اپنے ہی ملک میں نہیں۔ بلکہ کل دنیا میں قیام امن اس مشن کی غرض اور مدعا ہے +

میں کوئی دینیات کا عالم نہیں۔ مسائل دینیات اور امور مذہبی کی توضیح یہ ان (مولوی مصطفےٰ خان صاحب کی طرف اشارہ کر کے) لوگوں کا کام ہے جو عالم دین ہیں لیکن میں اس قدر کہونگا۔ کہ مغرب میں اسلام کو بہت بُرا رنگ دیا گیا ہے۔ اور اسکی تصویر کو بہت بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک بالکل سادہ اور اور بڑا ہی معقول مذہب ہے۔ وہ پانچ ارکان جس پر دین کی عمارت کھڑی ہے کیا ہیں۔ پہلا رکن کلمہ شہادت ہے۔ یعنی توحید الٰہی اور رسالت نبوی کا اقرار۔ توحید ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر کل دنیا جہان کی سلامتی اور امن موقوف ہے۔ اگر ایک خدا کی بجائے بہت سے خدا ہوں تو دنیا سلامت نہیں رہ سکتی۔ ان تمام خداؤں میں نزاع اور خانہ جنگی برپا رہیگی۔ ایک کی مرضی دوسرے کے خلاف ہونے پر جو نتائج ہوتے ہیں۔ وہ ایک سے زیادہ خداؤں کے ہوتے ہوئے کہاں موجب رحمت ہو سکتے ہیں۔ پھر دوسرا رکن نماز ہے۔ نماز نہ صرف انسان کو بہت سی بدیوں اور بداخلاقیوں سے ہی بچاتی اور خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق جوڑتی ہے بلکہ اسلامی نماز اپنی ہیئت کذائی کی وجہ سے انسان کی صحت جسمانی کے لئے بھی مفید ہے۔ ابھی ہم نے کھانا کھایا ہے۔ اس کے بعد ورزش ضروری ہے۔ نماز نے اس غرض کو بھی پورا کر دیا۔ پھر تیسرا رکن روزہ ہے۔ اس میں نہ صرف بہت سی خواہشات اور بُری باتوں سے بچنے کی ہی ایک قسم کی مشق ہوتی ہے

بلکہ دوسرے غربا کی جنہیں کھانا نہیں ملتا حالت کو بھی سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور حتے الوسع ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی چوتھا رکن زکوٰۃ ہے اور یہ وہ بات ہے جس کے لئے جملہ بولشوسٹ اور سوشلسٹ لوگ سرگردان ہیں۔ وہ اغراض جن کو یہ گروہ اپنے خود ساختہ اصولوں کے ذریعہ سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ زکوٰۃ کا اصول سوا تیرہ سو برس ہوئے ان کو پورا کر چکا ہے (حسب فرمان نبوی۔ تؤخذ المال من امرائھم وترد الی غربائھم) پھر حج کو دیکھو۔ دنیا جہان کے مستطیع مسلمانوں کا ایک جگہ سال بھر میں ایک مرتبہ جمع ہونا کیا غرض اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ ایک قسم کی کل مسلمانوں کی کانفرنس ہے۔ مختلف ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہو کر ترقی کی راہیں سوچ سکتے ہیں۔ کس قدر معقولیت سے بھرے ہوئے یہ تمام اصول ہیں لیکن کس قدر غلط مغرب نے ان کو سمجھا ہے +

اسلام کے متعلق یہ بالکل غلط خیال بٹھایا گیا ہے۔ کہ وہ دوسرے مذاہب اقوام سے دشمنی اور بغض کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام ہرگز کسی سے دشمنی اور بغض کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ سب کے ساتھ خواہ کوئی کسی مذہب اور قوم سے تعلق رکھتا ہو حسن سلوک اور نیکی سے برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے +

واپسی } قریباً نصف گھنٹہ تک ہز ایکسیلنسی نے یہ تقریر کی۔ اور اس کا ترجمہ لوگوں کو سنایا گیا۔ اس کے بعد آپ دو تین ممبران ڈیلیگیشن کے ساتھ واپس لندن تشریف لے گئے۔ کیونکہ ہز ایکسیلنسی کو ایک ضروری مجلس میں شریک ہونا تھا۔ باقی ممبران شام تک ٹھیرے رہے +

مسجد ووکنگ کا ہفتہ وار لیکچر } ہز ایکسیلنسی کے واپس جانے کے بعد سوا تین بجے حسب دستور مسجد میں مولوی مصطفےٰ خانصاحب کا ہفتہ وار لیکچر اسلام ہوا۔ جس میں انہوں نے ہز ایکسیلنسی کی مندرجہ بالا تقریر کی طرف بھی ضروری

اشارات کئے۔ اور اس کے ضروری پہلوؤں پر دوبارہ خوب روشنی ڈالی۔ اس لیکچر کے وقت حسب دستور ووکنگ کے اکثر مقامی اصحاب بھی آ گئے۔ اور کثرت حاضرین سے مسجد بالکل بھر گئی۔ لارڈ ہیڈلے اس وقت پریسیڈنٹ تھے انہوں نے حسب معمول دعا کی۔ اور پھر خود اور انہوں نے بھی اور ڈاکٹر ہارون مصطفےٰ لیون نے بھی تقریریں کیں +

افریقن نومسلم کی تقریر آخر میں اس افریقن پروفیسر نے جن کے قبول اسلام کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ایک پرجوش تقریر میں افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کی جد وجہد کا حال بتایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اسلام کے سادہ اصول اہل افریقہ کے دلوں میں ایسے گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اس کے بالمقابل موجودہ عیسوی جاہ وجلال اور سازوسامان کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ اپنے عشرہ سالہ تجربہ کو جو عیسوی مذہب میں رہکر انہیں ہؤا۔ اسلام کی طرف مائل کرنے والا اور اس کا حامی بتایا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج انہوں نے اسلام کو علے الاعلان قبول کیا پروفیسر موصوف بہت قابل اور سمجھدار آدمی ہیں۔ انگریزی خوب لکھ اور بول سکتے ہیں۔ افریقہ میں پہلے پروفیسر تھے۔ اب لندن میں اکسپورٹ امپورٹ (برآمد درآمد) کا تجارتی کاروبار شروع کیا ہے۔ اللہ تعالے ان کا حامی و ناصر ہو۔ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا اسی دن شام کو راقم الحروف سے نماز کے اوقات اور اس کے ضروری مسائل ایک ایک کرکے پوچھتے رہے۔ نماز پر انہیں کتاب بھی دیگئی جو یہاں نومسلمین کے لئے چھپی ہوئی موجود ہے +

شام کی چاء کے بعد ڈیلیگیشن کے باقی تمام ممبر بھی واپس تشریف لیگئے +

ایک انگریز خاندان کا قبول اسلام ان کے جانے کے تھوڑے عرصے بعد ایک اور انگریز اور اسکی بیوی نے جو ہر دو آج کی دعوت میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ اور کچھ عرصہ بیشتر سے زیر تبلیغ تھے۔ اور لندن میں نماز جمعہ اور اتوار کے لیکچروں میں شامل ہوتے رہے تھے۔ نہایت خوشی سے قبول اسلام کا اظہار کیا۔ اور

ڈیکلریشن لکھ کر دیئے۔ ان تینوں نومسلمین کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ پروفیسر پاکیپا کوارتی (افریقی) اسلامی نام عبدالکریم
۲۔ بے ماسٹر مسٹر ریونز (انگریز) ؍؍ عزیز
۳۔ مسز ریونز (عورت) ؍؍ عزیزہ

اس خاندان کا ایک چھوٹا بچہ بھی والدین کے ساتھ تھا۔ جس کی عمر پانچسال کے قریب ہے۔ اس کا نام حمید رکھا گیا +

افریقہ میں ایک اور عیسائی کا قبول اسلام جس دن کے یہ واقعات اوپر لکھے ہیں۔ اسی دن صبح کی ڈاک میں افریقہ کے ایک صاحب کا خط اور فوٹو آیا خط میں انہوں نے قبول اسلام کا اقرار نامہ لکھ کر بھیجا تھا۔ جس کا ترجمہ ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے میں ذیل میں دیتا ہوں +

مکرمی اس خط کے ذریعہ سے میں آپ کو ان کتابوں اور خط کے پہنچنے کی اطلاع دیتا ہوں۔ جو آپ نے مجھے بھیجی تھیں۔ میں نے جواب آج تک اسلئے نہیں دیا۔ کہ میں چاہتا تھا۔ کہ پہلے ان کتابوں کا ایک کثیر حصہ پڑھ لوں۔ تاکہ اسبات کا فیصلہ کرسکوں کہ اسلام کو آیا میں قبول کرسکتا ہوں یا نہیں۔ آج میں پورے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس سے انسان کا قلب راہ الٰہی میں نشوونما حاصل کرسکتا ہے۔ اسلئے میں آج سے مذہب اسلام کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتا ہوں۔ اور آپ کا ڈیکلریشن فارم پر کرکے ارسال کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ میں اپنا فوٹو بھی ارسال خدمت کرتا ہوں +

(دستخط آموس اگسٹن اوبگ ڈکسن)

اللہ تعالٰی سے دُعاء ہے کہ ان سب نومسلمین کو استقامت عطا فرمائے اور اپنے پاک دین پر انہیں چلنے کی توفیق دے +

خاکسار
دوست محمد از ووکنگ

اسلام کا اثر

عیسائی مشنریوں نے گو اسلام کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے لیکن ایسے بے تعصب عیسائی مصنف بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کی چلن اور انکی روش کو ڈھالنے میں ایک معجزنما کام کیا ہے۔ جن لوگوں کو ان واقعات اور تذکروں کے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے جو مورخ صاحبان نے خلافت کے آغاز و زوال کے متعلق لکھے ہیں ان پر ایک بات تو ضرور سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اسلام نے جنگل و بیابان کے وحشی لوگوں کو قعر ذلت سے نکالکر تہذیب کے معراج پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن حال ہی میں کپتان سی ڈبلیو ئے آر صاحب نے اسبارے میں اخبار مسلم ورلڈ میں تحریر کیا جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام کیا جاتا ہے +

"بعض دفعہ اسلام کو مردہ کہکر پکارا جاتا ہے۔ گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو قوم اسے اختیار کرتی ہے اسکی تمام ترقی مسدود ہو جاتی ہے لیکن اس امر کا کچھ لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ اہل عرب نے ہسپانیہ میں اس وقت تہذیب کی مشعل کو بلند کیا۔ جبکہ تمام یورپ تاریکی کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ اور یہ صحیح بھی مان لیا جائے کہ اسلام اس قوم کی ترقی کو بھی روک دیتا ہے جو تہذیب کی شاہراہ پر کسی خاص مقام پر پہنچ چکی ہو پھر بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ افریقی قوموں پر جو تہذیب کے لحاظ سے ادنے مقام پر کھڑی ہیں اسکا اثر بڑی سرعت کے ساتھ ہو رہا ہے شمالی نائیجیریا کی وحشی قومیں ہر روز اسلام کے دائرہ کو وسیع کر رہی ہیں۔ بادہ نوشی مردم خوری وغیرہ قباحتوں کو خیرباد کہکر وہ مسجدوں اور بازاروں کی تعمیر کیطرف رخ کر رہی ہیں اور انہوں نے تنہائی کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا ہے حبشیوں کے لئے اسلام ملے ثمر اور بیجان ثابت نہیں ہوا۔ اور کم از کم انکے لئے وہ مردہ نہیں" +

مذہب اسلام خواہ قسطنطنیہ۔ دہلی یا مراکو کے درباروں میں یا مغربی افریقہ جیسے گمنام مقام میں جہاں کہیں بھی پھیلتا ہے اسکا اثر لوگوں کے قلوب پر صوۃً اور عملاً یکساں ہوتا ہے +

اسلام میں خدا کا مفہوم

نامعلوم اور نگاہوں سے اوجھل خدا کی ہستی کا مطالعہ ایک ایسا مضمون ہے۔ جو مذہب اور فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن رب العالمین اور اسکی صفات کاملہ کا جو مفہوم حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم نے دنیا پر مبرہن فرمایا۔ وہ ارفع و اعلیٰ مفہوم دنیا بھر کے دانشمندوں و عاقلوں کے مفہوم پر بازی لے گیا۔ کلام پاک قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلعم کو احمد کہا گیا ہے۔ جو اسبات کی دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ خداوند تعالیٰ کی صفات کے سب سے بڑھ کر فصیح مشرح ہیں۔ اسلام کے معنے خداوند تعالیٰ کی رضا کے سامنے کامل طور پر تسلیم کو خم کر دینا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری ایک مسلم کی زندگی کا امتیازی نشان ہے۔ یہ امر اطمینان بخش ہے کہ دنیا کے مذہبی امور پر غور و فکر کرنے والے حلقہ میں بھی اب اس حقیقت نفس الامری کا احساس ہونے لگ گیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ویلش اپنے ایک چھوٹے سے رسالہ "نامعلوم" میں یوں رقمطراز ہیں کہ:-

"جب میں نے حسب استطاعت خداوند تعالےٰ کے مقام کو معلوم کرلیا ہے۔ تو وہاں میں نے اپنا قیام کرلیا ہے۔ خواہ وہ مقام اب پھر موت ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تو مجھے تمام دنیا بھر کی چیزوں سے عزیز اور پیارا ہے۔ دوسرا کوئی اس مقام کو قوانین قدرت سے تعبیر کرلے۔ اگر اسے یہ زیبا دیتا ہے لیکن ہمارے مسلم بھائیوں کا لفظ اسلام یعنے

"اللہ اکبر"

سب سے ارفع و اعلےٰ ہے"

اسلام میں حقوقِ نسواں

از قلم جناب محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب (نومسلم)

یا یھا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ج وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً ٥

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً ط اتاخذونہ بھتاناً واثماً مبیناً ٥

ترجمہ مسلمانو! تم کو روا نہیں کہ عورتوں کو میراث (میت) سمجھ کر زبردستی ان پر قبضہ کر لو۔ اور جو کچھ تم نے ان کو (ترکہ شوہری میں سے) دیا ہے اس میں سے کچھ چھین لینے کی نیت سے ان کو (گھروں میں) قید نہ رکھو (کہ دوسرے سے نکاح نہ کرنے پائیں) ہاں ان سے کوئی کھلی ہوئی بدکاری سرزد ہو (تو قید رکھنے میں مضائقہ نہیں) اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو۔ اور تم کو (کسی وجہ سے) بی بی ناپسند ہو۔ تو عجب نہیں۔ کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو۔ اور اللہ اس میں بہت سی خیر (و برکت) دے +

اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدل کر اس کی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو۔ تو گو تم پہلی بی بی کو بہت سارا مال دیدیا ہو۔ تاہم اس میں سے کچھ بھی (واپس) نہ لینا۔ کیا تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے کہ کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کر کے اپنا دیا ہوا (اس کو واپس) لیتے ہو۔

ان آیات کو اور قرآن شریف کی بہت سی دیگر آیتوں کو جنمیں مستورات کا ذکر ہے۔ زمانہ حال کے انگریز ہر دو مرد و زن سُنکر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس خیال سے

ان میں تعجب پیدا ہوا۔ کہ کسی انسان پر بذریعہ الہام یہ ظاہر کیا جائے کہ عورت کے دل میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ چونکہ ان لوگوں کے کان اس قسم کی باتیں سننے کے عادی نہیں وہ ان آیات کو ممکن ہے کہ کسی قدر مستورات کی تحقیر کا موجب خیال کریں۔ اور انکی توجہ ان کے اصل مطلب کی طرف نہ جائے۔ اور وہ نہ سمجھیں کہ یہ حقیقت میں استقرار حقوق نسوان کی سند کا کام دیتی ہیں +

زمانہ جاہلیت کے عرب اپنے دستور کے مطابق مستورات بھی ورثہ میں اسی طرح لیتے تھے جس طرح مال وزر اور مال مویشی۔ اور عورتیں اپنے ولی کی ہر طرح ملکیت خیال کیجاتی تھیں جب کبھی کسی مرد کی محبت کسی عورت سے ہوتی تو وہ اپنی محبوبہ کو مال و دولت بطور تحفہ دیتا لیکن اس سے متنفر ہونے پر اپنا تحفہ جبراً اس سے چھین لیتا تھا عالم نسوان کا ان کے دل میں کوئی عزت نہ تھی۔ اور وہ ضرورت سے زاید لڑکیوں کو قتل کر دیتے جس طرح کہ ضرورت سے زیادہ بلی کے بچوں کو لوگ پانی میں غرق کر دیا کرتے ہیں +

اسلام نے ان تمام باتوں میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔ سب سے اول اس نے انسان پر ظاہر کیا کہ خدا کے ساتھ عورت کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ مرد کا اور ان کے طبعی اور استعدادی اختلاف کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ نے انمیں رُوحانی قویٰ بھی یکساں رکھ دیئے ہیں۔ اور اسکی نظر میں انکی قدر و منزلت بھی ایک سی ہے۔ اس کے بعد بتلایا کہ چونکہ عورت جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے کمزور ہے۔ اور اس آیندہ نسل کے محافظ اور اس کے قائم رہنے کا باعث ہے جس کا محافظ خدا بھی ہے لہٰذا اس کے ساتھ نہایت مہربانی کا سلوک ہونا چاہیئے۔ اور اس کی عزت و احترام لازمی ہے۔ پھر ہمیں بتلایا کہ عورت قانون کی نظر میں بالکل علیحدہ اور آزادانہ حیثیت رکھتی ہے اپنی جائداد پر اُسے کلی اختیار ہے خواہ وہ جائداد اُسے بطور ورثہ ملی ہو یا بطور نذرانہ اور اسے عدالت میں اپنے خاوند کے ناجائز سلوک کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ یہ حقوق زمانہ حال کے نکتہ خیال سے اور عملی رنگ میں بہت ہی مفید اور ضروری ہیں۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ عیسائی ممالک میں منکوحہ عورتوں کی جائداد پر حقوق کو اور بدسلوکی اور ناانصافی کی حالت میں اپنے خاوندوں سے طلاق کیلئے ان کے دعوے کو

قانوناً تسلیم کرنے سے کم از کم باراں سو سال پیشتر یہ سب کچھ تسلیم ہو چکا تھا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے اخبار ڈیلی ہیرلڈ بڑی جرات سے لکھتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو غلامی کی حالت تک پہنچا دیا ہے۔ نامہ نگار نے غزالی کی اس تحریر کو پیش کیا ہے جسمیں اس نے مرد و زن کے رشتہ کو آقا و غلام کا رشتہ قرار دیا ہے لیکن جس طرح ایک عیسائی اس خیال کو اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا جو ایک مسلمان کا عورت اور نکاح کے متعلق ہے اسی طرح اس کے دماغ میں لفظ غلام کے معنے پہنچانا جبکہ وہ کسی مسلمان کے منہ سے نکلا ہو بہت ہی مشکل ہے غلام کا لفظ بولنے پر عیسائیوں کے سامنے اسی بد قسمت حبشی کی شکل آجاتی ہے جسے کہ نو آبادیوں کے کام پر لگایا جاتا ہے جو اپنے نگران کار گوروں کا تختہ مشق بنتا ہے جسے کسی قسم کے بھی انسانی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور جس کی رہائش کا انتظام سور کی رہائش کے انتظام سے بدتر ہوتا ہے اور اگر وہ پھر ذرہ بھر بھی سرکشی کا مرتکب ہو تو آقا یعنے سفید رنگ والا نگران اُسے بغیر تحقیقات بندوق کی لقمہ کر دیتے ہے۔ یہی نقشہ مسیحی غلامی بلکہ انگریزی غلامی کا آج سو سال پہلے تھا لیکن اسلامی غلامی کبھی بھی اس طرز کی نہیں ہوئی۔ یہ تو ایک رشتہ محبت و عنایت تھی +

میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ میں نے کتابوں سے نہیں لیا۔ اور نہ تنقید ہی پر میری تحریر مبنی ہے بلکہ اسلامی غلامی کے متعلق میری تمام عمر کا تجربہ ہے۔ اور میں نے اپنی جوانی میں اس کے متعلق حالات دیکھے ہیں۔ لہذا میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ آقا و غلام کے رشتہ سے زیادہ نازک اور دل پر اثر کرنیوالا رشتہ بہت ہی کم خیال میں آسکتا ہے۔ جب مسلمان اپنے آپ کو خدا کا غلام کہہ کر پکارتے ہیں۔ تو عیسائی اس سے سخت گھبرا جاتے ہیں لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس معنی کو نہیں سمجھتے جو اسلام نے اس لفظ کے کئے ہیں۔ مگر اس معنی کو مد نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر ایک عورت کو اپنے خاوند کا غلام ہی ہونا چاہیئے۔ لفظ غلام یہ چاہتا ہے کہ عورت کے اندر اپنے خاوند اور اسکے تمام معاملات کیلئے دلبستگی ہو۔ اس کی رائے پر اسے اعتماد ہو۔ اور اسکی وہ تابع فرمان ہو۔ اگر عورت میں اپنے خاوند کیلئے یہ باتیں نہیں ہیں تو اس کا نکاح ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ پھر اپنے خاوند کیلئے اپنے دل میں کوئی بستہ

نہیں رکھ سکتی۔ اور اس طرز کی محبت کے بغیر جسے مسلمان نے غلام کے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں نکاح میں کوئی خوشی اور لطف نہیں رہ سکتا۔ اور سلئے اس کا فسخ کر دینا ہی بہتر ہے لیکن خاوند کی تابعداری کے واسطے بھی عورت کے لئے حد بھی مقرر کر دیگئی ہے اور یہ حد اللہ تعالیٰ کے قانون پر چلنے سے قائم ہوتی ہے۔ خاوند کی فرمانبرداری کا فرض نکاح کی وجہ سے اس پر لاحق ہوتا ہے نکاح دیگر معاہدات کی طرح جو از روے قواعد اسلام ہوں متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک دیوانی معاہدہ ہے نہ کہ کسی قسم کی مذہبی قسم۔ یہ فسخ بھی ہوسکتا ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی قانون نہیں جس کے رُو سے تمام عمر کے لئے دو ایسے اشخاص کو اکٹھا باندھ دیا جائے جن کے مزاج ایکدوسرے سے مختلف ہوں اور جو ایکدوسرے سے متنفر ہوں اور خدا کا منشا بھی کبھی ایسا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ مرد و زن یکساں اس کے پاک قانون پر کاربند ہوں۔ اور اس راہ مستقیم پر چلیں جو خدا کی طرف لیجاتا ہے جو خدائی احکام کے ماتحت ایکدوسرے سے بذریعہ ایک معاہدہ کے وابستہ ہیں۔ مگر بالکل علیحدہ علیحدہ ہستی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے آزاد خادم ہیں ان کے باہمی معاہدہ کے خاص فرائض عائد ہوتے ہیں جو کہ صاف طور پر مشروط ہیں۔ ان فرائض کا ایک ہی وقت میں ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ پورا کرنا ایک مرد کیلئے اگر آسان نہیں تو ممکن ضرور ہے۔ لیکن ایک عورت ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ پورا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کثیر الازدواجی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ گو اس کے لئے حکم و جبر نہیں لیکن ایک سے زائد خاوند کا رکھنا قطعاً بند کر دیا گیا ہے۔ البتہ جس عورت نے نکاح کرنے میں غلطی کی ہو اسکی صلاح کیلئے راہ بھی کھول دی ہے یعنے وہ بعد طلاق دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے +

مستورات کے متعلق مسلمانوں اور عیسائیوں کے خیالات میں کچھ بہت زیادہ اختلاف نہیں۔ اور اس اختلاف کے سمجھنے میں اس قدر دقت بھی نہیں جس قدر کہ اس اختلاف کے

سمجھنے میں جو ان مذہبوں نے تعلقات زناشوئی کے بارے میں قائم کر رکھا ہے
پکے مسلمان مرد و زن باہمی تعلقات میں سخت دیندارانہ طور پر رہتے ہیں جسکی
وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہیں - اور سوسائٹی کے اس معاہدہ
پر کاربند رہتے ہیں - جو کہ خدا نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے - وہ اپنے باہمی
رشتہ کی پرستش نہیں کرتے جیسا کہ عیسائیوں کا بلکہ تمام یورپین کا دستور ہے -
اگر ہم یورپ کی ان تصانیف کو دیکھیں جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں اور جو
گذشتہ صدی میں شائع ہوئی ہیں - اور جنہیں لوگ نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے
ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا - کہ مرد و زن کے رشتہ ہی کو زیادہ دلچسپی دیگئی ہے
اور انسانی ہستی کی غرض و غایت اسی کو سمجھا گیا ہے - جہانتک نسل انسانی کے قیام
کا تعلق ہے - اس حد تک تو یہ رشتہ نہایت ہی اہم و ضروری ہے - لیکن یہ
اہمیت ویسی نہیں جیسے کہ اس کے پرستار خیال کرتے ہیں - ان کی رائے اس
معاملہ میں ایک وہم کے ماتحت ہے - وہ اس رشتہ میں دو انسانی روحوں کا کامل
ملاپ دیکھنے میں گویا مرد کی روح کو اس دنیا میں فقط کسی ایسی عورت کی روح کی
تلاش میں رہنا چاہئے جسے وہ اپنا ساتھی بنائے لیکن یہ بات محض خیالی
اور ناممکنات میں سے ہے جیسا کہ میں نے کئی بار ذکر کیا ہے - کیونکہ دو انسانی روحوں کی
رفاقت ہو نہیں سکتی - ہر ایک فرد بشر کی روح خواہ وہ مرد ہو یا عورت پیدائش سے
لے کر لحد تک یکہ و تنہا ہی رہتی ہے جب تک کہ اس کا ملاپ اللہ تعالیٰ سے نہ ہو
اور اس ملاپ کے ذریعہ وہ ان تمام روحوں سے ملجاتی ہے جو جنہیں خدا کی رفاقت
یعنے جنت نصیب ہوا ہو - شادی کے متعلق عیسائیوں کا یہ خیال کہ ایک ہی
بیوی کی جائے جسے طلاق دینے کی اجازت بھی نہ ہو ایک نہایت ہی غلط بنیاد
پر بظاہر قائم ہے جس کے رو سے وہ دو انسانی روحوں میں مکمل ملاپ کو ممکن قرار دیتے
ہیں لیکن اسلام اس رائے کے خلاف ہے - اس کے نزدیک ہر ایک عورت
ہر مرد کی طرح آزادانہ طور پر اور تنہا اس منزل کو طے کرتی ہے جو خدا کی طرف لیجاتی ہے

البتہ یہ دونوں صرف بعض امور میں ملتی ہیں۔ اور انہیں میں ایکدوسرے کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور جبکہ وہ ایکدوسرے کو مدد دینے اور وہ باہمی خدمت کرنے کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔ تو پھر ان کے فرائض کی تخصیص اس معاہدہ کے ذریعہ ہوتی ہے جسے وہ قبول کرتے ہیں۔ پھر ان کے باہمی فرائض اور ان کے حقوق جو ایکدوسرے پر یا ان کی اولاد پر اگر کچھ ہو مقرر کردیئے جاتے ہیں۔ میں نے ان فرائض کو غوآلی کی طرح اسلامی غلامی سے تشبیہ دی ہے لیکن ہمارے ہاں یعنے اسلام میں نکاح کو عمر بھر کی غلامی کبھی بھی نہیں سمجھا گیا۔ البتہ ہر ایک اسلامی معاہدہ کی تکریم کیجاتی اور اس سے بڑھ کر معاہدہ نکاح میں کوئی ایسا تقدس نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے اسکی تحریم و تکریم فریقین کی باہمی محبت والفت ہی کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر اس قسم کی الفت اور باہمی عزت معدوم ہو تو اس معاہدہ کا فسخ کردینا ہی بہتر ہے۔

آپ اگر اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ انگلستان اور برا عظم یورپ میں مرد و زن مذہبی قیود سے آزاد ہو کر باہمی میل جول میں کس قدر نئے اعتدالیوں کی طرف جارہے ہیں لیکن اس اندھیر کے خاتمہ کیلئے جو قوانین وقتاً فوقتاً تجویز کئے جارہے ہیں وہ تعجب ہے کہ اسلامی قوانین کی مانند ہیں لیکن باایں ہمہ ان لوگوں کے دل سے رشتۂ زناشوئی کا وہمی تقدس دور نہیں ہوتا۔ اور وہ اب بھی دو انسانی روحوں کی رفاقت کے غلط خیال پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی دنیاوی رفیق کی تلاش کے لئے آزادی کو خیال میں لانا چونکہ گناہ ہے۔ حالانکہ خدا کی منشاء کے یہ عین مطابق ہے اسلئے حیاء و شائستگی سے دور بھاگنے کی طرف ان کا رجحان ہو جاتا ہے اسلام نے حیاء کو ربانی قانون کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ اور مرد و زن کے معاملات میں مسیحی کلیسیاء کے مقابلہ میں اسلام نے بہت زیادہ آزادی دی ہے۔ وہ نئی طرز جو اب یہاں سوسائٹی اختیار کررہی ہے اسلام ہی کی وجہ سے فروغ پا سکتی ہے۔ اور اسی کی بدولت سوسائٹی زمین و آسمان کے مالک کی خدمت میں مصروف ہو سکتی ہے +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن شریف اور رسول اکرم صلعم کی تعلیم کے متعلق ان یورپین لوگوں میں غلط خیالات کے ہوتے ہوئے اسلام کس طرح انہیں رہ راست پر لاسکتا ہے۔ انہیں سے اکثر تو اس وقت تک یہی خیال کرتے ہیں کہ ہم اعتقاداً عورت کو ذی روح خیال نہیں کرتے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس قسم کا عقیدہ تو کفار عرب کا تھا۔ اور اسی عقیدہ کے مقابلے اور اس کے کھنڈن کرنے کے لئے اسلام پیدا ہوا۔ عورت کے متعلق ہمارے خیال کی تردید میں عیسائیوں کے پاس ایک ہی صحیح دلیل ہے اسے وہ عمل پذیر تو سمجھتے ہیں لیکن بلند خیالی کے مرتبہ سے بہت گرا ہوا جانتے ہیں لہذا ان کے نکتہ نگاہ سے اس میں کوئی نرالا پن اور تخیل کا کام نہیں۔ اسبارے میں انکی ناواقفیت کا حال تو اس چیٹھی سے معلوم ہوتا ہے جو اخبار ڈیلی ہیرلڈ میں شائع ہوئی اور جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے۔ گو میں اپنے افسوسناک تجربے کی بنا پر اپنے ہمعصروں کے اخبارات میں ہر قسم کے رطب و یابس دیکھنے کیلئے تیار رہتا ہوں لیکن میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ دیکھ کر مجھے سخت حسرت ہوئی کہ ایک تعلیمیافتہ انگریز اپنی جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے اس قسم کی غلط بیانی کے لئے قلم اٹھاتا ہے۔ اور پھر ایک اور روش میں اسے شائع کر کے اپنی بیوقوفی کا ثبوت دیتا ہے۔

جو کچھ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس کا تعلق تو چیٹھی مذکور کے اس حصہ کے ساتھ ہے جو جھوٹ سے بھرا ہوا ہے مگر اسمیں کسی قدر سچائی بھی تھی۔ نامہ نگار نے لکھا ہے کہ بعض مصری دہقان جنمیں اسے رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اپنی بیویوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کرتے تھے لیکن اس کا جواب نہایت ہی آسان ہے۔ تمام کسان جنمیں عیسائی بھی شامل ہیں اپنی بیویوں کو غلام ہی کی حیثیت جتنے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر لدو جانوروں کی۔ مگر میرے نزدیک یہ بھی جواب درست نہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت شفقت اور انصاف کا سلوک کریں۔ اور انکی خاص عزت کریں۔ ان کیلئے تعلیم کا حاصل کرنا بھی

ایک فرض قرار دیا گیا ہے مگر ایک حکم کی تعمیل میں غفلت دوسرے حکم کیطرف سے لاپرواہی کا موجب ہوتی ہے۔ اگر کسی کی سمجھ میں ہی کوئی قانون نہ آیا ہو تو اسکی تعمیل وہ کس طرح عقلمندی کر سکتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عورت کی حیثیت کے بارے میں مسلمانوں نے بہت کچھ کوتاہی دکھلائی ہے۔ لیکن اسمیں اسلام کا کوئی قصور نہیں الزام تو ان پر عائد ہوتا ہے جنہوں نے اپنی شرارت کی وجہ سے یا محض جہالت کے باعث قانون کی حد کو توڑا۔ اس قسم کے نقائص اب بالکل دُور کئے جانے چاہئیں۔ ورنہ یہ دشمنوں کو ہمارے برخلاف حربہ کا کام دینگے۔ اور اسلام کی ترقی میں بیحد رکاوٹ پیدا کریں گے۔ علاوہ بریں اس جگہ چاروں طرف نمایاں طور پر ہمیں ملامت کا سامنا ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ ورنہ لندن میں اسلامی جماعت کو وعظ سنانے کے فرض ادا کرنے میں میں کوتاہ ہونگا۔ میرا اشارہ ان بے اعتدالیوں کی طرف ہے۔ جن کے مسلمان طلبا میں سے اکثر انگلستان میں مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر اس کے لئے وجوہ بھی ہیں۔ یہ طلبا ایک ایسی سوسائٹی سے آتے ہیں۔ جہاں کہ بالغ عورتیں اپنا منہ اور جسم عوام سے چھپاتی ہیں ان کا اس جگہ آنا ایک بربادکن انقلاب پیدا کرتا ہے۔ اہل یورپ ان تحریکات و تحریصات کو نہیں سمجھ سکتے جو مشرق سے آنے والوں کے سامنے قدم قدم پر آتی ہیں لیکن اگر انگلستان میں آج یہ چلن مسلمان دکھلائی دے تو اس سے اسلام کو ازحد نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس سے انگریزوں کے دل میں اسلامی اخلاق کے معیار کا غلط خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں میں غیر معمولی طور پر سختی کے ساتھ مرد و زن کے باہمی تعلقات کا خیال رکھا جاتا ہے اور مستورات کے متعلق ہر ایک قسم کی بدچلنی کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا بعض مسلمانوں کے اس جگہ ناروا چال چلن کو دیکھ کر اصلی اسلامی طرز معاشرت پر کوئی یہاں یقین کر سکتا ہے۔ اسلئے اس کا نازیبا طریق عمل خطرناک ہے۔ نہ صرف عام لوگوں کے نکتہ خیال سے بلکہ خود انکے لئے بھی

ایک مسلمان تو خود اپنا مالک نہیں وہ تو خدا کا بندہ و غلام ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے مالک کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اسی مالک نے اس کے لئے حیا پرور بننے کا حکم صادر کیا ہوا ہے پس اگر وہ ایسی سوسائٹی میں وارد ہوتا ہے جو نامعقول تو ہے لیکن دلکش بھی ہے تو اسے بڑی متانت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہئے اسلام عملی بھی سمجھدار یورپین کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اگر مسلمان جیسا کہ بعض میں بیحیائی اور بدمعاشی میں بدترین یورپین سے بڑھ جائیں۔ وہی لوگ سچے اور صادق بندے خدا کے ہیں۔ اور انہیں ہی اس دنیا اور عاقبت میں بھی اجر ملیگا جو ان خطرناک تحریصات کا مقابلہ کرتے ہیں جو عیسائی سوسائٹی کو نوجوانوں کے سامنے پیش کرتی ہے سوسائٹی مذکورا فسوس ہے۔ کہ زر پرستی اور بدعنوانی کی وجہ کھوکھلی ہو چکی ہے۔ اور یہ سزا یوروپ کو صرف ایک بیوی کے ساتھ جکڑے رکھنے کی وجہ سے ملی ہے۔ پس سچے مہاجر۔ اور اسلام کے پکے حامی وہی ہیں جو بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے بچیں۔ دعا ہے کہ خدا ان پر اپنا فضل و کرم بھیجے +

بنی آدم کیلئے پیغام

از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب (نومسلم)

قالت الیھود والنصاری نحن ابنوا اللہ واحباؤہ ط قل فلم یعذبکم بذنوبکم ط بل انتم بشر ممن خلق (ترجمہ) اور یہود اور نصاری دعوی کرتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں (اور اے پیغمبر ان سے کہو (کہ اگر تم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہو۔ اور تو وہ تمہارے گناہوں کے بدلے میں تم کو (وقتاً فوقتاً سزا ہی کیوں دیا کرتا ہے (تو تم نہ اللہ کے بیٹے ہو نہ چہیتے) بلکہ خدا نے جو (اور بشر) پیدا کئے ہیں۔ ان ہی میں کے بشر تم بھی ہو۔

(المائدہ رکوع ۳) +

قرآن شریف کی آیات بالا نہایت ہی غور طلب ہیں۔ ان میں نہ صرف مسلمانوں ہی کو مخاطب کیا گیا ہے بلکہ تمام الہامی مذاہب کے متبعین کیلئے واضح اور صریح الفاظ میں ایک اعلان ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جناب رسالت مآب صلعم پر نازل فرمایا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے وہ ہم پر ظاہر ہوا۔ وہ بطور ہادی کے ہے اور نذیر بھی ہے نہ صرف کسی خاص قوم اور فرقہ کیلئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض مذاہب کی جھوٹی تعلیم کے باوجود اللہ تعالےٰ کسی خاص قوم کا خدا نہیں۔ بلکہ وہ تمام خلق اللہ کا خالق۔ اور رب ہے۔ زمانہ قدیم میں لوگ بہت سے دیوتاؤں میں سے ایک کی پرستش اور عزت خاص طور پر کیا کرتے تھے جیسے ایک خاص قوم کا مربی مانا جاتا تھا۔ اور اسے حاسد بھی خیال کیا جاتا تھا جو سزا دینے میں رحم سے کام نہ لیتا تھا۔ اور جنگ کی حالت میں وہ بہت تند اور خونخوار ہو جایا کرتا تھا۔ زمانہ حال کے مختلف فرقوں کے مسیحی لوگوں کے پاس جو کتاب موجود ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنف کیسے ہی تنگدل واقع ہوئے ہیں جن میں اسرائیلی قوموں کی تاریخ دی گئی ہے۔ ان فرقوں کا خدا تو صرف یہودیوں ہی کا طرفدار ہے جو دنیا کی دیگر اقوام کو نیست و نابود کرنے کیلئے تیار ہے۔ اس کا حکم بقول اس کے پرستاروں کے یہ ہے کہ دیگر اقوام میں ہر فرد بشر کو ہلاک کر دیا جائے۔ اور کسی کو بھی اس زمین پر زندہ نہ چھوڑا جائے۔ گویا ان کے نزدیک یہ سرزمین یہودیوں کا ایک باغ ہے۔ اور دیگر اقوام کا خالق خدا سے واحد نہیں بلکہ ان کی زندگی اور قیام کا ذریعہ کچھ اور ہی ہے +

جب مصر سے ایک خانہ بدوش غیر قوم فلسطین میں داخل ہوئی تو وہاں کے باشندوں نے اس کا مقابلہ تلوار سے کیا۔ فلسطین میں اسرائیلیوں کے آنے سے پیشتر ایک بڑی بہادر اور جنگجو قوم آباد تھی انہوں نے اسرائیلیوں کا مقابلہ داؤد کے عہد حکومت تک اچھی طرح کیا۔ بلکہ مغلوب ہونے پر بھی وہ

نیست و نابود نہ ہو سکے۔ اور اب بھی انکی نسلیں اسی سرزمین میں آباد ہیں جہاں سے کہ اسرائیلی بھی پھر تلوار کے زور سے ٹھیک اسی طرح نکالے گئے جس طرح وہ شمشیر بکف داخل ہوئے تھے عہد نامہ قدیم (توراۃ) کے مصنف اس زمانہ میں غیر اسرائیلی قوموں کو غلام تصور کرتے تھے جن کا کام فقط منتخب کردہ اور پسندیدہ قوم کی خدمت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اسرائیلیوں کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی۔ کہ خدا کو صرف انہیں کا فکر ہے +

یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ جناب مسیح کی آمد کی وجہ سے دنیا میں یہ جدید خیال کہ خدا سب انسانوں کا باپ ہے پیدا ہو گیا ہے۔ مگر اسکی تصدیق عہد نامہ جدید (انجیل) سے نہیں ہوئی۔ اور اسکی ورق گردانی ہمیں نے سود نظر آتی ہے۔ چنانچہ انجیل کے مصنف خود کہتے ہیں کہ جناب مسیح کا مشن ایک خاص ملک و قوم کے لئے تھا کیونکہ وہ اپنے شاگردوں کو باہر بھیجتے وقت یوں حکم دیتے ہیں:۔

"جنٹیلز کے راہ میں مت جاؤ۔ اور کنعانیوں کے شہر میں مت داخل ہو بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کی طرف جاؤ" +

اور پھر آپ نے ایک کنعانی عورت سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ "تم جو عبادت کرتے ہو۔ اس سے تم ناآشنا ہو۔ اور ہم جو عبادت کرتے ہیں ہم جانتے ہیں۔ کیونکہ نجات یہودیوں کیلئے ہے" +

متی کی انجیل کے ۱۵ باب میں ایک کنعانی عورت جناب مسیح سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ اسکی لڑکی کو شفا بخشے۔ لیکن اسی باب کی ۲۴ آیت میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ اس نے جواب میں کہا۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور پھر آیت ۲۶ میں کہا

"اس نے کہا۔ کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈالدینی اچھی نہیں" +

اسلئے ہم یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ قومی دیوتاؤں کا جو دیرینہ خیال یہودیوں میں مروج تھا اسمیں کسی قسم کی اصلاح کا ہونا ناممکن امر ہے۔ اور کیا میں اپنے عیسائی دوستوں کو یہ

یاد دلانے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ وہ اس امر کو مطالعہ کریں۔ اور اپنی ضمیروں سے پوچھیں۔ کہ وہ کس بنیاد پر جناب مسیح کے مشن کو اسرائیلیوں کے سوا باقی اقوام کیلئے بھی قرار دینے کا ادعا کرتے ہیں۔ ایک اور نقطہ قابل ذکر اور عجیب یہ ہے۔ کہ عیسائی بڑے سے بڑے عالم مصنفین اپنی جناب مسیح کو اپنی تحریروں میں "شہزادہ امن" لکھتے ہیں لیکن میں اپنے ناظرین کرام کی توجہ فقط انجیل مقدس کی طرف ہی مبذول کرتا ہوں۔ کہ وہ متی باب دس آیت ۳۴ میں خود جناب مسیح کے اپنے ہی الفاظ پڑھ لیں۔ جو کہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں" +

اگر ہم انجیل پر انحصار کریں تو جناب مسیح کے مشن پر غور کرتے وقت ہمیں ذیل کے نتائج پر پہنچنا پڑتا ہے :-

اوّل۔ جناب مسیح ایک ایسے استاد کی حیثیت میں آئے۔ جو صرف یہودیوں کی خاطر بھیجا گیا تھا +

دوم۔ چونکہ وہ خود یہودی تھے وہ تمام غیر یہودیوں کو کتا سمجھتے تھے۔ اور دیدہ دانستہ یہودیوں ہی تک اپنی تعلیم کو محدود رکھنے کی ہدایت شاگردوں کو دیا کرتے تھے +

سوم۔ ان کے شاگردوں کے لئے حکم تھا۔ کہ وہ قوم سمارٹین کے شہروں میں نہ جائیں۔ باوجود اس کے کہ وہ یہودیوں ہی کی طرح خدا کی عبادت کرتی تھی گو بعض جزویات میں ان سے ان کا اختلاف تھا۔ جس سے صاف عیاں ہے۔ کہ جناب مسیح اعتقاد کے لحاظ سے ایک پکے یہودی تھے +

چہارم۔ جناب مسیح خدا کو تمام انسانوں کا پرورش کنندہ خیال نہ کرتے تھے +

پنجم۔ انکو (مسیح) یقین تھا۔ کہ یہودیوں کو متحد کرنا تو درکنار روئے زمین پر خونریزی کے باعث ہوں گے +

بعض یہ کہہ سکتے ہیں کہ قبر سے جی اٹھنے کے بعد جناب مسیح نے اپنے شاگردوں کو تمام دیگر اقوام کی طرف وعظ کرنے کیلئے بھیجا۔ لیکن اسبات پر میرا یہ اعتراض ہے کہ اگر جناب مسیح نے قبر سے نکلکر اس قسم کی تعلیم دی۔ گو ان کا پہلا تمام کلام اسکے برخلاف ہی ہی تو کیا۔ اب ہمیں ان کا پہلا مسئلہ کہ نجات صرف یہودیوں کیلئے ہے بھلا دینا چاہیئے۔ اور اس امر پر یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ جناب مسیح محض ایک مصلح اور معلم کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور پکے یہودی خیال کے تھے۔ اور ان کے دماغ میں کبھی یہ بات نہ آئی تھی۔ کہ یہودیوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کا بھی رب ہے۔ لیکن قبر کے اندر جاتے ہی انہیں یقین واثق ہو گیا۔ کہ خدا تمام مخلوق کا محافظ ہے۔ انجیل کے پڑھنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ اور خود عیسائی نکتہ چین اقبال کرتے ہیں کہ جناب مسیح کے اس کلام پر جو انہوں نے قبر سے نکلنے کے بعد کیا کوئی معتبر شہادت موجود نہیں۔ اور اب تو بالعموم تسلیم کیا جاتا ہے کہ مرقس کی انجیل کا اخیری حصہ جسمیں یہ لکھا ہے کہ تم تمام دُنیا میں پھر نکلو اور ہر انسان کو انجیل سُناؤ سب جعلی ہے پس ہمیں اپنا پہلا خیال قائم رکھنا پڑتا ہے یعنے یہ کہ جناب مسیح کا مشن ایک خاص ملک سے تعلق رکھتا تھا اور صرف یہودیوں ہی کیلئے تھا۔ میں عیسائی صاحبان سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا انہوں نے انجیل کی ان آیات کے معنوں پر جنہیں میں نے اوپر لکھا ہے کبھی غور سے مطالعہ کیا ہے؟ جناب مسیح نے تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کی تعلیم جنٹیلز تک نہ پہنچائیں۔ تو پھر اہل یورپ کیوں اس تعلیم پر چلتے ہیں جو ان کیلئے کبھی بھی مخصوص نہیں کی گئی۔ اور طرفہ یہ ہے۔ کہ ایک غیر یہودی قوم نے جناب مسیح کو خدا بنا رکھا۔ اور اسکی پرستش وہی قوم کرتی ہے جسے وہ کتا کر کے پکارا کرتے تھے میری یہ بات تلخ تو معلوم دیگی لیکن دیانت کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اور اس امر واقعہ کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اے لوگو جو تم گرجوں میں جاتے ہو اور جناب مسیح سے دعائیں مانگتے ہو اور اپنے تئیں عیسائی کہلاتے ہو ذرہ سوچو تو سہی۔ کہ انجیل تو تمہیں یہ تبلاتی ہے کہ جناب مسیح نے تم تک اپنی تعلیم پہنچانے سے شاگردوں کو روک دیا تھا۔ اور انہوں نے اجازت

نہ دی تھی۔ کہ اس کلام کو جسے وہ فقط یہودیوں کے لئے لائے تھے تمہیں سنایا جائے کیونکہ تم یہودی النسل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک کتوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر تمہارا ایمان انجیل پر ہے جس کی وجہ سے تم کسی طرف کے بھی نہیں رہ سکتے۔ کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ جناب مسیح کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ایسے نہیں جس سے معلوم ہوسکے کہ خدا تمام انسانوں کا حامی و حافظ ہے۔ ہرگز نہیں لیکن آؤ ذرہ قرآن شریف کی اس آیت کے الفاظ پر غور کریں جس سے میں نے اس مضمون کا ابتدا کیا ہے۔ یہودی اور نصرانی تو اس وقت تک بھی نہایت تنگخیالی سے خدا کو اپنا ہی مربی خیال کرتے اور دیگر اقوام کو نجات سے محروم رکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا کے پیارے قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیالات میں ذرہ بھر بھی ترقی و تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور خدا اور انسان کے باہمی تعلق کے بارے میں کوئی تازہ خیال دل میں پیدا نہیں ہؤا۔ لیکن قرآن کریم کی آیت ذیل کیسی صحیح ہے :۔

" ان سے کہہ دو کہ وہ تمہارے قصوروں کے لئے تمہیں سزا کیوں دیتا ہے" +

اس سے بڑے زور شور کے ساتھ خدا کے کسی خاص قوم کی طرفداری کرنے کی تردید کی گئی ہے۔ اس سے دنیا میں ایک نیا خیال پیدا کیا گیا ہے جسے اس آیت "مخلوق میں سے تم بھی ایک بشر ہو۔ جس کو اس نے پیدا کیا" + نے ظاہر کیا ہے۔ اور جس کے رو سے انسان کو خالی خیال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ تا کہ دیگر انسانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو خدا کا بیٹا یا اس کا فرشتہ نہ سمجھ لیں +

انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کے بالمقابل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين یعنے رسول کریم صلعم کو لوگوں کیلئے رحمت کے رنگ میں بھیجا گیا ہے۔ یہ بالکل نیا اور نرالا خیال ہے اس سے ایک ایسی ہستی کا نشان

دیا گیا ہے۔ جو تمام مخلوق کا خدا اور نگہبان ہے۔ جو ایک خاص چھوٹی سی قوم کی طرف اپنا رسول ہی نہیں بھیجتا بلکہ تمام دنیا کی طرف۔ انجیل سے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کا پیغام دنیا کے تمام لوگوں کے لئے نہ تھا۔ مگر حضرت محمد صلعم کا پیغام ہم سب کے لئے تھا۔ اور وہ ایسے وقت خدا کی جانب سے پہنچا۔ جبکہ چاروں طرف تنگخیالی کا دور دورہ تھا۔ اور جبکہ کسی فردبشر کو بھی اللہ تعالیٰ کے حقیقی فضل و رحم کی حقیقت کا علم تک نہ تھا۔ ہمارے رسول اکرم صلعم کی بعثت سے پہلے زمانہ کا نام زمانہ جاہلیت رکھا گیا ہے۔ اور یہ نام نہایت ہی مناسب ہے۔ حضرت محمد صلعم دنیا کیلئے وہ پیغام لائے جس کے انتظار میں وہ تھی۔ آپ کا درد اور سوز سے بھرا ہوا آواز جنگلوں اور بیابانوں تک پہنچا۔ اور جس کسی نے سُنا وہ بیدار ہوگیا۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں انقلاب ہوا اور اخوت کا خیال پیدا ہوا اور انہیں سمجھ آئی۔ کہ سب انسان ایک ہی خاندان کے ممبر ہیں۔ جس پر ایک ایسی ہستی کی نگرانی ہے۔ جس کا فضل و رحم دُنیا کے ہر ایک گوشہ میں پہنچتا ہے۔ عیسائی صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ انجیل اور قرآن شریف کا مطالعہ کریں۔ اور جو کچھ ان دونوں مقدس کتابوں میں جناب مسیح اور ان کے مشن کے متعلق لکھا ہے ان کا مقابلہ کریں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو۔ کہ وہ فی الحقیقت اس تنگخیالی کی راہ پر نہیں چلتے جس کی طرف انجیل رہنمائی کرتی ہے۔ بلکہ وہ لاعلمی میں اس تعلیم پر چل رہے ہیں۔ جو قرآن مجید نے جناب مسیح کی طرف منسوب کی ہے۔ اب نیا سال شروع ہوا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم دیانت و امانت سے کام لیں۔ اور تمام تعصبات اور تنگ دلیوں سے کنارہ کر کے صداقت اور راستی کی طرف رخ کریں۔ یہ خیال کہ تمام دنیا کا فقط ایک ہی واحد خدا ہے کوئی نیا نہیں۔ یہ قدیم سے چلا آرہا ہے البتہ من گھڑت مسائل اور توہمات کے پردے نے ایسے لوگوں کے دلوں سے نہاں کر دیا تھا لیکن رسول عربی صلعم کی آمد سے پھر دنیا کو اس کا علم ملا۔ چنانچہ قرآن میں لکھا ہے۔ کہ قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان

ڈھوکا۔ **ترجمہ**۔ کہدو کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگ ہی جانیوالا تھا"۔ ہمارا ابھی اب فرض ہے کہ ہم کذب کو چھوڑ کر صداقت کے پیچھے چلیں۔ لوگوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے سب انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہمیں چاہئیے کہ ہم اسے تمام دنیا میں پہنچائیں اور جو لوگ اندھیرے میں ہیں ان تک اس کی روشنی پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔ خدا کرے کہ اس سال نو میں اسلام کی اشاعت کے لئے لگاتار کوشش ہو ہم سب بہت فراخ دلی سے اس شاندار پیغام کو ہر جگہ پہنچائیں جو ہمارے رسول پاک صلعم اپنی زندگی میں اس ہستی کی طرف سے تمام دنیا کیلئے لائے جس نے سب کو پیدا کر کے انکی پرورش کا انتظام بھی کر دیا +

مکالمۂ الٰہیہ (الہام)

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی۔ اے)

اہل مغرب کو اگر اس بیجان مادہ کی چاردیواری کے اندر کامیابی پر فخر ہے۔ تو عالم عالم روحانیات میں معجز نما ترقی پر ایک مشرقی کہیں بڑھ چڑھ کر نازاں ہے۔ ابتداء آفرینش سے ہی مشرق میں فلسفہ نے تربیت حاصل کی۔ اور مختلف مذاہب نے نشو و نما پائی۔ مغرب میں تو مادہ ہی کا راج اور اس کے بالمقابل سب کچھ ہیچ خیال کیا جاتا ہے لیکن مشرق روحانی امور ہی میں زندگی کی ماہیت اور اصلیت کو دیکھتا ہے۔ اول الذکر کے نزدیک روحانی خوبیاں اور معاملات فضول توہمات سے بڑھ کر درجہ نہیں رکھتے۔ مگر برعکس اس کے آخر الذکر انکی مادی کامیابیوں کو بچوں کے دل بہلانیوالے کھلونوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اور بیشمار خوش پوش مرد و زن کو ان کے ساتھ کھیل میں مستغرق دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ لہذا مغربی متشککین کو چاہئیے کہ جب تک وہ ہمارے دلائل پر جو ذیل میں حوالۂ قلم کیے جاتے

ہیں جو ہم نہ لیں۔ الہام آلہی سے انکار نہ کریں اور نہ ہی اپنے ذہنیات کی منحرف شدہ حالت کی ایک ایجاد خیال کریں +

سب سے پہلے میں کتاب فطرت کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ اِنسانی دماغ اور یہ تمام وسیع دُنیا ایک ہی خدا کے ہاتھ سے بنی ہوئی ہیں۔ دونوں عالم یعنی روحانی اور جسمانی کا خالق چونکہ ایک ہی ہے اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ان دونوں کا مدعا اور اصول ایک ہی قسم کا ہو۔ مثلاً اگر عالم جسم یا مادیات ہمیں ترقی کا کوئی طریق دکھائی دے تو ہمیں اسی قسم کا طرز عمل رُوحانی عالم میں بھی نظر آ جائیگا۔ گویا دو نہریں ایک جسمانی اور دوسری رُوحانی ایک دوسری کے برابر چلتی ہیں۔ اور ایک ہی ضابطہ قانون کے ماتحت ہیں۔ اسباب کو تسلیم کرنے کے بعد میں فطرت میں اس خاص قانون کو پیش کروں گا جو کہ عالمگیر ہے اور کوئی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ اگر ایک طرف خواہشات اور ضروریات لگا دیگئی ہیں تو دوسری طرف ان کے رفع کرنے کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ اور روزمرہ ہمارا مشاہدہ ہمیں بتلاتا ہے کہ حد سے زیادہ گرمی بارش کی آمد کا ہمیشہ خیمہ ہوتی ہے بالکل یہی حال انسان کا بھی ہے۔ کیونکہ وہ اس دنیا کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے انہیں قوانین کے ماتحت ہے۔ فطرت انسانی کے ساتھ مختلف جذبات لگا دیے گئے ہیں لیکن ان کے مطابق اشیاء بھی پیدا کر دیگئی ہیں مثلاً پیاس بجھانے کے لئے پانی کا مہیا کیا جانا اس انتظام کو ظاہر کرتا ہے جس نے ہر انسانی خواہش کی تسکین کیلئے ضروری اشیاء پہلے ہی سے بہم پہنچا رکھی ہیں۔ یہ قانون روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اور کوئی عقلمند اس کی تردید نہیں کر سکتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک خواہش اور ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کے لئے ایک نہ ایک چیز بطور علاج پیدا کر دیگئی ہے۔ یہی قانون انسان کی جسمانی ضروریات کے متعلق ہر جگہ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور اسی قسم کا ضابطہ قوانین دماغی اور رُوحانی دنیا میں بھی حاوی ہونا چاہئے۔ اب ہم سب سے اول ان قوانین کو لیتے ہیں جن کا تعلق انسان کے دماغ سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ انسان کے اندر بچپن ہی سے تحقیق کرنے کا مادہ ہے۔ ہم ہمیشہ اشیاء کی حقیقت اور کیفیت دریافت

کرنے کے درپے رہتے ہیں لیکن قدرت نے ہر ایسے سوال کیلئے جو ہمارے دل میں پیدا ہوتا ہے ایک جواب تیار کر رکھا ہے جو دماغ کی اس فطری خواہش کو پورا کر دیتا ہے یہ دنیا تمام فطرت انسانی کی اندرونی خواہشات کو حقیقت کا رنگ دینے کیلئے ایک قسم کا گویا کارخانہ ہے +

انسانی ڈھانچے کی مشین میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ اس کا ہر ایک پرزہ کیا چھوٹا اور کیا بڑا اپنی اپنی مناسب جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ جس چیز کی ضرورت انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے بیرونی دنیا میں اس کے پورا کرنے کا مناسب انتظام اسے نظر آتا ہے۔ اگر اسے دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا کی گئی ہیں تو اس غرض کیلئے روشنی بھی پیدا کر دی گئی ہے۔ تاکہ وہ ان سے کام لے۔ اور اگر کان دیے گئے ہیں تو ہوا بھی پیدا کر دی گئی ہے تاکہ وہ سن سکے۔ اور میری رائے میں منہ کا بنایا جانا ہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ روزی کا انتظام بھی قدرت نے کر دیا ہے کیونکہ اس قادر مطلق کی عنایات کا یہی تقاضا ہے۔ اسکی رحمانیت نے بھی ہماری جسمانی ضروریات کا نہایت ہی احتیاط سے انتظام کر رکھا ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے فضل سے انسان کی دماغی اور دیگر حاجات کا بھی احسن طریق پر بندوبست کیا ہے لیکن اگر ہماری روحانی ضروریات کی طرف سے وہ بالکل لاپرواہ ہو تو کیا یہ اس کے انتظام پر ایک بدنما داغ نہیں۔ کیونکہ روح ہی انسان کا اعلیٰ اور ہمیشہ قائم رہنے والا جزو ہے۔ اس نے یقیناً ہمارے روح کی خواہشات کی تسکین کیلئے کافی انتظام کر رکھا ہے +

اب آؤ ذرا جسم کی اندرونی حالت کا ملاحظہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں فطرت انسانی میں حیات جاودانی کی از حد خواہش ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور روز آخرت کے متعلق کامل علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں شوق یا خواہش اس حد تک بڑھ جاتی ہے۔ کہ مدت کے بعد کے حالات دیکھنے کی پیاس بجھانے کیلئے اس زندگی کا خود ہی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ خدا کے بارے میں کامل علم حاصل

کو حضرت انسانی کا عین تقاضا ہے + باقی آئندہ

غزوات نبوی

نمبر ۲

(از قلم جناب مولوی مصطفے خان صاحب بی اے مسلم مشنری انگلستان)

غزوہ سویق

اسلام کے لئے بدر کی فتح ایک نمایاں تھی۔ بہت سے سرداران قریش جو ہمیشہ اس نئے مذہب اسلام کو نیست ونابود کرنے کے لئے منصوبے باندھتے رہتے تھے خود اس صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئے۔ عبد اللہ بن اُبی۔ جو مدینہ کا مشہور رئیس تھا اور جو ابھی تک کافر تھا بظاہر مسلمان ہو گیا۔ گو تمام عمر منافق ہی رہا اسی طرح قبائل عرب جو ہوا کا رُخ دیکھنے کے منتظر تھے۔ اگرچہ حلقۂ اسلام میں داخل نہ ہوئے۔ مگر تاہم مسلمانوں کے غلبہ سے متاثر ہو گئے اور سہم گئے۔ قصہ کوتاہ اسلام کے لئے یہ پہلا دفعہ تھا۔ کہ وہ نہایت آب وتاب وطاقت کے ساتھ جلوہ افگن ہوا۔ ان خوشگوار حالات کے اندر مخالفت کی چنگاری بھی اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ اگرچہ حضرت نبی کریم صلعم کا یہود سے معاہدہ ہو چکا تھا۔ کہ وہ ہر معاملہ میں غیر جانبدار رہینگے۔ لیکن اب جنگ بدر کے نتائج نے جب مسلمانوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ تو یہود میں بھی حسد وبغض کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور وہ مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ یہودی اپنی دولت وثروت وتجارتی کاروبار کی وجہ سے مدت مدید سے مدینہ میں رؤسا کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اب چونکہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ان کے اقتدار وقیادت کو زائل

کردیا۔ اسلئے وہ مسلمانوں کے حاسد بن گئے۔ اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے
اس کے علاوہ قریش کی آتش غضب شکست کھانے کی وجہ سے بھڑک
اُٹھی تھی۔ کیونکہ میدان کارزار میں ان کی بہت سی قیمتی جانیں تلف
ہوچکی تھیں۔ مکہ میں قریباً ہر ایک گھر ماتم کدہ بنا ہؤا تھا۔ اور ان کے
دل جوش انتقام سے لبریز تھے۔ اور انتقام لینے کا ان میں طوفان بپا تھا +
ابوجاب اور عتبہ کی موت سے قریش کی ریاست و قیادت کا تاج
ابوسفیان کو پہنایا۔ اور ابوسفیان اب چونکہ رئیس قریش ہو چکا تھا
اسلئے اس نے اپنا سب سے اوّل فرض منصبی یہ سمجھا۔ کہ مقتولین و کشتگان
بدر کا انتقام لیا جائے۔ چنانچہ اس نے قسم کھالی۔ کہ جب تک اس واقعۂ
جانکاہ کا قرار واقعی سبق مسلمانوں کو نہ دے لونگا۔ اور پورا پورا انتقام
کشتگان بدر کا مسلمانوں سے نہ لے لونگا تب تک غسل جنابت نہ کرونگا۔ چنانچہ
اس منصوبہ کے ساتھ دوسو شتر سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ اور عریض پر
حملہ آور ہؤا۔ جو مدینہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں
پہنچ کر کچھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ اور ان کے گھروں اور گھاس کے انباروں
کو جلادیا۔ لیکن جب اس حملہ کی خبر حضرت نبی کریم صلعم کو پہنچی۔ تو مسلمانوں نے
اس کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ اور سراسیمگی اور گھبراہٹ میں جلدی سے
بھاگنے کی وجہ سے ستو کے بورے پھینکتا گیا۔ چونکہ عربی میں ستو کو سویق
کہتے ہیں۔ اسلئے یہ واقعہ غزوہ سویق کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے +
انہی ایام میں حضرت نبی کریم صلعم نے ایک اور مشہور و معروف عملی
نمونہ و مثال سے اپنی شرافت و نجابت قلبی کا ثبوت دیا۔ آپؐ ایک روز
تنہا درخت کے سایہ تلے اپنے کیمپ سے کچھ فاصلہ پر آرام فرما رہے تھے۔ جبکہ
یکایک ایک شور نے آپ کو چونکا دیا۔ اور آپ نے دیکھا۔ کہ دعثر ایک
شقی القلب خونخوار جنگجو آپؐ کے سرہانے تیغ برہنہ لئے کھڑا ہے۔ اس جنگجو

نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ "اے محمد (صلعم) اس وقت تم کو کون بچا سکتا ہے" حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ "اللہ" قوت ایمان سے اس لبریز جواب کو سنکر وہ حد درجہ مرعوب ہو گیا اور شمشیر برہنہ اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر اسی تلوار کو حضرت نبی کریم نے فوراً اٹھا لیا اور اسے گھما کر پوچھا۔ کہ "لے دعثور اب تو بتا۔ کہ تم کو کون بچا سکتا ہے" دعثور نے اس کا جواب یہ تھا۔ کہ آپ کے لطف و کرم کے سوائے مجھے اور کون بچا سکتا ہے۔ پھر حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ مجھ ہی سے رحم سیکھ لے اور تلوار کو واپس کر دیا اس کریم النفسی نے آپ کے بد دجان کے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

غزوۂ اُحد

غزوہ سویق قریش کی آتش غیظ و غضب کو فرو نہ کر سکا۔ یہ مصمم ارادہ کر کے کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر کے رہینگے۔ قریش نے پھر ایک دفعہ مدینہ پر یورش عظیم کا تہیہ کر لیا۔ اور اس کے لئے بڑے جوش اور سرگرمی سے تیاریوں میں مصروف ہوئے۔ انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہودی مسلمانوں کے بد دجان ہیں۔ اور اسی بناء پر ان میں حملہ کرنے کی جرأت بھی ہوئی۔ اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی اچھی طرح علم تھا۔ کہ مسلمانوں کو بہت سے خانگی مشکلات و تکالیف ہیں۔ اسلئے انہوں نے نہ صرف مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ ہی سازش کی تھی۔ بلکہ قرب و جوار کے قبائل کے ساتھ بھی اسلام کے خلاف رشتۂ اتحاد گانٹھ لیا۔ انہوں نے اپنے شاعر سفیروں کو تمام اطراف میں روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ اپنی آتشیں تقاریر اور پرجوش اشعار سے مسلمانوں کے خلاف آتش غضب کو بھڑکائیں۔ اور جوش انتقام خون کو ابھاریں۔ یتھیما ما اور کشانا دو بڑے قبائل مکہ کے بت پرستوں کے ساتھ ملگئے۔ اور انہوں نے نقد اور فوج سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ابوسفیان کا قافلہ شام سے بہت سا سیم و زر لے کر گھر واپس آ چکا تھا۔ قریش مکہ نے اس دولت کو مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک اور جنگ پر صرف کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اپنے سامان حرب و دیگر ساز و سامان پر نازاں ہو کر متحدہ فوج جو عرب کے قریباً ایک بڑے حصہ پر مشتمل تھی۔ ابوسفیان کی سرکردگی

میں مدینہ کی طرف بڑھی - یہ فوج تین ہزار پر مشتمل تھی - جو ہر ایک قسم کے سازوسامان سے مسلح و مزین تھی - اور کہ جسمیں سات سو نبرد آزما زرہ پوش تھے - بت پرستوں کی اس سپاہ نے جنہیں راستہ میں کوئی بھی مزاحمت نہ ہوئی بڑھتے بڑھتے مدینہ کے شمال مشرق کی طرف ایک مضبوط جگہ پر ڈیرہ جمایا - جہاں صرف احد کی پہاڑی اور ایک گھاٹی انہیں شہر سے علیحدہ کرتی تھی - مسلمان اب اپنے اندفاع پر مجبور تھے - اگرچہ ان کے دل عدو کی فوج عظیم دیکھ کر دہل گئے لیکن پھر بھی انہوں نے نہایت ہی اطمینان سے معاملہ پر غور کیا - اور اندفاع کے طریقہ پر بحث کی جس پر اختلاف رائے پیدا ہو گئی - اکابرین میں سے جنمیں عبداللہ بن اُبی بھی شامل تھا - اور کہ جو رئیس المنافقین تھا مشورہ دیا - کہ مسلمان شہر میں پناگیر ہو کر مقابلہ کریں - اور شہر کی چاردیواری کے اندر ہی حملہ کے منتظر رہیں لیکن نوخیز و نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جن کے ارمان جنگ بدر میں نہ نکل سکے تھے - اور کہ جو جوش غضب سے بھرے ہوئے تھے - اس پر مصر ہوئے - کہ باہر نکلکر دشمن کا مقابلہ کیا جائے لیکن حضرت نبی کریم صلعم کی رائے اول الذکر طبقہ کے ساتھ تھی - اب چونکہ کثرت رائے یہی تھی - کہ باہر نکلکر ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے - اسلئے آپ نے کثرت رائے کو ہی ترجیح دی - اور اندفاع کے لئے باہر نکل پڑے مسلمانوں کی فوج میں ایکہزار جان نثار تھے لیکن یہود کی مخفی اور بدطینت دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا - کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جو تین صد کی جمعیت لیکر آیا تھا بگڑ کر واپس چلا گیا - کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے میری رائے پر عمل نہیں کیا +

عبداللہ بن ابی اور اسکی جمعیت کی علیحدگی نے مسلمانوں کی فوج کی طاقت کو ضعف پہنچایا - اور اب صرف رسالت مآب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف سات سو جانباز و سرفروش رہ گئے تھے جنمیں فقط دو گھوڑے تھے - اس قلیل فوج اور اس بے سروسامانی کے ساتھ وہ متوکل ذات پاک

تین ہزار مسلح و سازو سامان سے آراستہ و پیراستہ جنگجوؤں کے مقابلہ پر مبارز ہوئی۔ عربوں میں یہ ایک عام رواج تھا۔ کہ وہ صنف ضعیف کو بھی رزمگاہ میں اس مقصد کے لئے لایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ غیرت دلانیوالے اشعار سے سپاہیوں کو ہمت و جوش دلائیں۔ اور انہیں اس خیال سے اُبھاریں۔ کہ ان کی شکست سے فاتحیں ان کے طبقہ نسوان کی بیحرمتی کریں گے۔ اسلئے اس رواج کے مطابق قریش کی فوج بھی اپنے ساتھ عورتوں کی ایک جمعیت عظیم لائی تھی۔ جن کی سردار و پیشرو ہندہ ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ کی دختر تھی (جو جنگ بدر میں کام آیا تھا) فوج کے آگے آگے چلتی تھی۔ اور ذیل کے جوش دلانے والے اشعار سے بہادروں و نبرد آزماؤں کو گرماتی تھیں +

نحن بنات طارق	ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔
نمشی علی النمارق	ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔
ان تقبلو العانق	اگر تم بڑھ کر لڑوگے تو ہم تم سے گلے ملینگی۔
او تدبر و الفارق	اگر تم نے پیچھے قدم ہٹایا۔ تو ہم تم سے الگ ہو جاوینگی۔

قصہ کوتاہ متخاصمین افواج مقام احد پر مبارز ہوئیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے صبح کی نماز ادا کرکے پہاڑی کے عین نیچے مقام فرمایا۔ آپؐ نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ اپنی فوج کے عقب میں ایک بلندی پر متعین فرمایا۔ تاکہ وہ عقب فوج کی حفاظت کریں۔ اور ان کو تاکیدی حکم فرمایا۔ خواہ کچھ ہی ہو جائے وہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔ قریش جنہیں اپنی تعداد پر بھروسہ تھا۔ وسیع میدان میں منتشر ہو گئے۔ اور اپنے لشکر کے عین مرکز میں اپنے بتوں کو نصب کیا۔ خاتونان نے جنگی اشعار پڑھنے شروع کئے۔ پہلا حملہ مہیب و خطرناک تھا لیکن مسلمانوں نے بڑی ہمت و مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا۔ جس سے قریش کی فوج میں سراسیمگی و بے ترتیبی چھاگئی۔ مسلمان حضرت حمزہ (حضرت نبی کریم صلعم کے چچا) کی سرکردگی میں دشمن کی فوج کے دل میں گھس گئے۔ اور چاروں طرف وار کرتے جاتے تھے

مسلمانوں کی فتح اس وقت یقینی تھی لیکن شومئی قسمت سے انھوں نے اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ سمجھ کر اور دشمن کو فرار ہوتے دیکھ کر تیر اندازوں نے جنہیں ایک خاص مقام پر متعین کیا گیا تھا اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ اور غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ سپہ سالاران قریش میں سے خالد بن ولید ان کی غلطی کو تاڑ گیا۔ اور انکی غلطی سے استفادہ اٹھا کر مسلمانوں کی عقب کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ اور ساتھ ہی قریش کی پیادہ سپاہ بھی لوٹی۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کی سپاہ کا غنیم نے محاصرہ کر لیا۔ مسلم فوج کے لئے یہ موقعہ بہت ہی نازک تھا۔ اور مسلم سپاہ کے مشہور و معروف سردار جنمیں حضرت حمزہ بھی شامل تھے۔ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت علی حضرت حمزہ رضؓ کو زخم شدید آئے +

اب غنیم کی ساری جدوجہد اس امر کے لئے تھی۔ کہ آنحضرت صلعم کی طرف رجوع ہوں۔ ایکدفعہ آپ اپنی فوج سے بالکل کٹ کر علیحدہ ہو گئے۔ اور شدید سے شدید حملہ کا آماجگاہ بنے۔ اس وقت اعدا مسلسل طور پر آپ پر تیر و تفنگ کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ پس اس حالت کو دیکھ کر مسلمانوں نے آپؐ کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔ صحابہؓ میں ایک شخص حضرت ابو دوجانہ اپنی پشت دشمن کی طرف کر کے آنحضرت صلعم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور دشمن کے تیروں کو اپنی پشت پر لیا حضرت طلحہؓ نے قریش کی تلواروں کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور اسی حالت میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو بیٹھے۔ غنیم جبکہ اس طرح اس رحمت عالم پر تیر برسا رہے تھے اور آپؐ کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تو وہ وسیع القلب ذات اپنی کریم النفسی سے ان کے لئے ذیل کے مشہور و معروف الفاظ میں دعا کر رہی تھی +

"رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون"

ترجمہ:۔ "خدا میری قوم کو بخش دے وہ جانتے نہیں" +

آپؐ کے سر مبارک میں کچھ زخم آئے۔ اور آخر کار آپؐ کے دوست آپؐ کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجانے میں کامیاب ہوئے۔ جہاںکہ دشمن کا پہنچنا مشکل تھا۔ حضرت علیؓ چٹان

کی غار سے اپنی سپر میں کچھ پانی لائے۔ اور آپ کی دختر حضرت فاطمۃ الزہرا نے جو آپ کی وفات کی خبر سنکر میدان کارزار میں آ پہنچی زخم مبارک دھوئے۔ اور انکی پٹی کی۔ پھر حضرت نبی کریم نے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھ کر نماز ظہر ادا کی +

اب قریش مدینہ پر حملہ کرنے یا مسلمانوں کو احد کی چوٹی سے نکالنے سے بہت تھک چکے تھے۔ قریش نے مسلمان مردوں کے عضو نہایت درندگی سے کاٹ کر مدینہ کے علاقہ کو چھوڑ دیا۔ ہندہ ابوسفیان کی بیوی نے حضرت حمزہ کا دل اور کلیجہ نکالا اور فی الحقیقت اس کا ایک حصہ نگل گئی۔ اور دوسرے مسلمان مردوں کے ناک اور کان کاٹ کر ان کے ہار اور کنگن بنائے +

حضرت نبی کریم صلعم کا دل مردوں کی اس قسم کی ہتک و توہین دیکھ کر غم و غصہ سے بھر آیا لیکن انہوں نے دشمنوں کی نعشوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی اور بےعزتی سے مسلمانوں کو روک دیا۔ پس اس طرح اس وحشی رواج یعنی نعش کے عضو کی قطع و برید سے جو تمام ملک عرب میں مدت مدید سے مروج تھا مسلمانوں کو محترز رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر مدینہ پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے لوگوں کو جمع کیا۔ تا کہ غنیم کی لوٹنے والی فوج کا تعاقب کر کے یہ دکھلایا جائے کہ مسلمان اب بھی طاقتور و مضبوط ہیں۔ ابوسفیان راستہ میں کچھ مسلمانوں کو قتل کر کے بہت جلد مکہ واپس چلا گیا۔ اور پھر وہاں سے ایک دھمکی آمیز پیغام بارگاہ رسالت میں ارسال کیا۔ کہ "میں بہت جلد اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے واپس لوٹونگا"۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیغام سنکر فرمایا۔ کہ "ہم اللہ تعالے پر بھروسہ رکھتے ہیں" +

جہالتِ عظیم

مسٹر جے۔ ایل میکنٹائر نے چرچ مشنری ریویو کے مارچ نمبر میں ایک غلط واقعہ کا اظہار کر کے اس جہالت عظیم کا مجسم ثبوت دیا ہے۔ جو اسلام کے متعلق یورپ میں عام طور پھیلی ہوئی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"محمد (صلعم) کی تاریخی مصائب میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ محمد (صلعم) کی باوجود پندرہ سولہ ازواج تھیں۔ لیکن ان کے بعد ان کی بیٹی کے سوا اور کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ پس عرب کے قانون پیدائش کی رو سے جو نظام ارث کی تتبع کرتا ہے۔ محمد کے کوئی جائز ورثا نہیں ہیں۔ وہ لوگ جو اسلام کی طرف سے عذر معذرت کرتے ہیں۔ اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت محض اسلئے ہوئی تھی۔ تاکہ خاندانوں کا سلسلہ نسب جاری رہے انہیں اس سے بڑھ کر کثیر الازدواجی کی مکمل شکست کی موثر مثال اور کہاں مل سکتی ہے۔ کہ ان کے بانی کی ہی جانشینی کرنے والا فرقہ ذکور میں سے کوئی صلبی بچہ نہیں"۔ (اسلامک ریویو)

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کی پندرہ یا سولہ بیبیاں نہ تھیں۔ اس واقعہ کے تحریر کرنیوالے مصنف کے ہم مرہون احسان ہونگے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو تقویت دینے کیلئے کسی معتبر سند کا حوالہ پیش کرے صحت واقعہ اور صداقت نہایت ہی ضروری چیزیں ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کا گریز کرنا کسی کے لئے کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اصول تعدد ازدواج کے متعلق جس کی اجازت اسلام نے دی ہے اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تسلسل خاندان ہی فقط شرط نہیں۔ جس کے ماتحت دو بیبیوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ ان شرائط میں سے جن کے ماتحت تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ یہ بھی ایک شرط ہوگی

لیکن اصلی اور حقیقی شرط نہیں - وہ لوگ جو اسلام کی تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہیں - انہیں اس امر کا علم ہونا چاہئے - کہ تعدد ازدواج کا حکم غزوہ احد کے بعد ہوا جبکہ مسلم سپاہی قتل و غارت کی وجہ سے فرقۂ ذکور کی آبادی میں بہت کمی واقع ہوگئی - یتیمے اور بیوگان کی ایک جماعت کثیر کی حفاظت کی ضرورت لاحق ہوئی - قومی تباہی کے ایسے نازک وقت میں کثیر الازدواجی ہی ایک ضروری و حکمی علاج تھا - اسلئے عام طور سے سوسائٹی کی سود و بہبود کے لئے یہ اصول شائع کیا گیا - بہبودی و بھلائی کے انہیں اصولوں کا منفرداً اطلاق بھی ہوسکتا ہے - تاہم یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعدد ازدواج کی فقط بعض حالات کے اندر اجازت ہوئی تھی اور یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ دوسرے لفظوں میں قاعدہ سے ایک استثناء ہے +

دُنیا نے ابھی جنگ عظیم سے مخلصی پائی ہے - اور تمام کا تمام یورپ طبقۂ نسوان کی فالتو آبادی سے معمور ہے - یہی مسئلہ اب مُہذب دُنیا کے سامنے ہے - تاہم ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ کلیسیا جس کا یہ قیاسی اصول ہے کہ ایک ہی بیوی ہونی چاہئے - اور کہ جسکے اس ہی اصول میں کسی قسم کے استثنا کی اجازت نہیں - اس مسئلہ کو ان خیالات کو لئے ہوئے حل کرسکے - جسمیں اس کی آبرو ریزی نہ ہو - یورپ کو جلدی یا دیر سے تعدد ازدواج کے اسلامی اصول کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا - وگرنہ لاتعداد بداخلاقی کا وہ شکار ہو کر رہیگا +

وحدانیت

قل ھو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد ولم یولد ۝
ولم یکن لہ کفوا احد ۝

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اپنی تین اور صفات بھی بتلائی ہیں۔ یعنے اپنا قادر مطلق اور بے نیاز ہونا۔ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا ہونا اور بیمثال و بے ہمتا ہونا یہ سب صفات خدا کے واحد ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ خداوند تعالیٰ کو اپنی وحدانیت منوانے میں کوئی خاص غرض و فائدہ مدنظر ہے۔ اور اسے ان ہستیوں سے ضد اور عناد ہے جن کی خدائی کو وہ دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی اپنی شان کبریائی کے مقابلہ میں ان کرشن و عیسیٰ جیسے خداؤں کی حیثیت جنہیں لوگوں نے ایک فرضی اور دوراز فہم خدائی کا چولا پہنا رکھا ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی وحدانیت پر زور دینا صرف اسلئے ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی ذات کے مختلف صفات لوگوں پر ظاہر ہوجائیں ان میں سے ایک اس کا احد ہونا بھی ہے۔ اور اسی لئے حضرت رسول اکرم صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے تئیں اللہ کا عبد سمجھیں۔ عبد سے مراد مخلوق ہے جو اپنی نسبت اپنے خالق یا خدا سے کرنا چاہتی ہے اس سورۃ بالا کے لکھنے سے میں یہ خصوصیت کے ساتھ بتلانا نہیں چاہتا کہ خدا کی وحدت کے متعلق غلط خیالات کی تردید میں اسلام دنیا میں گوئے سبقت لے گیا ہے لیکن میں اس نتیجہ کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہتا ہوں جو تخلقوا باخلاق اللہ کے حکم کے ماتحت خدائی صفات میں حصہ لینے سے

مرتب ہو سکتا ہے۔ اس سورہ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ یکتا ہے اسی طرح ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہمجنسوں میں یکتا ہونے کی کوشش کرے۔ اور اسے چاہیئے اِن خدائی صفات میں سے کم از کم چند ایک ہی اپنے اندر پیدا کرے۔ انسان خدا کی پرستش کبھی مکمل طور پر نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اسکے دل میں کسی نہ کسی خدائی صفات کا عکس نظر نہ آئے۔ مسلمان عام طور پر سورۂ بالا کو اپنی نمازوں میں بکثرت پڑھتے ہیں۔ لیکن کیا ایک لحظہ بھر کے لئے بھی کبھی کسی نے غور کیا۔ کہ ہر روز بار بار اس کے پڑھنے میں کیا راز پوشیدہ ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ یکتا اور بے ہمتا کہلوا کر خوش ہوتا ہے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک بھی کسی نہ کسی رنگ میں لاثانی ہو گو اس کا ہمیشہ ہونا کمیت و کیفیت میں خدا جیسا نہ ہو۔ اس غرض کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اعلےٰ سے اعلےٰ طاقتیں عطا کر رکھی ہیں۔ ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم اِن قابلیتوں سے جو ہم میں خدا نے ودیعت کر رکھی ہیں پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کسی بلند رتبہ پر پہنچنے کو قومی فرض خیال کرتے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کے لئے یہ کام سراسر مذہبی ہی خیال کیا جاتا ہے اگر اس اہم فرض کی طرف سے غفلت کو کام میں لاویں تو گویا ہم اپنی پیدائش کی بڑی غرض کا انکار کرتے ہیں۔ وحدانیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی بڑی صفت صمدیت کا ذکر ہے۔ جو چاہتی ہے۔ کہ ہم کسی دوسرے کی ہمت اور مدد پر حصر نہ رکھیں۔ جو لوگ دوسروں کا ہاتھ دیکھتے اور ان کے محتاج ہیں۔ وہ جو اس خالق کی عزت و تقدیس نہیں کرتے۔ جس نے انہیں اس غرض کیلئے پیدا کیا کہ وہ خود اپنے لئے دنیا میں روزی پیدا کریں۔ اور راہ نکالیں اسلام کیلئے وہ زمانہ نہایت ہی منحوس تھا۔ جبکہ اس نے اس تعلیم کی اصل غرض کیطرف سے آنکھ بند کر لی اور سست پڑ گئے۔ اسلام کی طرح وہی مذہب سچا ہو سکتا ہے جو لوگوں کو بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے۔ اور یہی خدا کی دوسری

صفت (صمدیت) ہے +

لم یلد ولم یولد میں اللہ تعالےٰ کی صحیح ہستی کا صحیح علم دیا گیا ہے۔ اور جسے کہ دنیا کے زیادہ تر حصے نے قبول کیا ہوا ہے۔ میری غرض اس جگہ یہ نہیں کہ تم ان تمام مذاہب کو جنہیں آسمانی باپ اور اسکے بیٹے کے متعلق نہایت دلچسپ قصے درج ہیں تہ و بالا کر دو۔ میں صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مختصر سی آیت پُر از معانی و اسرار ہے +

آپ اگر ان اسباب اور طریقوں پر غور کرو۔ جن سے کوئی قوم بنتی اور بڑھتی ہے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ابتدا میں ایک بڑے قبیلے کا ایک ہی سردار ہوا کرتا ہے۔ وہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے ایک قوم کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک باپ اور اس کے بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن اسلام تمام قومی اور ملکی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔ اور کسی خاص سوسائٹی سے وابستہ نہیں۔ ایک مسلمان جو اس خدا کا بندہ ہے لم یلد ولم یولد ہے وہ کسی فرقہ و قوم کی تنگ الجھنوں میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ وہ اس قسم کی باتوں کو ناقابل برداشت گناہ خیال کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان عالمگیر اسلامی برادری کے خیال کو چھوڑ کر کسی خاص ملکی و قومی تنگ خیالی کو پسند کرتا ہے وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ ایسے تو اس قسم کے محدود قومی خیالات سے بالاتر ہونا چاہئے۔ تمہاری قومیت میں تو سوسائٹی کے باہمی تعلقات کا رنگ ہو اور خدا ایسی باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔ لیکن مسلمانوں کی قوم رُوحانی رشتہ سے جکڑی ہوئی ہے اور اس کا رہبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے

اللہ تعالےٰ کی تیسری بڑی صفت لیس کمثلہ شئ ہے۔ اس امر کے ثبوت میں خدا کی اس صفت پر ہمارا پختہ اور سچا اعتقاد ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی قوتوں کا جائز استعمال کر کے اپنے ہم جنسوں میں ہم بھی لاثانی سمجھے جائیں۔ کیونکہ خدا کی عطا کردہ قابلیتوں اور طاقتوں کا اصل شکریہ تو اسی طرح ادا ہو سکتا ہے جبکہ ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہم خود اپنی ہمت سے اپنا کام سنواریں +

فرقہ بندی

"ماہیت" رنگون

ایک مدت سے اسلام پر تباہی اور بربادی کی جو لہر بڑھتی چلی آرہی ہے اور مصائب و تکالیف کی جو گھنگھور گھٹا اسلامی دنیا پر چھائی ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کے اطراف و جوانب میں مختلف کانفرنسیں اور انجمنیں قائم ہو رہی ہیں اور اس تباہ کن سیلاب کی روک تھام کیلئے مختلف ذرائع عمل میں لائے جا رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس قدر جد و جہد کے باوجود اس وقت تک خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم یہ باعث مسرت ہے کہ مسلمان اب خواب غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ انہیں اپنی ناگفتہ بہ حالت کا اچھی طرح سے احساس ہو گیا ہے جس طرف ہم نظر کرتے ہیں مسلمانوں کو جوش و خروش سے خداوند عالم کی آخری شمع ہدایت کو بجھنے سے بچانے کے لئے کوشش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آج وہ ہر جائز اور ممکن طریقہ سے اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت اور اقتدار دوبارہ قائم کرنے کیلئے مستعد ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہم نے انفرادی طاقت کے بل پر اس عظیم الشان اور مقدس تحریک کا بیڑا اٹھایا ہے ہمیں اپنے مرض کے اصلی اسباب معلوم نہیں ہیں صرف ظاہری علاج کارگر نہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کی اگلی عظمت اور سابقہ شان و شوکت کو دنیا میں از سر نو قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو چاہئے کہ باطنی علاج کی طرف بھی متوجہ ہوں شجر اسلام کھوکھلا ہو گیا ہے باہمی عداوت اور نا اتفاقی کی دیمک اندر ہی اندر تمام درخت کو چاٹ گئی ہے۔ فرقہ بندی کے جراثیم چمن ہاشمی کو گدلا کر دیا ہے۔ اسلامی درخت گرا چاہتا ہے صرف باد مخالف کے ایک جھونکے کی ضرورت ہے۔ باغبان چمن اسلام پیر پھیلائے خراٹے لے رہا ہے۔ وہ خواب میں دیکھ رہا ہے کہ شجر اسلام ترو تازہ ہے۔ بیشمار پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اسے معلوم نہیں کہ درخت کی اندرونی حالت کیا ہے وہ خواب سے چونک پڑا ہے۔ وہ پھلوں کے انتظار میں درخت کی طرف امید بھری نگاہوں سے تک رہا ہے۔ وہ صبح اور شام بدستور پانی دیتا ہے لیکن آج تک اسے اپنی محنت کا ثمرہ حاصل نہیں ہوا۔ آج یہی حالت ہم مسلمانوں کی ہے۔ ہم غیر قوموں کو مات دینا چاہتے ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں سے بازی لیجائیں ہماری دلی خواہش ہے کہ اسلام کی عظمت دنیا میں دوبارہ قائم ہو۔ ہم حصول مقصد کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور جی توڑ کوشش کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنی ناکامیابی کی وجہ معلوم نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے مرض کے اصلی اسباب کیا ہیں ؟ برادران ! اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کی عظمت و شوکت دوبارہ قائم ہو اور دنیا میں ہماری دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام جزئی اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھدیں۔ باہمی مخالفت اور آپس کی نا اتفاقی کو یکلخت ترک کر دیں فرقہ بندی سے باز آئیں۔ اور اتفاق اور اتحاد سے کام کرنا سیکھیں۔ اگر ہم تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اسلام کی مستحکم اور مضبوط بنیاد جس چیز نے ہلا دی وہ یہی فرقہ بندی تھی انما المومنون

اخوۃ کی فلاسفی کو ہم بھول گئے تھے۔ اس لئے مدت دراز تک شیعہ سُنی اشعری معتزلی حنبلی۔ سمعیلی وغیرہ کا جھگڑا جاری رہا۔ لاکھوں آدمی قتل کئے گئے۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ وہ قوت جو مخالف کے مقابلے میں استعمال ہوتی تھی۔ آپس کی غارتگری میں صرف ہونے لگی۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم بحس و حرکت پڑے رہگئے۔ غیروں نے میدان صاف دیکھ کر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ آج جو ہماری حالت ہے وہ ہمارے لئے اور ہماری آیندہ نسل کیلئے تازیانۂ عبرت ہے۔ اگر اب بھی ہم اُسی ہیں ہیں ٹُو ٹُو میں مشغول رہے تو پھر ہمارا خدا حافظ ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ تمام مسلمان خواہ وہ کسی فرقے یا جماعت کے ہوں ایکجان دو قالب ہو کر کام کریں۔ تمام مشترکہ کاموں میں ملجائیں تاکہ حصول مقصدیں آسانی ہو۔ تبلیغ اسلام اشاعت قرآن و حفاظت سرحد اسلام سب مسلمانوں پر فرض ہے +

مسلمانو! بیدار ہو۔ خواب غفلت سے جاگو کشتیٔ اسلام ناخدا کی نااہلیت اور جہاز رانی کی حماقت اور جہالت سے گرداب میں آپھنسی ہے۔ اگرچہ جہاز رود جہاندیدہ۔ تجربہ کار اور مشّاق غواص بھی ہیں لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سُنتا ہے۔ انکی چیخ و پکار بیکار رہے۔ اب بھی اگر ہم کفر کے فتوے دینے۔ شرک کے سرٹیفکیٹ عطا کرنے اور الحاد کا تمغہ اور ارتداد کے میڈل عنایت کرنے سے باز نہیں آسکتے۔ اور تعصب۔ کینہ۔ حسد۔ نفسانیت اور مخالفت کو دل سے نہیں نکال سکتے۔ تو میں وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ ہم کبھی حقیقی معنوں میں کامیاب نہیں ہونگے۔ صدیوں کی کدورتوں کو مٹانا آسان کام نہیں ہے۔ اسلئے اسبات کی سخت ضرورت ہے۔ کہ فرقہ بندی کی برائی کے متعلق سینکڑوں کتابیں لکھی جائیں۔ فرقہ بندی اور باہمی تنازع کے نقصانات لوگوں کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ مشترکہ کاموں میں مل کر کام کرنے کی ضرورت اور متفقہ اور متحدہ قوتوں سے کام کرنے کے برکات اور اس کے نتائج لوگونکو بتلائے جائیں۔ عوام الناس کو سمجھا دیا جائے کہ بجز اتفاق کے ہماری تمام کوششیں بیکار رہیں۔ اسلئے ہم کو چاہئے کہ تمام جھگڑوں اور تنازعوں کو بالائے طاق رکھدیں ۔

وگرنہ دو ستو سُن لو کہ ہے آپس کی اَن بَن کا
وہی انجام جو ہوتا رہا ہے آشکار اتک

پڑے ہیں جابجا بکھرے ہوئے اطراف عالم میں
کھنڈر لاکھوں ہمارے تو قوں کے یادگار اتک

ہزاروں باغ ویراں ہو گئے آپس کے جھگڑوں میں
پلٹ کر پھر نہیں آئی جہاں فصل بہار اتک

نہ سمجھو یہ کہ فارغ ہو گئے ہم خاک میں مل کر
ہماری گھات میں ہے انقلاب روزگار اب تک

(حالی)

تاجران کتب کو خصوصی رعایت [illegible] بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سنّی و مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات ۔ موجودہ ہندو مسلم اتحاد ۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر ۔ تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے ۔ اور اس کے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال ۔ حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالہ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح ۔ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنے بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح ۔ پیغمبر کے ایمان پر بحث ۔ اپنے عقائد کا اظہار ۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث ۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی ۔ آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث ۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح و قدح ۔ مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افترا و غلو کی مماثلت ۔ جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ ۔ دنیا میں ضرورت نبوت ۔ غرض میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی ۔ خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا ہو ۔ یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق و متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیار کریگی ۔ اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مودبانہ التماس کی گئی ہے کہ وہ آئے دن کے فرعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں ۔ کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور مسلم قوم نے انہی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں + ضخامت ۲۱۶ صفحہ قیمت قسم اول ۱۲ قسم دوم ۸ علاوہ محصولڈاک

درخواستیں بنام خواجہ عبدالغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ اسٹیم پریس [illegible] لاہور میں [illegible] کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی صاحب مینیجر اشاعت اسلام [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۷)	بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر (۵)

قیمت سالانہ للعہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبدالغنی مینجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ترجمۃ القرآن اردو

انگریزی ترجمۃ القرآن کی اشاعت پر کثرت سے احباب نے اصحاب کی خواہش کی کہ اردو ترجمہ و تفسیر بھی اس نہج پر شائع
کی۔ چنانچہ حضرت امیر مولینا مولوی **محمد علی** صاحب ایم اے احباب کے اصرار سے اس کام کو شروع کیا
اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک ایک بڑے حصہ کی تکمیل کر چکے ہیں۔ پہلے ارادہ تھا کہ انگریزی
کی طرح اردو ترجمۃ القرآن بھی ایک ہی جلد میں شائع ہو۔ مگر شائقین نے اصرار کیا۔ کہ اسکی اشاعت
ایک ایک پارہ کر کے ہوتی رہے۔ اور اس میں یہ بھی فائدہ نظر آیا کہ شائقین کے لئے بھی یہ سہولت
رہیگی کہ وہ ساتھ کے ساتھ پڑھتے رہینگے۔ اور اقساط میں نکلنے کی وجہ سے ادائگی قیمت
میں بھی کم استطاعت اصحاب کو آسانی ہوگی +

پہلے خیال تھا کہ جنوری میں پہلا پارہ شائع ہو سکیگا۔ مگر کتابت کی مشکلات اور بعض دوسری دقتوں سے
پہلا پارہ شائع نہ ہو سکا۔ اب چونکہ یہ پارہ مطبع میں جا چکا ہے اسلئے انشاء اللہ ماہ مئی میں شائع
ہو جائیگا۔ اور آئندہ ہر ماہ ایک پارہ باترتیب نکلتا رہیگا +

کل تفسیر کا اندازہ ۲۹ × ۲۲/۸ سائز کے ۲۰۰۰ سے ۲۵۰۰ صفحات کے درمیان ہے اور ہر ایک پارہ کی قیمت
اسکے حجم کے لحاظ سے قریباً ایکسو صفحہ فی روپیہ کی شرح سے ہوگی محصول ڈاک اور خرچ وی پی اس کے علاوہ بذمہ
خریدار ہوگا۔ جن اصحاب نے اپنے نام درج رجسٹر کرائے ہیں۔ ان کو ہر ایک پارہ طیار ہونے پر بذریعہ
وی پی بھیجدیا جایا کریگا۔ جو اصحاب یکمشت پیشگی قیمت ادا کردیں ان کی سہولت کیلئے انجمن نے فیصلہ کیا ہے
کہ جو صاحب عـہ روپیہ پیشگی دیں ان کا نام باقاعدہ خریداروں میں درج ہو کر اصل قیمت پر ہر ایک پارہ
جیسا شائع ہوگا پہنچایا جائیگا خرچ ڈاک بذمہ انجمن ہوگا۔ اور جب یہ رقم ختم ہو جائیگی تو اسقدر مزید رقم وصول
ہونے پر ایک پارہ انہیں پہنچایا جائیگا علیٰ ہذا القیاس۔ اور جو صاحب عـــہ روپیہ پیشگی دیں ان کو تمام
تفسیر خواہ اس کے صفحات دو ہزار صفحات سے زاید ہوں اس قیمت پر دیجائیگی اور محصول ڈاک بذمہ انجمن ہوگا۔
اگر تفسیر کے صفحات دو ہزار سے کم ہوں تو اسکی قیمت بحساب ایک روپیہ فی سو صفحہ انکو واپس دیجائیگی شائقین
کو چاہئیے کہ درخواستیں درج رجسٹر کرانے میں توقف نہ کریں۔ قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط
اعلیٰ درجہ کے سفید ولایتی کاغذ پر لفظی مگر بامحاورہ ترجمہ بین السطور نیچے۔ لغت کی پوری تشریح
اور ضروری مقامات کی تفسیر معہ حوالجات جن کا اندازہ وہ لوگ آسانی سے کر سکتے ہیں جنہوں نے
نکات القرآن کو پڑھا ہے۔ مگر نکات القرآن اور انگریزی ترجمۃ القرآن دونوں سے زیادہ بسط و شرح اس
تفسیر میں ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ ضروریات۔ حالات زمانہ اور مخالفین کی نکتہ چینیوں کو مدنظر رکھا گیا ہے
غرض یہ تفسیر ہمہ صفت موصوف اور مسلمانوں کی ضرورت حقہ کو جو ایک عرصہ سے محسوس ہو رہی تھی پورا کرنیوالی ہوگی

پہلا پارہ ۱۲۸ صفحات پر ختم ہوا ہے۔ اسکی قیمت عہ/ ہوگی +

تمام درخواستیں بنام مہتمم دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں



Mr. W. Rashid Daymond.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۵)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	شذرات	ایڈیٹر	۲۹۴
۲	چھ اور معزز انگریزوں کا قبول اسلام	"	۲۹۴
۳	راز حیات حقیقت توحید	"	۲۹۵
۴	مسئلہ اسلام	"	۲۹۷
۵	پیرس میں مسجد	"	۲۹۹
۶	ہندوستان میں اسلام	جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے	۳۰۱
۷	المغرب میں اسلام	جناب مسٹر چارلس ہشر (نومسلم)	۳۰۷
۸	ملت حضرت ابراہیم	" علامہ محمد مارماڈیوک پکتھال (نومسلم)	۳۲۲
۹	زمانہ کی رفتار اور تعلیمات اسلام	ماہیت (از رنگون)	۳۴۳

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کو جناب مسٹر ڈبلیو رشید ڈے مانڈ کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے

حضرت خواجہ صاحب سنگاپور سے روانہ ہوگئے ہیں امید ہے کہ ماہ رمضان کے شروع میں انشاء اللہ تعالیٰ لاہور پہنچ جائینگے حضرت خواجہ صاحب کی صحت سابقہ سے بفضل ایزدی بہت اچھی ہے انشاء اللہ العزیز آپ کچھ عرصہ تک عازم ووکنگ ہونگے +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

چھ اور معزز انگریزوں کا قبولِ اسلام

اپریل ۱۹۲۱ء کے پہلے ہفتہ کی ولایتی ڈاک خدا کے فضل سے بہت بڑی خوشخبری لائی ہے۔ چھ معزز طبقہ کے انگریزوں نے اسلام قبول کیا مفصل رپورٹ انشاء اللہ آئندہ ماہ کے رسالہ میں شائع ہو جاویگی۔ ان میں سے ایک اعلیٰ درجہ کے لکچرار ہیں۔ انھوں نے اسلام قبول کرتے وقت ترکی وفد کی ووکنگ میں آمد پر ایک نہایت موثر تقریر کی۔ بکر سمیع بے صاحب امیر ترکی وفد نے بھی فارسی زبان میں ایک تقریر کی جس کا ترجمہ انگریزی میں سُنایا گیا۔ دوسرے ترکی وفد نے بھی جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب موجودہ امام مسجد ووکنگ کو چاء پر بُلایا تھا ان سے بھی اشاعت اسلام کی ضرورت پر بات چیت ہوتی رہی۔ دو قرآن شریف دونوں وفود کو پیشکش کئے گئے۔ جن کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ موجودہ سلطان ترکی کے داماد جو اپنے والد وزیراعظم کے ساتھ آئے ہوئے تھے انکو

اشاعت اسلام سے بہت دلچسپی ہے۔ اور جرمنی میں فوجی تربیت حاصل کرتے وقت انہوں نے ایک گھرانے کو مسلمان بھی کیا تھا۔ ان چھ معززوں میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ایک سالم خاندان ہے۔ ایک شخص نے افریقہ سے مع تصویر کے قبول اسلام کا اعلان بھیجا ہے۔ ایک قابل پروفیسر صاحب زیر تبلیغ ہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا سینہ اسلام کے لئے کھول دے +

جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب و منشی دوست محمد خان صاحب و دیگر عملہ ووکنگ بفضل ایزدی نہایت سرگرمی سے خدمات مشن سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار رہے۔ آمین ثم آمین +

رازِ حیات حقیقتِ توحید

ضرورت مصائب حاضرہ نے حضرت خواجہ صاحب کے قلم سے مندرجہ بالا عنوان کی دو کتابیں لکھوائی ہیں۔ جو ابھی زیر کتابت ہیں۔ یہ ہر دو کتب ایک پُردرد دل کی صدائیں ہیں۔ اور اس زمانہ میں مبتلائے نسیان ہدایت کو صراط مستقیم کی طرف بلا رہی ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں کس کس قسم کے جذبات نے الفاظ کی شکل اختیار کی ہے۔ اور کن کن مضامین پر مصنف نے جو ہر افکار کو کاغذ پر جما دیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل سطور سے نظر آتا ہے۔ جو ہر دو کتاب کے شروع میں بطور خلاصہ کتاب مصنف نے دیا ہے۔ ایک میں وہ روح توحید کو مخاطب کرتا ہے دوسری میں قوت عمل کو۔

رازِ حیات یا انجیل عمل کی ابتدائی عبارات یہ ہیں:۔

لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت

جو کماتے ہو خود ہی کماتے ہو جو گنواتے ہو خود ہی گنواتے ہو +

میرا نفع و نقصان میرے ہی اعمال کے نتائج ہیں ۔ میں اپنی رنج و راحت خود ہی پیدا کرتا ہوں ۔ میری ترقی میرا تنزل میرے ہی ہاتھ کے کھیل ہیں ۔ میری عزت میری ذلت میرا اقبال میرا ادبار میری ثروت میری مسکنت میری شوکت میری نکبت سب میرے ہی افعال کے نتائج ہیں ۔ میں ہی اپنی کشتی کا ناخدا ہوں ۔ اپنی عمارت زندگی کا میں خود ہی انجنیر ہوں ۔ قوائے فطریہ میری خدمت کیلئے پیدا ہوئے ۔ مظاہر قدرت میرے ہی غلام ہیں لیکن میری اپنی ہی استعداد اور میری اپنی ہی تباہی ان سب کو میری نافع یا ہالک ۔ میری معاون یا مخالف بنا دیتی ہیں ۔ جس طرف میں قدم اٹھاتا ہوں خواہ وہ بلندی کی طرف ہو یا پستی کیطرف ۔ یہ سب کی سب خدا کی بنائی ہوئی چیزیں میری اپنی ہی رفتار کے مطابق میرے ساتھ ہو جاتی ہیں میرے ارد گرد میرے نیچے اوپر کوئی بھی ایسی چیز نہیں جسمیں میرا فائدہ میری خیر یہی برکت مضمر ہو لیکن اس خیر و برکت کا ظہور میرے ہاتھوں کو دیکھ رہا ہے ۔ جس کی غلط حرکت ان خدام و معاونین کو میری ہلاکت و تباہی کا باعث بنا دیتے ہیں خدا کا پانی میرے ہی عمل و حرکت کے ماتحت ابر رحمت یا سحاب زحمت ہو جاتا ہے ۔ آگ میرے لئے ثلج جنت اور پانی میرے ہی اشارے پر میرے لئے نارِ دوزخ بن جاتا ہے ۔ الغرض اس دُنیا میں آیندہ بھی میری زندگی کے دونوں پہلو روشن یا تاریک میرے ہی افعال کے آثار و اظلال ہیں +

(۲) حقیقت توحید میں روح توحید کو مصنف اِس طرح خطاب کرتا ہے :-

لا الٰہ الا اللہ

آ اُروح توحید پھر آ ! اور اس قوم کو دوبارہ زندہ کر ۔ جو آج تجھ سے نا آشنا ہے ۔ مگر پھر دُنیا میں آج وہی ایک ہے جو تیری کشتی کی نام نہاد ناخدا ہے ۔ تو ہی مذہب کی رُوح اور تو ہی تمدن و تہذیب کی جان ہے ۔ تیری ہی پرستش میں اخلاق فاضلہ کی آبیاری اور تیرے ہی چھوڑنے سے ہر ظلمت و جہالت کی گرم بازاری ہے ۔ تو ہی علوم جدیدہ کی محرک اور تو ہی حکمت و فضیلت کی مؤلد ہے ۔ تیری ہی حقیقت

پر قائم ہونے سے انسان انسان ہے۔ تجھ سے نا آشنا ہونے سے وہ دوسروں کی ہر زاری کیلئے کالانعام بلکہ از خود حیوان ہے۔ تو ہی جانِ جمہوریت اور تجھ سے ہی حقوق انسان کی حفاظت ہے۔ تجھ سے ہی حریت کا سر اُونچا اور تجھ سے ہی استبداد کا سر نیچا ہو سکتا ہے۔ تو نے ہی انسان کو کل مخلوقات پر حکمران بنایا۔ تو نے ہی اُسے ملکوت السمٰوات والارض کا مسجود ٹھیرایا۔ علم و حکمت تیرے ہی رہین منت دنیوی دولت و ثروت۔ حکومت۔ شوکت الغرض سب کچھ تیری ہی خیر و برکت ہے۔ تیرے آنے سے ہی ہم نے سب کچھ پایا۔ اور تیرے جانے سے ہی ہر بھلی کو گنوایا +

مسئلہ اسلام

افریقہ میں اسلام کی سُرعتِ اشاعت عیسائی منادوں کیلئے مسئلہ غور و خوض ہو گئی ہے۔ جو کہ اس ترقی کرتے جانے والے مذہب کی ناخوشگوار اشاعت پر اس کے روک تھام کی تجاویز پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ اور جن کے نقطۂ نگاہ میں یہ تحریک جناب مسیح کے مشن کے سراسر خلاف ہے۔ مسٹر گاہیرڈنر جن کی اسلام کے خلاف تبلیغی جد و جہد نے ان سے کتاب "ریبوک آف اسلام" لکھوائی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے ایک اور چھوٹی سی کتاب "لیسیر وچ آف اسلام" شائع کی ہے جس میں انہوں نے اس مہیب کام کی حقیقت کو منکشف کیا ہے۔ جس کی عیسائی مبلغین نے مقابلہ کرنا ہے۔ اور وہ اہم کام صرف یہی نہیں ہے کہ ان ممالک کو جو پہلے عیسائی تھے۔ ان میں مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے بلکہ سب سے بڑا کام اسلام کی سرعت اشاعت کی روک تھام کرنے کا ہے۔ تمام کی تمام کتاب میں مصنف نے درد دل سے شور و پکار کی ہے کہ اصل بات یہ ہے اسلام کی اشاعت سے عیسائیت معرض خطر میں ہے۔ کیونکہ اسلام معقولیت کے ساتھ فطرت انسانی کو اپیل کرتا ہے۔ اس امر کو مشرح کرنے کے لئے میں اس کتاب سے ذیل کا اقتباس دیتا ہوں:-

"اس وقت مسئلہ نہ صرف تبلیغ عیسائیت کا ہے یعنی لوگوں کو عیسائیت کے گلہ میں شامل کیا جائے ۔بلکہ مرتدین کو واپس گلہ میں شامل کرنے کا ہے! افریقہ میں اور بہت حد تک روسی ایشیا میں اسلام کی روک تھام کا سوال درپیش ہے ۔مغربی افریقہ میں ذیل کا واقعہ اسلام کی اس سرگرم و سرفروشانہ تبلیغی جدوجہد کا بین طور پر پتہ دیتا ہے ۔جو وہ بے دین و کافر اقوام کو اسلام میں لانے کے لئے مغربی افریقہ میں کر رہے ہیں "۔ تمام کا تمام شمال اور مشرق اور ہم میں سے مغرب کا ایک کثیر حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا ہے ۔جنوب میں مشرک و کافر آباد ہیں ۔جو اسلام کے سخت دشمن اور اسے سخت نفرت سے دیکھتے ہیں ۔جنوب اور نیچے گرینپ اعظم اور یوروبا کے لوگوں میں بھی اسلام بڑی سرعت سے ترقی کر رہا ہے ۔اور اس اسلامی تبلیغی جدوجہد کے روح رواں بہت حد تک تاجر ہیں"۔

"درحقیقت اس تبلیغی جدوجہد کے لئے سب سے اہم چیز ایک دیسی ایجنسی کی ضرورت ہے ، گورنمنٹ نے ہندوستان سے مسلمان کلرک ۔اہل حرفت اور لوہار منگوائے ہیں ۔ہمیں ان ممالک میں ہندوستان اور مصر سے عیسائی منگوانے چاہئیں ۔اس ملک میں مصری عیسائی شدہ مسلمان زیادہ موزوں ہوگا ۔کیونکہ اگر وہ اس جگہ انکساری اور سادگی سے زندگی بسر کر سکتا ہے تو وہ ایک طوفان بپا کر دیگا ۔اس جگہ پر وہ کافر جو اسلام لائے انہوں نے دوسروں سے زیادہ لوگوں کو اسلام میں شامل کیا"۔

بہرحال ہمیں اپنے عیسائی دوستوں کی تحسین و توصیف کرنی چاہئیے کہ انہوں نے اشاعت عیسائیت کیلئے ایک جدید تجویز ہے ۔لیکن اس کے ساتھ ہی از راہ دوستی ہم یہ امر بھی منکشف کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔کہ اسلام کی کامیابی کا راز اس کے فطرتی مذہب ہونے میں مضمر ہے ۔عیسائیت کے لئے کامرانی اور کامگاری حاصل کرنے کیلئے یا تو فطرت انسانی کی توڑ مروڑ کی جائے ۔کہ وہ عیسائیت کے عجیب اور غیر آہنی ڈھکوسلوں کے لئے موزوں ہو جائے یا خود عیسائیت کی کانٹ تراش اور ترمیم کی جانی چاہئیے ۔تاکہ وہ اسلام کے

فطرتی مذہب میں تبدیل ہو جائے +

یورپ اسلام کا ممنّت کش ہے

یہ امر مسلمہ طور پر مانا گیا ہے۔ کہ یورپ کی موجودہ تہذیب و تمدن و معاشرت بہت حد تک اسلام کی مرہُونِ منّت ہے۔ تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اس امر حقّہ سے انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام اس روشنی۔ علم و تہذیب کا علمبردار رہا ہے۔ جس پر موجودہ یورپ آج اس قدر نازاں ہے۔ لیکن پھر بھی یوروپین اقوام ان ایام میں مسلم سلطنتوں کو کمزور کرنے اور تعلیمات اسلام کو غلط پیش کرنے کے درپے ہیں۔ ان تحریکات کے بھنور میں جو اسلام کے خلاف آئے دن اٹھتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات اسلام کی حمایت میں بھی کوئی تن تنہا آواز اٹھتی ہے جو ندوان اسلام کے بلند شور و شغب میں گھٹ کر دب جاتی ہے (باقی آئندہ)

پیرس میں مسجد

۵ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے اخبار دی ٹائمز میں ذیل کا مضمون ہماری نظر سے گزرا ہے جو ناظرین رسالہ کے پیش کیا جاتا ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ

پیرس میں مسجد کی تعمیر کی تجاویز بڑے زور شور کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ یہ عبادتگاہ اسی دارالخلافہ میں ان کثیر التعداد مسلمانوں کا رُوحانی مقام ہوگا جنھوں نے فرانس کے ساتھ نمکحلالی کا ثبوت دیا +

وہاں کی پارلیمنٹ نے کچھ عرصہ گزرا کہ قریباً آٹھ ہزار پونڈ اس غرض کیلئے منظور کیا تھا۔ اور اُمید کیجاتی ہے کہ شہر پیرس میں مسلمانوں کی مسجد کا سفید اور نپولین کے مقبرہ کا سُنہری گنبد دونوں ایک دوسرے کے برابر دیگر مکانات سے بلند دکھائی دینگے۔ اس سے نپولین کی روح کو خوشی حاصل ہوگی۔ کیونکہ وہی پہلا فرانسیسی اس زمانہ میں تھا جس کے دل میں مسلمانوں اور فرانسیسیوں کے اتحاد کا خیال پیدا ہوا +

تعمیر کا کام مسلمان انجنیروں کے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اور الجیریا، مراکو اور ٹیونس کے مسلمانوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ ہر ایک اپنے ملک میں سے دو ہزار پانصد پونڈ بطور چندہ جمع کر کے مسجد کے مصارف کیلئے بھیجیں۔ الجیریا نے پہلے ہی سے امام کا تقرر کر کے اپنی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک عمارت تیار کیجائیگی جسمیں لکچر دینے کیلئے کمرے اور کتب خانے بھی ہوں گے۔ تاکہ اس علاقہ کے نوجوان مسلمان قرآن شریف اور اسلامی کتب کا مطالعہ کر سکیں نیز وہاں ایک بڑے کمرے میں مشرقی صنعت و حرفت کی نمائش کا انتظام بھی کیا جائیگا

اسلامک ریویو: ایسی الشمنانہ تجویز پر ہم حکومت فرانس کو تہ دل سے مبارکباد کہتے ہیں کیونکہ اس سے فرانسیسیوں اور مسلمانوں کے تعلقات بہت مضبوط ہو جائیں گے مسلمان دنیا میں مذہب سے بڑھکر کسی بھی چیز کو عزیز نہیں رکھتے۔ لہذا جو کچھ بھی ہمارے دین ان کیلئے کیا جائے وہ انکے دلونکو مسخر کرنیکا موجب ہوگا۔ فرانس میں مسجد کا تعمیر کرنا گویا ان مسلمانوں کی یاد کو نہایت مناسب طور پر زندہ رکھنا ہے، جنہوں نے فرانس کی عزت اور قیام کیلئے لڑکر اپنی جانیں دیں +

انگلستان کو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی طاقت خیال کیا جاتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ مسلمان اس کے زیر نگین ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں ہندوستانی مسلمانوں کی خدمات کا سب نے اعتراف کیا ہے اور گورنمنٹ ہند نے بھی ان کے ایثار کا جو بعض وقت انہیں اپنے مذہبی حساسات کو دبا کر کرنا پڑتا تھا۔ سرکاری طور پر تسلیم کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ انگلستان بھی اپنی اس بڑی اتحادی طاقت کے نقش قدم پر چلکر ان لوگوں کی یادگار میں جو تاج برطانیہ کی عزت قائم کرنے کیلئے جنگ مذکور میں قتل کئے گئے ہیں۔ اپنے دار الخلافہ میں ایک مسجد تعمیر کرے گا لندن میں تعمیر مسجد کی تجویز سرکاری حلقوں میں تو رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے صاحب نے کچھ عرصہ سے پیش کر رکھی ہے لیکن افسوس ہے کہ تا ہنوز ہمارے میں کچھ کارروائی نہیں کی گئی۔ فرانس نے مثال تو قائم کر دی ہے انگلستان سے اب اُمید کیجاتی ہے کہ وہ اسکی پیروی کریگا کیونکہ اس صورت میں اسے ان دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑیگا۔ جو کسی کام کے آغاز میں پیش آتی ہیں گو انگلستان کو پہل کر کے ان دقتوں سے ڈرنا نہ چاہئے تھا +

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

از قلم جناب لوئی مصطفی خان صاحب بی اے مسلم مشنری ووکنگ (انگلستان)

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولٰئک ھم المفلحون

ترجمہ ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئیے ۔ جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بُلائیں ۔ اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں ۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں ۔ اور (آخرت میں) ایسے ہی لوگ اپنی مُراد کو پہنچیں گے +

اسلام ایک تبلیغی مذہب قرار دیا گیا ہے ۔ اور اسکی نسبت یہ خیال صرف مُسلمانوں ہی کا نہیں ۔ بلکہ تمام دیگر مذاہب بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں ۔ پروفیسر میکس مولر نے دسمبر ۱۸۷۳ء کو ویسٹ منسٹر ایبے میں تقریر کی ہے ۔ دُنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ۔ ایک مشنری (تبلیغی) دوسرے غیر مشنری اور ممکن ہے ۔ کہ اس تقسیم کے وقت اس کے دماغ میں قرآن شریف کی مذکورہ بالا آیت بھی ہو بہرحال اس تقسیم کی رُو سے غیر مشنری مذاہب میں تو یہودیت ۔ برہمنی مذہب اور زرتشتی مذہب آتے ہیں ۔ اور قسم اوّل (تبلیغی مذاہب) میں اسلام ۔ بُدھ مذہب اور عیسائیت ۔ بُدھ مذہب کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے بانی یعنے بُدھ نے اپنے پیرووں سے کبھی یہ بھی کہا ہو ۔ کہ اسکی تعلیم کو دُنیا میں پھیلایا جائے ۔ لیکن مسیحی مذہب کی نسبت تو ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں ۔ کہ جناب مسیح نے اپنے شاگردوں سے کبھی بھی یہ نہیں کہا ۔ کہ اسکی تعلیم کو سوائے اسرائیلیوں کے کسی غیر قوم تک پہنچاؤ ۔ کیونکہ اسرائیلیوں ہی کے لئے یہ تعلیم بھیجی گئی تھی ۔ جیسا کہ متی باب ۱۵ آیات ۲۴ و ۲۶

سے صاف پایا جاتا ہے۔ یہ آیات جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں جناب مسیح نے ایک کنعانی عورت سے طلب اعانت کے موقعہ پر بولی تھیں:۔

میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

اور پھر اس نے کہا:۔

مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں (متی آیت ۲۴ و ۲۶)

ان آیات سے عیاں ہے کہ یسوع مسیح اسرائیلی گم شدہ بھیڑوں ہی کیلئے تشریف لائے تھے۔ اور آپ کی روحانی غذا انہیں کے لئے وقف کی گئی تھی۔ اور عہد نامہ جدید کی انہیں آیات کی بنا پر اس کے حواریوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا۔ کہ آیا ان کی انجیل کو تمام انسانوں تک پہنچایا جائے۔ ہماری رائے میں وہ لوگ جو کہ عہد نامہ جدید کے احکام پر کاربند ہونا چاہتے تھے صحیح طور پر استدلال کرتے کہ ان کے استاد کی تعلیم اسرائیلیوں ہی کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے ہے۔ اور انہیں حق نہیں۔ کہ وہ اس حلقہ سے باہر قدم رکھیں لیکن پولوس کے دماغ نے جناب مسیح کی تعلیم کو چھوڑ کر نئے قسم کے مسائل گھڑ لئے۔ اسلئے اب اسی کے نقش قدم پر چلکر اصلی تعلیم سے پھر کسی اور طرف نکلجانا کوئی مشکل امر نہیں رہا۔ کلیسیا نے اس وقت ممالک غیر میں ایک کثیر التعداد مشنری صداقت کی تعلیم پھیلانے کے لئے بھیجی ہے۔ اور وہ بالکل نہیں سمجھتے کہ ان کا یہ عمل جناب مسیح کی تعلیم کے بالکل برخلاف ہے۔ انہیں تو جناب مسیح کے یہ الفاظ ہی (بچوں کی روٹی کتوں کو ڈالنا) ملزم گردانتے ہیں

میں نے چند روز ہوئے ایک مختصر سا رسالہ بنام کال آف دی ورلڈ (صدائے دنیا) پڑھا ہے جسمیں مصنف نے بہت کوشش کی ہے کہ مشنری (تبلیغی) کام اور اسکی اہمیت کی طرف عیسائیوں کی توجہ کھینچی جاسے۔ اور اس اپنے جوش و سرگرمی کو اس نے الفاظ ذیل میں نکالا ہے:۔

ہمیں عذر لنگ اب چھوڑ دینے چاہئیں جس میں ایک عورت کا حال مجھے معلوم ہے اسمیں اتنا بھی ایثار نہیں کہ وہ اپنے لڑکے کو مشنری کام کیلئے وقف کرے لیکن اگر وہی لڑکا سول سروس کا امتحان پاس کرے تو وہ اپنے تمام تعلقداروں سے مبارکباد کی امید رکھیگی میں پوچھتا ہوں کہ کیا مشنریوں کی تنخواہ ان کے بال بچوں کی پرورش ہی کیلئے ہے۔ اگر یہی صورت ہے۔ تو پھر انجیل کی اس آیت کو لغو اور فضول سمجھ کر کاٹ دینا چاہئے جسمیں لکھا ہے کہ تمہیں اپنے کھانے پینے اور پہننے کا فکر نہ چاہئے تمہیں سب سے پہلے خدا کی بادشاہت اور اسکی سچائی کو تلاش کرنا چاہئے۔ اس سے سب کچھ مل جائیگا +

لیکن اگر اسی عورت کو جس کی طرف مصنف مذکور کا اشارہ ہے انجیل کا ذرہ بھر بھی علم ہو تو وہ اسے ترکی بہ ترکی جواب دے سکتی ہے۔ یہ کہکر کہ کیا یسوع مسیح نے حکم دیا ہے کہ میں اس کی تعلیم چین میں پھیلانے کے لئے اپنے لڑکے کو وقف کردوں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر انجیل کے صفحات کو ذیل کی آیات سے جو لغو اور فضول ٹھیرتی ہیں پاک کردو :-

۱- میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔

۲- مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں +

لیکن تعجب ہے کہ کلیسیا کس طرح تمام روے زمین پر اپنے مبلغ بھیجنے کا انتظام کرتی ہے۔ جبکہ ان کے عمل کے برخلاف انجیل مقدس کی صاف تعلیم موجود ہے۔ لہٰذا ہر ایک پادری صاحب کا جو باہر جاتا ہے یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ تحقیق کرے۔ کہ آیا یسوع مسیح نے اپنے پیروؤں کے لئے حکم دیا ہے کہ وہ باہر جاکر غیر اسرائیلیوں تک انجیل پہنچائیں۔ انجیل میں تو اس سوال کا جواب نفی ہی میں ملتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کلیسیا بڑے شد و مد سے کوشاں ہے کہ سادہ مزاج عیسائیوں کو جو خود اس بارے میں سوچ بچار سے کام نہیں لیتے ذہن نشین کرادے۔ کہ اس نام نہاد عیسائیت کی تعلیم کو دنیا میں

پھیلانے ہی سے وہ یسوع مسیح کی قائمقامی کا کام کر سکتے ہیں +

مگر اسلام کا طریق عمل بالکل مختلف ہے۔ یہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور جہاں کہیں بھی انسان پایا جا سکتا ہے وہاں تک اسکی تعلیم جا سکتی ہے ہمارے رسول پاک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور ان کی تعلیم صداقت تمام جہان کے لئے قرار دیگئی ہے۔ حضور صلعم کے تبلیغی کام کا ذکر بار بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ میں یہاں چند ایک آیات پیش کرنا چاہتا ہوں جنمیں اس کام کا صاف ذکر ہے +

۱۔ تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراہ ترجمہ (خدا کی ذات بڑی) بابرکت (ذات) ہے۔ جس نے اپنے بندے (محمد) پر قرآن اُتارا۔ تاکہ تمام جہان کے (لوگوں کے) لئے (عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہو (سورہ الفرقان آیت ۱)

۲۔ ان ھو الا ذکرٌ للعٰلمین (ترجمہ) یہ (قرآن جو میں تم کو سناتا ہوں) دنیا جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے (سورہ ۳۸۔ آیت ۸۷) +

۳۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) ہمنے تو تم کو دنیا جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت (بنا کر) بھیجا ہے (سورہ ۲۱ آیت ۱۰۷)

۴۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو تمام (دنیا کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے۔ کہ (ان کو ایمان لانے پر ہماری خوشنودی کی) خوشخبری سُنا دو۔ اور (کفر کرنے پر ہمارے عذاب سے) ڈراؤ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے (سُورہ ۳۴)

۵۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (ترجمہ) وہ (خدا) ہی تو ہے۔ جس نے اپنے رسُول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا۔ تاکہ اس (دین) کو (اور) تمام دینوں پر غالب رکھے

اگرچہ مشرکین کو بُرا ہی کیوں نہ لگے (سورہ ۶۱ آیت ۹) +

اِن آیات سے اسلام کا عالمگیر مذہب قرار دیا جانا صاف طور پر نظر آتا ہے۔اور اس قسم کی بہت سی اور بھی آیات ہیں۔اسمیں کوئی کلام نہیں کہ رسول صلعم نے اول اول اپنے دین کی تعلیم عرب ہی میں دی۔لیکن آپ اسے خوب سمجھتے اور جانتے تھے۔کہ آپ تمام دنیا کے لئے پیغام لے کر آئے ہیں۔اوراسی لئے آپ نے ہمیشہ دنیا کے دیگر لوگوں تک اسلام پہنچانے کی تکلیف برداشت کی۔صلح حدیبیہ کے بعد جبکہ رسول کریم کو قریش کی طرف سے پہلی دفعہ اطمینان ہؤا۔تو آپ نے براعظم کے تمام بادشاہوں کے پاس اپنے ایلچی و قاصد بھیجے۔تاکہ انہیں دعوت اسلام دیں۔مگر تمام دنیا کی اصلاح کا کام خود رسول اکرم صلعم کی زندگی میں سرانجام پا جانا غیر ممکن تھا۔آپ کا کام بحیثیت مبلغ صرف اس قدر تھا۔کہ آپ اس عالمگیر دین کے اصولوں کو جن کی وہ تبلیغ فرمایا کرتے تھے تکمیل تک پہنچا کر ایک زبردست قوم پیدا کردیں جو کہ اس دین کو پھیلائے۔اور آپ کے وصال کے بعد اس پر عمل کرے۔چنانچہ یہ کام آپ نے کر دکھلایا۔اس دنیا سے رحلت فرما جانے سے پیشتر ہی آپ نے مذہب کی تکمیل فرما دی۔جیسا کہ قرآن مجید کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہوتا ہے آپ اپنے بعد ایک زبردست قوم چھوڑ گئے جس نے نہ صرف تمام عرب پر ہی حکومت کی۔بلکہ جس کی فتوحات کی لہر پرانی دنیا کے کناروں تک پہنچی۔یعنے تبلیغ اسلام کا کام آپ کے بعد مسلمانوں کے سپرد تھا +

یہ بھی یاد رہے۔کہ تبلیغ کا کام انہوں نے کسی مذہبی جنون کی وجہ سے اختیار نہ کیا تھا۔بلکہ یہ متبرک کام خود قرآن شریف کے احکام کے ماتحت انہوں نے سرانجام دیا جیسا کہ فرقان حمید کی اس آیت سے عیاں ہے جس سے کہ میں نے اس مضمون کی ابتدا کی ہے لیکن میں

ناظرین کی توجہ آیت ذیل کی طرف پھیرتا ہوں جو کہ آیت مسطورہ بالا سے بھی زیادہ تر واضح ہے:-

وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (ترجمہ) ہم نے تم کو بیچ کی راس کی امت (بھی) بنا دیا ہے۔ تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو۔ اور تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) رسولؐ (محمدؐ) گواہ بنیں (سورہ بقرہ آیت ۱۴۲) شارحین نے لتکونوا شھداء کے معنے کی اس طرح تشریح کی ہے۔ کہ تاکہ تم ان کے پاس وہی پہنچاؤ۔ جو خدا کا رسول تمہارے پاس لایا۔ اور جو تم نے مذہب اور الہام کے متعلق اس سے سیکھا +

پس اس آیت کے ماتحت تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ اسلام کی تعلیم تمام روے زمین پر پھیلائیں اور حقیقت میں ہر ایک مسلمان سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ مبلغ اسلام بنے +

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان احکام الٰہی پر عمل کیا گیا۔ اس کے جواب میں تمام اسلام کی تاریخ کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے لیکن اس سے یہ مضمون بہت طول پکڑ جائیگا۔ لہٰذا میں اس موقعہ پر ایک ہی ملک کا ذکر کرنا چاہتا ہوں میں ہندوستان ہی کو پیش کر کے بتلاؤنگا۔ کہ کس طرح تقریباً نو کروڑ انسانوں نے جو اس ملک کے ہر گوشہ میں رہتے ہیں۔ اور جن کی تعداد پنجاب اور بنگال میں کثرت سے ہے اسلام کو قبول کیا بعض اوقات معاندانہ طور پر نکتہ چینی کرنیوالے کہدیتے ہیں۔ کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں لوگوں کو بجبر اسلام میں داخل کیا۔ لیکن اس الزام کی واقعات تائید نہیں کرتے۔ کیونکہ اسلام نے ہمیشہ مذہبی رواداری کی تعلیم دی۔ چنانچہ اسمیں ذیل کا حکم ہے لا اکراہ فی الدین (دین کے معاملہ میں کوئی جبر تشدد نہونا چاہئے)

صاف موجود ہے ÷

ہندوستان میں شاہان اسلام کا مذہبی جوش ان عربوں کے جوش سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جو ہسپانیہ میں پہنچے۔ اور جہاں انہوں نے آٹھ سو سال تک حکمرانی کی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے جانے کے بعد ہسپانیہ اسی طرح مسیحی حلقے میں تھا۔ جس طرح کہ عربوں کی سلطنت کے آغاز میں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے اپنی دنیاوی حکومت کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا۔ اسلامی بادشاہوں نے کبھی بھی بجبر اسلام میں داخل کرنے کا فرض اپنے لیے اختیار نہیں کیا۔ وہ ملک گیری اور اس کے انتظام ہی میں مصروف رہے۔ اور اسی پر انہوں نے قناعت کی۔ میں اپنے اس بیان کی تصدیق میں آرنلڈ صاحب کی تصنیف "پریچنگ آف اسلام" (اشاعت اسلام) میں سے کچھ اقتباس کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہندوستان کے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ یوں لکھتا ہے:۔

"چھ کروڑ ساٹھ لاکھ مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی پائی جاتی ہے جو خود اسلام پر ایمان لائے یا ان کے بزرگ مسلمان ہوئے لیکن ان کا قبول اسلام بخوشی و برغبت تھا اور جبر و اکراہ کو اسمیں کوئی دخل نہ تھا ان پر فقط امن سے کام کرنیوالے مبلغین کی تعلیم اور ترغیب ہی کا اثر پڑا تھا"۔

"پھر مسلمان فاتحین کے مذہبی میلان کے متعلق وہ لکھتا ہے:۔

لیکن ان فاتحین میں روح کی اصلاح کیلئے لڑا ہردہ تڑپ نہ تھی جو ایک سچے مبلغ اسلام کے اندر بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے اسلام نے بہت بھاری فتح حاصل کی۔ خلجی سنہ ۱۲۹۰ء سے سنہ ۱۳۲۰ء تک اور تغلق سنہ ۱۳۲۰ء سے سنہ ۱۴۱۲ء تک اور لودھی سنہ ۱۴۵۱ء سے سنہ ۱۵۲۶ء تک ہند میں رہے لیکن یہ سب بالعموم جنگ و جدال میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ مذہب میں زیادہ دلچسپی نہیں لے سکتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان کی توجہ اسلام میں لوگوں کو داخل

کرنے کی بجائے حصول اخراج کی طرف ہی تھی"+

پھر مصنف مذکور ایک جگہ لکھتا ہے کہ

مسلمان حکمرانوں نے جبر سے اسلام کے پھیلانے میں بالکل کام نہیں لیا اس کا ثبوت اس امر واقعہ سے ملتا ہے کہ دہلی اور آگرہ جیسے مقامات میں جو کہ اسلامی طاقت وشوکت کا مرکز تھے زمانہ حال میں وہاں کی کُل آبادی کا دسواں حصہ تو دہلی میں اور ایک چوتھائی بمشکل آگرہ میں مسلمان ہیں+

اِس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے ہندوستان میں پھیلنے کی اصل وجہ کیا ہے۔ اس کا جواب نہایت صاف اور سادہ ہے اسلام ابتدا ہی سے ایک تبلیغی مذہب رہا ہے۔ گو اس کے پھیلانے کیلئے کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ نہ کبھی تنخواہ دار مبلغ اس کی اشاعت کیلئے مقرر کئے گئے۔ اور نہ کوئی باضابطہ مذہبی جماعت یا ریاست اسمیں ساعی رہی۔ البتہ اس قسم کے مسلمان ہمیشہ پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی رہنمائی صداقت کی اس روح سے ہوا کرتی تھی۔ جو کہ اس وقت تک چین نہ لیتی تھی جب تک کہ وہی روح خیال۔ قول اور فعل میں رونما نہ ہو۔ اور کہ جو اس وقت تک مطمئن نہ ہوتی تھی۔ جب تک کہ ہر انسانی روح تک پیغام اسلام نہ پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ اس صداقت کو جس پر ان کا ایمان تھا۔ نسل انسانی کے وسیع کنبہ کے کُل افراد اسے بطور صداقت قبول کریں۔ اسی طرز کے مسلمانوں کی بیغرض کوششوں ہی کا نتیجہ ہے کہ اسلام پر اس آریہ ورت میں روحانی فتوحات کا دروازہ کھلا۔ اور انہیں کی بدولت ان مقامات میں۔ جہانکہ مسلمانوں کا سیاسی اقتدار نہایت ہی کمزور حالت میں تھا۔ مثلاً جنوبی ہندوستان یا مشرقی بنگال میں اسلام نے مستقل طور پر بہت بھاری فتح تبلیغی رنگ میں حاصل کی۔ چونکہ یہ کام کسی باقاعدہ انجمن یا کمیٹی کا نہ تھا۔ اور محض انفرادی طور پر لوگوں نے محبت و

جوش اسلام کی وجہ سے کیا تھا۔ اسلئے ان کے کارناموں اور کامیابی کے حال مکمل طور پر دستیاب نہیں ہوتا۔ ہند کے مورخ البتہ کبھی کبھی اپنی تصانیف میں سرسری طور پر ان لوگوں کے کارناموں کا ذکر کرکے انکی تبلیغی کوشش وہمت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور ان کی تحریروں ہی سے ہندوستان میں اشاعت اسلام کے متعلق ہمیں کسی قدر علم حاصل ہوتا ہے +

ہمارا یہ علم گو بہت ہی تھوڑا ہے۔ تاہم ناظرین کرام کو اس سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کے مختلف حصص میں مذہب اسلام کس طرح پھیلا۔ اب میں پہلے جنوبی ہند کا کچھ حال لکھتا ہوں۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ یورپ اور ہندوستان میں مسالجات۔ ہاتھی دانت اور جواہرات کی تجارت مدت سے عرب اور ایران کے باشندے ہی کرتے تھے جس کی وجہ سے ہندوستانیوں اور عربوں کو آپس میں مل بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ چنانچہ عربوں نے اسے غنیمت سمجھ کر اپنے تجارتی کاروبار کے ساتھ ساتھ لوگوں کو حلقہ اسلام میں داخل کرنا بھی شروع کردیا۔ اس زمانہ میں اس ملک کی حکومت ہندو راجوں کے ہاتھ میں تھی۔ جو غیر ممالک کے تاجروں کی ہر طرح حوصلہ افزائی اور حفاظت کرتے۔ اور ان کے تبلیغی کام میں بھی کسی قسم کی مداخلت نہ کرتے تھے جس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان لوگوں کی تجارت سے ملک بہبودی اور خوشحالی میں نمایاں ترقی دکھائی دیتی تھی۔ اس طرح راجاؤں اور مسلمان تجار کے تعلقات نہایت دوستانہ ہو گئے۔ اور لوگوں کو بھی اسلامی تعلیم کے مطالعہ کرنے کا اچھا موقعہ ملگیا +

مساوات انسانی کے مسئلہ نے جس پر یہ نیا مذہب زور دیتا تھا لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔ اور وہ اس ذلت کی حالت سے نکلنے پر آمادہ ہو گئے جو ہندو مذہب نے ان کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ اس جگہ مالابار میں اسلامی سورج کی شعاع کے پہنچنے کا واقعہ کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ جیسے سولھویں صدی کا

ایک مورخ یوں بیان کرتا ہے کہ سب سے پہلے مبلغ وہ لوگ تھے جو سیلون میں حضرت آدمؑ کا نقش قدم دیکھنے کیلئے آئے۔ جب وہ کرنگانور پہنچے تو وہاں کے راجہ نے انہیں بلوا بھیجا۔ چنانچہ اس قافلہ کے سردار شیخ شرف بن مالک نے جس کے ہمراہ اس کا بھائی مالک بن دینار اور اس کا بھتیجا مالک بن حبیب بھی تھا موقعہ پاکر مذہب اسلام اور حضرت محمد صلعم کی بعثت کی غرض کی تشریح کی۔ خدا کی عنایت و مہربانی سے حضور صلعم کی تعلیم نے اس راجہ کے دل میں گھر کر لیا اور اس نے اسے تسلیم کیا۔ اس کے دل میں رسول عربی صلعم کی محبت پیدا ہوئی۔ اور اس نے شیخ مذکور کو حکم دیا کہ حضرت آدم کے نقش قدم کی زیارت کے بعد جب وہ واپس آئے تو وہ اسے ضرور ملے۔ چنانچہ جب وہ قافلہ سیلون سے واپس لوٹا۔ تو وہ راجہ بھی خفیہ طور پر اس کے ساتھ اس جہاز میں سوار ہو گیا۔ جو عرب کیطرف جا رہا تھا۔ اور اپنی سلطنت کا انتظام اپنے نائبوں کے حوالہ کر گیا۔ وہ عرب میں کچھ مدت رہا۔ اور جب وہ اس ارادہ سے اپنے ملک کی طرف لوٹنے کو تھا کہ وہاں جا کر وہ ایک مسجد تیار کرائے۔ اور اسلام کی اشاعت میں مصروف ہو۔ تو اچانک بیمار ہو کر راہیٔ ملک بقا ہوا۔ لیکن بستر مرگ پر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مالابار کی طرف اس مجوزہ تبلیغی سفر کو التوا میں نہ ڈالیں اور پھر ان کی مشکلات کو رفع کرنے کے لئے اس نے اپنے نائب السلطنتوں کے نام سفارشی خطوط لکھ دیئے اور ساتھ ہی انہیں حکم دیا کہ وہ اسکی موت کا علم لوگوں کو نہ دیں۔ یہ خطوط لیکر شرف بن مالک اور اس کے ہمراہی کرنگانور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان خطوط کی وجہ سے ان کا نہایت تپاک سے استقبال ہؤا۔ اور انہیں زمین بھی عطا کی گئی جہاں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کی۔ مالک بن دینار نے تو اسی جگہ بود و باش رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن مالک بن حبیب نے چکر لگا کر تبلیغ کرنے اور علاقہ مالابار میں جگہ جگہ مساجد کی تعمیر کرنیکا

ارادہ کرلیا۔ چنانچہ کوئین کی طرف بڑھا اور اپنے ہمراہ اپنے بیوی بچوں اور مال تجارت لیگیا۔ اور وہاں اس نے ایک مسجد تیار کرائی۔ اور اپنی بیوی کو اس جگہ چھوڑ کر خود ہیلی مرادی چلا گیا۔ اور وہاں بھی ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ ان مساجد میں گیا۔ اور ہر ایک میں اس نے نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوا جس نے کہ کفرستان میں دین اسلام کو ظاہر کیا واپس آیا۔ ان واقعات کے سنہ صحیح طور پر معلوم نہیں لیکن عام لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا ظہور خود رسول اکرم صلعم کی زندگی ہی میں ہوا بعض مؤرخین کے نزدیک یہ امور سنہ ۳۱۰ھ کے بعد وقوع میں آئے۔ صحیح تاریخ کا معلوم ہونا چنداں ضروری نہیں۔ جبکہ مالابار میں پُر امن تبلیغی کام کی صاف صریح شہادت پائی جاتی ہے۔ انہیں سے اکثر مبلغ خود تاجر تھے۔ مگر ابن بطوطا جو کہ ایک مشہور و معروف اسلامی مورخ ہے لکھتا ہے کہ عرب سے بعض مولوی اور علم الٰہی کے عالم بھی آئے ہوئے تھے۔ جن سے مالابار کے مختلف گاؤں میں اُسے ملنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن یقینی طور پر ہم نہیں کہہ سکتے کہ آیا انہیں تجار کو مؤرخ مذکور نے ان کے مذہبی جوش کی وجہ سے علمائے دین کا خطاب دیا یا اس جگہ کوئی علیحدہ گروہ ایسے علماء کا بھی تھا۔ بہرحال یہ تو بالکل ثابت شدہ امر ہے کہ قرن اولیٰ کے مسلمان اسلام کے پھیلانے میں عملی رنگ میں حصہ لیتے تھے۔ سنہ ۱۵۰۰ء کے شروع میں مالابار کی آبادی کا پانچواں حصہ نو مسلم قرار دیئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہند کے اس حصہ میں مسلم مبلغین کا اثر بہت زیادہ اور نمایاں تھا آرنلڈ صاحب لکھتا ہے۔ کہ اگر اہل پرتگال وہاں نہ آتے تو یہ سب علاقہ مسلمان ہو جاتا۔ کیونکہ لوگ کثرت سے مسلمان ہو رہے تھے۔ ایران عرب اور ہندوستان کے دیگر گوشوں یعنی گجرات و دکن کے مسلمان تاجر بہت بڑا اثر ڈال رہے تھے +

میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ کہ ان اشخاص کا جنہوں نے اشاعت اسلام میں حصہ لیا کوئی تذکرہ فرداً فرداً ہم تک نہیں پہنچا۔ البتہ عبدالرزاق نامی ایک مؤرخ نے اپنی تبلیغی کوششوں کا حال لکھا ہے۔ جو اس وقت تک محفوظ ہے۔ اسے تیمور شاہ روح نے ۱۴۱۴ء میں کالی کٹ کیطرف تیمورن کے دربار میں اس سفیر کی درخواست پر بھیجا جسے تیمورن نے بادشاہ مذکور کی طرف بھیجا تھا۔ یہ سفیر خود بھی ایک پرجوش مسلمان تھا اور اس نے شاہ رُوح کی خدمت میں تیمورن کے پاس مبلغ بھیجنے کی ضرورت ظاہر کی۔ کہ قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنہ۔ ترجمہ (بلاؤ طرف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت کے اور نصیحت کے) +

اسے اسلام کی دعوت دیکر اس تاریکی و گمراہی کو دُور کرے جس نے اس کے دل کو مردہ کر رکھا ہے۔ اور اسلام کی ضیا اور آفتاب علم کی روشنی سے اسکی روح کو منور کرے۔ چنانچہ عبدالرزاق کو اس سفارت کیلئے منتخب کیا گیا۔ وہ ایک دور دراز سفر طے کر کے کالی کٹ پہنچا۔ لیکن اسکی طرف کوئی التفات نہ کی گئی۔ اور وہ ناکام ہو کر خراسان چلا گیا +

ایک اور مشہور مبلغ اسلام کا پتہ بھی چلتا ہے یعنے سید ناصر شاہ جن کا نام جنوبی ہند میں اب بھی نہایت محبت اور ادب سے لیا جاتا ہے۔ یہ بزرگ جو کہ ۹۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۳۹ء میں رحلت کر گئے۔ عرب۔ ایران اور شمالی ہند میں سیاحت کرتے ہوئے آخرش ترچناپلی میں آباد ہوئے۔ اور باقی عمر اسی جگہ بسر کی۔ وہ بڑے عالم اور زاہد بھی تھے۔ اور اُن کے علم و عمل کو دیکھ کر ہندوستانیوں نے کثرت سے اسلام قبول کیا +

جنوبی ہند میں ایک بھاری تعداد ایسے نومسلموں کی بھی پائی جاتی ہے

جن کا بیان ہے کہ انہوں نے بابا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے پند و نصائح کی وجہ سے اپنا مذہب چھوڑا۔ اس بزرگ کی مزار پر اس وقت بھی ان نومسلموں کی اولاد زیارت کے لیئے جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ اصل میں سیستان کے بادشاہ تھے۔ وہ تخت و تاج اپنے بھائی کے حوالہ کر کے خود درویشانہ زندگی اختیار کر کے مکہ و مدینہ کی طرف حج کے لیے چلے گئے۔ اور جبکہ وہ عرب ہی میں قیام رکھتے تھے۔ تو انہیں خواب میں رسولکریم صلعم کی زیارت ہوئی۔ اور حکم ملا کہ وہ ہندوستان میں جاکر اسلام کی تعلیم دیں۔ اس ملک میں پہنچ کر انہوں نے ترچناپلی میں ناصر شاہ صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ جنہوں نے دوسو علماء کے ایک قافلہ کا انہیں سردار بنا کر تبلیغ اسلام کیلئے بھیجدیا۔ چکر لگاتے ہوئے اُنھوں نے بالآخر شہر پنوکوندا میں ہندوؤں کے ایک مندر کے پاس ڈیرہ جما دیا جسے وہاں کے راجہ نے کراہت کی نظر سے دیکھا۔ لیکن اس قافلہ کو بجبر وہاں سے نکالنے کی بجائے راجہ مذکور نے مختلف پہلوؤں سے جانچنا چاہا۔ کہ آیا اس بزرگ کا مذہب درست ہے یا وہ مذہب جو اس مندر کا پجاری پیش کرتا ہے۔ سب سے آخری تجربہ اس نے یوں کیا۔ کہ ان دونوں مذہبی پیشرؤں کو چونے سے بھری ہوئی بوریوں میں باندھ کر تالاب میں پھینک دیا۔ ہندو پجاری کا تو پتہ نہ چلا لیکن بابا فخرالدینؒ کو پہاڑی کی چوٹی پر دیکھا گیا۔ اس کرامت نے اس طرح دین اسلام کی صداقت و برتری پر مُہر لگادی۔ یہ واقعہ دیکھ کر راجہ مذکور حلقہ بگوش اسلام ہؤا۔ اور اس کے ساتھ اس کی رعایا کا کثرت سے اسلام میں داخل ہونا بھی ایک طبعی نتیجہ تھا۔ جنوبی ہند میں اسی طرز پر اسلامی مبلغین نے نہایت امن و سلامتی سے اپنا کام کیا +

مالاباری سے غالباً اسلام نے جزائر لکادیپ اور مالدیپ کیطرف

رُخ کیا جہاں اس وقت سب کے سب تقریباً مسلمان ہی ہیں ۔ یہاں کے باشندے
ظاہر کرتے ہیں ۔ کہ ان کے بزرگ ان عرب سوداگروں کی کوشش سے مسلمان
ہوئے جو سنہ ۱۲ء میں آئے ۔ اور اسی جگہ نکاح کر کے آباد ہو گئے ۔ تاکہ
وہاں کے لوگوں کو اسلام میں داخل کریں ۔ ان سوداگران کے نام ہمیں
معلوم نہیں لیکن مقام مالی میں شیخ یوسف شمس الدین ساکن تبریز (ایران)
کا مقبرہ اس وقت تک موجود ہے اور کہا جاتا ہے کہ شیخ صاحب نے نہایت
کامیابی کے ساتھ ان جزائر میں تبلیغی کام کیا ۔ اسی طرح مقام اندورتہ
میں بھی ایک عرب واعظ مسبا ملیا کا نامی کا مزار ہے ۔ یہ بزرگ بھی
اپنے تبلیغی کام کی وجہ سے بہت مشہور ہیں ۔ اور لکادیپ کے گرد و نواح
کے جزائر میں اسلام کا قدم انہیں کی ہمت کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔

دکن میں بھی مالابار کی طرح اسلامی تبلیغ کا بہت کچھ چرچا رہا
ہے سنہ ھ میں عرب تاجروں کی ایک بہت بڑی جماعت یہاں
آکر آباد ہو گئی ۔ اور وہاں شادیاں بھی کر لیں ۔ دکھنی شاہان کے
عہد حکومت میں مسلمان سوداگر اور مبلغ کثرت سے وہاں آئے ۔ اور
اور ان کے ذریعہ اسلام نے بہت بھاری رُوحانی فتح حاصل کی
اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے پند و نصائح اور اپنے عمل سے
کر دکھایا ۔ کیونکہ دکھنی بادشاہوں کے زمانہ میں جبراً اسلام میں داخل
کرنے کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا اور ان کا عہد تو رواداری
کیلئے ضرب المثل تھا ۔ ایک عرب مبلغ جسے پیر مہابیر خدایت کر کے
پکارا جاتا ہے دکن میں سنہ ۱۳۰۴ء میں آیا ۔ اسی سال کے آخر میں ایک اور
بزرگ سید محمد ساکن گلبرگہ تشریف لائے اور انہیں ضلع پونا کے کثیر التعداد
ہندوؤں کے مسلمان کرنے میں بہت بڑی کامیابی ہوئی ۔ پھر بیس سال کے
بعد سید صاحب موصوف نے بلگام میں بھی ایسی ہی کامیابی اپنی تبلیغی کوششوں کی

سنہء کے شروع میں حضرت سید عبدُالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کا جو بغداد میں ایک بڑے ولی اللہ گذرے ہیں۔ ایک رشتہ دار ہند میں آیا۔ اور اُسے کنکال میں بہت سے لوگ مسلمان کیئے +

اسی طرح ایک اور اسلامی مبلغ محمد صادق مست چشتی جس نے بڑی کامیابی سے اپنا کام کیا۔ ہند میں آیا۔ لکھا ہے کہ وہ سنہ ۱۵۶۸ء میں مدینہ سے آیا۔ اور مغربی ہند میں پھر پھرا کر ناسک میں مقیم ہوا۔ جہاں اس وقت تک بھی اسکی اولاد موجود ہے +

ان اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے مبلغین ہند میں کم و بیش کامیابی کے ساتھ اسلامی خدمت کرتے رہے ہیں جن کے نام کتب تاریخ کے صفحوں پر دکھائی نہیں دیتے۔ چنانچہ شہر ملتان بھی اسی اسلامی تبلیغ کا ایک مرکز رہا ہے +

عربوں نے آٹھویں صدی کے شروع میں سندھ فتح کیا جس کے باعث اس ملک کے لوگوں کو اہل عرب کو اور ان کے مذہب کو بھی زیادہ ترغور اور توجہ سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ عربوں نے تین سو سال تک یہاں حکومت کی اس عرصہ میں ان کے مذہب کی تائید بہت طریقوں سے ہوئی۔ کئی ایک ہندوستانی شاہزادوں نے لطیب خاطر اسلام قبول کیا +

شاہ یوسیفان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے متعلق البدر دہوری نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا ذکر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام (تبلیغ اسلام) میں بھی کیا ہے۔ میں تھوڑا سا اس کا اقتباس ذیل میں دیتا ہوں :-

اِس ملک کے باشندے ایک دیوتا کی پرستش کرتے تھے جس کا مندر انہوں نے بنا رکھا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کا لڑکا جب بیمار ہوا تو اس نے مندر کے پجاریوں سے کہا کہ وہ دیوتا سے لڑکے کی شفا یابی کے لیئے دُعا کریں + چنانچہ پجاری وہاں سے رخصت ہو کر کچھ عرصہ کے بعد واپس آئے

اور عرض کی کہ ان کی دعا متعلقہ صحتیابی دیوتا نے منظور کرلی ہے مگر اس کے بعد ہی اس کا لڑکا فوت ہوگیا۔ اس پر بادشاہ نے مندر کو مسمار کرکے دیوتا کی مورتی کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اور پجاریوں کو قتل کرڈالا۔ بعدازاں اس نے مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو اپنے ہاں بلوایا جنہوں نے خدا کی وحدانیت کا اُسے وعظ کیا اور وہ اس پر ایمان لاکر مسلمان ہوا +

اسی طرح باقی سوداگروں نے بھی جو عربوں کی فتح کے ابتدائی زمانہ میں ہند میں آئے اپنا تبلیغی اثر ڈالا۔ ان دنوں چین سیلون اور ہندوستان کے درمیان تجارت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی جو اپنے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو بھی پہنچاتے تھے۔ لیکن ان سوداگروں کی ہمت ان بزرگوں اور ولیوں کی زاہدانہ زندگی کے اثر سے بھی بہت کچھ بڑھی جن کے اندر اسلام کی طرف لوگوں کو کھینچنے کی خاص روح اور طاقت تھی۔ ان میں سید یوسف الدین بھی ایک مشہور بزرگ ہیں جو سید عبدالقادر جیلانیؒ کے رشتہ دار تھے۔ انہیں خواب میں حکم ملا کہ وہ ہندوستان جاکر اشاعت اسلام کریں۔ لہٰذا وہ سندھ ۱۴۲۲ء میں تشریف لائے۔ اور دوسو خاندان کے لوگوں کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب ہوئے۔ بعد میں فوراً ہی ان کے قدم پر چلنے والے پیدا ہوگئے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد بہت ہی بڑھ گئی +

المغرب میں اسلام

از قلم جناب مسٹر چارلس روشر (نومسلم)

مراکش جسے عربی زبان میں المغرب الاقصا کہا جاتا ہے۔ بالعموم مسلمانوں ہی سے آباد ہے۔ بربروں نے جو یہاں کے قدیمی باشندے ہیں عربوں کے اس ملک پر حملہ کے بعد ہی اسلام قبول کیا۔ ابوعبدالحکیم نے لکھا ہے۔ کہ سنہ ۱۰۰ھ میں ایک بھی بربری ان علاقہ جات میں نظر نہ آتا تھا۔ جو حلقۂ اسلام میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ یعنے المغرب میں عربوں کے پہنچنے کے ٹھیک ساٹھ سال بعد اس ملک کی یہ حالت ہو گئی۔ بربری لوگ دوسری قوموں سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ عربی نسل کے لوگ اس جگہ بکثرت ہیں۔ گو ان کے اندر اس افریقی خون کی آمیزش بھی ہے جو کو ہ اٹلس کے جنوبی علاقہ جات سے آیا تھا۔ ان کی تعداد ساٹھ ستر لاکھ کے درمیان ہے۔ یہاں یہودیوں کی بھی ایک کثیر جماعت ہے۔ اور وہ عام طور پر ان لوگوں کی اولاد ہیں جنھوں نے ہسپانیہ کی مذہبی عدالتوں کے پنجے سے اپنی جان بچا کر مسلمان موروں کے ہاں آکر پناہ لی۔ گو ان موروں نے خود بھی ان عدالتوں کی وجہ سے سخت تکلیف اٹھائی تھی۔ گذشتہ دس سال سے پہلے مراکش میں سوائے ساحل سمندر کی آبادی کے عیسائی بہت ہی کم نظر آتے تھے۔ اب بہت سے فرانسیسی۔ جو فرانس اور الجیریا کے رہنے والے تھے دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے آنے سے پیشتر یورپین قوموں میں سے ہسپانی نسل کے لوگ بہت زیادہ تھے مگر یہ ایک عجیب امر ہے کہ مور اہل ہسپانیہ کو یوروپین نہیں سمجھتے اب غالباً وہ یورپ کی مختلف قوموں میں تمیز کرنا سیکھ گئے ہیں +

بحث مالکین ایک مورخ نے کتاب دی مورس جو ۱۹۰۹ء میں طبع ہوئی
لکھا ہے کہ مراکش میں اب بھی اسلام اپنی اصلی حالت میں اور بیرونی اثرات
سے بالکل محفوظ پایا جاتا ہے۔ مراکو آف ٹوڈے (مراکش زمانۂ حال)
میں بھی ایم او جین اوبن نے جو ایک فرانسیسی مصنّف تھا اور جس نے
دیگر اسلامی ممالک میں اپنی عمر کا بہت سا حصّہ کاٹا تھا تحریر کیا ہے کہ
اس نے مراکش میں ہی سب کچھ سیکھا۔ کیونکہ اُسے اس جگہ وہ اسلامی
تہذیب نظر آئی جو زمانۂ وسطیٰ میں آکر گویا بالکل ساکن ہو گئی تھی +

اہلِ مراکش میں گذشتہ پندرہ سال کے اندر سیاسی اور مالی
تغیّرات کسقدر سُرعت کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ اور جدید مغربی
تہذیب کے نقش قدم پر چلکر انھوں نے ترقی و تحقیق کی راہ پر پہلا قدم
مارا ہے۔ اور امید ہے کہ ان کا یہ طریق کچھ عرصہ تک برابر جاری رہیگا
کیونکہ مراکش نہایت ہی دولتمند علاقہ ہے۔ اور اصل میں یہ وہی سرزمین
ہے جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس جگہ سرمایہ مُہیّا کر دینے کا انتظام
بھی تا حال جاری ہے۔ یہ طریق بالکل فوجی قوت اور فوجی کارروائیوں
پر حصر رکھتا ہے۔ اور اہلِ ہسپانیہ اور اہلِ فرانس اپنی اپنی طاقت
چُپکے چُپکے اِن موروں کو اپنی طرف کھینچنے میں صرف کر رہے ہیں
جنھوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں اِتحادیوں کی فوجوں میں لڑنے والے
سپاہی دے کر نہایت ہی گرانقدر مدد دی +

ان موروں کی تعداد جنھوں نے کسی قسم کی عیسائیت اختیار کی ہے
اس قدر قلیل ہے۔ کہ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں لیکن یہ خطرہ
ضرور ہے۔ کہ بہت سے مور اپنے نیک عمدہ اسلامی طریقوں سے
منحرف ہو کر اس قسم کی بُرائیاں اپنے اندر پیدا کر لینگے جو ساحلی قصبوں
کے رہنے والوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان قصبوں میں مے نوشی۔ قمار بازی

اور دیگر اسی قسم کی قباحتیں بکثرت نظر آتی ہیں - جو روز افزوں ہیں معہ مشاہدہ کرنے والے لوگ ہیں - لہٰذا مسیحی مشنری عیسائیوں کے برے نمونہ کے ہوتے ہوئے موروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوئی اُمید نہیں رکھ سکتے البتہ جو مور عیسائیوں کی بری عادات اختیار کرلیں گے - ان کے لئے برابر ہے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھیں - بیرونی حالات وواقعات سے اکثر دھوکہ لگتا ہے - اور مور لوگ چونکہ ظاہری اور بیرونی امور کو خوب دیکھنے والے ہیں - اسلئے عیسائیوں کی عادات کو دیکھ کر یورپ کی طرف سے آنیوالے ہر ایسے شخص کو جو خاص طرز کا لباس زیب تن کرے - اور ان کے طریق پر پوشش نہ رکھے اور ڈاڑھی بھی منڈواتا ہو وہ اُسے فوراً نصرانی قرار دیتے ہیں - ایسے شخص کے لئے جو موروں کو بخوبی جانتا ہو اور اُن کی تاریخ اور ان کے میل و ملاپ کا اُسے تھوڑا سا بھی علم ہو اسبات کا سمجھنا نہایت آسان ہے - کہ ان کے نکتہ خیال سے تمام نصرانی (عیسائی) خواہ ان کی شکل و شباہت کیسی ہی پیاری ہو قابل نفرت اور غیر معتبر ہیں +

جب سے کہ موروں کو ہسپانیہ سے بدر کیا گیا - بے نصرانیوں پر اعتبار نہ کرنا ان کی گھٹی میں داخل ہو گیا ہے - اور لطف یہ ہے کہ یہی ملک ان کی فیاضانہ حکومت کے زمانہ میں ترقی اور خوشحالی کے معراج پر پہنچا +

موروں میں دیگر لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کا جوش مجھے نظر نہیں آیا گذشتہ ایام میں البتہ مراکش میں لوگوں نے خود بخود اسلام کی طرف رجوع کیا ہے لیکن یہ امر مستثنیات میں سے ہے +

فلالی شریف سلطان اسمٰعیل کا زمانہ (سترھویں صدی کے آخری نصف حصہ) عیسائیوں کے اسلام میں داخل ہونے کے لئے بہت مشہور ہے - وہ بلاشبہ ایک زبردست حکمران تھا - اسے عمارات کی تعمیر کا گویا عشق تھا - اور بہت سے تعمیر کے کام اس نے جبری مشقت کے ذریعہ سے انجام دلوائے - ان کام کرنیوالوں میں

وہ عیسائی قیدی خصوصیت کے ساتھ شامل تھے جنہیں لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا۔ یا جنہیں بربری بحری ڈاکو چرا کر یا گرفتار کر کے لائے تھے۔ ان میں سے اکثر اپنی حالت کو سدھارنے کیلئے بعد میں بقول ایک ضرب المثل کے مور یا ترک بن گئے +

اکثر حالات میں ان منکرانِ دین نے اپنی قابلیت کا ثبوت دیا جس سے سلطان کو ہی فائدہ پہنچا۔ اور انہوں نے بھی ترقی کی۔ چنانچہ ان میں سے بعض کو ذمہ داری کے عہدے بھی دیئے گئے۔ اور اس طرح انہیں خوشحالی ہوئی لیکن وہ وہاں سے فرار ہوکر اپنی زندگی میں تبدیلی نہ کر سکے۔ کیونکہ یہ کوئی آسان امر نہ تھا +

اِس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ آیا عیسائی بطیبِ خاطر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ کیونکہ ہمارے پاس ایسی کوئی بھی وجہ نہیں جس سے ہم کہ سکیں کہ ان کی مذہبی تبدیلی جبر سے ہوئی تھی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا وہ حقیقت میں سلطان اسمعیل کے تعمیر کے شوق کی وجہ سے ہوا اور نہ اسکی خواہش ہرگز نہ تھی کہ ان مفید اور کارکن لوگوں کو مسلمان کر کے ان کی ابدی نجات کا موجب ہو +

مراکش میں ایک خصوصیت ہے جو دیگر ممالک سے جن سے اس کا مقابلہ کیا جائے بالکل مختلف ہے۔ وہاں جا کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان ایک ایسی دُنیا میں ہے جو مصر، شام۔ رُوم اور ایران سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ اختلاف مذہب اور دیگر امور میں بھی یکساں نظر آتا ہے +

میرے خیال دہ مور جو مسلمان ہیں ملا کی فرقہ سے بالعموم تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ قریباً سب کے سب اپنے مذہب کے ظاہری فرائض اور رسم و رسوم کے بہت پابند ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی۔ اکثر مور تو صبح کی نماز تک بھی نہایت اہتمام کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں +

جہاں کہیں لوگوں کا اجتماع ہوسکتا ہے اس جگہ نماز کے لئے ایک جگہ

مخصوص کردی گئی ہے مثلاً دریا کے گھاٹ پر یا پہاڑوں کے دروں کے نزدیک نیز ہر ایک گاؤں میں نماز پڑھنے کا انتظام ہے۔ خواہ وہاں باضابطہ مسجد کی صورت نہ بھی دکھائی دے۔ مقبرے بھی جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ اور ہر جگہ اسلامی روح محسوس ہوتی ہے۔ لوگوں کا طرزِ کلام بھی نہایت پاکیزہ اور دیندارانہ ہے۔ گو ان کی اس قسم کی گفتگو عادتاً ہی ہوتی ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کے دل میں خلوص نہ ہو۔ بہر حال ان کی باتیں کان کو بھلی معلوم دیتی ہیں۔ اور ان کا خوش کُن انداز کلام دل پر اثر کر جاتا ہے +

مغرب میں اسلام کی یہ بھی خصوصیت ہے۔ کہ مراکش کے حکمران سلطان کو مذہبی تقدس بھی دیا جاتا ہے۔ بعض پکے مسلمان مور تو موجودہ تُرکوں اور مصریوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یوروپین فیشن کے مطابق اپنا لباس اختیار کر لیا ہے۔ اور اپنی ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں۔ اور اکثر دیگر امور میں بھی صراط مستقیم سے دور چلے گئے ہیں۔ مگر یہ قابل قدر مور ابھی نہیں سمجھے کہ قانون اور دیگر رسومات کی اصل غرض بمقابلہ ان کے ظاہری الفاظ و پابندی کے زیادہ مفید اور قیمتی ہے +

یہ لوگ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ ان میں تعلیم نہ پھیلے اور وہاں چھاپے خانے قائم نہ کئے جائیں۔ اور ان کا میل و ملاپ دیگر اقوام کے لوگوں سے براہ راست نہ ہو۔ ان کے دنیانوسی طریقوں کو جو انکی طبیعت میں راسخ ہو چکے ہیں دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ ان کے خیالات میں وسعت پیدا کرنے کیلئے ایک خاصی مدت درکار ہے۔ البتہ یہ کام جلد حاصل ہو سکتا ہے اگر اصلاح و ترقی کے لئے اسلامی مشنری یہاں بھیجے جائیں جو ان لوگوں کو بیرونی دُنیا اور اس کے طریقوں سے پوری پوری اور صحیح اطلاع دیں۔ اس وقت تو بہت کم مور ہیں جو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اور ان میں بھی

بہت تھوڑے ہیں جنہیں اپنے حلقۂ زندگی سے باہر کا علم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اسلام مور قوم کی نجات کا موجب ہوگا لیکن ضروری ہے کہ انہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔ میری غرض اس سے یہ نہیں کہ ان کے مذہب میں تبدیلی پیدا کر دیجائے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ انہیں جکڑبندیوں سے آزاد کر دیا جائے۔ اور ان کی آنکھوں پر سے وہ پردے اٹھا دیئے جائیں جو غلطی سے اپنی آنکھوں پر انہوں نے ڈال رکھے ہیں یعنی ان کے تعصبات کا جنہیں وہ اپنے معتقدات سمجھ رہے ہیں دُور کیا جانا ضروری ہے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کے اثر کی وجہ سے موروں نے بھی بعض باتوں کو صحیح تسلیم کر کے خارج از بحث سمجھ رکھا ہے۔ لہٰذا خدا کی عطا کردہ قوت استدلال کی طرف ان کی توجہ دلائی جانی چاہئے۔ جبتک یہ نہ ہو۔ ان کی ترقی مسدود رہیگی۔ اور ترقی میں سکون موت کے برابر ہے۔ زندگی تو پھیلاؤ حرکت۔ انقلاب اور ترقی کا نام ہے۔ لہٰذا تمام دنیا میں یہی عمل برابر جاری رہنا چاہئے +

ملّتِ حضرت ابراہیمؑ

(از قلم علامہ جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

اس زمانہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کا میل جول اس طرز پر ہے کہ وہ باہمی دوستانہ رنگ میں بحث و مباحثہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے موقعہ پر اسلام کے معتقدات اور عملیات کے متعلق اکثر عجیب عجیب باتیں ایک مسلمان کے کان تک پہنچتی ہیں۔ جن کو سنکر اس کے دل میں بہت غصہ اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور جنہیں جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اسے پیچ در پیچ راہوں سے تفصیل کے ساتھ بحث کرنی پڑتی ہے۔ اس سے اگرچہ اس کے مخالف پر

بعض امور کی اصلیت کھلجاتی ہے لیکن ہمارے مذہب اسلام کے بارے میں وہ اپنے ساتھ ایک غلط خیال لیجاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اسلام بھی موجودہ عیسائیت ہی کی طرح زیادہ تر خشک مسائل۔ رواجات اور روایات کا ایک پیچ در پیچ مجموعہ ہے۔ لہذا یہ نہایت ضروری ہے کہ مسیحی اصحاب کو صحیح طور پر بتلایا جائے کہ ان کے اور ہمارے مذہب میں کس قسم کا فرق ہے۔ لیکن اگر اس قسم کے اختلافات پر ہی تمام تر توجہ دیجائے جسے مسلمان نہایت غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ تو اصل صداقت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یعنے پھر یہ امر نہیں کھل سکتا کہ اسلام ہی فقط دنیا کے لئے ایک حقیقی مذہب آیا ہے کیونکہ تمام دیگر سچے مذاہب کا جو خدا کی طرف سے آئے ہیں اسلام ہی ضروری جزو ہے +

یہ خیالات جن کا اظہار میں نے اوپر کیا ہے۔ یا بعد میں کیا جائیگا میرے دل میں ایک ایسے غیر مسلم دوست کی باتوں سے پیدا ہوئے جسے اسلام سے خاصی واقفیت تھی۔ اور جس نے قرآن شریف کے ترجمہ کا مطالعہ بھی کیا ہوا تھا۔ اور مسلمانوں سے اسکی مذہبی گفت وشنید بھی رہا کرتی تھی۔ اس نے کثرت ازدواج اور بہشت کے متعلق مسیحی اور اسلامی معتقدات اور دیگر غیر ضروری معاملات کا بار بار تذکرہ کیا۔ اور جب اُسے بتلایا گیا۔ کہ یہ سب غیر ضروری امور ہیں تو اس نے پوچھا۔ کہ قرآن کریم تو اسلام کو حضرت ابراہیم کا مذہب قرار دیتا ہے۔ تو کیا یہ بھی پھر غیر ضروری امر ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس صورت میں زمانہ حال کے مہذب لوگ حضرت ابراہیم کے زمانہ کے پرانے اعتقادات پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں۔ جواباً اُسے کہا گیا۔ کہ اگر حضرت ابراہیم کا عقیدہ اس کے یا دیگر اس کے ہمخیالوں کے عقیدہ سے زیادہ تر صحیح ہو اور اسمیں کسی قسم کے توہمات کا بھی شائبہ نہ ہو تو پھر اس کے ماننے میں کس کو تامل ہو سکتا ہے۔

لیکن اس کا یہ سوال نہایت ضروری اور موزوں خیال کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا اثر تمام سچے مذاہب پر پڑتا ہے۔ لہذا اس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کے متعلق یوں ذکر آیا ہے

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین۔ ترجمہ۔ اور کون ہے جو ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے۔ مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور بیشک ہمنے اسکو دنیا میں (بھی) انتخاب کرلیا تھا۔ اور آخرت میں (بھی) وہ نیکوں (کے زمرے) میں ہونگے + اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین (ترجمہ) جب ان سے انکے پروردگار نے کہا کہ (ہماری ہی) فرمانبرداری کرو (تو جواب میں) عرض کیا۔ کہ میں سارے جہان کے پروردگار کا (یعنے تیرا ہی) فرمانبردار ہوں اسلم کے معنے فرمانبرداری کے ہیں اور اسلام کے معنے بھی یہی متابعت ہے۔ حضرت ابراہیم کی فرمانبرداری اور انکا ایثار ہی ان کا مذہب تھا۔ اور اسی کی تعریف قرآن مجید نے کی ہے۔ اس امر کو تو قرآن حمید نے صاف کردیا ہے۔ کہ ملت ابراہیم سے کسی ظاہری رسوم کی پابندی کی طرف اشارہ نہیں۔ مثلاً ان کا اپنے لڑکے کو قربان کرنے یا کسی انسان کی بجائے کسی جانور کی قربانی بلکہ اس سے مراد محض اس خدا کے برگزیدہ بندہ کا اپنی خواہش اور اپنے مدعا اور ارادہ کا خدا کی فرمانبرداری کے مقابلہ میں ترک کردینا ہے۔

پھر فرمایا ہے۔ کہ

اذ قال ابراھیم لابیہ ازر اتتخذ اصناما الھۃ انی ارئک وقومک فی ضلل مبین ٥ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین ٥ فلما جن علیہ الیل را کوکبا قال ھذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین فلما را القمر بازغا

قال ھٰذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضآلین ○ فلما را الشمس بازغۃ قال ھٰذا ربی ھٰذا اکبر فلما افلت قال یقوم انی بریٓ مما تشرکون ○ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا وانا من المشرکین ○

(ترجمہ) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو۔ میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں (مبتلا) پاتا ہوں اور (جس طرح ابراہیم کے دل میں ہم نے یہ خیال پیدا کیا) اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا انتظام دکھانے لگے۔ تاکہ وہ (کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ تو جب ان پر رات چھا گئی ان کو ایک ستارہ نظر آیا (اور اس کو دیکھ کر) کہنے لگے کہ یہی میرا پروردگار ہے۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو بولے کہ غروب ہو جانیوالی چیزوں کو تو میں پسند نہیں کرتا (کہ خدا مان لوں) پھر جب چاند کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے۔ یہی میرا پروردگار ہے۔ پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا۔ تو بولے اگر مجھ کو میرا پروردگار راہ راست نہیں دکھلائیگا۔ تو نرے شک میں (ابھی) گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہی میرا پروردگار ہے کہ یہ (سب سے) بڑا (بھی) ہے۔ پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) بولے۔ کہ بھائیو! جن چیزوں کو تم شریک (خدا) مانتے ہو میں تو ان سے نے تعلق (محض) ہوں میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رُخ اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں (سورہ انعام رکوع ۹) +

جب حضرت ابراہیم نے سورج کو جگمگاتے دیکھا تو کہا کہ یہ پہلوں سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ نے الحقیقۃ

پڑا تھیں۔ کیونکہ دُنیا میں دیگر اشیاء کی طرح اس کے لئے بھی کسی قانون کے ماتحت ایک راہ مقرر کردی گئی ہے۔ اور انہیں اس کا علم ہوگیا۔ کہ صرف ایک ہی ہستی بڑھ چڑھ کر ہے جس پر قانون قدرت حاوی نہیں۔ اور جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور وہی اکبر ہے پس ہر ایک مسلمان کے وردزبان اس وقت بھی اکثر یہی الفاظ اللہ اکبر رہتے ہیں یعنے اللہ ہر ایک طاقت اور ہستی سے جو ہمارے ذہن میں آسکتی ہے بالاتر ہے! ور اسکی ذات اس قدر ارفع ہے کہ انسان کا خیال وہاں تک پرواز نہیں کرسکتا۔ اور جب اس بڑی صداقت کا علم کسی شخص کو ہو جائے۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی صمدیت اور اسکی عظیم الشان ہستی کا اُسے یقین ہو جائے۔ تو وہ آیت انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً پر عمل کرنے سے رُک نہیں سکتا۔ ورنہ وہ من سفہ نفسہ کے ماتحت توہم پرست اور انسان کے خود ساختہ مسائل کو تسلیم کرنیوالا قرار دیا جائیگا +

اللہ تعالیٰ کی نسبت عجیب ہی مضحکہ خیز خیالات لوگوں میں پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وقالوا اتخذ اللہ ولدًا سبحنہٗ بل لہ ما فی السموات والارض ط کل لہ قانتون ٥ بدیع السموات والارض ط واذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون ٥ (ترجمہ) اور کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے (حالانکہ) وہ (اس بکھیڑے) سے پاک ہے۔ بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے محکوم ہیں (اس نادر) آسمان و زمین کا (وہی) موجد ہے۔ اور جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے۔ تو بس اسکی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے (سورۂ بقرہ آیات ۱۱۶ - ۱۱۷) +

ان آیات سے یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان اِس قدر بلند ہے کہ انکے شان و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ اور ان کی کمزور و بودی

کوششیں اسکی ہستی کے بیان کرنیسے قاصر ہیں - وہ بےمثال ہے - اور اِس جیسا کہیں بھی نہیں مل سکتا - اسکی طرف مخلوق کی باتیں کبھی بھی منسوب نہیں ہوسکتیں +

اسی امر کے متعلق پھر فرمایا ہے - کہ

اولم یرالانسان انا خلقنٰہ من نطفۃٍ فاذا ھو خصیم مبین ۔ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہٗ قال من یحی العظام وھی رمیم (ترجمہ) کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا کیا - با اینہمہ وہ (ہمارا) کھلم کھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا - کہتا (کیا) ہے کہ کون (ایسی قدرت رکھتا) ہے - کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو) گئی ہوں - اور وہ ان کو جلا کھڑا کرے (سورہ یٰسین آیات ۷۷ - ۷۸)

مسلمانوں کے نزدیک مغرب کا علم الٰہیات کا نصف سے زیادہ حصہ ذہنی بحث سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا - اسکی وہی حیثیت ہے جو آذر اور اسکی قوم کی بُت پرستی کی حضرت ابراہیم کی نظر میں تھی - یا عرب کے قبیلہ قریش کی بُت پرستی - اور اس جگہ کے یہودیوں اور نصرانیوں کے من گھڑت مسائل کی جناب رسالت مآب حضرت محمد صلعم کے نزدیک تھی اللہ تعالیٰ کی کبریائی ان مسائل سے کسی صورت میں بھی ظاہر نہیں ہوسکتی ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے - کہ یہ لوگ خدا کی شان کو سمجھ ہی نہیں سکتے - ورنہ یہ اس کے رحم کو محض ان لوگوں تک ہی محدود نہ رکھتے جو کسی قسم کی جادو بھری رسومات پر چلتے ہوں یا خاص قسم کے چند کلمات پڑھتے ہوں قرآن کریم فرماتا ہے کہ انا الدین عند اللہ الاسلام - الاسلام کے معنے کامل فرمانبرداری ہے یعنے انسان اپنے تمام جذبات ومقبوضات - جسم روح - اپنی مرضی واپنا مدعا سب آسمان وزمین کے مالک کی مرضی اور ارادہ

کے بالکل ماتحت کر دے۔ حقیقت میں بھی قربانی اسی کا نام ہے۔ اور ہم مسلمانوں کی نمازیں اور ہمارے رکوع و سجود اسبارے میں ہمیں ایک دائمی یاد دہانی کا کام دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کا بس یہی مذہب تھا۔ یہ علم انہیں انسانی و حیوانی قربانی کے ذریعہ ہؤا۔ اسی کی بدولت دنیا کو اس خونریزی سے جو انسانی قربانیوں سے ہوتی نجات ملی۔ یہ اولوالعزم انسان ترقی و تہذیب کے لحاظ سے اپنے وقت کے لوگوں کے مقابلہ میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ صدیوں میں بھی اُس تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنیوالے کی طرف نہایت راستی سے اپنا منہ پھیرتے ہیں اپنی دانش و عقل کا ثبوت دیا۔ ہر ایک انسان اس قسم کی قربانی کر سکتا ہے۔ کسی پادری کی یا کسی قسم کے دیگر وسائل کی اسے ضرورت نہیں جس شخص نے اس قربانی کو بخوبی سمجھ لیا ہے وہ خود کر سکتا ہے۔ اور اس طرز کی قربانی کرنے پر وہ قرآنی اصطلاح کے بموجب مسلمان ہو جاتا ہے۔ خواہ اسے تمام زندگی میں مذہب اسلام کے بارے میں علم نہ دیا گیا ہو۔ اس طرح وہ خدا کا بندہ بن جاتا ہے اور اسے ایک عالمگیر اخوت کا تصور آ جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی دُھندلا ہو۔ یعنے خدا تعالیٰ کی خدمتیں اسے وہی عالمگیر اخوت ملتی ہے جو حضرت ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئی۔ اور جن کی اصل بنیاد ہمارے پیغمبر صلعم نے ڈالکر ثابت کر دیا کہ انسانی خوشی و راحت اور حقیقی ترقی کی یہی ایک راہ ہے۔ اور نئے الحقیقت اسلام کا دنیاوی مقصد یہ ہے کہ دُنیا کو خدا کی بادشاہت کا صحیح علم دیا جائے۔ تاریخ کے پڑھنے سے مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اس مدعا کو پیش نظر رکھا انہیں سلطنت۔ شان و شوکت۔ دولت اور قوت دی گئی۔ اور جب انمیں سے اکثر نے خدا کا مقرر کردہ مُدعا و مقصد فراموش کر دیا۔ تو پھر دنیا کو اسلام دیگر مذاہب کی طرح ایسے ہی فرضی و من گھڑت مسائل کا مجموعہ نظر آنے لگا۔ جو جھگڑے و فسادات اور تنگدلی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسلام کی قوت میں ضعف شروع ہونے لگا +

میں قرآن شریف کی آیات ذیل پر بھی جن پر عیسائی نکتہ چینی کرتے ہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں:۔

سیقول السفہاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیہا ؕ قل للہ المشرق والمغرب ؕ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ؕ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علٰی عقبیہ ؕ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ھدی اللہ ؕ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ؕ ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم ۝

(ترجمہ) جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے وہ کہیں ہی گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے) تھے (یعنے بیت المقدس) اس سے ان کے (خانہ کعبہ کی طرف کو) مڑ جانے کی کیا وجہ ہوئی اے پیغمبر! تم یہ جواب دو کہ مشرق اور مغرب (سب) اللہ ہی کا ہے۔ جس کو چاہتا (دین کا) سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اور (مسلمانو! جیسے ہمنے تم کو اب ٹھیک قبلہ بتا دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کی راس کی امت (بھی) بنا دیا ہے تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو۔ اور تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) رسول (محمدؐ) گواہ بنیں۔ اور (اے پیغمبر) جس قبلہ پر تم (پہلے) تھے (یعنی بیت المقدس) ہم نے اس کو اسی غرض سے قرار دیا تھا۔ کہ (جب قبلہ بدلا جائے تو) جو لوگ رسول کی پیروی کریں۔ ان کو ہم ان لوگوں سے (الگ) معلوم کر لیں۔ جو سرتابی کر کے اپنے الٹے پاؤں پھر جائیں۔ اور قبلہ کا بدلا جانا سب ہی پر شاق ہوا۔ مگر ان لوگوں پر (شاق نہیں ہوتا) جن کو اللہ نے (نیک) ہدایت دی (کہ انہوں نے تحویل قبلہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا) اور خدا ایسا نہیں۔ کہ تم مسلمانوں کے ایمان (کے کام یعنی نماز) کو (جو بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے ہو۔ اختلاف قبلہ کی وجہ سے) ضائع ہونے دے۔ خدا تو لوگوں پر بڑی ہی شفقت

رکھنے والا مہربان ہے + (سورہ بقرہ آیت ۱۴۲ - آیت ۱۴۳)
پہلا قبلہ جس کی طرف مسلمان منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یروشلم تھا۔ ہمارے
میں عیسائی مصنف لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے اس خیال پر اسے قبلہ مقرر
کیا تھا۔ کہ یہودی اور عیسائی خود بخود آپ کے مذہب میں داخل ہو جائیں گے
لیکن جب آپ پر کھلگیا۔ کہ یہ لوگ اِس طرح بھی اسلام کی طرف نہیں آتے تو
آپ نے مکّہ کو قبلہ قرار دیا۔ اور پھر یہودیوں اور نصرانیوں کے آپ جانی دشمن
بنگئے۔ لیکن تعجب ہے کہ آیات بالا میں ایسی فرضی عداوت و دشمنی کا ذکر تک بھی نہیں +
مگر برعکس اس کے اِس میں نیکی کی طرف ترغیب ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ
ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ؕ این ما تکونوا یات بکم اللّٰہ جمیعاً ؕ
ان اللّٰہ بکل شیٔ علیم
ترجمہ۔ اور ہر ایک (فریق) کیلئے ایک سمت (مقرر) ہے جدھر کو (نماز میں) وہ اپنا منہ
کرتا ہے۔ تو (مسلمانو) تم اختلاف سمت کی چنداں پروا نہ کر کے) نیکیوں کی طرف
لپکو (کہ اوروں سے بڑھ جاؤ) تم کہیں بھی ہو۔ اللہ تم سب کو (اپنے پاس) کھینچ بلائیگا
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے +
حضرت محمد صلعم کے لیے صرف یہی حکم نہ تھا کہ آپ ان سب کو جن کا ایمان خدائے
واحد پر ہے یا جو اس قسم کا ایمان ظاہر کرتے ہیں ایک ہی طرز پر عبادت کرنا سکھائیں
بلکہ ان سب کو اخوت کے سلسلہ میں منسلک کرنا تھا بالفاظ دیگر مردوں
اور عورتوں کو روزمرہ کاروبار میں خدائے واحد کے احکام کی تابعداری کرنے کی تعلیم
دینا تھا۔ اسلامی جہاد یہ نہیں کہ ایک مسلمان بت پرستوں۔ یہودیوں اور نصرانیوں
سے جنگ کرے۔ بلکہ اصل جہاد نیکی کا بدی کے مقابلہ میں کھڑا ہونا ہے اور اللہ تعالےٰ
کے ان احکام پر چلنے والوں کا جن کا ذکر تمام کتب مقدسہ میں آیا ہے اور جس کی تشریح
قرآن مجید نے کی ہے۔ ان لوگوں کے مقابلہ پر آنا ہے جو احکام الٰہی کو توڑتے ہیں
مگر مدینہ کے یہودیوں نے اس قبلہ کے معاملہ سے الٹا نتیجہ نکالا۔ انہیں خیال ہوا کہ

کہ رسُول پاک صلعم کا میلان طبع یہودیت کی طرف ہے لہٰذا انہوں نے آپؐ کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کیلئے ایڑی چوٹی تک زور لگایا۔ لیکن جب ناکامی کا مُنہ دیکھا تو پھر آپؐ کے متبعین کو ورغلانے کی ٹھانی۔ آپؐ کو وہ (نعوذ باللہ) ایک جاہل عرب سے بہتر نہ سمجھتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ آپ نے کسی طرح بغیر امداد والہام ووحی سچے مذہب کا علم حاصل کرلیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ

" آپ کو ابھی صداقت حاصل نہیں ہوئی۔ ہمیں حاصل ہی۔ جس صراط مستقیم کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ آؤ ہم آپؐ کو دکھائیں۔ اور یہ راستہ ہے۔ اور ہم اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہیں +

قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصٰری ط تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ٥ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہٗ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ ۱۱۱ - ۱۱۲)

وقالوا کونوا ھودًا او نصٰری تھتدوا ط قل بل ملۃ ابراھیم حنیفًا ط وما کان من المشرکین ترجمہ۔ اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا اور نصاری کہتے ہیں کہ نصاری کے سوا جنت میں کوئی جانے نہ پائیگا یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں (اے پیغمبر ان لوگوں نے) کہو۔ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے۔ کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور وہ نیکو کار بھی ہو۔ تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہی اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کس قسم کا) خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے +

اور (یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ۔

تو راہ راست پر آؤ (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو (نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کے طریقے پر ہیں۔ جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے (سورہ بقرہ آیت ۱۳۵)

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول کریم صلعم نے یروشلم کی بجائے مکہ کو قبلہ قرار دیا۔ یہ وہی معبد تھا جسے حضرت ابراہیم نے آسمان اور زمین کے مالک کی شان کبریائی کے قیام کے لئے تعمیر کیا تھا۔ یہی معبد اس وقت بتکدہ بن رہا تھا۔ اسی تبدیل قبلہ کے موقعہ پر آپ کو حکم ہوا کہ آپ مسلمانوں کو کہدیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خیر اُمّۃ کا خطاب دیا ہے:۔

کنتم خیر اُمّۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ط

ترجمہ۔ لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے جسقدر امتیں پیدا ہوئیں۔ ان میں تم (مسلمان) سب سے بہتر ہو۔ کہ اچھے (کام کرنے) کو کہتے اور برے (کاموں) سے منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو +

تمام مترجموں کا اور ایک کثیر التعداد شارحین کا بھی جن کی تصانیف کا میں نے مطالعہ کیا ہے خیال ہے کہ خیر اُمّۃ کا اشارہ عرب کی اس حیثیت کیطرف ہے جو اُسے جغرافیہ کے لحاظ سے دنیا میں ملی ہے لیکن سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے مجھ پر ایکدوسرے اور زیادہ تر روحانی معنے کھلے ہیں۔ اور جو پہلے معنے کے بھی منافی نہیں۔ ابتدا میں ایک ہی راہ تھی جو سیدھا اس مذہب کی طرف لیجاتی تھی۔ جو واحد خدا کی پرستش سکھلاتا تھا۔ اس سے ہٹ کر عیسائی تو ایک طرف چلے گئے اور یہودی دوسری طرف اور جس سے دیگر اقوام بھی بہت دور چلی گئیں۔ یہ راہ (ایک خدا کی عبادت) وہی تھی جو حضرت ابراہیمؑ نے دکھلائی تھی۔ جو تمام مذاہب کا لب لباب ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جسنے خدا کا رحم کسی ایک قوم یا مذہب کے لئے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اس نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت ہمیشہ قائم ہے ہر قوم وملت کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اسے دیکھیں۔ یہ قوم جسے خیر امت کہا گیا ہے صداقت کو تحمل وبردباری کے ساتھ ظاہر کرنے اور لوگوں کو اس امر کی نصیحت کرنے میں

کہ وہ محض وجاہت دنیا ہی میں نہ غرق ہوں۔ بلکہ ایک زندہ بادشاہ کی خدمت بھی کریں بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اس نے شرارت گند اور کذب کے مقابلہ کے لئے نیکی پاکیزگی اور صداقت کو ابھارا ہے۔ اور اس قسم کی قوم خلق اللہ کے لئے اس قدر فائدہ بخش ثابت ہوئی ہے۔ کہ اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ اور اس کا فائدہ اس زمانہ میں بڑھ چڑھ کر ہونیوالا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ مسلمانان قرون اولے نے اپنا روحانی مشن کما حقہٗ پورا کیا۔ انہیں کے ذریعہ دنیا کے ایک بڑے حصہ میں اخوت انسانی کا بینظیر خیال پیدا ہوا۔ جسمیں ایک ہی خدا کی بادشاہت مانی جاتی ہے۔ اگر وہ اس وقت یہودیوں یا نصرانیوں کی باتوں کو صحیح سمجھ کر اُن کا مذہب قبول کر لیتے تو ان سے یہ کام ہرگز نہ ہوتا لیکن اللہ کو منظور نہ تھا کہ ان کا ایمان ضائع جائے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کا ایمان نہایت بار آور ثابت ہوا اور مدت تک وہ واقعی دنیا کیلئے بطور ایک صادق شہادت یا نشان کے تھے انہوں نے خلق اللہ کے سامنے راستبازی اور نیک کاموں میں ہمت اور کوشش کی سچی مثال قائم کر دی لیکن وہ نمونے اب اس وقت دکھائی نہیں دیتے لیکن ہم اب بھی خیر امتہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارا مذہب اس وقت بالکل درست اور آلائش سے پاک ہے۔ البتہ بہت سے مسلمانوں نے رفاہ عام اور دیگر نیک کاموں میں جن کی تاکید قرآن مجید زور سے کرتا ہے۔ دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلعم ہم پر بطور شاہد ہونگے۔ خود حضرت محمد صلعم کی تمام زندگی جو کہ تہذیب اور خلق اللہ کی بہتری و بہبودی کیلئے ایک نمونہ کامل تھی۔ اور جو تمام عالم کیلئے ایک شاندار نمونے کا حکم رکھتی ہے۔ اس وقت بھی مسلمانوں کے خلاف ایک شہادت ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے اس منصب کی طرف سے پیٹھ پھیر رکھی ہے جس پر خدا نے ہمیں خیر امت کہ کر مقرر کیا تھا۔ تاکہ تمام جہان کو ایک ہی اخوت کے دائرے میں داخل کریں۔ لیکن ہماری اپنی غفلت کی وجہ سے غیروں

کی نظر میں اسلام بھی دیگر مذہب کی طرح خیال کیا جاتا ہے۔ اور اسلامی سلطنت بھی باقی سلطنتوں کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اب انشاءاللہ یہ زمانہ گذر گیا ہے۔ اور اسلامی دُنیا اپنے خطرناک مصائب کی وجہ سے بیدار ہوگئی ہے۔ ان واقعات کی طرف دیکھنا جو ابھی ابھی ظہور پذیر ہوئے ہیں بیسود ہے۔ کیونکہ ان میں ہمیں کسی قسم کی ہدایت ایسی نہیں مل سکتی۔ اور نہ ان سے ہمارے اندر کوئی جوش کام کرنے کا پیدا ہوسکتا ہے ہمیں اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کی طرف نظر اُٹھانی چاہیئے جسے ہمارے پیغمبر آخرالزمان صلعم نے دوبارہ قائم کیا۔ ہمیں اس زمانہ کو ہی اپنے خیال میں لانا چاہئے جبکہ ہم نے خیر اُمت بن کر تمام دنیا میں چراغ ہدایت کا کام دیا۔ اس وقت صرف بدی کے مقابلہ میں نیکی کا کھڑا ہونا از بس ضروری ہے اسلام اور عیسائیت کی جنگ کا تو ذکر ہی نہیں۔ اگر ہم اس امر کو اپنے نمونے سے سب پر واضح کردیں تو تمام نیک نیت اور راستی پسند لوگ ہمارے جھنڈے تلے جمع ہوجائینگے اور اگر پھر اسلامی سلطنت محفوظ ہوجائے۔ اور انشاءاللہ ہوکر رہیگی تو ہم اسے دیگر سلطنتوں کی طرح نہیں بلکہ رُوئے زمین پر اُسے سچے خدا کی پادشاہت کا نمونہ بنانے میں کوشاں رہیں گے +

زمانہ کی رفتار

اور

تعلیمات اسلام

زمانہ حال میں ممالک متحدہ امریکہ اصول جمہوریت کا زبردست حامی اور مرکز مانا جاتا ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے جس قوم نے علم جمہوریت بلند کیا وہ مسلمان تھی۔ اسلام نے جس خوبی کے ساتھ مساوات اور اخوت کے مسئلہ کو سلجھایا ہے۔ آجتک اسکی نظیر دنیا پیش نہیں کرسکی دن میں پانچ مرتبہ امیر و غریب کا شانہ بشانہ کھڑے ہونا۔ اور پھر ہفتہ میں ایکمرتبہ جامع مسجد میں

اور سال میں دو مرتبہ عید گاہ میں اس خداوند دو جہان کی عبادت کیلئے جمع ہونا اسلامی مساوات کا ادنے نمونہ ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان عمر بھر میں ایکمرتبہ مکہ معظمہ حج کیلئے جاتے ہیں چینی۔ عربی۔ رومی۔ ہندی۔ مصری۔ ملائی۔ حبشی اور امریکی مسلمانوں کا وہاں اجتماع ہوتا ہے۔ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مضبوط زنجیر ان کو آپسمیں جکڑ رکھتی ہے۔ سب ایک ہی قسم کا لباس یعنے احرام پہنتے ہیں۔ سب ایک ہی بان یعنے عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ سب ایک ہی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ سب کا قبلہ ایک سب کی کتاب ایک۔ سب ایک ہی خدا کے ماننے والے اور ایک ہی نبی کے پیرو ہیں کیاں ہیں جمہوریت کے لدادہ آئیں اور اسکی نظیر پیش کریں +

مسلمانوں میں گوروں اور کالوں کا جھگڑا نہیں ہے۔ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اسلام کا دائرہ تنگ نہیں ہے۔ اسلام نے جو حقوق عرب کے مسلمانوں کو دیئے ہیں وہی حقوق دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ایک قریشی اور ایک حبشی میں اسلام کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو خدائے پاک نے اپنی کتاب مقدس میں انما المومنون اخوۃ کہکر ایک عالمگیر رشتہ پیدا کردیا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ صحرائے سوڈان کے رہنے والے ہیں بھائی ہمارے بہت کالے کالے
وہ گو دیکھنے میں سیاہ فام سے ہیں منور مگر نور اسلام سے ہیں
پڑے ہیں قناعت سے ریت اور بن میں خدا یاد کرتے ہیں وہ سادہ پن میں
طرابلس میں ٹیونس میں الجیریا میں مراکش میں ایجپٹ میں نبولیا میں
ملیبار میں اور ابی سینیا میں ملایا میں جاوا میں سوماٹرا میں
سناتے ہیں مینار مسجد پہ چڑھ کر سمندر کی لہروں کو اللہ اکبر

خلیفہ اول مسند خلافت پر متمکن ہیں اسلامی پارلیمنٹ کے ممبروں سے سوال کرتے ہیں کہ اگر میں نے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے خلاف کوئی کام کیا۔ اور میرے قدم صراط مستقیم سے لغزش کھا گئے تو ممبران کمیٹی کا کیا رویہ ہوگا۔ مسجد نبوی کے پارلیمنٹ ہال میں خاموشی طاری ہے۔ ایک طرف حق اور صداقت انہیں صاف گوئی کیلئے اکسا رہی ہے۔ تو دوسری جانب خلیفۂ وقت اور پریسیڈنٹ

اسلامی جمہوریت کا لحاظ انہیں ساکت رہنے کیلئے مجبور کر رہا ہے۔ لوگ عجب کشمکش میں مبتلا ہیں کہ یکایک ایک بدوی کھڑا ہوتا ہے اور تلوار میان سے کھینچ کر بلند آواز سے کہتا ہے کہ اگر تمہارے قدم صراط مستقیم سے لغزش کھائیں تو میں اس تلوار کے ذریعہ تمہیں راہ راست پر لاؤنگا۔ خلیفہ وقت اس گستاخانہ مگر صداقت آمیز کلام سنکر خوشنودی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اسکی بیباکانہ تقریر اور اسلامی جوش کی داد دیتے ہیں۔ آج مہذب سے مہذب ملک میں جہاں آزادی اور مساوات کا چرچا ہے کیا اسقدر آزادی ہے؟

اسلام نے اخوت المومنین کا سبق مسلمانوں کو دیکر اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے ثابت کردیا ہے کہ

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا مسلم ہے ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

تمام کلمہ گو آپس میں بھائی ہیں چاہے وہ مشرقی ہوں یا شمالی۔ ایک نوجوان خوبصورت مغرب کا رہنے والا ہو یا سیاہ فام غیر مہذب ملک افریقہ کا باشندہ ہو۔ ملائی مسلمان عربوں کے رنج وراحت میں شریک ہوتا ہے امریکن مسلمان چینی مسلمان سے ہمدردی ظاہر کرتا ہے ہندی مسلمان حبشیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا ہے۔ ایک یورپی مسلمان ایک سوڈانی کو بھائی کہنے سے نہیں ہچکچاتا۔ ملک اور ملت رنگت اور قومیت انکی محبت میں سد راہ نہیں ہوتیں۔ المختصر جس قوم کو مساوات کا سبق سیکھنا ہو۔ اس کو چاہئے کہ فرقان حمید کا مطالعہ کرے۔

مغربی ملکوں میں آجکل علمی تحریک نہایت زور شور سے جاری ہے۔ آج یورپ اور امریکہ علوم وفنون کا مرکز اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ خیال کئے جاتے ہیں تاریخ کو بغور مطالعہ کرنیوالے بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام کے قبل ممالک امریکہ ویورپ کی کیا حالت تھی دنیا میں علوم وفنون کا کہانتک چرچا تھا۔ بیشک مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ اس زمانے میں یونانی فلسفہ۔ رومی۔ تہذیب وتمدن مصری صنعت وحرفت ہندی علم ریاضی اور چینی کاریگری معراج کمال کو پہنچ چکے تھے۔ لیکن جو ترقی آج ہم مغرب میں دیکھتے ہیں وہ صرف اسلام ہی کی طفیل سے ہے۔ اسلام نے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ کہکر کمپلسری ایجوکیشن یعنے جبری تعلیم کا اصول دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس پر آج دنیا کی مہذب اقوام عامل ہیں وہی یورپ جسے آج اپنی علمی کمالیت پر ناز ہے۔ قرون متوسط میں علوم وفنون کا جانی دشمن تھا۔ عالموں اور فاضلوں کو وہ سزائیں دیگئیں کہ جن کے بیان سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے

ہیں۔ کسی کو زندہ جلا دیا جاتا تھا کسی کو آرہ سے چروا دیا جاتا تھا کسی کو زندہ کولھو میں پسوا دیا جاتا تھا۔ اور کسی کی تکا بوٹی کر کے کتوں کو کھلا دیا جاتا تھا۔ صرف اس جرم پر کہ وہ علوم وفنون کی حمایت میں سینہ سپر تھے میں اس پر زیادہ لکھنا فضول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ امریکہ کے مشہور و معروف مورخ مسٹر ڈریپر جس کی قابلیت صداقت پسندی اور حق گوئی میں کسی اہل یورپ کو کلام نہیں اپنی کتاب ہسٹوری آف کانفلکٹ بٹوین سائنس اینڈ ریلیجن یعنے "تاریخ معرکہ مذہب و سائنس" میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس زمانہ میں نظامیہ کالج بغداد۔ اور قرطبہ۔ دمشق سمرقند قیروان اور نیشاپور کی یونیورسٹیاں علوم وفنون کی مرکز تھیں جامع ازہر قاہرہ یادگار روزگار ہے۔ آج یورپ اور امریکہ اسلامی تعلیمات پر عامل ہیں اور علمی خدمت جیسے اہم ترین کام کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے +

دنیا کے مختلف مقامات میں آج ٹمپرنس سوسائٹی یعنے انجمن انسداد منشیات کی تحریک بھی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ مجھے جہاں تک واقفیت ہے دنیا کے کسی مذہب کی مقدس کتاب میں نشہ آور چیزوں کے استعمال کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ آج تیرہ صدی گزرنے کے بعد یورپ اور امریکہ کے مدبرین سیاست کو محسوس کر رہے ہیں۔ کہ اسلام نے جس چیز کو ام الخبائث کے لقب سے یاد کیا ہے وہ واقعی درست اور صحیح ہے دنیا میں جس قدر برائیاں ہوتی ہیں۔ ان سب کا سرچشمہ شراب ہے۔ آج امریکہ میں ایک ایکٹ یا قانون نافذ کیا گیا ہے جس کی رو سے شراب خواری کی ممانعت قطعی طور پر کی گئی ہے اس بندش کا اثر امریکن سوسائٹی پر کیا ہوا وہ اس رپورٹ سے ظاہر ہے جو امریکن اخبارات میں شائع ہوئی تھی چنانچہ لکھتے ہیں کہ جیلخانوں میں قیدیوں کی آمد کم ہوگئی ہے سنگین جرائم کی تعداد میں کمی ہوگئی ہے۔ مختلف امراض کا ایک حد تک سد باب ہو گیا ہے۔ پیدائش اور اموات کی تعداد میں کافی تغیر واقع ہوا ہے۔ لوگ مستعدی کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہوگئے ہیں۔ حرام کاری سے لوگ اجتناب کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ انقلاب زمانہ نے یورپ اور امریکہ کو اسلامی تعلیم کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کیلئے مجبور کر دیا ہے" +

تعدد ازدواج کے مسئلہ پر بھی آج یورپ اور امریکہ میں خصوصاً اور دنیا کے دیگر ممالک میں عموماً بہت کچھ غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اور طرح طرح کے اسکیم تیار ہو رہے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ حقیقی کامیابی صرف اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ہوگی۔ چند دن ہوئے فرانس کے ایک عالم نے موجودہ تکالیف اور مصائب کا دفعیہ یہ بتلایا کہ

شادی کی رسم ہی کو سرے سے اُڑا دیا جائے۔ اگر وہ اپنی مشکلات کا علاج قرآن شریف میں تلاش کرتے تو میں ثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ضرور اپنے مرض کی تیر بہدف دوا پاتے اور شفایاب ہوتے۔ واقعات بتلا رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں بھی دُنیا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر بیٹھ کر اور آپ کے تبلائے ہوئے حکیمانہ نسخہ سے اپنی بیماری کا علاج کرنا پڑیگا انشاء اللہ

طلاق کے مسئلہ نے بھی اہل یورپ کو مدت سے پریشان کر رکھا ہے۔ جگہ جگہ ڈیورس کورٹ یعنے مجلس طلاق کی بنیاد رکھی جا رہی ہے کہاں ہیں مخالفین جو کہتے تھے کہ اسلام نے طلاق کا مسئلہ مردوں کے اختیار میں رکھ کر عورتوں کے جائز حقوق سے علانیہ چشم پوشی کی ہے لیکن آج اسی مسئلہ کو یورپ نے دوسرے لفظوں میں تسلیم کر لیا ہے۔ اور دُنیا کی مہذب قوموں کو اسلام کے آگے سر جھکانا پڑا ہے۔ اور دُنیا پر ظاہر ہو گیا ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اور اسکی تعلیمات ہر ملک ہر قوم اور ہر صدی کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہیں۔ اور دنیا کی پیاس صرف اسلامی تعلیمات ہی بجھا سکتی ہیں کہاں ہیں مسٹر سیل و زویمر جو کہتے تھے کہ تعلیمات اسلام صرف جاہلوں اور وحشیوں کیلئے ہیں +

سود خواری۔ قمار بازی اور زنا کاری کے خوفناک نتائج سے صرف یورپ اور امریکہ نہیں بلکہ تمام دُنیا تھرا اٹھی ہے۔ طرح طرح کے قانون اور ایکٹ نافذ ہو رہے ہیں لیجسلیٹو کونسلوں میں ان پر خوب گرما گرم بحث ہوتی ہے لیکن یہ تمام بندشیں بندیاں صرف عارضی ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام سیہ کاریوں سے ملک و قوم چھٹکارا پائیں تو ہمیں چاہئیے کہ اسلام نے جو علاج ان کے دفعیہ کیلئے بتلایا ہے اس پر عامل ہوں پوکل گورنمنٹ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے انسداد زنا کیلئے عملی کارروائی شروع کر دی ہے۔ اور اسلامی تعلیم کیطرف قدم اُٹھانا شروع کیا ہے مسلمان گورنمنٹ کے اس فعل کو نظر استحسان سے دیکھتے ہیں اور اظہار مسرت کرتے ہیں +

پردہ سسٹم کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ معترضین نے اس مسئلہ کے سمجھنے میں سخت دھوکا کھایا ہے اسلام نے کسی صورت میں موجودہ ہندوستانی پردہ کی تائید نہیں کی ہے بلکہ اسلامی پردہ وہی ہے جو آج عرب ترکی اور ایران میں رائج ہے سوسائٹی کی بہتری اسی میں ہے کہ پردہ سسٹم کو جاری رکھا جائے۔ ہمارے ملک کی پارسی قوم نے مغربی تہذیب کی تقلید سے سخت نقصان اُٹھایا ہے۔ چنانچہ پردہ کی مخالفت کرنے میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا لیکن آج وہ اپنی روش سے تائب ہو رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ پر انجمن قائم کر رہے ہیں۔ تاکہ پارسیوں کو اپنی قدیمی چال پر چلنے کیلئے مجبور کریں۔ ایک زمانہ تھا کہ امریکہ اور یورپ کی عورتیں اپنی آزادی بیحجابی اور بے پردگی پر ناز کرتی تھیں لیکن زمانہ نے صاف بتلا دیا کہ تیرہ سو سال قبل پیغمبر اسلام نے جس پردہ کی تعلیم دی تھی اسکی دنیا کو سخت ضرورت ہے مغرب میں ایک پردہ کے نہ ہونے سے لاکھوں خاندان تباہ ہو گئے۔ آج نہ صرف تعلیمیافتہ اور آزاد خیال یورپین

اور امریکن پردہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں بلکہ مذہبی پیشوا اور کلیسیا کے متعصب پادری بھی اسکی حمایت میں سینہ سپر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں کا واقعہ ہے کہ نیو یارک میں ایک رئیس اعظم کی شادی ہونیوالی تھی۔ لوگ دور دراز سے اسمیں شریک ہونے کیلئے آئے تھے۔ ٹھیک وقت مقررہ پر دولھا اور دلہن رسومات شادی ادا کرنے کیلئے گرجا میں گئے۔ چونکہ دلہن ایک مشہور نواب زادی تھی۔ اسلئے وہ نہایت قیمتی باریک و مہین ریشمی کرتی زیب تن کئے ہوئے تھی۔ دونوں ہاتھ کہنیوں تک کھلے ہوئے تھے اور سینہ کا ایک حصہ کھلا ہوا تھا۔ برقی روشنی نے عجیب سماں پیدا کر رکھا تھا جس وقت دونوں پادری صاحب کے آگے بڑھے تاکہ ایجاب وقبول کے بعد نکاح ہو جائے اسوقت پادری صاحب نے سخت خفگی کا اظہار کیا۔ اور دونوں پر نفریں کی اور لباس بدلنے کیلئے حکم دیا۔ چنانچہ دونوں مکان واپس آئے اور سادہ لباس پہن کر اور پورے پردہ کے اہتمام سے کلیسیا واپس گئے۔ راہب موصوف نے نہایت خوشی کے ساتھ ان دونوں کا نکاح پڑھایا۔ اب اسی پادری نے اعلان کر دیا ہے کہ جو عورت نیم برہنگی کی حالت میں عبادت کرنے یا نکاح کیلئے گرجا میں داخل ہوگی وہ سخت سزا کی مستوجب ہوگی۔ آج دنیا پردہ کی ضرورت کو محسوس کر رہی ہے اور وہ وقت بہت قریب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام میں اسلامی پردہ کا رواج ہوگا۔ اور اس نسخہ سے ہی بے حیائی بیحجابی حرامکاری اور بدکاری کا خاتمہ ہوگا۔ ناچ کا رواج بھی دنیا میں عام ہے مغربی ملکوں میں بال میں ناچنا سوسائٹی کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے ..

.. ..

.. ..

.. .. دنیا کی کسی تاریخ میں

بیحیائی اور بیغیرتی کی ایسی نظیر نہیں ملسکتی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں شرم و حیا کا بائیکاٹ ہوگیا ہے اور اخلاق کا دیوالہ نکلگیا ہے تھیٹر وغیرہ سے آج جو نقصان سوسائٹی کو پہنچ رہا ہے۔ اسکی تلافی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان تمام برائیوں کا کافی انسداد کیا جائے۔ مقامی گورنمنٹ نے فاحشہ عورتوں کے ناچ کا انسداد کر کے رنگون کے پبلک کو ہمیشہ کیلئے مرہون منت بنا دیا ہے نیو یارک کے ایک پادری نے ناچ کے خلاف ایک زبردست مضمون لکھا ہے اور لوگوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ناچ گانے سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو اسکی روک تھام کیلئے کوشش کریں +

ملک میں آج مزدوروں کی جماعت میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ وہ اپنے حقوق کو بجبر حاصل کرنا چاہتے ہیں

اگر ہم تعلیمات اسلام پر عمل کرتے تو یہ تمام بےچینی جاتی رہتی۔ قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں جابجا غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کیلئے اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کیلئے سخت تاکید کی گئی ہے! آنحضرت صلعم نے غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی ہے۔ اسلامی دنیا میں آج تک مزدوروں میں بےچینی نہیں پھیلی جس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام نے جس کی لاٹھی اسکی بھینس کی پالیسی کی سختی کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ اگر مغربی دُنیا اسلام کی اس تعلیم پر عمل کرے کہ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ اور اسی طرح رکھو جس طرح تم رہتے ہو"۔ تو امید ہے کہ موجودہ بےچینی کا ایک حد تک ازالہ ہو جائیگا۔ اخیر میں میں اس قدر عرض کئے بغیر نہیں رہونگا۔ کہ اس مضمون سے میرا مقصد کسی خاص مذہب یا قوم پر حملہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ واقعات زمانہ سے میں نے یہ بات کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اور دنیا کا آئندہ مذہب صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات جس طرح ساتویں صدی کے جاہل عربوں کیلئے مفید تھیں۔ اسی طرح بیسویں صدی کی مہذب قوموں کیلئے بھی مفید ہیں۔ وہ ان تعلیمات سے وہی فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو قرون اولے کے مسلمانوں نے حاصل کیا تھا۔ یورپ کی علمی پیاس صرف اسلام ہی کی تعلیمات سے بجھ سکتی ہے فلسفہ منطق سائنس اخلاق سیاسیات وغیرہ کا منبع قرآن مجید ہے۔ ہم جب تک قرآن مجید پر عامل نہ ہوں اس وقت تک حقیقی معنوں میں ترقی نہیں کر سکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم یورپ امریکہ اور جاپان کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور اسلام کی فلسفیانہ تعلیمات سے ان کو آگاہ کریں۔ ان ملکوں میں اشاعت اسلام کی سخت ضرورت ہے۔ للہ مسلمانو! خواب غفلت سے جاگو اور خداوند تعالیٰ کا آخری پیغام دنیا کو پہنچاؤ۔ مسلمانوں نے ہمیشہ مہذب قوموں کو مسلمان کرنے کی کوشش کی ہے اگر ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو ہم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا۔ کہ اسلام کی حفاظت اور اسلام کی ترقی کے لئے ان نومسلموں نے جان توڑ کوشش کی تھی۔ اگر ہم پھر وہی اپنی اگلی شان و شوکت۔ اور عظمت و جلال دُنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو چاہئے کہ اشاعت اسلام کو مشترکہ کام سمجھیں۔ اور سب ملکر متفقہ قوت سے تبلیغ اسلام کریں۔ خدا ہم کو اس کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

خاکسار "ہدایت"

رنگون

تاجران کتب کو بھی فیصدی کمیشن ملیگا — مفصل شرح کمیشن سوسائٹی ہذا کی کتاب سے جن صاحبان کو ضرورت ہو بذریعہ کارڈ طلب فرمائیں۔

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳/ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن — یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان ، ویلز اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں +

۱ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
۲ ″ ″ توحید - دعا - تصوف
۳ ″ ″ خطبات عیدین
۴ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵ اسلام اور دیگر مذاہب
۶ حقوق نسواں

لمعات انوار محمدیہ

رسولکریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک صاحب پکتھال و جناب ایس ایچ لینڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے - قیمت ۶/ بے جلد - مجلد ۱۰/

مروارید ثلاثہ

۱- براہین نیرہ	حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت	۱۲/
۲- اسوۂ حسنہ	″ بہ زندہ و کامل نبی	۸/
۳- ام الالسنہ	″ بہ زندہ و کامل زبان	۱۲/

ان تین کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں کہ کتابوں میں کتاب قرآن - نبیوں میں (حضرت) محمد عربی - اور زبانوں میں زبان عربی - براہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے مطابق قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے - تہذیب و تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم اسمیں جمع کی گئی ہے - اسوۂ حسنہ میں انسانی رہنمائی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل دکھلایا گیا ہے ام الالسنہ - ایک جدید تصنیف ہے جسمیں دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دیگر زبانوں کی ماں اور الہامی زبان ہے +

المشتہر - منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

تاجران کتب کو تحقیق قصیدہ کمیشن کی مفصل و مشرح فہرست کتب سوسائٹی زیر کتابت ہے جن احباب کو ضرورت ہو بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

جدید تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

ذرات عالم کا مذہب (قیمت ۸ ر) تفصیل مضامین :- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ ہے سب سے طاقتور ذرے یعنی انسان کا مذہب - الہام ایک ضرورت حقہ ہے مقاصد ارتقاء ارتقا کی جان ہے - اخلاق توازن جذبات کا نام ہے - روح کی پیدائش اور فرائض - روح ایک با شعور قوت نامیہ ہے بعض لحوم ممنوعہ مسئلہ ارتقاء انسانی صحیفۂ ارتقا - کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فاسد ترقی کیلئے سم قاتل ہیں - اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی - رومن کلیسیا بہتر اور افضل ہے - انسان کیلئے اپنی اصلاح ہی بہترین تسبیح ہے رب العلمین معبود +

اِسلام میں کوئی فرقہ نہیں

ضخامت ۲۰۰ صفحات قسم اول عہ / قسم دوم ۱۴ ر علاوہ محصولڈاک ہے

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نو مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سُنی و مراسم نماز پر علی الترتیب کلمات موجودہ ہند و مسلم اتحاد - فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر - تمام نظام عالم کا اصول امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے - اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللّٰہ لا یجمع امتی او امۃ محمد علی ضلالہ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح - سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں - حدیث اثنان سبعون فی النار واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث - اپنے عقاید کا اظہار - نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی - آمد ثانی مسیح کے مسئلہ پر بحث - جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افترا و حملہ کی مماثلت - جناب بہاء اللّٰہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ - دنیا میں ضرورت نبوت - اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے - جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں - یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی - خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا ہو - یہ ان بیگانگت اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں - اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق و متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیار کریگی - اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مؤدبانہ التماس کی گئی ہے کہ آئے دن کے فروعی تنازعات مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور مسلم قوم نے انہی نزاعوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں +

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر - قیمت بےجلد - - ۶ ر

اسلام اور علوم جدیدہ - قیمت مجلد - - ۴ ر

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط - مسیح - حسین - تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر - کتاب بہت ہی قابل دید ہے - ہر سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کر کے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت پر روشنی ڈالی ہے + مصنفہ عالیجناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی منیجر مسلم سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی صاحب منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

فلسفہ اسلام

رجسٹرڈ ایل ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے لہذا دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۷) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۴)

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیے۔

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے اُن بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں۔ مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

اطلاع عام

۱۔ رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ للعہ معہ محصول ڈاک کے ہے
۲۔ تمام درخواستہائے خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں +
۳۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +
۴۔ رسالہ ہر انگریزی کیلنڈر (ماہ) کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے +
۵۔ اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور



Mr. George Hamid Williams

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷)   بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء   نمبر (۴)

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	اشاعت اسلام کے معزز حامی توجہ فرمائیں۔	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام	۱۴۶
۲	قرآن شریف کی ہدایت دربارہ طریق واعظ۔	ایڈیٹر	۱۵۰
۳	بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	جناب لوسی دوست محمد خان صاحب، امام مسجد ووکنگ	۱۵۴
۴	زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف۔	ایڈیٹر	۱۵۸
۵	فلسفۂ اسلام	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام	۱۶۱
۶	رسید زر	جناب فنانشل سکرٹری صاحب مسلم مشن ووکنگ	۱۸۴
۷	اسلام کے متعلق چند خیالات	جناب جعفر مارٹیمر صاحب (برکن ہیڈ)	۱۸۵

اشاعت اسلام کے معزز حامی توجہ فرمائیں

برادران فی الاسلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہمارے مشن کو آج آٹھ سال گذر گئے۔ اردو رسالہ کی اشاعت پر بھی آج چھٹا سال ہے جس علمی اور متکلمانہ حیثیت و پایہ کے مضامین اس رسالہ میں ہدیہ ناظرین ہوتے رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ آئندہ کیلئے میں اس وعدہ کے پورا کرنے کیلئے توفیق خدا سے چاہتا ہوں کہ رسالہ سابق کے مقابل زیادہ عمدہ اور اعلیٰ مضامین آپکے سامنے پیش کرے۔ میری گذشتہ عدم صحت میری کوتاہ قلمی کا موجب تھی گو اس وقت بھی صحت کامل مجھے نصیب نہیں ہوئی۔ چونکہ میں اپنے ہاتھ سے کوئی مضمون نہیں لکھ سکتا۔ البتہ حسب پسند مضامین لکھوا سکتا ہوں۔ چنانچہ گذشتہ پانچ چھ ماہ میں اسی طریق پر میں نے پانچ چھ کتابیں لکھوائیں۔ اول اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ انجیل عمل۔ ضرورت الہام۔ حقیقت توحید۔ روحانیات فی الاسلام۔ آخری کتاب ابھی زیر تصنیف ہے +

میرے مضامین کے علاوہ کس بلند پایہ کے لوگ جنہیں نومسلم فاضل بھی شامل ہیں۔ انگریزی ریویو میں مضامین لکھتے ہیں۔ جن کا ترجمہ اردو رسالہ میں شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالے اس قابل ہیں کہ مجلد ہو کر بطور ذخیرۂ علمی آئندہ نسلوں تک پہنچیں۔ لیکن جس حیثیت اور شکل میں یہ رسالہ نکلتا ہے۔ وہ تو آج بھی کسی نفیس طبیعت انسان کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا۔ کل کا تو خدا حافظ لکھائی چھپائی تو خیر لیکن کاغذ اس قدر بیہودہ لگتا ہے کہ میں مضامین مطبوعہ کو سامنے رکھ کر کہ سکتا ہوں کہ موتی کیچڑ میں پھینکے جاتے ہیں۔ بجواب مینیجر رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ انہیں ایسے کاغذ پر چھاپنے سے بھی اس وقت نقصان ہے۔ یہ امر صحیح ہے۔ اس رسالہ کی قیمت تین روپے جنوری ۱۹۱۵ء میں رکھی گئی تھی آج کونسی چیز ہے جس کی قیمت اور اجرت اس دن کے مقابل دوگنی اور تگنی نہیں۔ اسی رسالہ کے

متعلق اجرتِ طبع اُجرت کتابت قیمت کاغذ عملہ کی تنخواہ سب کے سب سابق کے مقابل بہت بڑھ گئی۔ پھر کس طرح یہ رسالہ ۱۹۱۵ء کی مقرر کردہ قیمت پر چل سکتا ہے۔ یہ اگر چلا بھی صرف اسی لئے کہ اسکا منافع مسلم مشن ووکنگ صرف ہو دوسرا میری بیماری کے باعث گذشتہ تین سال سے حساب آمد و خرچ بھی نہیں ہوا جو انشاء اللہ میری واپسی لاہور پر طے ہو جائیگا۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں بروقت حساب نقصان ہی نہ ہو جو بہت حد تک مسلم مشن کے ذمہ پڑے۔ ان رسالوں کی غرض اشاعت ایک یہ تھی کہ اسکے منافع سے امداد مشن ہو۔ چہ جائیکہ نقصان ہونے لگے ✦ لہٰذا میں اپنے مکرم حامیان مشن کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے دیگر اخراجات پر غور کریں۔ اگر وہ اپنے کھانے پینے پہننے اور رہائش کے اخراجات ۱۹۱۴ء کے مقابل بہت بڑھا چکے ہیں۔ اور ان کے بل میں دُگنی اور تگنے کی نوبت پہنچی ہوئی ہے۔ تو اس غذائے روح کی قیمت کیوں نہ بڑھے۔ اسلئے میں نے مینجر صاحب کو اس خط کے ذریعہ اطلاع دیدی ہے۔ کہ وہ موجودہ کاغذ کے مقابل ڈیوڑھی قیمت کا کاغذ لگائے۔ اور قیمت رسالہ بھی ڈیوڑھی یعنی ساڑھے چار روپے کر دے۔

کیا آپ اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کیا آپ چھ آنے ماہوار ہمیں نہیں دے سکتے۔ اس چھ آنے کے مقابل جو ہم آپ کو دینگے وہ قیمت میں بہت زیادہ ہے۔ پھر علاوہ ازیں جو کچھ بچیگا وہ مشن پر جائیگا۔ برادرانِ اسلام! تم ایک بات پر غور کرو جن نومسلموں کے مضامین تم رسالہ میں پڑھتے ہو ان کی استعداد اور قابلیت پر غور کرو۔ اور پھر سوچو کہ کسقدر اسلام کی اشاعت کی امید ان علمی ممالک میں ہے۔ وہ تعلیمیافتہ لوگ ہیں۔ اور جب وہ اسلام کو علم و حکمت کا مذہب پاتے ہیں فوراً اُسے قبول کرتے ہیں۔ ہمارا مشن اگر وسط افریقہ میں ہوتا تو از روئے تعلیم قرآن تو ایسے مشن کی امداد تم پر واجب تھی۔ لیکن ہم تو علمی مرکز میں بیٹھ کر آئے دن ایسے لوگوں کو تم میں شامل کرتے ہیں جن کا علمی پایہ تم میں سے لاکھوں کے مقابل بڑھا ہوا ہے۔ اس امر کا تجربہ تمہیں گذشتہ آٹھ سال سے ہو رہا ہے ہم ان لوگوں کے

نام سے انکی شکل و شباہت سے انکے قلم سے لکھے ہوئے مضامین کے ذریعہ آپ کو اُن سے آشنا کراتے ہیں۔ پھر یہ باتیں اُس رسالہ میں لکھتے ہیں جو انکی زبان میں انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ جس سے واقعاتِ مندرجہ رسالہ پر مُہر صداقت لگجاتی ہے۔ ہم تو اپنے مشن کے متعلق کہانیاں اُردو اخباروں میں نہیں چھاپتے جس کی صحت یا عدم صحت کوئی نہیں کہ سکتا۔ ہم اگر لکھتے ہیں۔ کہ کسی عید پر تین سو یا کم و بیش مسلمان نماز کے لئے ووکنگ میں جمع ہوئے تو اسکی تصدیق نماز عید کا فوٹو کرتا ہے۔ اس کا نقشہ تماشہ سینوٹوگراف کے ذریعہ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں پہنچ جاتا ہے۔ ہم اس پر ایک پیسہ بھی نہیں خرچتے لیکن خدا کی مشیّت سینما والوں کو خود ہمارے گھر میں لے آتی ہے تاکہ خداوند کا وہ کام جو ووکنگ میں ہورہا ہے۔ اُسے انگلینڈ سے لے کر ایک طرف امریکہ جاپان تک۔ دوسری طرف روس سے آسٹریلیا تک الغرض کُل دُنیا دیکھ لے کہ ووکنگ میں کیا ہورہا ہے۔ اہلِ بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سینوٹوگراف اس رنگ میں ہماری خدمتیں کر رہا ہے +

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ ان آٹھ سالوں میں مسلمانانِ عالم کو ہمارے مشن کے متعلق کافی تجربہ ہوچکا اسکی نوعیّت اور اسکی اہمیت اس کا مفید یا غیر مفید ہونا اب احاطۂ تنقید سے نکل چکا ہے۔ پھر مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ آپ لوگ کیوں غفلت کر رہے ہیں۔ میں ڈنکے کی چوٹ اور علے وجہ البصیرت آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آجکل کے انتشار نے جو مختلف شکلیں مسلمانانِ ہند کی جدوجہد میں اختیار کر رکھی ہیں۔ اُن کے مفید یا غیر مفید ہونے کا ابھی تجربہ باقی ہے۔ عجب نہیں کہ وہ مفید ثابت ہوں۔ اگرچہ ان میں کی ایک تحریک نہایت ہی نقصان دہ ثابت ہوئی یعنے تحریک ہجرت۔ کس طرح ہزارہا مسلمان بے خانمان ہوکر اپنے روپیوں کی جائداد کو پیسوں پر بیچکر ہجرت کرتے ہیں۔ اور یہ عاجز مسلمان ناکام واپس آکر مسکنت ذلت میں پڑے۔ ہجرت فی نفسہٖ وہ مقام عالی ہے جو اسلامی فتوحات کی کُنجی جس سے ہمارا سنہ شروع ہوتا ہے کسی قوم کا سن عیسوی کوئی بکرمی کوئی شمسی۔ الغرض مختلف قومیں اور مختلف سن

لیکن ہمارا سن ہجری ہے۔ تا آٹھوں پہر ہجرت کا مقدس فعل ہماری آنکھوں کے سامنے رہے۔ لیکن اس سے وہ ہجرت مراد نہیں جو ہم میں سے بعض نے افغانستان کی طرف کی۔ انشاء اللہ العزیز عنقریب آپ کے سامنے میری کتاب "روح ہجرت" آجائیگی جسے میں انشاء اللہ العزیز اسی مہینہ لکھوانا شروع کرونگا بہرحال میرا مطلب یہ ہے وہ تجربہ میں آچکی ہے اس کا مفید ہونا ثابت ہو چکا ہے پھر ہماری موجودہ تحریکوں کی طرح اس کا مجوز یورپ نہیں۔ اس کا مجوز اور سفارش کنندہ خود خدا اور اس کا رسول اور قرآن ہے +

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ۔ میں آپ سے کیا چاہتا ہوں تمہاری کمائیوں میں سے تھوڑے پیسے جو بزنگ زکوٰۃ ہوں۔ وہ مشن کو بھیجدو۔ اپنی خیرات میں پہلا حصہ مشن کا رکھو۔ میں پہلے اپنی جیب کھولکر تمہاری جیب کھلواتا ہوں۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ کریم النفسی اور سخاوت مسلمان کی شان ہے +

سردست یہ رسالہ نئی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوتا ہے بہتر کاغذ لگایا گیا ہے جو اس سال کی قیمت بھیج چکے ہیں وہ ازراہ مہربانی ڈیڑھ روپیہ اور منیجر کے نام بھیجدیں۔ اور جنہوں نے ابھی تک قیمت ادا نہیں کی۔ وہ آیندہ ساڑھے چار روپے بھیجدیں والسلام

"فلسفۂ اسلام" کے عنوان سے میں ایک اپنا لکچر اندراج رسالہ کے لئے خود ہی ترجمہ کر کے بھیجتا ہوں۔ اس لیکچر کی علمی حیثیت کچھ بھی ہو۔ اس کا علمی پایہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ لیکن میں دنیا جہان کے ادبی اور علمی رسالہ جات سے واقف ہوں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جس رسالہ میں اس قسم کے مضامین شائع ہوں اسکی قیمت سالانہ ساڑھے چار روپے کوئی حقیقت نہیں +

از سنگاپور ۷ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

طالب دعا
خواجہ کمال الدین

قرآن شریف کی ہدایات

دربارۂ طریق وعظ

قبل ازیں ہم نے بہت سے مضامین طریق اشاعت اسلام کے متعلق لکھے ہیں اس دفعہ ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید اسلام کو دوسروں تک پہنچانے کے بارے میں کس قسم کی ہدایات دیتا ہے۔ ہم نے اس مضمون میں بتلایا تھا کہ اسلامی مشنری یا واعظ غیر مسلم لوگوں کو مسلمان بنانے کے درپے نہیں رہتا۔ اس کا کام فقط وعظ کرنا ہے۔ کیونکہ کلام اللہ ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ اسلام میں لوگوں کا آنا ان کی اپنی مرضی اور فیصلہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اور کسی صورت میں بھی جبر یا ترغیب کو عمل میں نہ لانا چاہئے جناب مسیح کی بھی یہی تعلیم تھی۔ چنانچہ اپنے حواریوں سے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں قبول نہ کرے یا تمہاری بات نہ سُنے۔ تو تم وہاں سے رُخصت ہو جاؤ (سینٹ مرقس باب ۶ آیت ۲) اے کاش وہ ان ہدایات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے۔ تاکہ دنیا کو گوناگوں پارسایانہ شرارتوں سے نجات مل جاتی جو زمانۂ حال کے مشنری جناب مسیح کے مقدس نام کی آڑ میں بدقسمتی سے روا رکھتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے گرد و پیش بیٹھنے والے اس اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ وہ اس بارے میں مشرح اور زیادہ تر احکام اُن سے حاصل کرنے کے موقعہ پیدا کرتے۔ اسلیئے جناب مسیح نے آنیوالے نبی کیلئے اس بات کو ادھورا ہی چھوڑا۔ اس آنیوالے نبی یعنے نبی موعود کے متعلق سینٹ جان یعنے یوحنا کے باب ۱۳۔ آیت ۲۵ کا مطالعہ کیا جائے +

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آخرش اسلام کی مقدس کتاب کو اُتارا اور اس میں ہر ایک دیانتدار

مشنری و واعظ کی ہدایت کے لئے خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو ذیل کا سنہری قانون باندھ دیا +

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ۔ ترجمہ ۔ بلا طرف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت کے اور نصیحت نیک کے اور بحث کر ان سے ساتھ اس چیز کے کہ وہ بہت بہتر ہو۔ (سورہ ۱۶ ۔ آیت ۱۲۵) اس آیت شریف میں وعظ کرنے کے تین درجے یا طریق رکھے ہیں ۔ اول یہ ہے ۔ کہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف نہایت دانائی اور احتیاط سے بلایا جائے ۔ دوم ۔ ان تک خدا کا پیغام موعظ حسنہ کی صورت میں پہنچایا جائے ممکن ہو کہ اس دوسرے طریق کے باعث کچھ بحث مباحثہ شروع ہو جائے ۔ لیکن اس موقعہ پر گفتگو نہایت ملائمت سے کی جائے ۔ یہ آخری مرحلہ گویا تیسرا درجہ یا طریق وعظ ہے ۔ ایکدوسری جگہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ولا تجادلوا اھل الکتب الا بالتی ھی احسن ترجمہ ۔ اور مت جھگڑا کرو اہلکتاب سے مگر اس طرح سے کہ وہ بہت اچھی طرح ہو (سورہ ۲۹ آیت ۴۶) + یعنے اس آیت میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ اہلکتاب یعنے عیسائیوں ۔ یہودیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مذہبی بحث کس طرح کریں ہمیں ہدایت ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ گفتگوئے مذہبی کے وقت حتے الامکان نہایت نرمی اور لطف سے پیش آئیں ۔ لیکن اگر وہ ہماری بات کی طرف بالکل توجہ نہ کریں ۔ تو ہمیں ناراض نہ ہونا چاہئے ۔ اور نہ جامہ سے باہر ہو جانا چاہئے ۔ بلکہ قرآن شریف کے اس حکم کی تابعداری کرنی چاہئے جسمیں فرمایا ہے کہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (ترجمہ پھر اگر منہ موڑیں تو مسلمانو! ان لوگوں سے کہدو کہ تم اسبات کے گواہ رہو کہ ہم تو (ایک ہی خدا کو) مانتے ہیں (آل عمران رکوع ۷) اسمیں ایک سچی اسلامی روح اور تعلیم ہے ۔ یعنے ہم ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ گواہ ہیں کہ ہم نے ان تک خدا کا حکم و پیغام پہنچانے کا فرض ادا کر دیا ہے ۔ اب ہم سب کچھ

خدا ہی کے ہاتھ میں چھوڑتے ہیں۔ اور ہم اسکی رضا پر خوش ہیں +
یہ سب آیات صاف بتلاتی ہیں۔ کہ اسلام کا وعظ کرنے میں ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم نہایت عقلمندی اور نرمی سے کام لیں۔ دلائل اور معقولیت سے اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کریں۔ اور بدزبانی و سخت کلامی سے بالکل پرہیز کریں بلکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسی بات نہ کریں جس سے وہ رنجیدہ خاطر ہو یا دق آ جائے +
قرآن شریف میں ایک اور نہایت ہی مفید حکم درج ہے یعنے سورہ ۶ آیت ۱۰۸ میں لکھا ہے کہ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ ترجمہ۔ اور مت بُرا کہو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں سوا خدا کے +
کیا قرآن شریف کے ان احکام سے کہیں بھی پایا جاتا ہے کہ اسلام جبر سے پھیلایا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ اسی کتاب پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا حکم دیتی ہے۔ کیا اس قسم کا بہتان قابل معافی ہو سکتا ہے ہم زویمر اور مارگولی ایتھ اور دیگر عیسائی مصنفین کو جو دیدہ و دانستہ ہمارے مذہب پر اتہام باندھتے ہیں ڈنکے کی چوٹ بلاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ تمام قرآن میں سے ایک ہی آیت پیش کریں جسمیں اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا حکم ہو۔ اس قسم کے نام نہاد عربی دان محض اپنی جہالت اور عربی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ وہ اس قسم کے الزامات کے جواب میں قرآن شریف کی وہ آیتیں پیش کرتے ہیں جنمیں مدینہ کے مسلمانوں کو ان لوگوں کے برخلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے جنہوں نے انکے شہر اور انکی جان اور مال پر حملہ کیا +
دنیا میں اسلام اس طرح پھیلا جس طرح کہ جنگل میں آگ پھیلجاتی ہے لوگوں نے اپنا پُرانا مذہب ترک کر کے نئے دین کا خیر مقدم کیا۔ لیکن کیا کوئی تاریخ دان یقینی طور پر بتلا سکتا ہے۔ کہ جب عرب سے باہر اسلام نے قدم رکھا

توکس جگہ اور کب اس کے پھیلانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا ہم مغرب میں مشنریوں یا اسی قسم کے لوگوں کی ان تحریرات کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں جو نے ٹیکے اور بغیر سوچے سمجھے الزامات سے پُر ہیں۔ مگر اس کے خلاف ہم کہتے ہیں کہ یورپینی عیسائیت ہی تلوار کا مذہب ہے۔ اور اپنے اس قول کی تصدیق میں بلا توقف معتبر مغربی مصنفین کی تصنیف پیش کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ عیسائی بادشاہوں کے حکم سے بت پرستوں سکسنوں اور سکنڈینیویا والوں کو۔ نیز برٹن۔ گال اور ایرین کو بزور شمشیر بپتسمہ نہیں دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امتداد زمانہ سے پرانے واقعات بہت حد تک بھول جاتے ہیں۔ اور گذشتہ اسی سال نے کلیسیا کے سیاہ کارناموں کو بھلانے میں بہت کچھ مدد دی ہے۔ فرقۂ رشینلزم اور لیرل کرسچینز (آزاد خیال عیسائیوں) نے تین پشت پہلے کے جنگجو مشنریوں کے خونخوار جوش کو بہت ناپسند کیا۔ اور زمانۂ حال کے مشنری جانشینوں نے وہی الزام دوسروں پر تھوپنا شروع کیا جو حقیقت میں ان پر لگایا جاتا تھا۔ لیکن یہ نئی چال بہت دیر تک کارگر نہ ہوسکی۔ اور نئے واقعات نے انکی اصلیت کو طشت از بام کر دیا۔ ان لوگوں کے قتل کئے جانے پر گرجہ میں جا کر بھجن گانے اور نذریں پیش کرنے، جو اُن کے خیال کے مطابق برائے نام عیسائی واعظوں کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے ایسے ہم مذہبوں کا دنیا میں رہنا گوارا نہ کرتے جن کا شغل کچھ اور ہوتا۔ مثلاً پیلس کے قتل کا واقعہ جو کہ کچھ عرصہ ہوا وتی آینا میں چھپا ہمیں زمانۂ وسطیٰ کے شہدا کی یاد دلاتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ کلیسیا کا وضع کردہ عیسائی مذہب کس طرح یورپ میں پھیلایا گیا۔ لکھا ہے کہ پیلس کی معہ نین صد دیگر اشخاص کے رسوں کے ساتھ مشکیں باندھی گئیں۔ پھر ایک کٹر پادری نے سپاہیوں کی بندوقوں کی طرف اشارہ کر کے پیلس سے کہا کہ یا تو تم اس دستاویز پر دستخط کرو جس سے معلوم ہو کہ تم نے سچے مذہب کو قبول کیا ہے۔ ورنہ یہ جنگی عیسائی تمہاری روح کو دوزخ

میں بھیج دیں گے۔ اس پر سب سپاہیوں نے دستخط کر دیئے سوا ایلیس کے جس پر سپاہیوں نے اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اپنی بندوقوں سے اُسے خوب زدوکوب کیا۔ حتےٰ کہ اس کے بازو اور پسلیاں چُور ہو گئیں اور وہ زمین پر گر گیا۔ مگر پھر بھی اس نے اپنا دین چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اور آخرش اسکی تکالیف کا خاتمہ ایک سنگین نے کیا جو اس کے پھیپھڑوں کے آر پار کر دی گئی +

جبکہ یہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جو ان سے تھوڑا سا اختلاف رائے رکھتے ہوں اس طرح سلوک کرتے ہیں تو انکی اس بےرحمی اور وحشیانہ پن کا اندازہ صرف دماغ ہی میں آسکتا ہے جو یہ غیر مذاہب کے مقلدین کے ساتھ روا رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ روا رکھتے ہیں۔ ہم بڑے شوق سے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جبکہ آزاد خیال عیسائی تمام یورپ کو اپنے ساتھ ملا کر مغرب کی سرزمین میں اس قسم کی وحشیانہ حرکات کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور انکی بدولت کوئی ایسا کام نہ ہوگا جو مسیح کی تعلیم کے خلاف ہو +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

لندن میں لیکچروں کا سلسلہ گذشتہ اتوار سے لندن مسلم پریئر ہوس (اسلامی نماز گاہ) میں بھی پندرہ روزہ لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس سے ایک ہفتہ قبل نومسلمین اور دوسرے لوگوں کو جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں ایک ایٹ ہوم دیا گیا جسمیں مولوی مصطفےٰ خانصاحب نے لیکچروں کا اعلان کیا +

مسٹر خالد سشیلڈرک نے بھی ایک مختصر سی تقریر میں نومسلمین اور ہمدردانِ اسلام کو اسبات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔ کہ ہم اس وقت بہت تھوڑے ہیں۔ اور بالمقابل غلط فہمیاں پھیلانیوالے اور دشمن بہت زیادہ۔ ایسی حالت میں ہمیں آپس میں ملکر محبت اور اتفاق سے کام کرنا چاہیئے۔ اور جہانتک ہو سکے اسلام کو پھیلانے اور غلط فہمیوں

کی تردید میں ایکدوسرے کی مدد کرنی چاہئے +

اِس سلسلہ میں سب سے پہلا لیکچر گذشتہ اتوار کو مولوی مصطفٰے خان صاحب نے (Postion of Islam among other religions) "دُوسرے مذاہب میں اسلام کا مقام" پر دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ حضرت موسٰی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی پیشینگوئیوں سے ثابت کیا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مذاہب کے موعود ہیں +

مسجد ووکنگ میں اس اتوار کو پروفیسر ہنری لیون ایم اے۔ بی۔ ایچ ڈی نے ایک بسیط لیکچر اسلام پر دیا +

پیرس میں مسجد کچھ عرصہ ہوا۔ ایک لندنی اخبار کے حوالے سے لکھا تھا۔ کہ پیرس کی مجلس جنگ اپنی مسلمان سپاہیوں کی خدمات کی یادگار میں ایک مسجد وہاں بنوانے والی ہے۔ حال ہی میں ٹائمز نے اس کے متعلق ایک تازہ اطلاع شائع کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد جلد ہی اب پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ اور اس کی امامت اور انہیں قرآن کریم کے درس و تدریس کے لئے مراکو سے کسی مسلمان عالم کا تقرر عمل میں آئیگا۔ اِس دل خوش کن خبر پر ایک مسلمان حکومت فرانس کے لئے طبعاً شکرگزار ہوگا۔ اگرچہ یہ خوشی مبتدل بہ رنج ہو جاتی ہے۔ جب آج فرانس کا ہاتھ حکومت اسلامیہ کی تباہی میں نظر آتا ہے۔ لیکن اس قدر خوشی کی بات ہے کہ انگلستان کی طرح فرانس میں بھی اسلام کا ایک مرکز قائم ہو جائیگا۔ جو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا بڑا ذریعہ ہوگا +

یہ الٰہی کام ہیں۔ کہ ایک طرف جب اسلام کا پولیٹیکل طور پر زوال ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے پہلو سے اسکی عظمت کے سامان پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہ بتاتا ہے کہ اب اسلام کو اللہ تعالیٰ تبلیغ کے ذریعہ سے ہی ترقی دینا چاہتا ہے۔ اور دوسرے ذرائع اسکے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جو بالآخر اسلام کی تمام کھوئی ہوئی عظمت کو قائم کرنیکا موجب ہوگا

تاجرانِ بخارہ مسجد ووکنگ میں

کچھ دنوں سے بخارہ کے چند تاجر کچھ تجارتی اسباب لیکر انگلستان آئے ہوئے ہیں۔ پرانی وضع کے سفید ریش اور دیندار لوگ ہیں۔ ایک دو ان میں حافظ قرآن اور حاجی بھی ہیں۔ یہ خود امیر بخارہ کے ملازمین میں سے ہیں۔ اور دراصل امیر ہی کا مال لیکر بغرض تجارت آئے تھے جنہیں خدا کے فضل سے انہیں بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ خود تو فارسی کے سوائے کوئی زبان نہیں جانتے ہیں لیکن ہندوستان سے ایک ترجمان ساتھ لائے ہوئے ہیں جو زبان کی دقت کو حل کر دیتا ہے +

گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ یہ تمام لوگ جو تعداد میں چھ آدمی ہیں مسجد ووکنگ میں آئے۔ انگلستان جیسے ملک میں مسجد کو دیکھ کر اور اس میں خدائے واحد کے آگے سربسجود ہو کر انگریز نومسلمین کو سلام علیکم کہتے ہوئے سن کر اور اُنکے خلوص اسلامی سے واقف ہو کر جو خوشی اور راحت ایک مسلمان کو ہو سکتی اور ہوتی ہے۔ وہ بھی اس سے بہرہ اندوز ہوئے +

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اگرچہ پڑھ نہ سکتے تھے لیکن اس کی شکل ہی دیکھ کر از حد محظوظ ہوئے۔ دوپہر کا کھانا یہیں کھایا۔ تیسرے پہر مکرمی مصطفیٰ خانصاحب کا لیکچر "اسلام کے موعود مذہب" ہونے پر مسجد میں سُنا۔ اس کا مفہوم مغرب کے بعد ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد المحی صاحب عرب نے زبان فارسی میں انہیں سُنایا۔ اور اس کے بعد ایک طویل تقریر بزبان فارسی میں ان کے سامنے اشاعت اسلام کی اہمیت پر کی۔ انہیں بتایا کہ آپ نے اس جگہ دیکھا ہے کہ کس طرح سے دین کی اشاعت کا کام چند مہاجرین وطن کرتے ہیں۔ یہ ہندوستانی لوگ ہیں۔ جو اشاعت اسلام کا کام یہاں کرنے آئے ہیں۔ اتنی دور سے محض اس دینی خدمت کے لئے یہ یہاں آ کر بیٹھے ہیں۔ اور کتنی مدت سے یہاں کام کرتے ہیں پھر نومسلمین کو بھی آپنے دیکھا ہے میں عرب ہوں۔ اور چھ سال سے یہاں مقیم ہوں اور اس کام کی اہمیت کا شاہد عینی ہوں

پس میں آپ کو کہتا ہوں - کہ جب آپ واپس جائیں - تو امیر صاحب کی خدمت میں یہ تمام کیفیت بیان کریں جو آج آپ نے یہاں دیکھی ہے - ان کو بتائیں - کہ ہندوستانی مسلمانوں نے یہ کام شروع کر رکھا ہے - اور ہزار ہا روپیہ وہ اس پر صرف کرتے ہیں میرا پیغام امیر صاحب کو دیں - کہ ایک عرب وہاں تھا جس نے یہ پیغام دیا تھا - کہ آپ مسلمان ہیں خدا نے آپ کو دولت ریاست اور امارت عطا کی ہے - یہ دولت و اموال اور بڑے بڑے خزانے یوں پڑے ہوئے اِس دنیا میں بھی کسی فائدہ کا موجب نہیں جب تک امور حسنہ پر انہیں صرف نہ کیا جائے - بلکہ یوں پڑے پڑے خزانے تو چوروں اور ڈاکوؤں کا شکار بن جاتے ہیں - ابھی حال ہی میں کس دولت اور خزائن کو بالشویک بخارہ سے لیگئے ہیں + پس چاہئے کہ ان خزانوں کو مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے کاموں میں صرف کیا جائے - انہیں کہئے - کہ ایک عرب کا یہ پیغام ہے - کہ ان خزائن کا ایک حصہ اس مسجد کو دیں جہاں سے دین حق کی اشاعت ہوتی ہے جہاں سے توحید کا چشمہ مقام تثلیت میں پھوٹتا ہے جہاں سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کے ساتھ ایسی نفاست سے طبع ہوا ہے اور ایک عالم میں اسکی اشاعت ہو چکی ہے +

غرض اسی طرح کی ایک لمبی تقریر میں مولوی عبد المجید صاحب نے مشن کی ضروریات اور فوائد کو ان پر واضح کیا - اور مکرر سہ کرر امیر بخارہ کو پیغام پہنچانے کے لئے انہیں تاکید کی - جس کو انہوں نے بخوشی قبول کیا - اور کہا کہ ہم ضرور ان تمام باتوں کو وہاں بیان کرینگے - اور تمام حالات کو منکشف کر کے اس مشن کی امداد کی ترغیب دیں گے +

شام کے بعد یہ تمام لوگ یہاں سے رخصت ہوئے - اور جاتے ہوئے مکرم مولوی مصطفٰے خان صاحب کو اپنے ہاں دعوت دیگئے - اللہ تعالےٰ ان کے دلوں کو اسلام کی خدمت کے لئے کھول دے - اور دنیا و آخرت ہر دو کی تجارت ان کے اور سب مسلمانوں کے لئے باعث حسنات ہو - آمین !!!

(دوست محمد از مسجد ووکنگ انگلستان)

زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف

انما الصدقات للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم فی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم سورۂ توبہ سیپارہ ۱۰ رکوع ۸

آیت مندرجہ بالا نے آٹھ طریق اور مصرف بتلائے ہیں جنمیں تقسیم کے صدقات و خیرات خرچ ہونی چاہئے۔ کاش مسلمان قرآن کے ان احکامات پر چلتے اور اپنی خیرات وصدقات کو خدا کے بتلائے ہوئے مصرف میں خرچ کرتے۔ تو آج بہت سے قومی کام ان زر صدقات سے ہی طے ہو جاتے مسلمانوں کی قوم۔ ایسے راہ خیرات وصدقات میں بھی تو قوم پیچھے نہیں صرف اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ ہی باقاعدہ طریق پر جمع ہو کر قومی کاموں کے لئے وقف ہو جائے تو ہم آئے دن کے چندوں سے مطلقاً فارغ البال ہو جائیں۔ آیت مذکورہ بالا میں سب سے اول فقرا اور مساکین کا ذکر ہے لیکن اس زمانہ میں اسلام سے زیادہ فقر او مسکینی تو کسی اور چیز پر لاحق نہیں ہو رہی۔ خود اسلام بر حیثیت مجموعی وہ فقر اور مسکینی ہے۔ کہ اس کے مقابل فرداً فرداً کسی فقیر و مسکین کی تلاش ایک سر درد امر ہے۔ نہ معلوم وہ زمانہ ہم پر کب آویگا جب ہم انفرادی مفاد اور ذاتی ضروریات کو قومی مفاد اور مذہبی ضروریات پر قربان کرنے کا سبق سیکھیں گے مسلمان کاش اس راز کو سمجھیں۔ کہ فرداً فرداً محتاجوں کا تکفل کرنا قوم کو اور اپاہج اور بیکار بنانا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ دینے والے کے گرد وپیش بعض لوگ واقعی محتاج بھی ہوتے ہیں لیکن زکوٰۃ دینے والے کو ہمیشہ یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ آیا یہ رقم صدقہ و زکوٰۃ کہیں اس محتاج کو اور زیادہ محنت و مزدوری کرنے سے بےفکر تو نہیں کر رہی۔ اور اسمیں گداگری کی عادت تو پیدا نہیں کرتی۔ اسلئے ضروری ہے کہ صاحب زکوٰۃ کو زیادہ تر قومی فقر اور قومی مسکینی کے دور کر دینے کا فکر کریں +

زکوٰۃ کا ⅛ حصہ اشاعت اسلام پر خرچ ہونا چاہیئے

زکوٰۃ کی تقسیم مندرجہ آیت بالا میں قرآن کریم نے بالتفصیل آٹھ شاخیں قائم کی ہیں۔ ان میں دو شاخیں یہاں قابل تذکرہ ہیں مولفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام اور نئے مسلمانوں کی تالیف قلوب میں زکوٰۃ اور صدقات کا خرچ ہونا۔ کون نہیں جانتا کہ اشاعت و تبلیغ اسلام تو ہر ایک مسلم پر بطور ایک فرض کفایہ کے ہے پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ کیا اس آیت مذکورہ بالا میں کھلے الفاظ میں ان دو امور کو زکوٰۃ و صدقات کا جائز اور ضروری مصرف نہیں بتلایا گیا۔ پھر کیوں صاحب زکوٰۃ اسطرف توجہ نہیں کرتے چلو وہ جس طرح چاہیں اپنی زکوٰۃ کو صرف کریں لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ کا چوتھا حصہ اشاعت اسلام اور نو مسلمین کے تالیف قلوب کے لئے الگ کریں۔ اور اگر وہ اس مال میں سے اشاعت اسلام او مولفۃ القلوب پر کم از کم ⅛ نہیں خرچتے وہ درصل غلطی کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں +

اسلامک ریویو کا مفت تقسیم کرانا زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف ہے

اس وقت انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام بفضلہ تعالیٰ نہایت خیر و خوبی سے ہو رہا ہے ووکنگ مشن کے نتائج محتاج تشریح نہیں۔ نہ اسکی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گذشتہ آٹھ سالوں کے اندر ۲۵۰ سے زاید اصحاب دائرہ اسلام میں آچکے ہیں۔ ان نومسلموں میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں اعلیٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں۔ انمیں صاحب قلم بھی ہیں۔ جو تحریر و تقریر سے ابتغاءً لوجہ اللہ مبلغانہ کام بھی کرتے ہیں۔ یہ امورات مسلمہ ہیں۔ خاص مقام ووکنگ میں جو ہمارا مرکز ہے لوگوں میں ہماری طرف سے اجنبیت دور ہوتی جاتی ہے۔ لوگ ہماری باتیں سنتے اور ہماری آواز پر کان دھرنے کے مانوس ہو رہے ہیں۔ انگلستان میں زیادہ تر تصنیف و تحریر ہی کسی امر کی اشاعت کا مفید ذریعہ ہوتی ہے یہی ہمارا تجربہ اشاعت اسلام میں بھی ہے۔ اور اس طریق سے اس وقت تک کامیابی ہوئی ہے اسلئے ضرورت ہے کہ اسلامک ریویو ہزارہا کا پیوں کی تعداد میں مغربی دنیا میں تقسیم ہو۔ اگر اہل اسلام میں سے فرداً فرداً ہر ایک متنفس کا فرض ہے کہ اشاعت اسلام میں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لے اور امداد کرے

تو پھر گھر بیٹھے ہی ہر ایک بھائی انگلستان میں اشاعت اسلام کا فرض نہایت آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر اپنی زکوٰۃ اپنی خیرات اپنے صدقات ہی سے کچھ حصہ ہمیں دیا جائے تو ہم ان کی طرف سے رسالہ اسلامک ریویو کو انگلستان یا دیگر بلاد غربیہ میں مفت تقسیم کریں۔ اسکی قیمت اگرچہ صمہ سالانہ ہے +

(اسلامک ریویو کی قیمت میں رعایت)

لیکن ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ جو شخص اپنی طرف سے یہ ریویو مفت تقسیم کرائے وہ ہمیں للعہ روپیہ سالانہ قیمت رسالہ بھی دے سکتا ہے۔ اگر برادران اسلام کچھ تھوڑی سی توجہ بھی اس طرف کریں۔ تو کئی ہزار رسالہ او دیگر اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہو جانا کونسا مشکل کام ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کے فضلوں کے منتظر رہیں۔ اور دیکھیں کہ کس قدر تھوڑے سے عرصہ میں حیرت افزا نتائج مرتب ہوتے ہیں ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ہمارے گذشتہ نتائج ہمارے آیندہ نتائج کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ اسلئے برادران اسلام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے کیا اس سے زیادہ حقدار اس زکوٰۃ وصدقات کا کوئی اور مشن ہے۔ اگر نہیں تو اس کا تمام لو پھر کیوں آپ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا طریق تحریر و تصنیف ہے مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید نہیں۔ بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے۔ کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت سے شائع کیجاویں۔ پھر جب ان تحریروں کو پڑھ کر متوجہ ہوں۔ تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آویں۔ اور ان کے پاس رہکر اسلام سیکھیں +

ضروری نوٹ

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +

فلسفۂ اسلام

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری)

مندرجہ بالا موضوع پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے رنگون کالج کے اگزیمینیشن ہال (کمرہ امتحان) میں جناب ڈاکٹر روس صاحب پرنسپل رنگون کالج کی زیر صدارت لیکچر فرمایا + مترجم

(ماخوذ از رنگون میل رنگون)

صاحب صدر نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں ذیل کے کلمات فرمائے:۔

"آج دوپہر کے معزز مقرر مسٹر خواجہ کمال الدین صاحب کو جو مسلم دنیا میں عموماً اور انگریزی مسلم دنیا میں خصوصاً ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں آپ سے معروف کرانے میں مجھے از حد مسرت ہے۔ اور اب میں انکی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے لیکچر سے سامعین کو مستفیض فرمائیں" +

اس کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی تقریر شروع فرمائی جو کہ نہایت ہی دلچسپ اور پند و نصائح سے مملو تھی۔ اور جس کی سامعین نے از حد قدر کی +

ولقد خلقنا الانسان من سُللۃٍ من طین ۝ ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرارٍ مکین ۝ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظٰماً فکسونا العظٰم لحماً ثم انشانٰہُ خلقاً اٰخر ط فتبارک اللہ احسن الخالقین ۝

ترجمہ۔ اور ہمنے اِنسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر ہم ہی نے اسکو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم ہی نے لوتھڑی کی بندھی بوٹی بنائی۔ پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی

ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔ پھر (آخر) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا۔ تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے۔ جو (سب) بنانیوالوں میں بہتر (بنانیوالا) ہے۔ سورۂ المومنون۔ رکوع ۱۔ آیت ۱۱۔ ۱۴

آج کے لیکچر کے مجوّزین نے جو مضمون تجویز کیا ہے وہ اتنا بسیط اور اسقدر مختلف پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ کہ اس پر کما حقہٗ کچھ کہنے کے لئے یہ وقت جو مجھے دیا گیا ہے کسی صورت میں کافی نہیں۔ اس مضمون کی مختلف شاخیں اور خدا کی کتاب یعنے قرآن نے اپنی ہمہ گیر تعلیم میں کسی کو نہیں چھوڑا۔ بہرحال میں اسلامی نکتہ خیال سے دو تین امور پر برعایت اختصار روشنی ڈالتا ہوں۔ انسان کی ابتداء اور اس کا انجام یعنی معاد کس چیز سے انسان نکلا اور وہ کونسی منازل ارتقا ہے جنمیں بلوغیت انسانیت کے مقام تک پہنچنے کیلئے ہمنے گذرنا ہے۔ آیات بالا میں قرآن نے ان امور پر بحث کی ہے۔ انسان جس سے مُراد اس کا جسم ہی نہیں بلکہ رُوح بھی ہے کیونکہ یہ لفظ مجموعۂ جسم و رُوح پر عائد ہوتا ہے۔ سلالہ طین سے نکلا یعنے انسان کا جسم اسی رُوح اور ان دونوں کے کُل قویٰ جوہر ارضیہ سے کشید کئے گئے ہیں زمین کی کُل مخفی طاقتیں نطفۂ انسانی میں آ جمع ہوئیں۔ اور اس جوہر حیات انسان نے اپنے مزید نشو و نما کے لئے رحمِ دُنیا میں جا قیام کیا۔ یہاں یہ بڑھتا بڑھتا تکمیل جسم تک پہنچیگا۔ بطنِ مادر میں جب ہاتھ کان ناک دل دماغ سب بنگئے۔ تو بلوغت یا ارتقا کی ایک نئی منزل پیدا ہوگئی۔ ثم انشانا خلقاً اٰخر۔ وہ منزل منزلِ ادراک ہے۔ یعنی انسان میں نفسِ مُدرکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بیرُونی چیزوں کا احساس و ادراک کرتا ہے۔ یہی چیز اس کے فہم و علم کی بنیاد ہے۔ انسانیت کی یہ منزل بلوغت ان تمام منازل سے مختلف ہے۔ جو آج کل کے معلوم نکتۂ آغاز سے اس حد تک نفس انسان نے طے کیں۔ ایتھری ذرّات کا ملکر برقی ذرات پیدا کرنا برقی ذرات

کائی ترکیب پر سالمات میں متشکل ہونا سالمات سے عناصر اور عناصر کا ایک تنظیم (آرگینک) ترکیب میں جوہر حیات حاصل کرنا اور اس حالت سے آہستہ آہستہ چند مدارج کے بعد تخاعہائے دماغ کا پیدا ہونا۔ الغرض کرۂ ارضی مختلف شکلوں اور استحالوں میں گذرتا ہوا اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ جسم انسانی میں ایک اور خون اور گوشت کے کرّہ میں متشکل ہوگیا۔ وہ خون اور گوشت کا کرّہ قلب حیوانی ہے۔ مگر ان دو کرّوں کی کیفیات میں فرق ہے۔ کرّۂ ارضی میں جو کچھ بشکل جسمانیات تھا۔ لوہا۔ سونا چاندی اور دیگر معدنیات و نلزات۔ نباتات وغیرہ وہ سب کے سب اس کرّۂ لحمی یعنی قلب انسانی میں متشکل اور اکیات آ جمع ہوئے ہیں۔ یعنی ان ہی چیزوں نے جو کرّۂ ارض میں موجود ہیں اپنی مادی کیفیت چھوڑ کر ذہنی علمی۔ اور اکی کیفیت کو کرّۂ لحمی میں آ حاصل کیا۔ اور یہاں ان کا نام جذبات حیوانیہ۔ ہوائے نفس۔ خیالات ارضیہ ہوگیا۔ جن کو حیثیت مجموعی مدرکۂ حیوانی کہتے ہیں۔ یہ نفس مدرکہ ہر ایک حیوان اور ایسے ہی انسان میں ہوتا ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ مدرکۂ حیوانی جیسے کہ جذبات وخواہشات ہی ہوتی ہیں۔ وہ نہ تو کسی تادیب وتہذیب کی اہلیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ نہ کوئی اور ترقی اس کے آگے ہے لیکن مدرکۂ انسانی جو بروقت پیدائش مدرکہ حیوانی سے ملتا جلتا ہے۔ اور نفس انسانی کی اس حالت کا نام قرآن کریم نے نفس امارہ رکھا ہے۔ اپنے اندر تہذیب تعدیل اور ترقی کی استعداد رکھتا ہے۔ یہی جذبات انسانیہ تربیت پاکر خلق سیرت حسنہ اخلاق فاضلہ خیالات ملیہ حکیمانہ ذہنیات اور روح بن جاتے ہیں +

اگر فلسفہ اسلام میں انسان کو عالم صغیر کہا گیا ہے۔ تو اسلئے نہیں کہ جس طرح کل کائنات میں کرۂ ارضی ہے۔ اسی طرح جسم انسانی میں قلب انسانی کرۂ ارضی کی شکل وصورت میں قائم ہے بلکہ اسلئے بھی کہ زمین کے کل جوہر اور قوی قلب انسانی میں موجود ہیں فرق یہ ہے کہ وہاں انکی کثیف شکل ہے۔ یعنے وہاں وہ عالم مادیات

میں ہیں یہاں جوہروں نے لطیف شکل اختیار کر لی۔ اور وہی جوہر ادراکیات میں آگئے۔ یہ موقع نہیں کہ میں اس امر خاص پر روشنی ڈالوں صرف مثال کے طور پر اپنے مافی الضمیر کو آپ کے دل تک پہنچانے کے لئے اس طرح کہتا ہوں کہ انسانی اخلاق میں ایک ہی چیز کا نام ہٹ ہے۔ جو ایک امر مذموم ہے۔ اسکی شکل محمود کا نام استقامت ہے۔ یہ ہٹ اور استقامت عالم ادراکیات میں ان دو چیزوں کے قائمقام ہیں۔ جو عالم مادیات میں چٹانی کنکر اور فولاد کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی کرۂ ارضی میں کا سونا اگر کرۂ لحمی میں آکر علوہمتی بن جاتا ہے۔ تو وہاں کی چاندی قلب انسانی میں ملائمت طبع پیدا کر رہی ہے +

الغرض اگر مختلف سالمات اور عناصر مثلاً شورہ۔ کاربن۔ ہائڈروجن آکسیجن۔ فاسفورس۔ کرۂ ارضی میں نباتات۔ معدنیات۔ پھل پھول پیدا کر دیتی ہیں تو یہی چیزیں قلب انسانی میں مختلف جذبات و ہوا و ہوس کا موجب ہو جاتی ہیں جس طرح زمین کے شکم میں مختلف دھاتیں بشکل فلزات ہوتی ہیں۔ جن کو پاک صاف کر کے ہم لوہا۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا وغیرہ چیزیں پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح قلب انسانی کے فلزات ہمارے جذبات ہوا و ہوس خواہشات نفس ہیں۔ ان کو پاک و صاف کر کے اور تربیت و تعدیل دیکر مکارم اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ جن سے انسان میں سیرت حسنہ پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی کتاب قرابادین کا اگر ہم مطالعہ کریں تو بعض خوراک اور بعض ادویات کا تعلق بعض اخلاق انسان سے نظر آتا ہے۔ انسان کے جگر کو جذبۂ غصہ سے تعلق ہے جگر کے نا اعتدال ہو جانے پر انسانی طبیعت میں رنج تلخی بات بات پر بگڑنا پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مریض یرقان کی طبیعت میں غصہ بڑھ جاتا ہے اصلاح جگر سے اصلاح مزاج ہو جاتی ہے۔ ادویات تو ہم جگر کو اعتدال پر لانے کے لئے کھاتے ہیں لیکن نتیجتاً جذبۂ غضب بھی کھوئے ہوئے اعتدال کو

واپس لے لیتا ہے - عربی زبان نے جگر اور غصہ کے لیے ایک ہی لفظ کبد تجویز کرکے ایک اشارہ کیا کہ جگر اور غصہ جوہر میں ایک ہیں - ایک مادی شکل میں اور دوسرا ادراکی شکل میں اس نظریہ سے یہ سمجھ آجاتی ہے - کہ جسم و ادراک کا کس قدر ایکدوسرے سے تعلق ہے - اچھے یا بُرے اخلاق و خیالات کا پیدا کرنا کہاں تک جسمانیات اور خوراک سے تعلق رکھتا ہے - انگریزی زبان کی ایک ضربُ المثل کہ تندرست دل میں ہی تندرست دل و دماغ ہوتے ہیں - اس طرف اشارہ کرتی ہے - ویدک اور مسلم اطبا نے لکھا ہے - کہ سیب انگور - انار - ریشم - کستوری - سونا - چاندی - معتی برنگ ادویات استعمال کرنے سے قلب انسانی کی انبساط وانشرح کا موجب ہوتے ہیں - ان ہی سے قلب انسانی کی طاقتیں بڑھ جاتی ہیں جسمانی بھی اہیں استعداد وسعت پیدا ہو جاتی ہے - اسی وسعت جسمی سے جو ادویات مذکورہ بالا کا نتیجہ ہوتا ہے - انسان کے دل میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام وسعت قلب ہے، اور پھر یہی وسعت قلب بلند ہمتی شجاعت سخاوت - کرم النفسی وغیرہ وغیرہ اخلاق فاضلہ پیدا کر لیتی ہے - اس سے یہ مراد نہیں کہ ان چیزوں کا ہر ایک کھانیوالا ان اخلاق کا مالک ہوتا ہے - دُنیا میں کسی منطقی قضیہ کا عکس لازماً صحیح نہیں ہوتا جن عناصر سے مذکورہ بالا چیزیں کُرۂ ارضی میں پیدا ہوتی ہیں وہ سب کی سب انسان کے جسم میں زیادہ تر شکل خون موجود ہوتی ہیں جن کا مرکز جسمی طور سے قلب انسانی ہے - ایک مسلم المزاج انسان مذہب حقہ پر چلکر قلب سلیم اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے - پھر یہی قلب سلیم کستوری سیب - انار - انگور - کھجور - شہد - دودھ - ریشم - یاقوت وغیرہ وغیرہ کے اجزا سے جو اس کے خون میں موجود ہیں رُوحانی اور اخلاقی میوہ جات بنا لیتا ہے - یہی مندرجہ بالا چیزیں اس کے قلب کی دُنیا میں برنگ ادراکیات یعنی بصورت اخلاق فاضلہ - رُوحانیات پیدا ہو جاتی ہیں - عبدالقادر بیدل نے کیا لطیف بات کہی ہے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

بطور ایک بات یہاں کہتا ہوں تمہارے مادیت پرست انگریزی خواں بعض مذہبی صداقتوں کے سمجھنے سے قاصر رہکر جھٹ اعتراض پر اُتر آتے ہیں۔ وہ نعماء جنت مندرجہ قرآن یعنی سونا۔ چاندی۔ کستوری۔ ریشم۔ مروارید۔ انگور۔ کھجور۔ انار وغیرہ پر منہ چڑھاتے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ جسمانیات میں یہ تو وہی چیزیں ہیں جو قویٰ قلب انسانی کو مضبوط کرتی ہیں۔ پھر وہ یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ جنتی زندگی حاصل کرنے کے لئے از روئے تعلیم قرآن جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ قلب سلیم ہے۔ جس کے معنے اخلاق فاضلہ اور روحانیات ہیں۔ یہاں بھی تو قلب سلیم میں سونا۔ چاندی۔ ریشم۔ کستوری برنگ اخلاق ہوتے ہیں۔ وہاں کسی مناسبت سے ان کا یہ نام جنت میں پالینا کونسا امر محال ہے۔ رہا یہ کہ انکی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کا اصل علم تو خدا کو ہے لیکن ان اخلاق روحانیات کا جسمانی شکل اختیار کرلینا کونسا مشکل امر ہے۔ اگر جسمانیات اور اکیات و ذہنیات میں منتقل ہوسکتے ہیں جیسے ہم نے بالتشریح اوپر بیان کیا ہے۔ تو ادراکیات ذہنیات کا پھر جسم اختیار کرلینا کونسا مشکل امر ہے +

یہاں میں یہ تو بیان نہیں کرتا کہ روز ازل پر روح کی کیا صورت و شکل تھی مگر روئے زمین پر جب وہ آیا تو وہ جسم میں سے نکلا۔ میں جانتا ہوں کہ مختلف مذاہب اور مختلف فلسفوں میں روح کی کیفیات پر مختلف بحثیں موجود ہیں۔ میں از روئے تعلیم قرآن روح سے نفس انسانی کی وہ حالت بالغ مراد لیتا ہوں جس سے اخلاق فاضلہ اور روحانیت پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا روح جسم انسانی میں باہر سے نہیں آئی۔ یہ تو ان ہی نور ذرات کی ایک حالت بالغہ کا نام ہے جس سے زمین و آسمان بنیں (اللہ نور السموات والارض)

یعنی نور سے زمین بنی زمین سے انسان نکلا۔ اور انسان کے قلب میں وہی نور نازل روح بخشا گیا شان ربی ہے جس پر کل لوگ ہنستے تھے اسی پر سائنس نے مہر صداقت لگادی سائنس نے آج تسلیم کر لیا کہ کل مظاہر کائنات اپنی ابتدائی شکل میں نوری ذرات تھے +

جس طرح آسمان سے اترا ہوا پانی مردہ زمین کو حرکت دے کر اسکی قوی مخفیہ کو مختلف شکلوں میں پیدا کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل کی مردہ زمین روحانی بارش کی محتاج ہوتی ہے جو اسکی چھپی ہوئی طاقتوں کو باہر لائے۔ زمین کی طاقتیں کیفیت جسم اپنے اندر رکھتی تھیں۔ اسلئے جو پانی ان کے لئے آسمان سے اترا اس نے مادی شکل اختیار کی۔ لیکن قوی قلب کو ادراک و علم سے تعلق ہے اسلئے ان کے تحرک کے لئے جو ماء الحیات آئے۔ اسکی شکل بھی علمی اور ادراکی ہونی چاہئے چنانچہ یہ بارش وہ علم انسانی ہے جو سب سے اول الہام ربانی کی شکل میں آسمان سے نازل ہوا جس پر علماء ربانی اور فضلاء زمانہ کی تحقیق و تدقیق اور غور و فکر نے مفید ایزادیں کیں۔ جس طرح جسم کی زندگی اور پرورش کے لئے آسمان سے پانی کے قطرے اترے اسیطرح انسان کی ادراکی زندگی کے لئے فطرت علم برنگ الہام آسمان سے نازل ہوئے +

اسلامی نکتہ خیال سے مذہب اسلام اسلئے نہیں آیا کہ ہمیں چند ایک عتقادات وایمانیات اور ایسی چند وہمی باتیں تحکمانہ طور سے سکھلائے جن کے ماننے پر ہماری نجات کا حصر ہو۔ مذہب انسان کو قوانین اور شرائط عطا کرتا ہے۔ جس کے حدود میں وہ اپنی جسمانیات کی تربیت کرے۔ مذہب کی ہدایات کے ماتحت ہم کھانے پینے کی چیزیں تجویز کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اثر ہماری صحت جسم و اخلاق پر پڑتا ہے۔ پھر مذہب ہمارے معاملات دنیوی ہمارے تعلقات مجلسی اور منزلی کے قوانین مرتب کرتا ہے۔ کیونکہ یہی باتیں ہمارے جذبات اور خواہشات نفس کی اصلاح کر کے ہم میں عمدہ اخلاق روحانیات پیدا کرتی ہیں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اخلاق انسانی پر خوراک کا اثر ہوتا ہے۔ اسکے ضمن میں ایک اور بات کہتا ہوں کہ یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ کل جانور اور ایسے ہی انسان کے اجسام میں ایک ہی قسم کے اجزا ترکیب پاتے ہیں

سُوٗر کتا۔ بکری مُرغ کے اجزا جسمی ایک ہی ہیں۔ صرف یہ اجزاء مختلف مقدار پر مختلف جانوروں میں ترکیب پاتے ہیں۔ اس اختلاف مقدار سے اختلاف شکل پیدا ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ اختلاف جذبات حیوانات ہے بالفاظ دیگر اس اختلاف مقدار سے جو گوشت و پوست سُوٗر میں پیدا ہوتا ہے وہ بکرے کے گوشت پوست سے کیفیات جسمی میں الگ ہوتا ہے۔ یہ اختلافات جسمی مختلف حیوانات کے مختلف جذبات کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور اسی سے مختلف مدرکات حیوانیات پیدا ہوتے ہیں جسم انسانی بھی ان ہی اجزا سے بنتا ہے لیکن اختلاف مقدار اجزاء نے انسانی گوشت اور اس کے جذبات کو حیوانات سے مختلف پیدا کیا۔ اب اگر خاص مقدار اجزاء کسی جانور میں خاص قسم کا گوشت پیدا کر کے خاص جذبات کا موالد ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس جانور کا گوشت انسانی جسم میں چلا جائے۔ اس جانور کی مختصہ مقدار اجزاء کو انسانی جسم میں بڑھا کر اس جانور کے اخلاق کو ساتھ ہی انسانی جسم میں منتقل کر دیگی۔ لہٰذا ہم غلطی نہیں کرتے۔ اگر لحم خنزیر کو دسترخوان پر نہیں لاتے ہمیں خطرہ ہے کہ ہم خنزیر کے اخلاق کو اپنے اندر پیدا کر لیں گے +

اب میں پھر اصلی مضمون کی طرف رُجوع کرتا ہوں۔ اگر ہمارے جذبات گوشت و پوست سے نکلتے ہیں۔ تو پھر انکی تہذیب و تکمیل کا کیا سامان ہونا چاہئے ہم ان جذبات کو مار نہیں سکتے۔ یہ جسم کے ساتھ زندہ رہینگے لہٰذا جن مذاہب اور فلسفوں نے جذبات کے کلیتہً ذبح کرنے میں تکمیل نفس سمجھا ہے وہ غلطی پر ہیں اسلام نے اسی لئے رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ نہ جذبات کشی و نفس کشیوں کی سفارش کی ہے۔ ہم مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہم ان جذبات ردیہ کو دبانے کی بجائے انکو تہذیب میں لے آئیں اسلام میں جذبات کے مارنے کا نام اصلاح جذبات ہے۔ یہ جذبات انسان کے پیدا کردہ نہیں۔ یہ تو عطیہ ربی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ جذبات ادنےٰ قسم کے ہوتے ہیں

اور شان انسانیت کیلئے بھی شایاں ہیں لیکن یہی جذبات حیوانیہ آئندہ تعمیر و ترتیب اخلاق
میں مواد و مصالح کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً ایک خاص قسم کے جذبہ کا نام تم نے شہوت
جسم رکھا ہوا ہے۔ تم بیشک اسے نفرت سے دیکھو لیکن اس پاک جذبہ کی بھی تشریح و
تفرید کرلو جس کا نام تم نے پاک محبت رکھا ہوا ہے لیکن ایک ادنےٰ حیوان بھی اپنے
بچوں سے محبت ظاہر کرتا ہے۔ بہرحال اس پاک محبت کی جڑھ تک چلے جاؤ
کہ یہ کہاں سے آئی تو تمہیں اسکی تہ میں وہی شہوت حیوانیہ نظر میں آئیگی وہی جذبہ
ردیہ آہستہ آہستہ پاک وصاف ہوتا ہوا محبت الٰہیہ میں منتقل ہوگیا۔ رسم شادی
اس امر کی ایک نہایت عمدہ تشریح ہے کہ کس طریق پر ایک جوش حیوانی آخر کار پاک
جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایک ادنےٰ سے ادنےٰ حیوانی چیز روحانیت کے
بلند سے بلند مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ زوجیت و شادی کی وجہ اول تو تسکین حیوانیت
ہوتی ہے۔ لیکن منشاء ایزدی جو نکاح سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہ تسکین نہیں
بلکہ اس سے ان اخلاق فاضلہ مثلاً محبت شفقت۔ رحم وغیرہ کے جذبات
کو جگانا اور پرورش کرنا ہے۔ قرآن کریم نے غرض شادی کو کیسے پیارے ذیل کے الفاظ
میں لکھا۔ وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ۔ ہم نے مرد اور عورت باہمی مودت
اور رحمت کے لئے پیدا کئے۔ جو لوگ غیر متاہل رہتے ہیں۔ وہ بھی ان جذبات
سے خالی نہیں ہوتے لیکن ان اخلاق کریمانہ کے طبعی طریق پر پیدا کرنے کے
وسائل سے محروم رہجاتے ہیں۔ ان لوگوں کی طبیعت میں عموماً چڑچڑا پن
اور تنگ مزاجی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس مزاج کے افراد عموماً یورپ نے صنف
ضعیف میں کثرت سے پیدا کئے ہیں یعنی وہی عورتیں جو ساری عمر بے نکاح
رہتی ہیں۔ انسان شادی کرکے اپنے اردگرد ایک کنبہ پیدا کرلیتا ہے بی بی
بال بچے۔ بہن۔ بھائی۔ ماں۔ باپ یہ سب کے سب مل جلکر ہم میں سیرت حسنہ پیدا
کرنے کا موجب ہوجاتے ہیں۔ ہمارے تیز جذبات کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ نرم دلی
لطف کرم۔ محبت۔ مودت۔ مواسات کو عمل میں لانے کے موقعہ پیدا کر دیتے ہیں

انسان کسی غیر کے بچے کی لغو حرکت یا بیہودگی پر ناراض ہوسکتا ہے لیکن وہی بیہودگیاں اس کے اردگرد گھر میں ہوتی رہتی ہیں۔ ناراض ہونا درکنار بعض وقت ان پر ہنس دیتا ہے بہت سی خلافِ طبع باتوں پر اسے خاموش رہنا پڑتا ہے۔ بہت سی نرم گرم باتیں اسے سننی پڑتی ہیں۔ لیکن ان سب کے مقابل اُسے محبت ہی ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ جن باتوں کی عشیر عشیر کی برداشت اُسے غیر سے نہیں ہوتی۔ اپنے عیال میں وہ ان سب باتوں کو شیر مادر سمجھ لیتا ہے پھر سر کے پسینہ سے کمائے ہوئے روپیہ کو وہ اہل وعیال کے نظر کر دیتا ہے خود غرضی کو چھوڑنے اور ایثار نفس کا پہلا سبق اُسے اِس طرح دائرہ عیال میں ملتا ہے۔ الغرض اِنسان کا کُنبہ ایک اخلاقی مکتب ہے۔ جہاں جذبات حیوانیہ آہستہ آہستہ نرم ہوتے ہوئے آخر کار اِنسان کے سینہ میں اس چھوٹے سے چھوٹے شعلۂ محبت الٰہیہ کو مشتعل کر دیتے ہیں جو ہر اِنسان میں موجود ہے یہی وہ مقام ہے جہاں اِنسان مظہر الٰہیت کا جامہ پہن کر خدا کا اوتار سمجھا جاتا ہے الغرض کُنبہ کی چار دیواری میں نہایت آسانی سے اِنسان کا نفس مدرکۂ شخصی کے رنج کو چھوڑ کر مدرکۂ اہلی کا لباس پہن لیتا ہے +

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے چلنے سے پہلے میں اِن اصطلاحات کی تشریح کر دوں۔ مدرکہ سے مُراد ضروریاتِ لاحقہ کا احساس اور ان کا تہیہ ہے بالفرض اِنسان کو بھُوک لگتی ہے۔ اس بھوک کے دفعیہ کے لئے وہ روٹی کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اور ان وسائل پر غور کرتا ہے۔ جن سے روٹی میسر آئیگی پھر ان وسائل کو عمل میں لاتا ہے۔ یہ سب کے سب باتیں نفس مدرکہ کی کیفیات مختلفہ ہیں۔ جس وقت ایک انسان یہ سب کے سب امور محض اپنی ذاتی ضروریات کیلئے کرتا ہے تو اُسے اصطلاح میں مدرکہ شخصی کہتے ہیں۔ لیکن جب وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات قرار دیتا ہے تو حسب حالات مدرکہ شخصی وسیع ہونے لگتا ہے مثلاً شادی کرنے سے انسان اہل وعیال کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم

جانتا ہے ۔ تو اس کا نفس مدرکہ مدرکہ شخصی نہیں بلکہ مدرکہ اہلی ہو جاتا ہے ۔ پھر آہستہ آہستہ انسان قومی اور ملکی ضروریات کو اپنی ضروریات کی طرح محسوس کرنے لگتا ہے ۔ اسے مدرکہ قومی و ملکی کہتے ہیں ۔ اسی کا دوسرا نام حب قوم و حب وطن ہے ۔ لیکن بدقسمتی سے جس کی بد استعمالی دنیا میں مختلف جنگوں کا موجب ہوئی اس سے قومی جنگ ہوتے ہیں ۔ اس قوم کی بد استعمالی کا علاج ایک ہی ہے ۔ جو قرآن نے تجویز کی ہے ۔ ہم اس مدرکہ قومی یا حب قومی کو مدرکہ انسانی اور حب انسانی میں منتقل کر دیں ۔ ہم ہر ایک انسان کے لئے خواہ کسی قوم و ملت سے تعلق رکھتا ہو ۔ اس قسم کا احساس اپنے نفس میں پیدا کر لیں جیسا احساس اپنی قوم یا اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں ۔ لیکن رفعت مدرکہ کی یہ آخری منزل نہیں اسکی کامل وسعت کا مقام آگے ہے جہاں پہنچکر نفس انسانی ہر مخلوق کی ضروریات کو اپنی ضرورت محسوس کرتا ہے ۔ اس وقت مدرکہ انسانی کا نام مدرکہ کونی ہو جاتا ہے ۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان کا قدم خدا کے قدم میں ہوتا ہے ۔ وہ خدا کے ساتھ عجز و انکسار سے چلتا ہے ۔ یہی وہ انسان ہے جو خلیفۃ اللہ ہوتا ہے ۔ یعنے اس اللہ کا قائم مقام ہوتا ہے ۔ جو رب العالمین ہے جو ہر مخلوق کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے ۔ اور رفع کرتا ہے ۔ عبادت کی بھی حقیقت یہی ہے ۔ کہ کیوں ایک مسلمان اپنی ہر نماز کے شروع میں الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے ۔ وہ اس خدا کی عبادت کرتا ہے جس کا نام رب العالمین ہے ۔ اور حقیقت عبادت یہ ہے کہ ہمیں رنگ رب العالمین ہو جائے ۔ اسی مقام پر آکر تکمیل نفس ہو جاتی ہے ۔ معراج انسانی کی یہی منزل ہے ۔ اور اسکے آگے سلوک کا کوئی درجہ نہیں ۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ مقام عالی اس ردی چیز سے نکلا ہے جس کو تم شہوت نفس کہتے ہو ۔ جن کا نام تم نے ادنے جذبات رکھا ہوا ہے ۔ وہی ان چیزوں کے ماں باپ ہیں ۔ جسے تم اخلاق کریمانہ اور سیرت حسنہ کہتے ہو ۔ اسلئے یہ امر یاد رکھو کہ تم ان جذبات حیوانیہ کو مار نہیں سکتے ۔ ان کو تعدیل و تہذیب میں لے آؤ ۔ اس لئے قرآن نے کہا ہے ۔ و نفس و ما سواھا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام

نے رہبانیت کی ممانعت کردی۔ الغرض جس کا نام تم نے روحانیت رکھا ہوا ہے وہ جذباتِ ردیّہ کی رفعت و بلوغت کا مقام ہے الہام الٰہی کا بھی مقصد یہی ہے کہ انسان کو آخری کنارۂ حیوانیت سے اٹھا کر جہاں وہ ہر وقت پیدائش ہوتا ہے۔ آستانِ الوہیت پر پہنچا دیں۔ اور اس شعلۂ نور کو جس سے روزِ ازل کو ہماری پیدائش ہوئی تھی اپنی اصلی حالت میں لے آئے۔ یہ نورِ ربانی ہر ایک فطرت میں چھپا ہوا موجود ہے۔ جسے مذہب روشن کرنے آتا ہے۔ اسی کے چمکنے پر ہم بارگاہ الوہیت کی دہلیز پر جا کھڑے ہو جاتے ہیں اور لازوال زندگی کا پانی پیتے ہیں۔ اور حسب استعداد دیدار خداوندی سے فیضیاب ہوتے ہیں اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان سے بعض وقت افعال خداوندی سرزد ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک مجہول الشان انہیں خدا بنا لیتا ہے۔ لیکن یہ تو کمال انسانی کی وہ منزل ہے جہاں ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ اور بعض کے نزدیک رامچندر اور کرشنا نظر آتے ہیں۔ یہ عظیم الشان لوگ ان الہامات کے علاوہ جو خدا نے انکی ہدایت کے لئے انہیں دیں اپنے سُنن اور حالات ہماری ہدایت کے لئے چھوڑ گئے۔

بہشت و دوزخ کا اسلامی مفہوم

یہ روحانی حالت جو میں نے اوپر بیان کی ہے بروئے تعلیم قرآن ہر انسان میں پیدا ہو جانی چاہیئے جو وارث فردوس ہونا چاہتا ہے۔ اسلئے بروئے تعلیم قرآن یہ حالت بعض میں اسی جگہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کی زندگی کو بعد الموت جو مقام حاصل ہونا ہے قرآن نے اس مقام کا نام جنت رکھا ہے۔ انگریزی میں جو اس لفظ کا مترادف پیراڈائیز یا ہیون ہے۔ ان لفظوں میں یا دنیا جہان کی کسی زبان کے مترادف لفظ میں اسکی کیفیت کا مفہوم نہیں ہوتا جو لفظ جنت اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ جنت کے لغوی معنی ہی ہمیں جنت کی حقیقت سے آگاہ کر دیتے ہیں جس حقیقت کا نقشہ مخالف مجاہل زمانہ نے بدترین رنگوں میں کھینچا ہے لفظ جنت کے معنے میں ملوّل جو چیز چھپی ہوئی ہو کسی کو نظر نہ آوے۔ اسکے دوسرے معنے کسی چیز کا بالغ ہو جانا۔ اس کے جوہروں کا باہر بجانا یا بیج کا کامل و مکمل بالغ ہو جانا اور اسکے ہر ایک جوہر

کا پورا نشوونما پالینا ہے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کائنات کا ہر ایک ذرہ ہر ایک سالمات ہر ایک عنصر الغرض مادے کی ہر ایک نوعیت کی ایک شکل بذات خود ایک جنت نہیں وہ کونسی چیز ہے۔ جسمیں ہزار در ہزار جوہر مخفیہ ہیں لیکن ان ہی کی مناسب آبیاری ہی کیجائے ان میں سے کیا کچھ نکل آتا ہے۔ تمہارے ارد گرد جو سیاہ مٹی کے ڈھیلے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ایک عقلمند باغبان کچھ عرصہ کیلئے محنت کرے تو ہی ایک عمدہ بوستان اور گلزار بن جاتے ہیں جنمیں طرح طرح کے درخت بیلیں۔ بوٹے۔ پھل پھول نظر آنے لگتے ہیں۔ اب یہ جنت کا نمونہ باغ ایک وقت تو مٹی کے ڈھیلے ہی تھے۔ لیکن لفظ جنت کا اطلاق اس وقت بھی ان پر ہوسکتا تھا۔ یعنی اس وقت انمیں یہ سب خوبصورتی چھپی ہوئی تھی۔ جو جنت کے پہلے معنی ہیں اب وہ ظاہر ہوگئی۔ اور اس طرح دوسرے معنوں میں جنت بنگئی۔ اس مثال کے بعد قرآنی مفہوم جنت کا شاید مشکل نہ ہوگا ہر ایک انسان کے اندر جنت ہے۔ اس کے اندر ہزارہا قسم کی استعدادیں اور بے انداز قابلیتیں موجود ہیں۔ ان قوئی سربستہ نے ایک دن کھلنا ہے۔ انہوں نے اپنے کمال بلوغت کو دیکھنا ہے۔ ان بالقوی چیزوں کو بالفعل ہو جانا ہے۔ قرآن نے مذہب والہام کا بھی مقصد یہی بتلایا۔ اولئك علی ھدی من ربھم واولئك ھم المفلحون۔ یعنے الہام آسمانی اور ایمان لانیوالے لوگ اپنے رب کی طرف سے ایک راستہ پر قائم ہو جاتے ہیں۔ جو ان کے رب سے انہیں ملا ہے۔ جس پر چلکر وہ فلاح پالیتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ فلاح کے معنے کسی چیز کے اندر کسی اور چھپی ہوئی چیز کو باہر لانا ہے۔ وحی الٰہی نازل ہوکر انسان کو چند ایسی راہیں بتلا دیتی ہے۔ جس پر چلکر اس کی چھپی ہوئی طاقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں انسانی جوہروں میں سے کچھ تو اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن باقی جوہر کل کے کل بعد الموت دنیا میں ظاہر ہونگے۔ یہ دنیا دراصل تیاری کی دنیا ہے۔ ان جوہروں پر اس دنیا کے کچھ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس زمین پر آکر جوہر انسانی سے حجابوں کو اُتار کر اُسے آئندہ ترقی

کے قابل بنا دیتا ہے۔ یہ ایسی جنتی زندگی ہوگی چونکہ اسلامی جنت ترقی کا مقام ہے۔ لہٰذا اگر ایک انسان اپنی روح کو دنیوی حجابوں سے اس دنیا میں پاک صاف کرے۔ تو اسے جنت کا پروانہ ملجائیگا۔ لیکن اگر ایک انسان اپنے قوئی میں آیندہ ترقی کی استعداد پیدا کرنے کے بغیر یہاں سے رخصت ہو یا ان قوئی کو ہی بگاڑے اور انکی تباہ شدہ حالت میں مرے تو لا محالہ فردوس بریں میں قدم رکھنے کے قابل نہیں اسے کہیں اور جگہ جاکر اپنی بگڑی ہوئی صورت کو درست کرنا ہے۔ جن آلائشوں میں اس نے جوہر انسانی کو ڈالدیا ہے وہ جب تک دور نہ ہوں تو آئندہ ترقی کیسی ممکن ہے۔ الغرض جنت میں قدم دھرنے سے پہلے جہاں انسان کو مذکورہ بالا پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جانا ہے۔ اسی کا نام اسلام نے دوزخ رکھا۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے دو لفظوں میں ادا کر دیا۔ قد افلح من زکٰھا و قد خاب من دسّٰھا وہی آئندہ پھلے پھولیگا جو (اپنے جوہر روح کو آلائشوں سے) پاک صاف کرے۔ اور وہی ناکام رہیگا جس نے اپنی قوتوں کو دبا دیا۔ الغرض جو انسان کی دوزخ اور بہشت کا باعث ہے۔ وہ انسان کے اندر ہے یعنی وہ قلب انسان ہے۔ اگر ہم اس کے مخفی جوہروں کو جس کا تعلق نفس مدرکہ سے ہے کامل نشو و نما دیں۔ اور قلب انسان کو باصطلاح قرآن قلب سلیم بنا لے یعنی انسان کا دل جسوقت ہر قسم کے غل و غش سے پاک ہو جائے۔ اور ہر ایک قسم کے جذبات نفس ٹھنڈے ہو جائیں۔ تو ہم اسی دنیا میں اپنی جنت شروع کر لیتے ہیں لیکن اگر ہمارے مخفی جوہر دنیوی خس و خاشاک کے نیچے دب جائیں۔ اور ان پر آلائشوں کا کوڑا کرکٹ ڈھیر کے ڈھیر جمع ہو جائے تو جس طرح جنگلوں میں خود بخود آگ لگ کر زمین کو فالتو چیزوں سے پاک کر دیتی ہے اسیطرح قلب انسانی بھی موت کے بعد اس خس و خاشاک سے الگ ہونے کے لئے یک بیک آگ بھڑکائیگا۔ جو اس مواد ردیہ کو جلا دے۔ چنانچہ قرآن کے حکیمانہ الفاظ نے نار جہنم کو اسیطرح تعبیر کیا۔

نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ - یہ خدا کی آگ انسانی دل پر سے بھڑکتی ہے +

اسلامی بہشت و دوزخ کی یہ ایک مجمل کیفیت ہے - اسکی اصلی حقیقت کیفیت کو سمجھنا انسانی دل و دماغ سے باہر ہے - عذاب جہنم یا انعام جنت کو اس جگہ کما حقہ سمجھ لینا تعقل تصور انسانی میں لانا ایک امر مشکل ہے - اور ایسا ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا - کیا ایک نا بالغ بچہ ہزار درہزار تشریحات سنکر بھی لذت تعلقات زناشوئی سے واقف ہو سکتا ہے - ایک شخص جس کے کان تال سُر سے آشنا ہی نہیں وہ موسیقی کی خوبیوں کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے ایک موٹی عقل اور ناتراشیدہ دماغی کیفیات کا انسان کسی شہر کی خوبصورتیوں کی کیا داد دے سکتا ہے - اب اگر یہ ساری باتیں محالات سے ہیں تو پھر آنحضرتؐ نے صحیح طور پر فرمایا ہے کہ بہشت میں وہ چیزیں ہیں کہ جسے انسانی آنکھ نے نہ دیکھا نہ انسانی کان نے سُنا نہ وہ کسی تعقل تصور میں آسکتی ہیں قرآن کریم بھی یوں ہی فرماتا ہے - وبرزت الجحیم للغوین - اور ان خطاکاروں کے آگے دوزخ کھول دیا جائیگی جو کچھ مختلف کتب ہائے مقدسہ میں بہشت و دوزخ کے متعلق لکھا ہے وہ دراصل تشبیہات و تمثیلات ہیں جیسے کہ قرآن بھی اشارہ فرماتا ہے واتو بہ متشابہ لیکن میں یہ علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ بہشت و دوزخ کی بہتر سے بہتر تشریح جو ادراک انسانی میں آسکتی ہے وہ قرآن و حدیث میں موجود ہے +

الغرض انبساط خوشی راحت آسائش آرام کے خزانے کے خزانے بعد الموت زندگی میں ہمارے لئے موجود ہونگے - اگر ہم قویٰ کی اصلاح کریں لیکن جن لوگوں سے یہاں ہمارے محبت کے تعلقات ہیں مثلاً اہل و عیال ماں باپ بیوی بچے دوست ان اپنے پیاروں کے سوا اگر اس دنیا کی زندگی حرام ہو جاتی ہے تو وہاں جس جگہ احساس دلوراک تیز ہونگے ان کے سوا زندگی اور بھی تلخ ہو جائیگی مگر ہمیں قرآن یقین دلاتا ہے کہ ہم اور ہمارے متعلقین سب کے سب پاک صاف ہو کر بہشت میں داخل ہونگے - ھمرد

ازواجھم فی ظلال علی الارائک متکئون۔ وہ اور انکی بیبیاں سایہ تلے بلند نشستگاہوں میں ہونگے۔ اس جگہ میں بیہودہ اعتراض کو بھی دور کردیتا ہوں کہتے ہیں کہ ہم مسلمان عورت میں روح کا ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ ان نادانوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ بہشتی زندگی ایک روحانی زندگانی ہے۔ ایک ترقی یافتہ روح ہی جنت میں داخل ہوگی۔ جب بروئے تعلیم قرآن عورتیں بھی بہشت میں جاوینگی تو عورتوں کا روح ہونا مسلم ہوگیا۔ پھر قرآن کریم نے موقع بموقع جہاں اخلاقی روحانی ترقیات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں مرد۔ عورت کا یکساں ذکر ہے۔ ازواج مطہرۃ یعنے ہم اور ہماری بیبیاں ہر قسم کے جذبات سے پاک صاف ہوکر خدا کے بہشت میں داخل ہونگے۔ جنتی درختوں کے سایہ تلے ہم اور ہمارے ازواج ہونگے ہماری بیبیاں ہماری حوریں ہمارے بچے ہمارے غلمان ہاں انکے علاوہ بھی جو خدا چاہے عطا کریگا۔ بعض کا خیال ہے جنتی زندگی از قسم جسمانیات ہوگی۔ یہ امر کونسا مشکل ہے جب جسمی چیزیں اور اکی چیزیں ہو جاتی ہیں۔ اور ان ہی کی امور روحانیات پیدا ہوتے ہیں بعض فلسفیوں کے نزدیک اعصاب دماغی باریک دلطیف ہوتے ہوتے خیالات بن جاتے ہیں۔ یعنی اگر جسم اخلاقیات و روحانیات میں منتقل ہوسکتا ہے تو امور روحانی کا لباس جسمی اختیار کرلینا کونسی بڑی بات ہے۔

بہرحال یہ امر ظاہر ہے کہ بہشت دوزخ دونوں کا مدار قلب انسانی ہے مقام و حدود جنت کے متعلق کچھ کہنا بھی ضروری نہیں لیکن اگر کرۂ ارضی جیسی بڑی بھاری چیز اپنی کل قوتوں کو لئے ہوئے قلب انسانی کے کرۂ لحمی میں متشکل ہوسکتی ہے۔ تو کیفیات قلب انسانی کا زمین و آسمان کو اپنے حدود میں لے آنا کونسی بڑی بات ہے قرآن نے صحیح طور پر کہا ہے کہ جنت کے حدود زمین و آسمان تک پھیلے ہوئے ہیں بعض بیہودہ دشمنان اسلام نے جنت قرآن پر نہایت غلیظ حرف گیری کی ہے۔ جس کا بہترین جواب حقارت آمیز خاموشی ہی چاہئے۔ یہ پست فطرت لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حیات بعد الموت میں نسل انسانی کی افزائش نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی اور مزید اولاد پیدا

نہیں ہوتی تو پھر مرد و عورت میں جسمی تعلقات کے معنی کیا ہیں۔ اب یہ امر غور طلب ہے۔ کہ انسان کس طرح اس لازوال راحتی مقام تک پہنچے۔ اسلامی نکتۂ خیال سے میں اس سوال کا جواب دیتا ہوں میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ نفس انسانی میں زمین کی کل قوتیں جذبات و خواہشات کی شکل میں آ جمع ہوئے ہیں انہیں نفرت و حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ اسی سے علم و عمل پیدا ہوتے ہیں یہی جذبات ہم میں بعض ضروریات اور خواہشات پیدا کر دیتے ہیں جن کے اسباب و نتیجہ کے تلاش میں ہمارا علم بڑھ جاتا ہے پھر دریافت اسباب پر ان کے حصول کی کوشش ہماری عملی قوتوں کو حرکت میں لاتی ہے۔ ان جذبات ارضیہ کو ہم دو موٹے عنوان کے نیچے لاتے ہیں۔ غصہ اور شہوات یعنے لوبھ اور کرودھ۔ ہر منتظم حیوانی وجود میں ایک قوت مدبرہ کام کرتی ہے وہ مفید چیزوں کو لے لیتی ہے اور غیر مفید چیزوں سے پرہیز کر لیتی ہے۔ جسم حیوانی میں یہ باتیں ان دو جذبات سے ہوتی ہیں۔ ان کے مشترک عمل سے ہم میں احساس ذاتی پیدا ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت ہم بعض چیزوں کو اپنا اور بعض چیزوں کو دوسرے کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔ یعنی ہم میں میرے اور تیرے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ جو کچھ اسباب تمدن و راحت ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں۔ یہ سب چیزوں کو میرا بنانیکی خواہش نے پیدا کیا۔ یہ خواہش گویا خواہش زندگی اسی سے ہم میں خواہش ملکیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص اس میرا۔ اور تیرا کی خواہش پر لاکھ منہ چڑھائے لیکن جب تک خواہش ملکیت انسانی عمل و حرکت کی موجب ہے۔ اس میرا اور تیرا کو ہم نہیں گنوا سکتے۔ بالشوزم بھی اس خواہش کو نہیں مار سکتا۔ یہ تو عطیۂ فطرت ہے۔ اس کو صحیح طور پر استعمال کر نیسے امور عالیہ پیدا ہوتے ہیں۔ کم سن بچوں کو دیکھو۔ ان میں یہ جذبہ میرا کسقدر مضبوط ہوتا ہے۔ بچہ کسی چیز کو دیکھے اسے اپنی ہی سمجھتا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ بات مجھ سے سُن رکھو کہ جس بچہ میں یہ جذبہ زبردست ظاہر ہو اگر اُسے اچھی تربیت اور عمدہ معاشرے ملگئے تو وہ بچہ قوم کا سرکردہ ہو گا۔ الغرض

یہ جذبہ میرا عطیہ ربی ہے۔ اور اسی کا ظہور نفس انسانی کی پہلی شکل میں ہوا۔ اسی جذبہ کی تہذیب و تادیب کرنی ہے۔ انسانوں میں بعض افراد بالکل حیوان مزاج ہوتے ہیں جس وقت انہیں کوئی خواہش پیدا ہو یا کوئی جذبہ بھڑک اٹھے تو رفع ضرورت کیلئے جو بھی بھلی چیز ان کے راستہ میں آجائے اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ایک گائے بھوک کے وقت اس بات کو نہیں سوچتی۔ کہ جس گھاس کی طرف وہ دوڑ رہی ہے اس کے کھانے کا حق اسے حاصل ہے یا نہیں۔ اسے ہم مدرکۂ حیوانی کہتے ہیں لیکن جس وقت انسان میں دوسرے کے حقوق کا احساس پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ میری اور تیری میں تمیز کرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت نفس انسانی میں جو احساس پیدا ہو جاتا ہے اسے ہم مدرکۂ شخصی کہتے ہیں۔ انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ وہ ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اس سے سوسائٹی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن کوئی سوشل رشتے انسانوں میں قائم نہیں ہو سکتے جب تک میرے اور تیرے کی عزت نہ کیجائے جس کا نام دنیا نے اخلاق رکھا ہوا ہے۔ اسکی پہلی منزل اس میرے اور تیرے کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ انسانی سوسائٹی اس وقت عملی شکل اختیار کر لیتی ہے جب حقوق غیر کی عزت ہونے لگتی ہے اس عزت و لحاظ کے قائم رکھنے کیلئے کل قوانین بنائے جاتے ہیں جناب موسیٰ کو شریعت کے دس احکام اس خاطر دیئے گئے تھے۔ نفس انسانی کی بلوغت و ترقی کی یہ دوسری منزل ہے۔ اس وقت وہی جذبات رذیہ اخلاق بنجاتے ہیں۔ جب ہم دوسرے کے مقبوضات وملکیت کو دوسرے کا سمجھتے ہیں الغرض اس میرے اور تیرے سے جو حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ ان ہی کے لحاظ اور قیام کیلئے قوانین کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں بعض وقت کوئی انسان یا چند انسان مثلاً بادشاہ وقت یا مجلس واضعان قوانین بناتے ہیں۔ یا بعض وقت یہی قوانین بشکل شریعت مذہب لاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے قوانین نافذ الوقت کی عزت کی خواہ وہ انسان سے ہو یا خدا سے۔

یہی احساس ذاتی یا مُدرکہ شخصی انسانی سوسائٹی میں بہت سی تکالیف کا موجب ہوا اسی سے دغا فریب چوری۔ ڈکیتی۔ رہزنی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تمام مذموم افعال اُن ناجائز کوششوں کا نام ہیں۔ جن کے ذریعہ ہم دوسروں کی چیز کو بلا کسی استحقاق کے اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ یہ عدالتوں کے مقدمات یہ باہمی تنازعات یہ لین دین کے جھگڑے سب میرے۔ تیرے کی شکلیں ہیں یعنی وہی میرا اور تیرا جو حسب تشریح بالا علم و عمل اور تدوین اخلاق کا موجب ہوا وہی ان تمام مصائب کو انسانی سوسائٹی میں لے آتا ہے۔ الغرض اس میرے اور تیرے کے امور کو سمجھنا اور ان کو صحیح مقام دینا ہر مذہب و سوسائٹی کا فرض اولین ہے اس معاملہ میں مشرقی اور مغربی مزاج بالکل مختلف واقع ہوا ہے۔ ایک ہندو یا بُدھ مذہب میرے کو تیرے پر قربان کرنے کے لئے آٹھوں پہر طیار رہیگا۔ لیکن ایک مغربی تیرے کی کم پروا کریگا۔ اگر میرا معرض نقصان میں ہو ان دو متضاد مزاجوں نے دو طرح کے حالات۔ خیالات اعمال مختلفہ پیدا کر کے یورپ اور ایشیاء کی تاریخ کو اُلٹ دیا +

یہ دو قسم کے مزاج تاہم حسن و قبح سے خالی نہیں۔ میرے کی قربانی در اصل قربانی نفس ہے۔ اس سے نفس کشی یا بے نفسی کے جوہر انسان میں پیدا ہو کر انسان کے اندرونی دوزخ کو بہشت بنا دیتے ہیں لیکن یہی تعلیم کہ سب تیرا ہے میرا کچھ نہیں بعض انسانوں کو سُست غافل کاروبار سے لاپرواہ بنا دیتی ہے۔ اس فلسفہ سے آہستہ آہستہ قوت عمل مر کر انسان کو حالتِ جمود تک لے آتی ہے۔ تمدن انسانی نے اس سے بہت نقصان اُٹھایا۔ بالمقابل مغربی طبیعت سے کُل قوی تحرک میں آجاتے ہیں۔ قوت عمل تا بحد کمال کام کرنے لگتی ہے۔ ہر ایک طرف انسان جوش خروش سے ہاتھ مارتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا یہ عملی فائدہ ہے۔ وہاں اسی جذبہ میرا نے دنیا کو سخت نقصان پہنچایا۔ یہی نفسانیت اور خود غرضی کو بدترین شکل میں پیدا کر دیتی ہے یہی روح جرمن حکیم نیٹشا کے ظالمانہ فلسفے کا باعث ہے جس نے موجودہ

جنگ پیدا کیا۔ الغرض دونوں مشرق اور مغرب کے میلان طبع نقص سے خالی نہ تھے اسلام نے آکر ان دونوں کی اصلاح کی۔ جس طرح مشرق اور مغرب کے بین درمیان ملک عرب میں اسلام پیدا ہؤا اسی طرح اسلام نے اس میرے اور تیرے کے متضاد مقامات میں درمیانی مقام قائم کیا۔ اسلام کی تعلیم کے ماتحت انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک صحیح کوشش اور جائز عمل سے چیزوں کو حاصل کرے اور انہیں اپنا بنائے۔ اس طرح جب میرے کا مقام طے ہوگیا۔ تو پھر ان مکسوبہ چیزوں میں سے صرف اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کچھ رکھ کر یعنی اسقدر کہ جس سے وہ زندہ رہکر کام کر سکے باقی کل کے کل میرے کو تیرا کر دے۔ یعنی اپنی چیزیں دوسروں کے فائدے میں خرچ کر دے۔ یہ امر کسی قانونی تحکم یا جبر کے ماتحت نہ ہو جیسے کہ سوشل ازم تجویز کرتا ہے۔ بلکہ یہ سب باتیں اس سے بشکل خیرات و حسنات سرزد ہوں۔ ایک ہندو یوگی یا بُدھ مذہب کا بھکشو میرے کو لاکھ کوس سے دیکھے۔ وہ دُنیا کو چھوڑ کر اپنے اطمینان قلب کی تلاش کسی راہبانہ خانقاہ یا جنگل میں کرے۔ جہاں جاکر وہ جذبہ میرا کے تقاضوں سے بچ جائے۔ اُن کے بالمقابل ایک مغربی محنت کرتا کرتا مرجائے۔ حتیٰ کہ سب تیرے کو میرا کر لے۔ لیکن مسلمان کا مقام ان دونوں کے درمیان ہے۔ قرآن و رسُول نے یہی تعلیم دی کہ وہ متدیانہ طریق پر کسب و حصول اشیاء میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے۔ اور جب وہ اس طرح مالک ہو جائے۔ تو پھر اپنی مکسوبہ کو دوسروں کی نذر کر دے لیکن کسی جبر سے نہیں جیسے کہ بالشویک کر رہے ہیں بلکہ رضاء الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے اور ابتغاءً لوجہ اللّٰہ +

فلسفۂ نیٹشا نے تو انسان اکبر کو اس وجود میں دیکھنا چاہا جو اپنی منشاء اور خواہش کو پورا کرتے رہے۔ خواہ اس سے کسی کو نقصان پہنچے۔ اس حکیم جرمنی کے نزدیک مرد وہی ہے کہ جو اسبات کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے کہ اسکے قول و فعل کا کیا نتیجہ ہو رہا ہے۔ اگر وہ اپنی خواہشات پوری کرتے رہے۔ لیکن کتاب حکیم نے جس انسانِ اعظم کو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شکل میں دیکھا اسکی زندگی کا دستور العمل ذیل کے مقدس الفاظ میں بیان کیا +

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ۔ یعنی میرا مرنا جینا میری نماز اور میری قربانیاں سب رب العالمین کے لئے ہے ۔ یعنی اس اللہ کی منشاء کے پورا کرنے کے لئے ہے ۔ جو ہر ایک چیز کا خالق اور پرورش کنندہ ہے +

یہ مقام تکمیل نفس انسانی کی تیسری منزل ہے یہاں پہنچ کر انسان کی کُل سعی و عمل خلق اللہ کے نفع کے لئے ہوتا ہے ۔ امور بالا پر غور کرنے سے ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی نکتۂ خیال میں نفسانیت یا جذبۂ حیوانیت اخلاق اور روحانیات سے کیا مراد ہے ۔ جذبۂ میرا کے جو دلدادہ ہیں وہ مقام حیوانیت پر کھڑے ہیں جو میرے اور تیرے میں لحاظ رکھتے ہیں ۔ وہ اخلاق کے آستانہ پر چلے جاتے ہیں ۔ لیکن جو میرے کو تیرے میں منتقل کرنا جانتے ہیں وہ روحانیت میں قدم رکھتے ہیں ۔ بالفاظ دیگر جو اپنے نفس کی خاطر دوسروں کو نقصان دیتا ہے وہ حیوان ہے ۔ جو اپنے اور دوسروں کے حقوق کو یکساں دیکھتا ہے وہ صاحب اخلاق ہے ۔ لیکن جو دوسروں کے فائدہ کیلئے اپنی ذات کو نقصان پہنچانا جانتا ہے وہ وارث روحانیت ہو سکتا ہے۔ فلسفۂ مشرقی اگر دنیا کو تیاگ تو مغربی فلسفہ دنیا کے پیچھے پڑنا سکھلاتا ہے دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ ہو جانا تعلیم اسلام ہے جس کی مرضی ہو یہ کرکے دیکھ لے معراج روحانیت تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے ۔ آنحضرتؐ کی ذات پاک اس تعلیم کا عملی نمونہ ہے ۔ اس مقام پر پہنچا ہوا انسان یہاں ہی خدا کے بہشت میں جا داخل ہوتا ہے ۔ اس روحانیت کے مالک انسان اپنے بیگانے میں تمیز نہیں کرتے ۔ وہ مروت اور احسان میں کسی استحقاق یا حقوق کے پیچھے نہیں جاتے ۔ خدا کی طرح وہ ایک دوسرے انسان میں تمیز نہیں کر سکتے ۔ اُن کی محنت کے ثمرات یکساں طور پر ہر ایک کو پہنچتے ہیں ۔ وہ عباد الرحمٰن میں سے ہوتے ہیں ۔ کیونکہ فیض رحمانیت بھی بلا امتیاز سب کے لئے ہوتا ہے یہاں ایک انسان متخلق باخلاق اللہ ہوتا جاتا ہے ۔ اس پر خدا کا رنگ چڑھتا ہے ۔ اس کیفیت کو قرآن نے صبغۃ اللہ سے تعبیر کیا ہے ۔ تخلقو باخلاق اللہ

کی بھی تفسیر ہے ۔ اس مقام رُوحانیت کو حاصل کرکے انسان ان کو زندہ کرتا ہے جو دوسروں کی نگاہ میں مُردہ ہوتا ہے ۔ یہی لوگ اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان بخشتے ہیں ۔ جسے اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں ۔ وہ اُن لوگوں کے کاروبار ہوتے ہیں ۔ فطرت کے اسرار ان پر کھل جاتے ہیں جن کو وقتاً فوقتاً یہ بزرگ اپنے مقصد کے حصول میں استعمال کرتے ہیں ان کے فوق العادت کارنامے دیکھ کر معمولی عقل کا انسان حیرت میں چلا جاتا ہے اسکی عقل کچھ کام نہیں دیتی ۔ اور اسی عالم تحیر میں پکار اُٹھتا ہے ۔ کہ یہ تو انسان نہیں یہ تو خدا ہے یہ بھگوان ہے ۔ یہ ابن اللہ ہے ۔ یہ وشنو کا اوتار ہے ۔ نہیں نہیں ۔ دوستو تمہیں یہ غلطی لگ گئی ۔ تم جسے خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو (بشر مثلکم) تم جیسا انسان تم جیسے قویٰ تم جیسی استعدادیں اور تمہاری طرح خاص حدود میں محدود ہوکر چلتا ہے فرق یہ ہے ۔ اسکی استعدادیں چمک اٹھی ہیں ۔ اس کے جوہر مخفیہ روشن ہوگئے ہیں یا بالفاظ دیگر اس نے تکمیل نفس کر دیا ۔ یہ عظیم الشان لوگ خود آگ نہیں ہوتے بلکہ بقول کرشن لوہا ہیں جو آگ میں پڑکر آگ کی صفات حاصل کرلیتے ہیں تمہارے آگے بھی یہ راہ کھلی ہوئی ہے ۔ اسمیں شک نہیں اس کھیت کی کاشت اور کلبہ رانی بہت مشکل ہے ۔ لیکن فصل بھی بیش بہا ملتا ہے ۔ یہ انسانی اکتساب میں ہے ۔ اس کو ہماری اصطلاح میں وِلایت کہتے ہیں ۔ اس کو نبوت سے تعلق نہیں نبوت ان راہوں کو دنیا میں تعلیم دینے آئی ہے جن پر چلکر یہ مقام کسی کو حاصل ہوتا ہے اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ذریعہ وہ تمام کی تمام راہیں قرآن کی شکل میں تمہارے لئے آچکیں ۔ اس لئے نبوت ختم ہوچکی ۔ برادران اگر ان راہوں کو تم کہیں اور نہ حاصل کرسکو تو کچھ مضائقہ نہیں قرآن تمہارے سامنے موجود ہے ۔ اس سے لیلو ۔ وہ سب کیلئے کھلا پڑا ہے خدا تعالے آپکے ساتھ ہو والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

اِس پر لیکچرار ایک لمبی اور زور شور کی تالیوں کی گونج میں بیٹھ گیا۔ اور ڈاکٹر راس پریزیڈنٹ نے ذیل کے الفاظ کہے:۔

ہمنے نہایت مسرت کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب کی باتوں کو سُنا ایسے مواقعے بہت ہی نادر ہوتے ہیں جب خواجہ صاحب کی سی قابلیت فضیلت اور وسعت معلومات کے سے انسان اس فصاحت و بلاغت سے ہمیں اس ہال میں مخاطب کریں میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سب نے اس لیکچر سے لطف اُٹھایا ہوگا۔ میں اپنی طرف سے یہ کہتا ہوں کہ میں بہت ہی اس لیکچر سے محظوظ ہُوا۔ اگرچہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں مسٹر کمال الدین کی ہر ایک بات سے متفق ہوں +

جو کچھ خواجہ صاحب نے مشرق اور مغرب کی طبیعت میں امتیازی نشان بتلایا ہے اس سے میں اختلاف رکھتا ہوں یعنی نفس پرستی اور نفس کی قربانی یہ دونو باتیں دنیا میں ہر جگہ یکساں نظر آتی ہیں۔ ہاں ان کے ماتحت مختلف باتیں مختلف جگہوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی طرف خواجہ صاحب اشارہ کرتے تھے +

اِس کے علاوہ خواجہ صاحب کے لیکچر کا فلسفی حصہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ اور اسمیں بھی جو مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوا۔ ان کے لیکچر میں اسلامی مسئلہ بلوغت وارتقاء (ایولیوشن) یعنی ادنی حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرنا اخلاقیات میں یہ منازل بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس کا نام موجودہ علم سیکالوجی نے رفعت رکھا۔ اس کے علاوہ مجھے لیکچر میں وہ حصہ بھی نہایت ہی دلچسپ نظر آیا جمیں رُوح اور جسم کے تعلقات پر لیکچرار نے روشنی ڈالی۔ اور ان تعلقات کو شخصی۔ خاندانی اور سوسائٹی کے تعلقات میں دکھلایا۔ موجودہ فلسفہ مغربی رُوح اور جسم کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے لیکن اخلاقیات کو سامنے رکھکر اگر ہم اس نظریہ پر غور کریں۔ تو مجھے خواجہ صاحب کے کلام سے کُلی اتفاق ہے۔ انہوں نے کس صفائی سے بیان کیا کہ کس طرح آہستہ آہستہ تمہاری دلچسپیاں کنبہ کے دائرہ سے نکلکر باہر آجاتی ہیں اور ترقی کر جاتی ہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اصول اب ہر جگہ دائرہ و سائر ہو رہا ہے۔ اسمیں خط و کتابت رسل و رسائل ریل جو کے ذریعہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز عالمگیر ہوتی جاتی ہے۔ اور ہم ایکدوسرے کے نشانہ

سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ جس بات کو ہم بٹھانا چاہتے ہیں وہ شخصیت ہی تی ہے۔۔۔۔۔ اخیر میں میں اس لکچر کیلئے خواجہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس مشن میں خواجہ صاحب مصروف ہیں اس کا مقصد یہی کہ زیور علم سے آراستہ دنیا کے آگے صحیح اسلامی نکتۂ خیال پیش کیا جائے۔ اور ہر ایک شخص کو اس تحریک کو خوشی کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔ جس کا مقصد ناواقفوں کے دل سے غلطیوں کو دور کرنا ہے +

رسید زر

یکم فروری لغایت ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

		روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن	جناب شیخ خدا بخش صاحب مردان	۲۰	۴	۰
؍؍ *	؍؍ مجرب خان صاحب مندرگی	۳۵	۰	۰
؍؍	؍؍ ایم ۔ بی عبدالکریم صاحب مدراس	۷۵۰	۰	۰
؍؍	؍؍ این رکن الدین صاحب مدراس	۱۵۰	۰	۰
؍؍	؍؍ ملنگ عبدالقادر صاحب مدراس	۱۵۰	۰	۰
؍؍	؍؍ انعام دار عبدالرزاق صاحب مدراس	۲۰۰	۰	۰
؍؍	؍؍ ڈی ۔ ایچ محمد یوسف صاحب مدراس	۱۰۰	-	-
؍؍	معرفت جناب غلام دستگیر صاحب ترکور ۔ جنوبی ارکاٹ	۲۲۵	۸	۰
؍؍	؍؍ منہاج الدین صاحب مردان دوماہ	۱۰	۰	۰
؍؍	؍؍ محمد اسمعیل صاحب کانپور	۱۰۰	۰	۰
مفت تقسیم	جناب حضور میجر حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۵۰	۰	۰
امداد مشن	جناب ایم محمد غوث صاحب	۴۲	۰	۰
؍؍	کے ۔ اے علی معرفت حضرت امیر اللہ	۲	۰	-

مذکورہ بالا رقوم بصد شکریہ درج رسالہ کی جاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا +

خادم

فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

* اس کے علاوہ احباب مدراس نے سات ہزار کی رقم برائے اخراجات ووکنگ کے لئے ارسال فرمائی ۔ جسکی تفصیل انشاء اللہ بعد ازاں شائع ہوگی

اسلام کے متعلق خیالات

از قلم جناب جعفر مارٹیمر (برکن ھیڈ)

اِن وجوہات کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ ایک گونہ لطف حاصل ہوتا ہے جن سے کہ سچے اور راحت بخش مذہب کے متلاشی قائل ہو کر اپنے مذہبی خیالات میں تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں۔ اور یہ لطف خصوصاً اس وقت دوبالا ہو جاتا ہے۔ جبکہ اِس قسم کے لوگ پُر مغز فلسفہ اور صحیح اصولوں کی تلاش میں کسی ایسے مذہب پر ایمان لے آتے ہیں۔ جو کہ اس مذہب سے زیادہ معتبر اور سچا ہو جس میں انکی تربیت بچپن سے ہوئی ہو +

اسلام کا میں ایک سرگرم پیرو ہوں۔ میں نے اسے قبول کرنے سے پیشتر نہایت درجہ غیر جانبداری اور بے تعصبی کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر اس کے متعلق تحقیقات کی اور انہیں اصولوں سے اسکی صداقتوں کو پرکھا۔ لیکن میں اس امر کے ماننے میں تامل نہیں کرتا کہ اپنے مذہب کو تبدیل کرنے میں انسان کو بہت کچھ پس و پیش کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات بالخصوص انگلستان میں نظر آتی ہے جہانکہ بچپن ہی سے مغربی تعلیم کے اثر سے تمام دیگر مذاہب کے خلاف نفرت اور حقارت دل میں پیدا ہو جاتی ہے مشہور ہے کہ انگریز لوگ اپنے مذہب کے علاوہ کسی غیر مذہب کے علوم الٰہیہ میں دلچسپی نہیں لیتے۔ گو گذشتہ چند سالوں میں ہمنے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے مشہور اہل الرائے نے مشرقی مذہب کی صداقتوں کو قبول کیا ہے۔ انہیں لارڈ سٹنلی ساکن آلڈرلے ہے جو کہ ایک مشہور و معروف خیر خواہ خلق اللہ تھا۔ اور جس نے مرتی دفعہ یہ خواہش ظاہر کی کہ اُسے اسلامی طریق پر دفن کیا جائے +

میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اعتقادی اصول میں فرق نہیں۔ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور باہمی نیک برتاؤ کا اصول بھی ایک ہی ہے۔ ہمیں ایسے فرقے دکھائی نہیں دیتے جن کے اصول مذہبی میں زمین آسمان کا فرق ہو لیکن عیسائیت میں ایسے فرقے جو تعداد میں اس وقت چار صد کے قریب ہیں نظر آتے ہیں۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ انگلستان جیسی جگہ میں جو کہ آزادی کا ملک ہے اور جسے اپنی حریت پر ناز ہے۔ اگر کوئی شخص

دہریہ ہو جائے یا دُنیا پرست ہو کر خدا پر ایمان نہ رکھے تو اس سے کوئی باز پُرس نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی شخص ایک خدا کی پرستش کرنے لگے۔ اور اس پر اور اس کے رسول حضرت محمد صلعم پر ایمان لے آئے تو پھر چاروں طرف سے اس پر تعصب اور جہالت کے تیر برسائے جاتے ہیں مسلمانوں کے خیالات اور اعتقاد کے متعلق انسان ٹھیک طور پر اندازہ نہیں لگا سکتا جب تک کہ مختلف رنگ کے تعصبات سے خود علیحدہ نہ ہو جائے۔ اور اپنے مذہبی لیڈروں کے غلطوں اور لیکچروں اور اخبارات کے مذہبی مضامین کی بھی چنداں پرواہ نہ کرے لیکن صلیبی جنگوں کے وقت سے لیکر آج تک اسلام کی ہمیشہ سخت مخالفت رہی ہے۔ اور عیسائی ممالک میں اسلام کے دشمنوں اور جاہل مصنفوں کی جھوٹی تحریروں کو پڑھ کر اس کے خلاف عام طور پر برائے زنی کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ اس قسم کی تعصبانہ اور ہٹ دھرمی کی باتوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ مصمم کر کے میں نے اسلام کے اصولوں اور اسکی تعلیم پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اور ملک اور رنگ کے خیال کو خیر باد کہکر اور خوف اور شرم سے علیحدہ ہو کر میں نے یہ رائے قائم کی کہ خدا کا اور ان لوگوں کے مذہب کا جو میری طرح ایک ہی بادشاہ کی رعیت ہیں مجھ پر حق ہے کہ میں اس اخوت کو لوگوں پر ظاہر کروں جو اسلام میں پائی جاتی ہے اور میرا یقین ہے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اور ایسا معقول اور مدلل مذہب ہے کہ سب لوگوں کو اسے قبول کرنا چاہئے +

عیسائیت ہمیں سکھلاتی ہے کہ دنیا میں امن قائم رکھو اور ایکدوسرے کے ساتھ نیک نیتی سے پیش آؤ۔ اور کہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ اس طرح محبت کرو جس طرح تم اپنے آپ سے کرتے ہو۔ اور کہ ایکدوسرے سے الفت رکھو۔ یہ آب زر سے لکھنے کے قابل باتیں ہیں لیکن یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر بلا لحاظ رنگ و ملت ان پر عمل کیا جاتا۔ اس صورت میں عیسائیت میں اس قدر فرقے پیدا نہ ہوتے۔ میں اس جگہ خدا کے متعلق عیسائیوں اور مسلمانوں کے ایمان کا مقابلہ مختصراً کرنے کی کوشش کرونگا۔ یہودی عہد نامہ قدیم کے مطابق جہوداہ یعنے خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اس وقت حضرت موسیٰؑ یہودیوں کو قانون اور خدا کا دین سکھلانے کے لئے پیغمبر ہو کر آئے ہم اُسے ایک پیشگوئی کی بناء پر سب سچ قرار دیتے ہیں انکے

بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ پیغمبر اور معلم کی حیثیت میں تشریف لائے - گو یہ ہر دو پیغمبر اپنے خصائل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہ تھے - مسیح نے لوگوں میں وعظ کیا - اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ بھی کیا - اور تمام عمر بھر ایک قسم کی روحانی تعلیم دی لیکن مسیح کی اصلی اور سچی تعلیم میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو اسلام میں پائی نہ جاتی ہو - مگر باوجود اس کے ایک پکا عیسائی سمجھا جانے کے لئے یہ ضروری ہے - کہ بپتسمہ کفارہ مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور اس کے دوبارہ نزول پر ایمان لایا جائے - کیونکہ عیسائی مذہب کے مطابق جبتک اس قسم کا ایمان نہ ہو نجات حاصل نہیں ہو سکتی - اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کیجاتی ہے کہ میں ہی راہ ہوں میں ہی صداقت ہوں - اور میں نور ہوں - اور میری ہی بدولت تمہیں ابدی زندگی مل سکتی ہے - لیکن یہ مجھے سمجھ نہیں آتا - کہ لکھو کہا لوگ جنہوں نے عیسائیت کا نام تک نہیں سنا وہ کسی طرح نجات کی راہ پر قدم نہیں مار سکتے - اگرچہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق اس دنیا میں نیک کام کرتے ہیں اور آخرت میں ان کا اجر اور ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں +

تثلیث کا بھاری مسئلہ جو عیسائیت پیش کرتی ہے آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا - ایک خدا میں تین خداؤں کا ہونا ایام جاہلیت کا ایک مسئلہ ہے - عقل اُسے مان نہیں سکتی - کہ کس طرح دو بادشاہوں کی حکومت یکساں طور پر ہو سکتی ہے - اور تین اشخاص کے خیالات ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں - جناب مسیح نے بحیثیت ایک پیغمبر کے تعلیم دی جس طرح کہ حضرت موسیٰ اور دیگران سے پہلے نبیوں نے - جناب مسیح کی تعلیم کے چھ سو سال بعد جبکہ عیسائیت میں توہمات اور بت پرستی کے رنگ میں مختلف قسم کی عبادات نظر آنے لگیں اور جب دنیا تنزل کی طرف جا رہی تھی - تو حضرت محمد صلعم نے جو کہ عرب کے ایک نہایت متقی معلم تھے ایک مذہب کی بنیاد ڈالی جس کی بنیاد نہایت ہی مستحکم طور پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی جب اس اولوالعزم صحرا کے رہنے والے نے خدا کی واحدانیت کا شور ڈالا تو آپ کی اس قدر مخالفت کی گئی کہ تحریر میں نہیں آسکتی - کیونکہ اس زمانہ میں عربوں اور

عیسائیوں میں توہمات۔ بُت پرستی اور اخلاقی گند اس قدر تھا کہ اسکی نظیر کسی اور جگہ نہ پائی جاتی تھی۔ عربوں کے مذاہب مختلف تھے۔ کوئی اجرام فلکی کی پرستش کرتا کوئی آتش پرستی میں محو۔ کوئی بُت پرست اور کوئی کسی اور اصول کا پابند تھا۔ لیکن اسبات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت محمد صلعم نے تیس سال سے کم عرصہ میں مشرق و مغرب میں اپنا دین پھیلا کر ایک زبردست اصلاح کردی۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں جتنے عیسائی ہیں اتنے ہی مسلمان ہیں۔ اور انگلستان کے ماتحت اسقدر مسلمان لوگ ہیں کہ کسی دوسری طاقت کے ماتحت نہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جس کا لحاظ انگریزوں کو ضرور رکھنا چاہئے۔ جب ہم ان سینکڑوں فرقوں کا جو عیسائیت میں ہیں۔ اور جو ایکدوسرے کے جانی دشمن ہیں خیال کرتے ہیں تو اسلام کی وحدت بالکل نرالی دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ حضرت محمد صلعم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جبکہ بُت پرستی اپنے انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اور جبکہ تمام عبادتگاہیں جنہیں خدا کی کبھی پرستش ہوتی تھی بتوں سے پُر تھیں۔ اور وہاں انکی پرستش کیجاتی تھی۔ تاہم آپؐ نے سود۔ علم رمل بالغیب دانی۔ بچہ کشی۔ سؤر کا گوشت کھانے سے لوگوں کو روکدیا۔ آپؐ نے کثیرالازدواجی کے متعلق بھی شرائط لگادیں۔ اور جو کچھ بھی اچھی بات عیسائی یا یہودی تعلیم میں پائی جاتی تھی اُسے زندہ کردیا +

میرا دعویٰ ہے کہ اسلام بالکل وحدانیت سکھلاتا ہے۔ اور خدا اور انسان کے درمیان کسی واسطہ اور شفیع کی تعلیم نہیں دیتا۔ ہر ایک مسلمان خود ہی اپنا پادری ہے اور سواء عبادت اور نیک اصول کے اور کوئی رسم اسمیں نہیں مسلمانوں نے ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش کیا ہے۔ یعنے وہ مذہب کے لحاظ سے سب آپس میں بھائی ہیں۔ رنگت اور قومیت کی انمیں تمیز نہیں۔ خدا اور قرآن پر انکا ایمان ہے۔ اور جب سے کہ اسلام دنیا میں آیا ہے۔ اس ایمان اور اعتقاد میں کبھی بھی فرق نہیں آیا قرآن شریف کو لکھوکھا لوگ بڑی محبت اور جوش سے پڑھتے ہیں۔ اسے خدا کی طرف سے

الہامی کتاب اور ضابطہ قوانین سمجھتے ہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر جن کا تھوڑا سا میں نے اوپر ذکر کیا ہے کوئی بھی شخص جس کے اندر تحقیق کا مادہ ہے اسلام کے سچے اور معقول اصولوں کو ماننے کے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہی اصول ہمارے زمانہ کے حالات کے عین مطابق ہیں قرآن شریف راستی انصاف۔ آزادی اور رواداری کا از حد حامی ہے۔ مذہب میں اخوت کا ہونا ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر محبت یا رواداری ممکن نہیں۔ مغربی قوموں کو ذرہ بھر بھی خیال نہیں آتا۔ کہ جناب مسیحؑ جو ان کے اپنے پیغمبر تھے وہ خود مشرق میں پیدا ہوئے۔ وہ یہودی النسل تھے۔ اور ان کے مذہب کا جس پر وہ اسقدر ناز کرتے ہیں سرچشمہ مشرق ہی ہے +

جہالت اور بےعلمی کی وجہ سے اسلام پر حملہ کیا جاتا ہے کہ یہ بزور تلوار پھیلایا گیا ہے لیکن اس قسم کے فضول اعتراضات کی کوئی ہستی نظر نہیں آتی۔ اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں یا عقل سے کام لیں۔ ارض مقدس کی طرف ذرہ نظر دوڑائیں تو ہمیں وہاں ایک خوفناک نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ مزار مقدس ہی کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان حد سے زیادہ نفرت اور تعصب پیدا ہوا اور انکی آپس میں لڑائیاں ہوئیں۔ کریمیا کی خندقوں میں ان لوگوں کی نعشیں نظر آتی ہیں۔ جو اس جنگ میں موت کا شکار ہوئے جو کہ عیسائیوں نے اس مقدس مزار پر اپنا دعویٰ قائم کرنے کے لئے کی۔ اسی طرح سوڈان میں بھی عیسائی اور مسلمان سپاہیوں کی ہڈیاں ہمیں بکثرت نظر آتی ہیں یسوع کی فرضی قبر کو قبضہ میں لانے کیلئے آج سے باراں سو سال پیشتر صلیبی جنگیں ہوئیں لیکن آج تک تعصب اور ہٹ برابر قائم ہے +

عیسائیوں میں کئی ایک فرقے ہو گئے ہیں جو ایکدوسرے کے سخت مخالف ہیں اور قانون اور آزادی کو نقصان پہنچا کر اور اسکی پرواہ نہ کر کے اپنے اپنے عقاید کو منوانا چاہتے ہیں لیکن اسلام میں امن اور وحدت کا دورہ نظر آتا ہے۔ اسمیں کوئی ایسی عدالت مقرر نہیں کی گئی جسمیں مذہبی عقاید کی تحقیقات ہو کر لوگوں کو سخت سزائیں دیجائیں اور لوگوں کو شہر بدر کیا جائے۔ جیسا کہ ہسپانیہ سے یہودیوں اور موروں (عربوں) کو کیا گیا۔ عیسائیت کے نام پر اسقدر ظلم اور بےرحمی کو روا رکھا گیا ہے کہ اسلام کے سوا مجھے کسی جگہ بھی آزادی سے سانس لینے

کیلئے جگہ نہیں ملتی۔ اگر کسی مذہب کے متعلق رائے زنی کرنا ہو تو اصل اور بہترین معیار یہی کہ اس مذہب کے پیروؤں کی عملی زندگی کا مطالعہ کیا جائے۔ انسانیت اور تعظیم و تکریم میں محمد صلعم کے متبعین کا مقابلہ عیسائی نہیں کر سکتے۔ کارلائل اپنی کتاب ہیروز اور ہیرو ورشپ میں لکھتا ہے۔ کہ جسقدر جھوٹ جوشیلے لوگوں نے محمد صلعم کے متعلق بیان کیا ہے اس سے ہماری اپنی ہی ذلت ہے۔ پھر وہ لکھتا ہے۔ کہ چونکہ اب ہم میں سے کسی کے مسلمان ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اسلئے میں محمدؐ کی تمام خوبیاں جو از روئے انصاف میں بیان کر سکتا ہوں کرونگا۔ پھر ایک جگہ وہ بیان کرتا ہے کہ محمدؐ کو خدا نہیں مانا جاتا بلکہ جیسا کہ خدا نے بتلایا۔ سے وہ ایک پیغمبر ہے۔ نیز اسلام مسیحیت سے خلاف نہیں بلکہ یہودیت اور عیسائیت کے بین بین ہے +

کارلائل صاحب کی تحریر اس کے اپنے زمانہ کے متعلق ہے۔ لیکن اس وقت اسلام نے بہت ترقی کی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اگر وہ اب زندہ ہوتا تو میرے خیال میں اسکی رائے اسلام کے متعلق پھر بھی اچھی رہتی۔ اور وہ اسلام کو خدا کی طرف سے سچا دین تسلیم کرتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے ایک دیندار عیسائی دوست نے کچھ عرصہ ہوا مجھ سے کہا کہ میں رومن کیتھلک ہونے کی بجائے مسلمان ہونا پسند کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی فرقے ایکدوسرے سے سخت متنفر ہیں۔ یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو خود تو تحقیقات نہیں کرتے۔ لیکن بہ دلیری سے کہدیتے ہیں کہ فلاں شخص کی تبدیلی اعتقاد کی ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں۔ اگر وہ ہمیں سؤر کھانے کی اجازت دے۔ لیکن اگر دیانتداری سے نکتہ چینی اسلام پر کیجائے تو اس کے تمام اصول صحیح اتریں گے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ محمدؐ کی پرستش کی جاتی ہے۔ البتہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ عیسائی لوگ صلیب کی ضرور پوجا کرتے ہیں۔ اسلام میں کثیر الازدواجی پر اعتراض کیا جاتا ہے لیکن میں ان شرائط اور پابندیوں کو بڑے زور سے پیش کرتا ہوں جو اسکے متعلق لگائی گئی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ عیسائیت کے مدعی اپنے گریبان میں منہ ڈالتے۔ اور دیکھتے کہ ان کے اپنے

ملک میں ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ تعلق رکھنے کی مثالیں موجود ہیں حضرت سلیمانؑ کی جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے سات سو بیویاں تھیں - اگر اسلام میں سور کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے تو انا جیل میں بھی حضرت موسیٰؑ کے زمانہ سے اس گوشت کو استعمال نہ کرنے کا حکم موجود ہے - اور خود جناب مسیحؑ نے بھی خنزیروں کے ایک گلہ میں شیطانوں کا لشکر بھیج دیا جن کی وجہ سے وہ دریا کی طرف بھاگ گئے - اور وہاں غرق ہوئے - لحم خنزیر ایک مضر خوراک ہے - کیونکہ خنزیر نہایت گندہ جانور ہے - اور یہ ایک عجیب بات اور بالکل صحیح ہے کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک خاص قسم کی بیماری پائی نہیں جاتی - اسلام نے منشی چیزوں سے بھی روکا ہے - اور کسی مذہب میں بھی پرہیزگارانہ زندگی بسر کرنے پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جس قدر کہ اسلام میں مسلمانوں کو ان کا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ وہ شراب یا کوئی اور نشہ والی چیز استعمال کریں - اور اس حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے - شرابخوری اور دیگر خرابیاں مشرقی ممالک میں بہت کم پائی جاتی ہیں - میرا ایک ایرانی دوست بیمار ہوا - اسے برانڈی پینے کے لئے ہدایت دیگئی - لیکن اس نے اس قسم کی چیز استعمال کرنے کی بجائے موت کو ترجیح دینا پسند کیا - جو شخص کوئی منشی چیز استعمال کرتا ہے وہ اسلامی تعلیم کے رُو سے سچا مسلمان نہیں ہوسکتا - مسلمان نمازوں کے بہت پابند ہوتے ہیں - اور جہاں کہیں موقعہ ملے پڑھ لیتے ہیں - اسلئے دوسرے مذاہب کو ان کے اس فعل سے شرمسار ہونا چاہئے - سخاوت کرنے میں بھی وہ بہت دلیر ہوتے ہیں - اور جو کچھ بھی ان کے پاس ہو وہ خدا کی راہ میں دینے پر تیار ہو جاتے ہیں - اسمیں شبہ نہیں کہ مشرق کے بہت سے رواجات مغرب والے کی طبع کے موافق نہیں - مثلاً انگلستان میں عزت اور تکریم ظاہر کرنے کے لئے ٹوپی اُتاری جاتی ہے - لیکن اگر یہی رواج مشرق میں جاری ہو تو وہاں اس سے آفتاب کی حرارت سے صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے - وہاں اس لئے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا جاتا ہے اگر نماز پڑھنے کے وقت جوتا اُتارا جاتا ہے - تو انجیل مقدس میں بھی تو اسی قسم کا حکم

ہے۔ اور اس پر یہودیوں اور عیسائیوں کا ایمان ہے۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے
کہ جہاں تم عبادت کرتے ہو وہ پاک جگہ ہے عیسوی مذہب عبادت کے وقت
گھنٹے بجاتے ہیں لیکن مسلمان اس وقت اپنی مسجدوں کے مناروں سے اذان
دیتے ہیں۔ میں دُعا کرتا ہوں۔ کہ خدا وہ دن جلد لائے جبکہ اس قسم کی پُر معنے
آواز نماز کے لئے تمام انگلینڈ میں سُنائی دے۔ تاکہ وہ مسلمان جو دور دراز ممالک
سے یہاں آئے ہیں وہ عبادتگاہ کی طرف جائیں۔ اور اس سے ہماری مسلمان رعایا میں
از حد خوشی پیدا ہوگی +

وہ لوگ. جو ٹرکی میں اسلامی طرز حکومت کے خلاف اخباروں میں لکھتے ہیں
یا گرجوں میں وعظ کرتے ہیں یا عام جلسوں میں تقریریں کرتے ہیں انہیں خیال
رکھنا چاہئے کہ ان کا یہ طریق عمل ایک شریف قوم کا دل دکھانے کے لئے کافی
ہے۔ اس سے وہ گویا ہندوستان اور دیگر ممالک کے لکھو کہا مسلمانوں کی بیعزتی اور ہتک
کرتے ہیں۔ انگلستان میں جو کچھ بھی سخت سُست اسلام کے خلاف کہا جاتا ہے وہ قابل
افسوس ہے۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہاں اس سب کے ذمہ وار متعصب عیسائی
ہی ہیں تو عوام کی ذمہ واری کم ہو جاتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو جو سچائی اور صداقت کے
حامی ہیں۔ دلیری اختیار کرنی چاہئے۔ اور جو ان میں سے کمزوروں کی حمایت کرنے سے
ڈرتے ہیں وہ خود ایک طرح سے غلامی کی حالت میں ہیں۔ گو ابتدا میں ان کے
ساتھ بھی تعصب کیا جائیگا۔ اور ان پر تمسخر کیا جائیگا۔ لیکن انجام کار انکی عزت
ہی ہوگی۔ اگر حضرت محمد صلعم کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو زندگی کے اعلےٰ درجہ پر
انسان پہنچ سکتا۔ اور وہ ہر جگہ مسلمانوں میں بھائی کی طرح سمجھا جائے گا۔ خواہ
وہ دُنیا کے کسی حصہ میں ہو۔ گویا اسلامی
محبّت اور اخوت کی وجہ
سے سب یکجان ہوجاتے
ہیں +

تاجران کتب اور بک ایجنسی والوں کو پچیس فیصدی کمیشن

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳؍ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجلہ لندن - یہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے - اور بعض احباب کی فرمائش کے بعد میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں +

۱- سلسلہ خطبات غربیہ سوم مسجد ووکنگ ابتدائی خطبہ	۴- دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۲- ″ ″ توحید - دعا - تصوف	۵- اسلام اور دیگر مذاہب
۳- ″ ″ خطبات عیدین	۶- حقوق نسواں

[illegible]

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن مجازی فطرت کا خزانہ علمی ، ادبی ، تمدنی ، اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا و جناب مارمیڈیوک صاحب پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف لوزر ایٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں - اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے - قیمت ۶ مجلد ۱

مروارید ثلاثہ

۱- براہین نیرہ - حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت ۱۲

۲- اسوۂ حسنہ ″ ″ بہ زندہ و کامل نبی ″ ۸

۳- ام الالسنہ ″ ″ بہ زندہ و کامل زبان ″ ۱۲

ان تینوں کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں کہ اب دنیا میں کتاب بجز قرآن کے زندہ نہیں (حضرت محمد [illegible] [illegible] براہین نیرہ میں بحیثیت کل کتب مقدسہ کے مطابق قرآن ہی حق تام اور کامل الہام ہے [illegible] [illegible] اسوۂ حسنہ میں انسانی رہنمائی کیلئے آنحضرت صلعم کا کامل [illegible] [illegible] ام الالسنہ میں [illegible]

المشتہر - منیجر مسلم بک سوسائٹی - عزیز منزل لاہور

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد ۷	بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر ۷

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں
رسالوں کی آمدنی سے تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ
کی آمدنی اشاعت سے لنگ مسلم مشن کے ایک حصہ کی اخراجات کی مدد ہو سکتی ہے

ضروری اعلان

(۱) تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے

(۲) اشاعت اسلام ہمارا ہی رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے - منیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو یادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں تاخیر نہ کرو + منیجر

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان) یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :-

۱ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
۲ - " " " توحید و عام تصوف
۳ - " " " خطبات عیدین
۴ - دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵ - اسلام اور دیگر مذاہب
۶ - حقوق نسوان

بقیہ فہرست ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے +



H. Omar Flight

MR. H OMAR FLIGHT.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۷)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	.. مترجم	۳۹۰
۲	ہندوستان میں تبلیغ اسلام	از جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے	۳۹۱
۳	رسید زر	فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ	۳۹۲
۴	اسلام اور مفہوم اسلام	از محترم خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری	۳۹۷
۵	برکات مصائب	از جناب حافظ محمد حسن صاحب بی اے	۴۲۷
۶	مسیحی سائنس	ایک صوفی کی قلم سے	۴۳۴

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ مسٹر ابیح عمر فلائیٹ کی تصویر شائع کیجاتی ہے +

سال ۱۹۱۸ء و ۱۹۱۹ء کا حساب حضرت خواجہ صاحب کی طویل علالت طبع کی وجہ سے عرض التوا میں رہا۔ جو حضرت خواجہ صاحب کی ہدایات کے ماتحت اب دفتر لاہور میں مرتب ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگست ۱۹۲۱ء کے رسالہ میں ہدیۂ ناظرین کرام کر دیا جاویگا +

گرانی اشیاء طبع و کاغذ و دیگر مصارف نے ہمیں مجبور کر دیا۔ کہ رسالۂ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ بجائے تے رسالانہ کے للعہ سالانہ کر دیا جائے اضافہ چندہ مبلغ عہ جن کرمفرماؤں کے ذمہ واجب الادا تھا۔ انکی خدمتمیں متفرقاً دفتر رسالہ اشاعت اسلام سے خطوط بھی ارسال کئے گئے تھے جس پر بعض احباب نے ہمارے پیش آمدہ اخراجات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ازراہ ہمدردی اضافہ چندہ ارسال بھی فرمایا جس کے ہم تہ دل سے ممنون ہیں۔ باقی بہی خواہان کیخدمتمیں بھی استدعا ہے۔ کہ اضافہ چندہ جن کے ذمہ ہے۔ وہ بھی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان کا چندہ بھی گرانی اشیائے مطبع کی وجہ سے مئی ۱۹۲۱ء سے بجائے صہ سالانہ کے ععہ کیا گیا ہے۔ اور صفت تقسیم رسالۂ انگریزی کی شرح صہ سالانہ ہے +

ناظرین کرام ازراہ کرم اپنے حلقۂ اثر میں تحریک توسیع اشاعت مسلمات فرما کر عنداللہ

ماجور ہوں۔ ان ہر دو رسالجات کی توسیع اشاعت گویا یورپ میں اشاعت اسلام کے مہتم بالشان کام کو مالی تقویت دینی ہے کیونکہ انہی ہر دو رسالجات کا منافع بہت حد تک مشن انگلستان کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے۔ اگر ہمارے ناظرین کرام میں سے ہر ایک ایک جدید خریدار اردو رسالہ کا اور ایک خریدار انگریزی رسالہ کا بہم پہنچا دیں۔ تو ہمارا حلقۂ خریداری بہت وسیع ہو سکتا ہے +

رسالہ ہذا میں حضرت خواجہ صاحب کا مضمون "اسلام اور مفہوم اسلام" ناظرین کے قابلِ مطالعہ ہے +

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

نمبر ۲

از جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے

سلسلہ کے لئے دیکھو اشاعت اسلام بابت ماہ مئی ۱۹۲۱ء

صوبہ بمبئی کے بڑے بڑے تجارتی مرکزوں اور خاص شہر بمبئی میں بھی اس وقت خوجوں اور بوہروں کی بہت بڑی جماعتیں موجود ہیں ان میں بکثرت مالدار تاجر ہیں جو ابتدا میں ہندو تھے لیکن وہ واعظینِ اسلام کی ہمت و کوشش سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان واعظین (اسلامی مشنریوں) میں سے زیادہ تر مشہور پیر صدرالدین اور عبدُاللہ تھے۔ عبدُاللہ کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک بہت بڑے عالم اور زاہد تھے۔ اور آپ سے کرامات بھی ظاہر ہوتی تھیں۔ اس شخص کی برکت سے بہت سے ہندو اسلام میں داخل ہوئے۔ اسلئے بعض کا خیال ہے۔ کہ وہی بوہرہ قوم کے بانی مبانی تھے لیکن بعض کہتے ہیں۔ کہ بوہروں کو ایک ملا علی نامی مبلغ اسلام نے مسلمان کیا جس کے متعلق ایک اہلِ تشیعہ مؤرخ نے حسب ذیل تحریر کیا ہے:

چونکہ ان دنوں گجرات کے لوگ کفر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور ان کا مذہبی پیشرو ایک بوڑھا شخص تھا۔ جس کی تعلیم پر وہ بلا سوچے سمجھے عمل کرتے تھے مُلا علی نے لہذا یہی بہتر سمجھا کہ اس بوڑھے کی خدمت حاضر ہو کر اس کا چیلا بن جائے۔ تاکہ اسلام کو اس کے روبرو بدلائل پیش کر کے اُسے مسلمان کرے۔ اور بعد ازاں دوسروں کو بھی اسلام کے جھنڈے تلے لے آئے۔ چنانچہ ملا علی نے چند سال اس بوڑھے شخص کی خدمت میں صرف کئے۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کی زبان سیکھ کر اُن کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے علوم سے واقفیت پیدا کی۔ پھر رفتہ رفتہ مذہب اسلام کی صداقت اُس عالم پر ظاہر کی۔ اور اُسے مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ اس بوڑھے کے اسلام لانے پر اس کے بعض چیلوں نے بھی اسکی تقلید کی۔ آخرش اس ملک کے حکمران کا وزیر اعظم بھی اس بوڑھے کے تبدیل مذہب کی خبر پاکر اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسکی روحانی تعلیم اور ہدایات کے مطابق وہ بھی اسلام میں داخل ہو گیا۔ مدت تک تو اُس بوڑھے نے اور وزیر اعظم اور دیگر نومسلموں نے اپنے نئے مذہب کا اظہار بادشاہ کے خوف سے نہ کیا۔ اور اسے اس امر کا علم نہ ہونے دیا۔ آخرش بادشاہ کے پاس وزیر کے مسلمان ہونے کی رپورٹ پہنچی۔ اور اُس نے اس کے متعلق تحقیقات شروع کی۔ چنانچہ وہ ایکدن بلا اطلاع وزیر کے گھر پہنچا۔ اور اُسے نماز کی حالت میں سربسجود پاکر کبیدہ خاطر ہوا وزیر بادشاہ کی آمد کی غرض کو پاکر تاڑ گیا۔ کہ اس کے سربسجود ہونے کی وجہ سے بادشاہ کے دل میں شکوک پیدا ہوئے ہیں جو اسکی ناراضگی کا موجب ہوئے ہیں لیکن اِس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اسکی یاری کی۔ اور اس نے کہا۔ کہ وہ اس قسم کی حرکات اسلئے کر رہا تھا۔ کہ اُسے اس کمرہ کے کونہ میں ایک سانپ دکھائی دیا تھا۔ اور جب بادشاہ اس کونہ کی طرف گیا۔ تو اتفاقاً اسکی نظر ایک سانپ پر پڑی اس طرح اس کے دل سے تمام شبہات دور ہوئے۔ اور اس نے وزیر کی بات کو صحیح تسلیم کیا۔ کچھ مدت کے بعد خود بادشاہ نے بھی خفیہ طور پر اسلام قبول کیا۔ اور اپنے نئے

عقیدہ کا اظہار مصلحت ملکی کی وجہ سے نہ کیا لیکن جب اسکی موت کا وقت نزدیک آیا تو اس نے حکم دیا۔ کہ اسکی لاش کافروں کی طرح جلائی نہ جائے۔

کچھ اور گجرات کے بہت سے مسلمان بھی ہندو نسل کے ہیں مسلمان واعظین کی کوشش اور سعی سے وہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان واعظین کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف تلقین و وعظ ہی کیا کرتے تھے بلکہ صاحب کرامت بھی تھے مثلاً ان میں سے ایک کی دعا سے جس کا نام امام شاہ سکنہ پیرانا تھا دو سال کی امساک باراں کے بعد رحمت الٰہی کا نزول بشکل بارش ہوا"۔

بنگال میں بھی ان اسلامی واعظین کی کوشش بہت بارور ثابت ہوئی ہے اس وجہ سے نہیں کہ وہاں اسلامی سلطنت تھی۔ بلکہ عوام اُس ذلت کی زندگی سے نکلنا چاہتے تھے جو ہندو مذہب نے اُن کیلئے مقدر کر رکھی تھی۔ اس علاقہ کے بیرونجات اور دیہات میں مسلمانوں کے بکثرت ہونے اور اسلامی دارالسلطنت میں ان کے بہت کم پائے جانے سے بھی ہمارے خیال بالا کی تائید ہوتی ہے۔ ان اسلامی مشنریوں میں مذہبی جوش صدر درجہ کا تھا۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور مساوات انسانی کی تعلیم لوگوں کو دیتے تھے۔ جو اس قسم کے لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے ایک برکت کے رنگ میں تھی جنکی تربیت اور پرورش ایسے حالات کے ماتحت ہوئی تھی جو مذہب و ملت کے دلسوز تفرقہ کے مؤید تھے۔ اس نئے مذہب کی سادگی اللہ تعالےٰ کے یکساں فضل انسانی مساوات اور سب سے بڑھکر خدا کے متعلق اعلےٰ اور وسیع خیال نے لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ اور وہ شرح صدر کے ساتھ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس وقت حکمران قوم کا مذہب بھی اسلام تھا ممکن ہے، کہ بعض لوگ دنیاوی حکومت کے اثر سے ہی مسلمان ہوئے ہوں۔ کیونکہ حکمرانوں کے مذہب پر چلنے کا میلان بھی بعض کے دل میں ہوتا ہے۔ تاہم اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اسلام کی روحانی فتح بنگالہ میں بالخصوص اس کے مبلغین کی ہمت و کوشش سے ہوئی۔

اِس جگہ ایک بین ثبوت اِس امر کے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ کہ کس طرح اسلام کی تعلیم نے ایک ایسے حکمران پر اثر کیا۔ جو کسی دنیاوی غرض و لالچ کی وجہ سے کبھی بھی اپنا مذہب تبدیل نہ کرتا یعنی راجہ کنس کا بیٹا جیمل نامی ہندو مذہب کو ترک کر کے خفیہ طور پر اسلام کا معتقد ہو گیا۔ جب ۱۴۱۴ء میں اس کے باپ کا انتقال ہوا۔ تو اس نے تمام افسروں کو جمع کر کے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اس امر کا بھی اعلان کر دیا۔ کہ اگر امرا و وزرا اس وجہ سے تخت نشینی کے خلاف ہوں تو وہ حکومت اپنے بھائی کے سپرد کرنے پر بالکل آمادہ ہے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا۔ کہ وہ اسے بلالحاظ مذہب بادشاہ تسلیم کرنے پر رضامند ہیں چنانچہ چند ایک مسلمان عالم بلوائے گئے۔ اور اس کے روبرو راجہ مذکور نے ہندو مذہب کو چھوڑ علے الاعلان اسلام کو قبول کیا۔ اس کا نام جلال الدین محمد شاہ رکھا گیا۔ اور تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ اس کے زمانے میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے +

ان تمام اسلامی مشنریوں کے نام جنہوں نے بنگالہ میں کام کیا۔ ہم تک نہیں پہنچے لیکن ابتدائے زمانہ میں سب سے اعلےٰ کام کرنیوالوں میں سے شیخ جلال الدین صاحب کا نام ملتا ہے جو کہ ایک مشہور ولی اللہ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی کے شاگرد تھے سیر و سیاحت کرتے ہوئے وہ بنگالہ پہنچے۔ اور اس جگہ مدت تک قیام کیا ۱۲۴۴ء میں اِس بزرگ کا انتقال ہوا۔ اسکی مزار کا کہیں پتہ نہیں ملتا لیکن بنگالہ میں ایک مشہور مقبرہ اسکی یادگار میں تعمیر کرایا گیا تھا +

میں نے ہندوستان کے بڑے بڑے علاقوں میں ترقی و تبلیغ اسلام کا ذکر اُوپر کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ کس طرح مسلمان مشنریوں نے اسلام کیلئے جدوجہد کی۔ لیکن بعض ایسے مشہور مبلغین بھی گذرے ہیں جن کا اثر مذہبی رنگ میں تمام ملک پر رہا ہے مثلاً حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی۔ یہ بزرگ گو اجمیر ہی میں قیام فرما ہوئے۔ اور اسی جگہ انکا وصال بھی ہوا۔ لیکن تمام ہندوستان بھر میں انکے نام کی تعظیم ہوتی ہے۔ ان کا اصل وطن ایران تھا۔ اور وہ نہایت دیندار اور جید عالم

تھے۔ جب وہ حج کو تشریف لیگئے تو مکہ معظمہ میں انہوں نے رسول اکرم صلعم کی زیارت خواب میں کی۔ آپ نے انہیں یوں فرمایا:۔

" اللہ تعالیٰ نے ہندوستان تمہارے سپرد کیا ہے۔ وہاں جاکر اجمیر میں سکونت اختیار کرو۔ تمہارے اور تمہارے مریدوں کے زہد وتقویٰ سے انشاء اللہ اس سرزمین میں اسلام پھیلیگا"۔

اِس فرمان کے مطابق حضرت چشتی صاحب ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ پہلا شخص جس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ایک جوگی تھا جو کسی راجہ کا گرو تھا۔ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں انکا نام مشہور ہوگیا اور اجمیر ایک مذہبی مرکز سمجھا جانے لگا۔ جب وہ اجمیر تشریف لیجا رہے تھے تو انہوں نے دہلی میں قریباً سات سو آدمی مسلمان کئے۔ انہیں لوگ بڑی عزت سے اسوقت تک یاد کرتے ہیں۔ اور ہر سال اجمیر ایک عرس ان کی یادگار میں ہوتا ہے۔ اور ہر طرف سے لوگ ان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ایکدوسرے صاحب بھی جنہوں نے اسلام کے لئے بڑی کامیابی سے سعی کی سید جلال الدین صاحب ہیں جو کہ ۱۱۹۹ء میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ یہ صاحب ہند میں آکر اوچ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور بہت سے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا۔ ان کی اولاد ان کے مقبرہ کی متولی ہے۔ اور لوگ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے پوتے حضرت سید مخدوم جہانیاں تھے۔ جنہوں نے نہایت کامیابی سے تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ اور اور پنجاب میں بعض قوموں کو طلقۂ اسلام کے اندر لانے کا سہرا انہیں کے سر پر ہے۔

بارھویں صدی کے اخیر میں عراق (ایران) سے ایک اور مبلغ ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور دہلی کے قریب شہر پانی پت میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ ان کا اسم گرامی بوعلی قلندر تھا۔ اس شہر میں ایک کثیر تعداد معزز مسلمانوں راجپوتوں کی ہے جن کا بیان ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ امر سنگھ اسی بزرگ کی بدولت نعمت اسلام سے متمتع ہوا۔ اسی طرح تبلیغی کام ہند میں جاری رہا۔ مگر انیسویں صدی کے آخری حصہ

میں دائرہ اسلام کو وسیع کرنے کی کوشش از سر نو بڑی کامیابی سے کی گئی۔ چونکہ یہ کام محض مختلف افراد نے کیا تھا۔ اس لئے کوئی تفصیلی رپورٹ اسکے متعلق موجود نہیں لیکن مختلف ذرائع سے جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی مبلغ ہمیشہ اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں کو مسلمان کیا کرتے تھے۔ حاجی محمد صاحب مبلغ اسلام کے متعلق لکھا ہے۔ کہ انھوں نے قریباً دو لاکھ ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ممکن ہے کہ یہ تعداد مبالغہ سے خالی نہ ہو لیکن اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ مبلغین اسلام نے بہت بڑی روحانی فتوحات کیں جن کے لئے وہ کسی مسلمان حکمران کے مشکور و ممنون نہیں +

(باقی آیندہ)

رسید زر

بکم مارچ ۱۹۲۱ء لغایت اخیر اپریل ۱۹۲۱ء

امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب انجینیر نہر مردان صر/
" شیخ خدا بخش صاحب مردان عـہ/۲
" عبد الرحمن خان صاحب لکھنو ۲۵ـہ/
مفت تقسیم رسالہ عالیجناب میجر پرنس حاجی محمد عبد اللہ خان صاحب بھوپال ۵ـہ
امداد مشن جناب پی محمد یوسف بنگلور صر/
" " صفدر علی محمد صاحب تاجر پشاور صر/
" " سید امیر شاہ صاحب میانوالی ـہ/
" " پیر محمد خان صاحب ۱۳ـہ/
" " بابو فضل کریم صاحب پشاور عـہ/
" " بابو مظفر احمد صاحب مالاکنڈ عـہ/
" " حاجی شیخ محمد صاحب گجرات ۲۵ـہ/
" " کھنڈے خان صاحب رہتک ۸/
امداد و مفت نعیم محمد خان صاحب مردان ۱۲۱ـہ

امداد مشن ـ جناب منہاج الدین صاحب مردان صر/
" " شیر محمد صاحب ـہ/
" " بدر الدین عـہ
" " شیخ خدا بخش صاحب مردان عـہ/۲
" " محمد حبیب اللہ خان صاحب برہٹہ چھاونی صر/
" " معلوم الاسم ڈاکٹر صاحب از [redacted] عـہ
" " شیر محمد صاحب سیالکوٹ ۱۰ـہ
" " محمد احمد اللہ خان صاحب مردان ـہ/
" " گل محمد صاحب کلکتہ ۱۰ـہ
مفت تقسیم " " " صر/
امداد مشن جناب امیر بخش صاحب لدھیانہ ۲۰ـہ

مندرجہ بالا رقوم بصد شکر یہ درج کیجاتی ہیں۔ جزاکم اللہ واحسن الجزا +

فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

اسلام اور مفہوم اسلام

ذیل کا لیکچر حضرت خواجہ صاحب۔ نے بصدارت ڈاکٹر ونسٹڈ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن سنگاپور بمقام ٹاؤن ہال سنگاپور دیا۔ جہاں سامعین کی تعداد ہزار دو ہزار تھی۔ اس لیکچر کا خاص حصہ یورپین کمیونٹی تھی۔ دراصل جن کی درخواست پر یہ لیکچر دیا گیا۔ مترجم

ایک سرسری نگاہ سے بھی اگر آپ صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کریں۔ تو ہر ایک چیز ہمارے اردگرد شاہراہ ترقی پر گامزن نظر آتی ہے۔ ہر ایک چیز میں قوتیں اور استعدادیں چھپی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جن کے اظہار اور نمو کے لئے یہ چیزیں وقت اور حالات کی منتظر رہتی ہیں۔ ہر ایک چیز کا قدم آگے ہی نظر آتا ہے اور یہ سب کچھ ایک مقررہ قانون کی اطاعت میں ہو رہا ہے۔ گویا ہر ایک چیز کیلئے ایک مقررہ کمال ہے۔ جس کے حصول کے لئے اسے ایک مقررہ راہ پر چلنا اور یہ راہ دستِ قدرت نے اُسکے لئے پہلے ہی سے مقرر کر رکھا ہے۔ یہ چیزیں بلاتامل اُن مقرر کردہ قوانین اور راہوں پر چل رہی ہیں۔ اور اس طرح حقیقی نشوونما پا لیتی ہیں۔ ان بڑے بڑے مظاہر قدرت کو بھی دیکھئے۔ جن سے زمین و آسمان آراستہ ہیں۔ ان کی زندگی اُن کا گھٹنا بڑھنا۔ ان کا ایکدوسرے کو فائدہ پہنچانا یہ سب کا سب کارخانہ قوانین کی زنجیروں میں جکڑا ہُوا ہے۔ گویا خدا کی طرف سے بنے بنائے قوانین صحیفۂ قدرت کی ہر ایک چیز کیلئے مقرر ہیں۔ جن پر چلنے کیلئے وہ مجبور ہے۔ اِن قوانین الٰہیہ کی اطاعت کو عربی زبان میں اسلام کہتے ہیں۔ اِن مذکورہ بالا حقائق کو کیسے لطیف پیرایہ میں خدا کی کتاب ذیل کے الفاظ میں بیان کرتی ہے:۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ۔ خدا کے دین کے سوائے کیا یہ لوگ کوئی اور دین تلاش کر سکتے ہیں (کیوں ایسے

اِردگرد نہیں دیکھتے؟ ہر ایک چیز زمینی و آسمانی طوعاً و کرہاً خدا کی اطاعت میں ہے۔ اور اسی طرف اُس کا رُخ ہے۔ خدا کے نزدیک جو دین ہے وہ اسلام ہے یعنے اس کے قوانین پر چلنا +

اِن مُقدس الفاظ میں قرآن مذہب کائنات کی تعریف کرتا ہے۔ جس کا ذرّہ ذرّہ مذہب **اطاعت قوانین** یعنی اسلام پر چل رہا ہے۔ آخر انسان بھی کیا انہی ذرّات کا ایک مجموعہ ہے۔ وہ اِن ذرات کی ترکیب کا ایک بہترین ماحصل ہے اور کائنات کا ایک افضلتر نمونہ ہے۔ وہ اِس مذہب سے کب خالی رہ سکتا ہے اس مذہب سے الگ ہونا گویا اپنی فطرت سے الگ ہونا ہے۔ وہ اِن چیزوں کے میلان سے جن سے اسکے جسم نے ترقی پائی ہے کب الگ ہو سکتا ہے۔ نیچر کا ذرّہ ذرّہ اس کے جسم میں آ جمع ہؤا ہے۔ ہر ذرّہ کا مذہب اسلام یعنی اطاعتِ قوانین ہے۔ تو مجموعہ ذرات یعنی اِنسان کس طرح اس مذہب سے جدا ہو سکتا ہے۔ اِنسان کو عالم صغیر کہا گیا۔ اس کے اجزاے بدن کو چھوڑ، جو اس کے اعضاء و جوارح ہیں ان کے ساتھ بھی ایک نہ ایک قانون لگا ہؤا ہے جنکی اطاعت پر ان جوارح کی ہستی اور ان کا ایکدوسرے کے مفید ہونا منحصر ہے۔ اِنسان کی اپنی فطرت بھی مقررہ قوانین کی اطاعت پر مجبور ہے۔ مذہب حقہ انسان کیلئے وہی ہے۔ جو اسکی فطرت کے مطابق ہے اسکی فطرت کی اطاعت ہی دراصل اس کا مذہب ہو سکتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف قرآن اشارہ فرماتا ہے

فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلك الدین القیم

ترجمہ۔ دین قیم وہ فطرت ہے جس پر خدا تعالےٰ نے اِنسان کو پیدا کیا۔ اِن جامع الفاظ میں قرآن کریم اِنسان کو اس کا مذہب دیتا ہے۔ اسلام یعنے اِن قوانین الٰہیہ کی پیروی جن سے ہماری فطرت کے جوہر ظاہر ہوں +

مقصد مذہب

اِس تعریف کے بعد مضمون زیر بحث کا ایک پہلو ہمارے سامنے آجاتا ہے یعنی مقصدِ

مذہب۔ قرآن کریم ذیل کے الفاظ میں اس مقصد کو بیان کرتا ہے۔ اولئک علیٰ ھدیً من ربھم و اولئک ھم المفلحون۔ ترجمہ (خدا کی طرف سے مذہب آکر ایک راہِ ھُدیٰ پیش کرتا ہے۔ جس پر چلکر انسان فلاح پالیتا ہے۔ لفظ فلاح کے معنے جہاں کامیابی ہیں۔ وہاں اس کے ابتدائی معنے کسی مخفی چیز کا ظاہر ہوجانا ہے حقیقت کامیابی بھی یہی ہے۔ یعنی جسقدر کسی میں استعداد ہو۔ وہ علیٰ وجہ الکمال ظاہر ہو۔ ایک عظیم الشان شاہ بلوط جیسا درخت بڑ یا آم جیسے درخت کا بیج جو ایک چھوٹی سی چیز ہوتی ہے۔ ان سب کی ابتدا اور ایسے ہی ہر پھل پھول والے درخت کی ابتدا تخم سے ہوتی ہے۔ جو دیکھنے کو تو ایک مختصر سی چیز ہے لیکن اسمیں درخت کا تنا درخت کی شاخیں پتے پھول پھل سب کچھ ہی موجود ہوتا ہے جسمیں مقررہ قوانین کی اطاعت (یعنے اسلام) کرنے سے سب کچھ اپنے وقت پر ظاہر ہوجاتا ہے۔ یہ ایک درخت کیحالت ہے اسکے مقابل انسان تو ایک عالم۔ ایک کائنات کا مجموعہ ہزار در ہزار اور لاکھ در لاکھ قوتیں اور استعدادیں اسمیں مخفی ہیں۔ کیسے کیسے جوہر اور کمالات اسکی فطرت میں مضمر ہیں۔ اگر ایک چھوٹا سا قطرہ خون (علقہ) اپنے مناسب محل و موقعہ پر قرار پاکر جسمانیات میں ایک خوبصورت انسان بن سکتا ہے تو اخلاقیات اور رُوحانیات میں کیسے کیسے خوبصورت جواہر اس قطرۂ خون سے نکل سکتے ہیں لیکن اگر نطفہ مقررہ راہوں پر چلنے سے ہی انسان بنتا ہے۔ تو پھر اخلاقی اور روحانی لطائف کا ظاہر ہونا بھی قوانین کو ہی چاہتا ہے۔ ان قوانین کا دینا مذہب حقہ کا کام ہے۔ خدا کی طرف سے مذہب میں وہ راہیں سکھلانے آتا ہے۔ کہ جن پر چلکر یہ انمول جواہر جو فطرت میں مرکوز و مضمر ہیں۔ وہ اپنے وقت میں آہستہ آہستہ ظہورِ تام حاصل کریں +

مقام مذہب

اگر مذہب کی حقیقت یہ ہے۔ تو پھر لازماً سوال یہ ہوگا کہ یہ مذہب کس سرزمین میں

نازل ہونا چاہئیے۔ اور کس انسان کو اور کس قوم کو ملنا چاہئیے۔ سوال تو بہت آسان تھا لیکن اس کے جواب میں ہر ایک قوم نے غلطی کھائی۔ اور کسی مذہب کے پیرو نے اس سوال کا صحیح جواب نہ دیا۔ اگر مذہب انسان کی رفعت کیلئے خدا کی طرف سے آتا ہے۔ تو پھر انسان کو ہی ملنا چاہئیے۔ خواہ وہ کسی قوم کا ہو یا کسی سرزمین میں آباد ہو۔ جہاں تک جسمانیات کا اور جسمی پرورش کا سوال ہے۔ پروردگار عالم نے کسی قوم یا ملک کو اپنے فیوض سے محروم نہیں رکھا۔ جو کچھ بھی ہماری پرورش کے لئے ضروری تھا۔ اس سے تو کسی کو بھی محروم نہیں رکھا گیا۔ ربوبیت عامہ میں تو خدا تعالیٰ نے کسی جانبداری یا طرفداری کو نہیں برتا۔ سورج۔ چاند ستارے بادل پانی۔ زمین دیگر کُل مظاہر قدرت جو جو بھی پرورش کیلئے ضروری تھے۔ اسکی تقسیم میں یہ قدرت نے نہ کسی انسان میں نہ قوم میں تمیز یا امتیاز روا رکھا۔ تو روحانیات میں وہ کس طرح کسی امتیاز کو روا رکھ سکتا ہے۔ امر حقہ یہی ہے۔ کہ ان ... بھی انسان تھا۔ خدا کا مذہب اسے وہاں پہنچا منطق تو صاف تھی۔ یہ قضایا انہی نتائج کو چاہتے تھے۔ لیکن ظہور اسلام سے پہلے کسی کو یہ سیدھی بات سمجھ نہ آئی۔ یوں تو ہر قوم نے اپنے مذہب کو خدا کیطرف سے ہی سمجھا۔ لیکن اس عطیہ ربی کا مورد صرف اپنے آپ کو ہی سمجھا۔ کسی دوسری قوم کے مذہب کو ہرگز ہرگز خدا کیطرف سے نہ جانا۔ اسی سے تنگدلی۔ نفرت تعصب پیدا ہو گیا۔ جس نے آدم کے بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اور نوع انسان کا وہ ڈھانچ جس پر خدا تعالیٰ کی مجازاً ربوبیت عامہ کے ماتحت انسانی اخوت عامہ قائم ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ یہ تنافر اور تعصب کے حالات چلتے ہی رہے حتےّ کہ قرآن کریم نے نازل ہو کر ان تنگدلیوں کا ایک فقرہ میں خاتمہ کر دیا۔ جب قرآن کریم نے بآواز بلند الحمد للہ رب العالمین کہہ کر مذہب حقہ کو شروع کیا۔ اس فقرہ سے یہ انکشاف ہوا۔ کہ خدا کسی خاص قوم یا گروہ یا جماعت کا خالق و رازق نہیں۔ وہ تو یکساں طور پر ہر ایک قوم کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کے اظہار کیلئے اس ایک فقرہ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔

بلکہ اس حقیقت کو مختلف پیرایوں میں ظاہر کیا لیکن ولکل قوم ھاد (ہر ایک قوم کو ہادی دیا گیا) لیکن ولکل امۃ رسول (ہر ایک اُمت کو ایک رسول دیا گیا)۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کہکر یہ اس بشارت عامہ کا اعلان کیا کہ دُنیا میں کوئی بھی قوم نہیں جہاں ہماری طرف سے نذیر نہیں آیا۔ اِس طرح خدا کے آخری کلام نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ جو کوئی مذہب بھی دنیا کے کسی حصہ میں دائر و سائر ہے۔ وہ اپنی اصلی شکل و صورت میں خدا کی طرف سے ہی ہے جس خدا کو قرآن نے پیش کیا۔ وہ کسی قوم یا گروہ کا خدا نہیں۔ اس کا نام خدائے ابراہیم یا خدائے اسرائیل نہیں۔ اس کا نام رب العلمین ہے۔ اسلئے ایک مسلمان اس عقیدہ رکھنے کا مُکلف ہے۔ کہ وہ ہر ایک ملک و قوم کے ہادی مذہب کو خواہ وہ چین میں ہو یا ایران میں۔ ہند میں ہو یا امریکہ میں فلسطین میں یا یورپ میں پیدا ہوا ہو۔ خدا کا مُرسل ماننے میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ خود قرآن نے بھی ذیل کے الفاظ میں یہ تعلیم دی ہے +

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ولیعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۰ پ ۱ ع ۱۶

ترجمہ (مسلمانو) تم سے لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ تم کیا مانتے ہو (انہیں) کہدو۔ کہ ہم تو جو ہمارے نبی پر نازل ہوا اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو جناب ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰق و یعقوبؑ اور انکی آل پر نازل ہوا اور اسپر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جو کچھ جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا گیا۔ اسے بھی مانتے ہیں (بلکہ دنیا جہان کے کسی نبی پر جو منجانب اللہ نازل ہوا ہو اسے ہم مانتے ہیں۔ ہم ایک نبی یا دوسرے نبی میں فرق کرنا جانتے ہی نہیں (کیونکہ) ہم تو خدا کے ماننے والے ہیں ہم پیغمبروں کے پرستار نہیں۔ ہم پیغمبروں کے آگے کو اسلئے سر جھکاتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی طرف سے پیغام لائے۔ جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماقبل جس وقت اور جب کبھی ہم پر ثابت

ہوجائے۔ کہ فلاں شخص فلاں قوم کا منجانب اللہ ہادی تھا۔ تو وہ ہم مسلموں کا ولیا ہی ہادی ہے۔ اور اسے جو صحیفہ خدا کی طرف سے عطا ہوا۔ اگر وہ تحریف سے پاک ہمیں ملجائے تو ہمارے لئے تو صحیفہ آسمانی ہے +

قرآن کا عالمگیر مشن

اِس وسعت قلبی کے ساتھ جو ایک مسلمان کو ہر نبی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار کرتی ہے۔ پھر ہم مسلمان کیوں قرآن کو ہی اپنی ہدایت سمجھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک دوسری کتب مقدسہ پر اسے ترجیح دینے کو تیار ہیں۔ بظاہر یہ ہمارا طریق جمع ضدین کرتا ہوا نظر آئیگا۔ لیکن حقیقت امر کچھ اور ہے قرآن کریم نے خود ہی اسکی وجہ بتائی ہے جس صورت میں قرآن کریم سے پہلے ہر ایک قوم اپنے ہاتھ میں کتاب الٰہی رکھتی تھی۔ تو پھر قرآن کیوں نازل ہوا اور اس نے کل دُنیا کو اپنی اطاعت کیلئے کیوں بُلایا۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ **ترجمہ** ۔ جب ایک چیز اپنی اصلی غرض وغایت دینے کے قابل نہیں رہتی۔ یا مٹ جاتی ہے۔ تو ہم اسکی جگہ ویسی ہی یا اس سے بہتر چیز پیدا کر دیتے ہیں۔ اِس آیت میں قرآن کریم صحیفہ قدرت کی چیزوں کی طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے۔ خدا کی ہر ایک بنائی ہوئی چیز کسی غرض وغایت کیلئے بنی ہوئی ہے۔ یا وہ مٹ جاتی ہے۔ یا وہ کسی نقص کے پیدا ہونے پر اپنا مقصد ادا نہیں کرتی۔ اسلئے اسی وقت اسکے قائمقام ایک اور چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اصول کائنات کی ہر ایک چیز پر حاوی ہے۔ بارش ہماری زندگی کیلئے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ جونہی پہلی بارش کا پانی ختم ہو جائے۔ یا ارضی مواد کے ملجانے سے جوہر حیات کو گنوا دے۔ تو ابر رحمت اور بارش لے آتا ہے۔ قرآن کریم سے پہلے بہت سی کتابیں نازل ہوئیں۔ اُن میں سے بہت سی صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جو باقی رہ گئیں وہ اِنسانی دستبرد سے نہ بچ سکیں محرف

مُبدّل ہوگئیں۔ قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔ بعض کُتب مقدسہ کا نام لے کر بتایا۔ کہ وہ محرّف و مبدل ہوگئی ہیں لیکن مذہبی دنیا اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے تیرہ سو برس چاہتی تھی۔ ابھی پچاس برس ہوئے۔ کہ پادریوں کی نگاہ میں قرآن کریم کا یہ اعلان کہ انجیل بھی دستبُرد انسانی سے نہیں بچی صداقت سے خالی نظر آتا تھا۔ لیکن آج تحقیق و تدقیق نے آخر کار مان لیا۔ کہ تورات و انجیل محرّف ہوچکی ہیں۔ اور قرآن کریم کے علاوہ سوائے ایک آدھ کتاب باقی کُل کی کُل کُتب مُقدسہ اس وقت اپنی شکل و صُورت میں نہیں۔ اور جس ایک آدھ کتاب کو اس کے ماننے والے تحریف سے پاک سمجھتے ہیں۔ وہ ناقابل فہم سمجھی جاتی ہے۔ اور اِس طرح اپنے مقصد کے ادا کرنے میں قاصر ہوچکی ہے۔ بہرحال عُلماء یہودی اور نصرانی نے انجیل و تورات کے متعلق قرآن کے فتوے کو تسلیم کرلیا۔ اب اگر یہ صورت ہے تو خدا کا وہ قانون کہ جب کسی چیز کی کمی ہوتی ہے۔ اس کا قائمقام آجاتا ہے ضرور عمل میں آجائیگا۔ بات تو صاف ہے۔ لیکن تعصّب و جہالت انسان کی عقل پر پٹی باندھ دیتی ہے۔ اور وہ صحیح نتیجہ پر نہیں آسکتا۔ ایک گلاس کے پانی میں اگر کسی کا ہاتھ یا اُنگلی پڑجائے۔ تو ہم اس گلاس کے پینے میں متامل ہوجاتے ہیں۔ ہم اُسے پینے کے قابل ہی نہیں سمجھتے لیکن کیا عجیب تماشا ہے۔ کہ وہ جام عرفان یعنی خدا کی طرف سے کتابیں جو ہمارے لئے آبحیات لایا تھا لیکن اِس جام عرفان میں بیسیوں ہاتھوں اور سینکڑوں اُنگلیوں کا پڑنا تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اُسے ہم منہ لگائے ہوئے ہیں۔ اور اسے غٹا غٹ پیئے جارہے ہیں۔ اگر مذہب الہامًا انسان کو ملا۔ تو پھر اس کی خوبصورتیوں سے ہم کیسے آشنا ہوسکتے ہیں جب الہامی الفاظ ہی ہم تک نہ پہنچیں اور اس سے مقاصد مختلف ہوگئے اگر خدا انسان سے کسی وقت اسلئے بولا۔ کہ اپنی مرضی انسان پر ظاہر ہو۔ اور

اسکی کتابیں اسکی منشاو مرضی کو انسان پر ظاہر کردیں - تو پھر کس طرح وہ خاموش رہ سکتا ہے - جب اسکی مرضی ومنشاء کا ذریعہ اظہار انسانی ہاتھ سے مختل ہوکر اسکی حقیقی مرضی کو مخدوش کردے - اگر یہ وہی خدا ہے - جو پہلے تھا - اور انسانی معاملات میں اسے ویسی دلچسپی ہے جیسے پہلے تھی - تو پھر اس کی قدیمی کتابوں کے بدلجانے پر جب مقصد نزول الہام ضائع ہورہا ہے - تو پھر وہ کیوں نئی کتابیں نہ بھیجے - قرآن کریم نے اس سیدھی سادی منطق کے ذریعہ دُنیا کے آگے کتب قدیمہ کی موجودگی میں اپنی ضرورت کو پیش کرکے اپنے عالمگیر مشن کو ظاہر کرنا چاہا ہے +

الہامی کتاب میں کس قسم کی تعلیم ہونی چاہئے

اگر مقصد مذہب یا الہام جیسا کہ اُوپر بیان ہؤا ہے یہ ہے کہ انسان کے مخفی قوی ظہور تام پالیں - تو پھر ایک کامل مشہور منجانب اللہ کتاب اسی وقت ہوسکتی ہے - جب ذیل کے امور پر وہ روشنی ڈالے :-

(اول) انسانی استعدادیں -

(دوم) ان استعدادوں کی تکمیل اور نشوونما پانے کا طریق -

(سوم) اس مقصد کے پورا کرنے کیلئے انسان اور خدا کے مابین تعلقات

(چہارم) انسان اور دیگر مخلوق میں کیا تعلق اور رشتہ ہے -

(پنجم) باہمی تعلقات انسانی -

(ششم) ان تعلقات کے قیام کے قواعد -

(ہفتم) زندگی بعد الموت -

میں دیگر کتب اور مذاہب کے متعلق کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھتا دوسرے مذہب اور ملت والے خود غور کرلیں - کہ ان سات امور پر ان کا مذہب اور کتاب کیا روشنی ڈالتی ہے - البتہ اسلام اور قرآن کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں - کہ قرآن نے علے الخصوص ان سات باتوں کو واضح طور

سے بیان کردیا ہے۔ نہ صرف ان سات امور پر قرآن نے کافی روشنی ڈالی ہے
بلکہ خدا کی آخری کتاب نے ان راہوں سے بھی ہمیں اطلاع دی ہے۔ جو ان امور
کے حاصل کرنے میں ہمیں امداد دیں۔ میرے نزدیک مذہب مذہب کہلانے
کا حق ہی نہیں رکھتا۔ اگر امور بالا کے متعلق اسکی تعلیمات انسان کو کافی ہدایت
نہ دے سکیں۔ جن پر چلکر جو جو بیش بہا جواہر خدا تعالیٰ نے ہماری فطرت میں
رکھے ہیں۔ وہ ظاہر ہوں۔ اور اس طرح مذہب کا مقصد جیسا کہ ہم نے
اوپر بیان کیا ہے پورا ہو جائے۔ اب میں ان ساتوں امور کو باترتیب لیتا ہوں

انسانی استعداد

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ ثم رددنٰه اسفل سافلین
ترجمہ۔ ہم نے انسان کو اعلےٰ سے اعلےٰ استعداد و نیکے ساتھ پیدا کیا۔ ہاں اسمیں ادنیٰ
سے ادنےٰ مقام کیطرف جانے کا میلان بھی رکھا ہے۔

کائنات کی ہر ایک چیز انسان کے جسم میں موجود ہے۔ اسلیئے اگر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ
مقام تک پرواز کرنا جانتا ہے۔ تو پھر ارذل سے ارذل چیزوں کی طرف جانے کا
بھی میلان رکھتا ہے۔ کیونکہ بہتر سے بہتر اور ادنےٰ سے ادنےٰ چیزوں کے قائم مقام
اس کے اندر موجود ہیں۔ اسمیں اور کائنات کی دوسری چیزوں میں فرق یہ ہے
کہ ان کی ترقی کا میدان تو محدود ہے۔ لیکن اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں
کمالِ انسانی کی حدود اور اس کی تعریف بھی ایک مسئلہ لاینحل دنیا کے سامنے
رہا ہے۔ مختلف اطراف وجوانب سے اس امر پر مختلف آرا اور خیالات کا
اظہار ہوا ہے۔ جس سے مذہب تمدن۔ اخلاق اور مختلف نظرے اور آرا قائم
ہوچکی ہیں۔ انہی اختلاف آرائے نے انسان کی زندگی پر مختلف مقامات پر
مختلف تاثرات ڈالے ہیں۔ نہ اس وقت میرے پاس وقت نہ یہ موقعہ ہے۔ کہ
میں اس مسئلہ پر ایک بسیط گفتگو کروں۔ صرف اسی قدر کہ دینا کافی ہوگا۔ کہ
اسلام سے پہلے ہر مذہب و فلسفہ نے انسان پر بہت ہی ظلم کیا۔ فطرتِ انسانی

کے متعلق نہایت اونے رائے قائم کیگئی۔ انسان کو سفلی جذبات اور ادنے خواہشات کا مظہر سمجھا گیا۔ نفس یا جسم انسانی کو اسکی ترقیات کا روک سمجھا گیا۔ بعض نے تو انسان کو یہاں تک ذلیل ظاہر کیا۔ کہ اسکی فطرت ہی گناہ سے خالی نہیں۔ وہ کسی حال میں گناہ اور اسکی تاثیر سے بچ سکتا ہی نہیں۔ جب تک کہ وہ کسی مفروضہ اعتقاد و واقعہ پر ایمان نہ لائے۔ اسکی فطرت تو اسکے لئے ابدی جہنم تیار کر چکی تھی۔ مگر خدا کے فضل اور حکمت نے اسکی نجات کا خاص رستہ نکال لیا۔ اور وہ یہ ہے کہ فلاں[1] فلاں عقیدہ رکھ لے۔ خدا اسے بخش دیگا۔ بُدھ کے متعلق یہ مشہور ہے۔ کہ انہوں نے انسان کو اسکی ہستی کے بھی قابل نہ سمجھا۔ انہوں نے انسان کیلئے مصیبت تکلیف اور ہر قسم کے آزار کو ہی مقدر فرمایا۔ جن سے نجات انہوں نے اس میں ہی دیکھی۔ کہ انسان اپنے آپ کو ہلاک ہی کر دے جسے اس مذہب کی اصطلاح میں نروان کہتے ہیں۔ ہندو فلسفے میں انسان کی ہر قسم کی جسمانیات کو اسکی روحانی ترقی کا سدراہ سمجھا۔ قدیم ایرانیوں نے انسان کو خالقان یزدان و اہرمن (خالق خیر و شر) کے ہاتھ میں ایک حقیر بے حیثیت کٹھ پُتلی سمجھا۔ پُرانے یونانی۔ جو دیوی دیوتاؤں کے قائل تھے۔ ونکل انسان حسد و انتقام کی دیوی کا بدف قرار دیا گیا۔ یہ مختلف خیالات جو مختلف مذہب والوں نے قرار دیئے۔ ان تمام کفاروں اور قربانیوں کے ذمہ وار ٹھیرے جو مختلف مذاہب میں دائر اور سائر ہیں۔ انہی خیالات نے جانکاہ نفس کشی۔ اور ناقابل برداشت ریاضتیں پیدا کر دیں سمجھا یہی گیا۔ کہ مشت استخوان انسان اگر ان مصائب اور ذلتوں سے بچ سکتا ہے۔ تو انہی قربانیوں کفاروں اور ریاضتوں سے بچ سکتا ہے۔ انہی خیالات نے شفاعت اور سفارش کا غلط مسئلہ اور مفہوم دنیا میں پھیلا دیا۔ اس کے بالمقابل فلسفۂ جدید نے بالکل اس کے الٹ رائے قائم کی۔ ریشنلزم نے پیدا ہو کر انسان کو اِس

[1] فاضل لیکچرار یہاں عیسائی مذہب کیطرف اشارہ کر رہا ہے جس کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں گناہ ہے۔ اور انسان کسی خیر کے قابل نہیں۔ وہ اس پست فطرتی سے اسی وقت نجات پاتا ہے جب مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے۔ مترجم

ذلیل مقام سے جدا کیا۔ جو مذہب اور فلسفہ قدیم نے اُسے دے رکھا تھا۔ فلسفہ جدید نے انسان کو ہر ترقی کے قابل قرار دیا۔ بلکہ انسانی ترقیات کی کوئی حد ہی نہ رکھی +

فطرت، انسانی کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ صاف نظر آتا ہے۔ کہ یہ دونوں قدیم اور جدید رائیں کسی نہ کسی صداقت سے خالی نہیں مگر اسلام نے اصل حقیقت حال کا انکشاف کیا۔ جس پر آیت مذکورہ بالا شاہد ہے۔ قرآن نے یہ قرار دیا کہ انسان شکم مادر سے ایک پاک اور صحیح فطرت لیکر نکلا ہے جسمیں گناہ کا کوئی شائبہ نہیں خدا نے اسے اس قابل کیا ہے۔ کہ وہ قوانین کی عزت کرے۔ اور اس پر چلسکے۔ اور اسطرح گناہ سے بچ سکے۔ ازروئے تعلیم قرآن، ایک بچہ اگر پیدا ہوتے ہی مرجائے تو سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ اس عقیدہ کے خلاف ایسے مذاہب بھی دنیا میں ہیں۔ جن کی رائے میں ایسے بچے سیدھے دوزخ میں جاتے ہیں۔ اگر اپنے مرنے سے پہلے کسی مقدس ہاتھ سے کسی خاص مذہبی رسم کے ماتحت نہ آجائیں ؎ خدا کی رحمت و صلوٰۃ اس نبی مکرم صلعم پر جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ ہے آپ نے کس قدر نسل انسانی پر رحم فرمایا۔ اور ہماری فطرت کیلئے کس قدر بلند مقام تجویز کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بچہ پاک فطرت لے کر دنیا میں آتا ہے۔ وہ ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ سکتا ہے جنت اور ترقیات اس کے پیدائشی حقوق ہیں۔ نہ اسلئے کہ وہ مسلمان کا بلکہ اسلئے کہ وہ انسان کا بچہ ہے البتہ اسکی فطرت میں ادنےٰ اور ارذل مقام کیطرف جانے کا میلان بھی ہے۔ لہٰذا ہر سلیم فطرت کے سامنے یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ انسان کس طرح اپنے پیدائشی حق کو حاصل کرسکے۔ اور کن راہوں سے اس لاحقہ ذلت سے نجات پالے۔ اس کا جواب اسی سورہ شریف میں جس کی آیت کا اوپر ذکر آیا ہے۔ اس آیت کے آگے ذکر کر دیا ہے۔ الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون (ترجمہ) جو لوگ الہام کردہ صداقتوں پر ایمان لاکر

؎ یہاں بھی عقیدہ عیسویت کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کلیسیا کے عقیدہ کے مطابق انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے جس سے بپتسمہ اس کو نجات دیتا ہے لیکن جو بچہ بپتسمہ پانے سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ تو لازماً اسکی گنہگار فطرت اُسے دوزخ میں لیجاویگی + مترجم

ان پر عامل ہو جائیں۔ ان کے سامنے لا انتہا ترقیوں کا میدان ہے۔ اور انکی محنتوں کے اجر کا کوئی خاتمہ ہی نہیں۔ الغرض اگر انسان کی یہ استعدادیں اور یہ اسکی کمزوریاں ہیں تو ان دونوں باتوں کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کر لینا کچھ مشکل امر ہے۔ کہ اسکے لئے کس قسم کا مذہب ہونا چاہئے تعلیم مذہب کچھ ایسی ہونی چاہئے جس پر چلکر ہمارے قوائے مخفیہ مثمر ہو جائیں ہماری استعدادوں کی تکمیل ہو جائے ہم کسی مصیبت میں نہیں پڑے ہوئے۔ نہ کسی قعر مذلت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ کہ کوئی شخص ہمیں ہاتھ میں ہاتھ دیکر چاہ مذلت سے نکالے۔ نہ ہم پیدا ہوتے ہی جہنم میں داخل ہونے کے قابل ہیں۔ آخر ہم نے کیا کیا۔ اور کونسا جرم پیدا ہونے سے پہلے کر دیا۔ کہ جسکی پاداش میں ہمارے لئے دوزخ تیار ہو گیا۔ اور یہ کونسا انصاف ہے۔ کہ زید گناہ کرے اور بکر پکڑا جائے۔ نہ ہماری فطرت اور نہ ہمارے جامہ فطرت پر کوئی بدنما داغ ہے نہ کسی کے خون کے ذریعہ ان دھبوں کے دھلنے کی ضرورت ہے۔ فی الجملہ گناہ ورثہ میں نہیں آیا۔ گناہ تو ایک امر اکتسابی ہے۔ وہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اس کسب بد سے بچیں۔ اسلئے قرآن نے لفظ سالویشن (گناہ سے نجات) بطور غرض مذہب بیان نہیں کیا۔ دراصل اس قسم کی نجات کی ضرورت کو تسلیم کرنا کہ انسان پیدائشاً پاداش گناہ سے نجات پانے کا محتاج ہے فطرت انسانی پر ایک سخت حملہ کرنا ہے۔ اس قسم کی نجات کی احتیاج کو تسلیم کر لینا گویا اپنی حیثیت کو آپ گھٹانا ہے۔ اور من وجہ مان لینا ہے۔ کہ ہم پیدائشاً بدمعاش اور بدکردار ہیں۔ جو لوگ اس پیدائشی اور فطرتی گناہ کے قائل ہیں۔ وہ اس نظریہ کے نتائج پر بھی غور کریں۔ کہ وہ اپنے لئے کیا حیثیت تجویز کرتے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اگر وہ اس فطرت کے ساتھ پیدا ہونا قبول کرتے ہیں۔ تو پھر وہ پیدائشاً فاسق فاجر چور۔ ڈکیت۔ زانی اور ہر قسم کے مجرم پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً وہ ایسے نہیں وہ ہر قسم کی شرافت کی استعداد رکھتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ رذیلہ اخلاق ہم میں آ جاتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں تو ہماری پیدا کردہ ہیں۔ نہ یہ کہ ہماری

فطرت میں موجود ہیں ۔ اگر گناہ لازمہ فطرت ہے ۔ تو پھر یہ عطیہ ربی ہے
قرآن نے اسی لئے ایسے بیہودہ اور بے معنی الفاظ مثلاً نجات رستگاری بحیثیت غرض
مذہب نہیں بتلائی ۔ قرآن نے لفظ فلاح مقصد مذہب بیان کیا ۔ فلاح کے
معنے رفعت کامیابی بالقوہ چیزوں کا بالفعل ہو جانا ۔ قوائے مخفیہ کا ظہور
تام حاصل کرنا کسی کا معراج ترقی کو پہنچ جانا ہے ۔ الغرض جو کچھ بھی خیر و خوبی
انسان میں استعداداً رکھی گئی ہے ۔ اس کا کمال حقیقی حاصل کر لینا ۔ عربی زبان
میں فلاح کہلاتا ہے ۔ اس مقام پر پہنچانے کیلئے از روئے تعلیم قرآن الہام آیا
جیسا کہ فرمایا ۔ اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون
اور اسی فلاح کا اصطلاحی نام جنت ہے ۔ جنت کے بھی لفظی معنے یہی ہیں
یعنی چھپی ہوئی چیزوں کا ظاہر ہو جانا ۔ جو گوش ہوش اور دانشمند دل
رکھتا ہے ۔ وہ اس حقیقت پر غور کرے ۔ جو میں جنت کے متعلق ایک
لفظ میں کہہ گیا ہوں ۔

انسانی استعدادوں کے ظہور کا طریق

جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے ۔ اس سے یہ آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے کہ
کس طرح یہ استعدادیں مثمر ہو سکتی ہیں ۔ ان استعدادوں کا صحیح علم ان کے خالق
کے سوا کس کو ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا ہمیں رب العالمین کی طرف ہدایت کیلئے دیکھنا
ہو گا ۔ وہی ہمیں ان راہوں سے اطلاع دے سکتا ہے ۔ جن پر چلکر ہم تکمیل نفس
کر سکتے ہیں ۔ اور یہ ہمارا حق ہے ۔ کہ رب العالمین ہی کی طرف ان راہوں کے لئے
دیکھیں ۔ چنانچہ خدائے اسلام نے ہمارے اس حق کو تسلیم کیا ہے ۔ چنانچہ
قرآن کریم بیان کرتا ہے ۔ کہ صحیح راستہ دکھانا (وعلی اللہ قصد السبیل ۔ نحل)
اگر خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسی فطرت عطا کی ہے ۔ کہ جو بیشمار نے بہا مخفی جوہروں
سے معمور ہے ۔ تو کیا یہ جوہر اس طرح تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں ۔ کہ ہم یہ عقیدہ
رکھیں یا وہ عقیدہ رکھیں +

بالفرض مجھے سر درد ہے۔ تو کیا اگر کوئی طبیب اسکے علاج میں اپنا سر کٹوائے اور مجھے یہ کہے کہ جو میرے سر کے کٹ جانے پر ایمان رکھیگا۔ اسکی درد سر دور ہو جاویگی تو کیا مجھے یا کسی اور کے درد سر کو آرام ہو جاویگا۔ حقیقی علاج یہی ہے کہ وہ کوئی نسخہ بتائے میں اس پر عمل کروں۔ اُسے استعمال کروں۔ اور یقیناً مجھے شفا ہوگی۔ کہ نسخہ صحیح ہے۔ لیکن حکیم کے سر کٹوانے سے تو مجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مذہب کا تو فرض یہ ہے۔ کہ ہمیں کچھ عملی سبق سکھائے۔ کوئی قواعد بتلائے۔ کوئی طریق عمل ہمارے سامنے پیش کرے۔ جس پر چلکر ہماری طاقتیں ظہور پذیر ہوں۔ کبھی مفروضہ باتوں پر عقیدہ رکھنے سے جوہر فطرت کھل سکتے ہیں۔ اسلام کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ وہ صحیح راہ بتلائے۔ یہی مذہب ہر سابق نبی کا تھا۔ مسیح بھی اسی مذہب کو لیکر آیا۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ کہ میں شریعت کو توڑنے نہیں آیا۔ بلکہ شریعت پر عامل ہونے اور عمل کرانے کیلئے آیا ہوں۔ زمین اور آسمان ٹلجائیں لیکن شریعت کا ایک شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا یاد رکھو۔ کہ خدا کی بادشاہت میں وہی بڑا ہوگا۔ جو شریعت ربانی پر چلتا اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہاں وہی ادنےٰ ہوگا۔ جو نہ شریعت پر عمل کرتا ہے۔ اور نہ دوسروں کو شریعت کی ہدایت کرتا ہے معلم عیسویت نے اپنے خطبہ کوہی میں یہ باتیں بیان کیں۔ یہ تو اسلام ہے۔ اور انکے ہوتے ہوئے مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس مذہب کو جو آج کلیسیا مغرب مسیح کے نام کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ ان سے کیا تعلق ہے۔ جس کی بنیاد پولوس نے ڈالی تمام کامیابی اور فلاحوں کی کلید یہی ہے۔ کہ ہمارا خالق فطرت ہمیں کوئی راہ بتلائے۔ اور ہم پورے التفات کے ساتھ اس پر چلیں۔ یاد رکھو کہ اسلام میں تمجید و تسبیح کا بھی مطلب یہی ہے۔ خدائے اسلام نہ ہماری نمازوں کا محتاج نہ ہماری عبادات کی احتیاج رکھتا ہے + ان باتوں کے بالمقابل وہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جو جوہر اس نے ہماری فطرت میں رکھے ہیں۔ وہ

ختم ہو جائیں - زبان پر حمد اور ہاتھ میں تسبیح کوئی چنداں وقعت خدا کی نگاہ میں نہیں رکھتی - اگر اُن کا عملی نتیجہ کچھ نہ ہو - اسلئے حقیقی حمد و ثنا اور اسکا شکر یہی ہے کہ جو طاقتیں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں - اُن کا صحیح طور پر استعمال ہو - میں نے ابھی بحوالہ قرآن بیان کیا ہے - کہ انسان میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور اس کے مقابل اور ارذل سے ارذل مقام پر پہنچنے کی طاقت ہے امر اوّل کا حصول اور امر دویم سے بچاؤ صرف شریعت کی ہی کامل اطاعت سے ہوسکتا ہے - البتہ اسباب کی ہمیں ضرورت ہے - کہ ہم میں اس اطاعت کی رُوح پیدا ہو - ہم ایک مشین کے پُرزوں کی طرح ہیں - اور بلا تکلف اور ساعی خدا کے قانون پر چلنے کے عادی ہوں - فطرت کو اس صحیح راہ پر لانے کے لئے چند تمہیدی مشقوں کی ضرورت ہو جانی چاہئے - چنانچہ اسی مقصد کے حصول کیلئے چند عبادات ہر ایک مذہب نے مقرر کی ہیں - اسلامی نماز روزہ وغیرہ کا بھی یہی مقصد ہے - جیسا کہ قرآن نے ایک مقام پر مقصد نماز میں فرمایا - قوموا للہ قانتین - یعنی تم خدا کے کامل فرمانبردار بن جاؤ - مقصد یہ ہے - کہ ہماری فطرت کچھ ایسی صحیح ہو جائے - کہ جس کے ذریعہ سے ہم بدیوں سے طبعاً بچیں - اور نیکیوں کی طرف فطرتاً جُھک جائیں - اس امر کے حاصل کرنے کا بہتر طریق یہ ہے - کہ وہ چیزیں جو ہم محنت اور مشقت سے اور جائز طریق سے حاصل کریں - اور وہ ہماری ملکیت ہو جائیں - ان کو خدا کیلئے چھوڑ دینے کی عادت ڈالیں - یعنی جس صورت میں ہم اپنی مکسوبہ جائداد کو خدا کی رضامندی میں خوشی کے ساتھ چھوڑ دینے کیلئے تیار ہیں - تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اسے ناراض کرکے کسی چیز کو حاصل کریں - مثلاً کسی ناجائز طریق پر کسی دوسرے کی چیز کو لے لینا ایک قسم کی بدی ہے - اور اسمیں خدا تعالیٰ کی نارضامندی متصور ہے - لیکن جو انسان لطیب خاطر خدا کی رضامندی میں مثلاً اکسو روپیہ آسانی سے فی سبیل اللہ دے سکتا ہے - وہ کس طرح ایک سو روپیہ کو حاصل کرنیکی طرف

مائل ہو سکتا ہے۔ اس امر کی تنقیح و توضیح کے لئے میں چند خواہشات نفس کا ذکر کرتا ہوں مثلاً ہمیں بھوک پیاس اور قوائے شہوانی لگے ہوئے ہیں۔ ان تقاضوں کے دفعیہ کی ضرورت ہمارے کُل کاروبار کی محرک ہو گی۔ ان تقاضوں کے دفعیہ میں اگر ہم دوسروں کی چیزیں استعمال کریں تو وہ گناہ اور جرم ہو جاتا ہے لیکن اگر صحیح طور پر ان خواہشوں کو پورا کریں۔ تو وہ جائز اور حلال ہیں۔ مگر جو انسان جائز طریق پر اسباب دفع تقاضائے مندرجہ بالا حاصل کر کے پھر ان اسباب سے متمتع نہیں ہوتا۔ اور اپنے نفس کو مار ڈالتا ہے۔ اور اس طرح اطاعت نفس میں ارتکاب بدی کرتا ہے مثلاً یہی سبق ہمیں رمضان میں بھی ملتا ہے۔ ہم روزے کے وقت ہر قسم کے جائز اکل و شرب کو بھی حرام کر لیتے ہیں۔ ہم مباشرت کے تعلق سے بھی الگ ہو جاتے ہیں یہی تین ضرورتین یعنی اکل و شرب و مباشرت قسما قسم کے جرائم کے ذمہ وار ہیں۔ جو انسان رمضان شریف میں ان تین امور کے متعلق ان تین امور کو سلجھا لیتا ہے۔ ان امور میں وہ گناہ کی طرف جا سکتا ہے۔ اصلاح نفس کیلئے ہمیں جو عملی مشقیں اسلام نے ہمارے لئے تجویز کی ہیں۔ انہی کا نام ارکان اسلام ہے یعنی کلمہ طیبہ۔ نماز۔ حج۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ اگر ہم دنیا کے تمام جرائم پر نگاہ ڈالیں۔ اور ان صغیر و کبیر گناہوں کو دیکھ جاویں جس میں خلقت پھنسی ہوئی ہے۔ تو ہم پر آسانی سے یہ امر منکشف ہو جاویگا۔ کہ یہ سب کے سب جرائم اور گناہ ان چیزوں کے ناجائز طریق پر حاصل کرنے یا ان کو ناجائز طریق پر قبضہ میں لانے یا ان سے ناجائز طریق سے دل کو وابستہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ جن سب کو ہم جائز اور صحیح طریق پر حاصل کر کے خدا کی رضامندی میں ان پانچ ارکان اسلام کو ادا کرتے ہوئے خوشی سے اپنے سے جدا کر دیتے ہیں۔ اگر ادائیگی ارکان اسلام میں ہم اس امر کے عادی ہو جائیں۔ تو پھر ہم کس طرح دوسروں کی مقبوضہ اور مکسوبہ چیزوں

کی طرف نگاہ بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً سب جرائم سے بڑھ کر جرم اور نقصانوں سے بڑھ کر نقصان اُن انسانوں سے سرزد ہوتا ہے۔ جو اپنے خیالات اور اپنی آرا سے اسقدر وابستہ ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کسی حالت میں چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ کلمۂ طیبہ کے دوہرانے میں ہم اگر لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ تو اس کا بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اپنے آرا۔ خیالات اور محاکموں کو خدا کے فیصلہ اور خدا کے حکم کے ماتحت چھوڑ دیں۔ یہی مطلب لا الٰہ الا اللہ کا ہے پھر اگر ایک انسان کے سامنے خدا کی منشا کسی الہامی کتاب میں موجود ہو۔ اور اس کتاب پر اس کا ایمان ہو۔ تو وہ ہر ایسی خود آرائی کو جو تعلیم الہام کے خلاف ہو چھوڑ دیگا۔ اور اگر وہ نہیں چھوڑ سکتا۔ تو پھر لا الٰہ الا اللہ کا قائل نہیں۔ وہ اپنی رائے اور خیال کو خدا بناتا ہے۔ یہی مقصد کلمۂ طیبہ کا ہے۔ وقت کی قدر کرنا جہاں کل اقتصادیات کا موجب ہے۔ وہاں صحیح ضرورت قومی کیلئے وقت نہ دینا بھی صدہا نقصانوں کا موجب ہوا ہے۔ وقت کی قربانی کا سبق ہمیں نماز سکھلاتی ہے۔ ہم کسی ضروری سے ضروری اور نازک سے نازک کام میں مصروف ہوں۔ اذان نماز ہمیں اس کام کے چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ ایک سبق ہے۔ کہ ہم خدا کی راہ میں جس سے مُراد قومی اور ملی راہیں ہوتی ہیں۔ اپنے وقت کو دے سکیں۔ دن میں پانچ وقت یہی سبق ہمیں ملتا ہے۔ کھانے پینے اور مباشرت کی خواہش نے دُنیا کے تین چوتھائی جرائم پیدا کئے۔ لیکن روزہ رکھ کر جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ ہم نے سیکھ لیا ہے۔ کہ جب ہم خدا کی خوشی میں جائز راہوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ تو ناجائز راہوں میں پڑ کر ہم اسے ناراض نہیں کر سکتے۔ اسی طرح روپیہ پیسے کی ناجائز محبت بھی مختلف جرائم کی ذمہ وار ہے لیکن خیرات اور زکوٰۃ کے حکموں پر پابند ہو کر جب ہمنے جائز کمائی کو اپنے ہاتھ سے دیدیا۔ تو ہم کسی کے ناجائز روپیہ پر کیوں ہاتھ ماریں۔ انسان کی ایک اور ناجائز محبت نے دنیا میں

نہایت ہی خطرناک جرائم کرائے ہیں۔ حُبِّ وطن ایک اچھی چیز ہے۔ بلکہ ایک قول کے مطابق ایمانیات میں سے ہے لیکن اسی حُبِّ وطن کے ناجائز طریق نے دنیا میں کشت وخون کرائے ہیں۔ قومیں قوموں پر چڑھیں خلق خدا کی خون کی ندیاں بہیں۔ اور یہ سب کچھ اسی جذبۂ وطن کا نتیجہ ہے۔ جب یہ خُدا کے حکم کے خلاف ظہور میں آیا۔ اس بدی سے بچنے کا اور اس جذبہ کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا صرف ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر ہم ایک طرف وطن سے وابستہ ہوں۔ تو دوسری طرف ہم رضامندئ الٰہی میں وطن پر لات مارنے کے لئے بھی تیار رہوں۔ ہم اپنے وطن کی ضروریات کے پورا کرنے میں ہم کس طرح ناجائز کسی ملک اور قوم پر تیغ زنی کر سکتے ہیں۔ جب ہمارا خدا اس قسم کی خونریزی کو حرام ٹھیراتا ہے الغرض ہمیں اس مشق کے کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اگر خدا کی منشاء ہمارا ترک وطن چاہتی ہو تو ہم کر سکیں۔ حج سے بہتر یہ سبق ہمیں اور کہاں ملسکتا ہے جب ہم خدا کے لئے اپنا وطن اپنے دوست احباب یار اپنے عزیز۔ اہل و عیال چھوڑ دیں۔ جوں ہی سرزمین عرب میں داخل ہوں۔ تو اس نشانِ عزت امتیاز کو جس کا نام لباس ہے اپنے سے جدا کر دیں۔ خدا کی راہ میں احرام باندھ لیں۔ اور کوئی پیسہ ٹکہ اپنے پاس نہ رکھیں۔ اس وقت ہماری کیا حالت ہوتی ہے۔ ہم اپنے محبوب کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ دنیا کی محبوب سے محبوب ترین چیز بھی ہمارے پاس نہیں۔ روپیہ۔ پیسہ۔ جائداد۔ اولاد۔ بی بی۔ وطن۔ لباس الغرض وہ سب کی سب باتیں جن کا ناجائز حصول کُل جرائم کا ذمہ وار ہے ہم سے جدا ہو چکی ہیں۔ یا بالفاظ دیگر ہم نے خود ان سے انقطاع کر لیا ہے۔ ایک جان کو لیکر خدا کے دوارے گرد گھوم رہے ہیں۔ اسی کا نام طوافِ کعبہ۔ گویا وہ جان جو ہمارے پاس باقی رہگئی ہے اسکو خدا کی راہ میں قربان کرنے کیلئے ہم اس کے گھر پر پہنچ گئے ہیں۔ کیونکہ دنیا

کی زبان حال میں کسی کے گرد گھومنا اس پر نثار ہوتا ہے - اس کے بعد عرفات میں داخل ہو کر ہم ننگی زمین پر سربسجود ہو جاتے ہیں - اور اسطرح اس جسم کو جو کمخواب اور سنجاب پر استراحت کرتا ہے - اور ہر قسم کے ملبوسات سے آراستہ رہتا ہے خاک میں ملا دیتے ہیں - گویا خاک ہی ہم تھے اور خاک میں ملگئے - پھر اس کے بعد ہم کسی مویشی یا جانور کی قربانی کرتے ہیں - ہم میں اور جانور میں حصۂ بہیمیت مشترک ہے - یعنی رُوح کے سواء جو کچھ بھی ہم میں ہے وہ سارے کا سارا جانوروں میں ہوتا ہے - ہم جانور اگر ذبح کر کے یہ ظاہر کرتے ہیں - کہ ہمارے اندر جو حصۂ بہیمیت ہے - آج اس پر ہم نے چھری پھیر دی - جو کچھ ہم نے کمایا تھا - اس سے ہم احرام باندھ کر جُدا ہو گئے اور جو ہماری فطرت میں تھا - اس پر ہم نے چھُری پھیر دی - خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے ہی ہم نے نثار ہونے کی تیاری کی - عرفات میں سجدہ کر کے ہم نے آپ کو خاک میں ملا دیا - اور جانور کی گردن پر چھُری پھیر کر ہم نے اپنی بہیمیت پر چھُری پھیر دی - الغرض اگر تکمیل نفس کی راہ میں آخری منزل سلوک یہ ہونی چاہیئے - کہ ہم ہر قسم کی محبوبات سے خدا کے لئے جدا ہو جائیں تو یہ آخری منزل حج بھی پوری ہو جاتی ہے - اسلئے آنحضرت صلعم نے حج کو سلوک کی آخری منزل فرمایا - اگر تکمیل نفس سے مُراد نفس کی وہ کیفیت ہے جہاں یہ تمام قسم کی تحریصات تحریکات بد سے کُلّیتہً آزاد ہو کر گناہ سے کامل ننگاری حاصل کر لیتا ہے - تو پھر یاد رکھو - کہ یہ کیفیت روحانی اسی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے جو ان چیزوں سے مُنہ موڑنا جانتا ہو - جو دنیا میں موجب گناہ ہو جاتی ہیں ہمیں ادائیگی ارکان اسلام میں جب ان چیزوں سے مُنہ موڑنا عملاً سکھلایا جاتا ہے جن پر ہمارا حق جائز ہے - تو پھر ہم کیوں دوسرے کی مقبوضات سے بلا تکلف منہ نہ موڑیں - کلمہ طیبہ سے چلکر حج کے خاتمہ تک ہم نے ایک ایک کر کے جن کو ہم شرعاً بھی رکھ سکتے تھے - ہم نے آہستہ آہستہ ترک کیا اپنی چیزوں

کی محبت ہمیں خوار کرتی تھی۔ اس آخری منزل سلوک نے ہم نے تمام اپنی محبوبات سے کنارہ کرلیا۔ یہ سب چیزیں ہماری نفس کے حصہ بہیمیت نے ہماری نگاہ میں عزیز کردی تھیں۔ حج کی شام کو ہمنے ان سب کو چھوڑ دیا۔ اور اس طرح بہیمیت سے گلے پر چھری پھیردی خوب غور کرلو کہ ہم میں اور ایک چار پائے میں جو مشترک بات ہے۔ وہ وہی بہیمیت ہے۔ اگر عرفات یعنی میدان حج میں پہنچکر تم نے اور انکا بہیمیت کو ذبح کیا۔ تو اس سے دوسرے دن منا میں آکر ہمنے بہائم میں سے ایک جانور کو لیکر اسکی گردن پر چھری پھیری ہے۔ یہ نشان اسبات کا ہے۔ کہ حج کے بعد ہم اپنی بہیمیت کو ختم کر بیٹھے۔ میرے سامعین آج جو مسلمان ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر قربانی یا صدقہ کے رنگ میں کسی جانور کے گلے پر چھری پھیر کر انھوں نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ وہ دراصل اپنے نفس کی بہیمیت کو چھری پھیر رہے ہیں۔ تو پھر ان کا یہ فعل ایک بُت کا چڑھاوا ہے۔ کسی دیوی کی بھینٹ ہے۔ اور اسمیں حقیقت قربانی نہیں +

انسان اور خدا کا رشتہ

خدا اور اسکی صفات کے علم نے انسانی اخلاق اور اسکی سیرت پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔ دراصل جو کچھ بھی ہم خدا کے متعلق جانتے ہیں۔ وہ صرف چند صفات ہیں جو کسی مذہب نے خدا تعالے کے متعلق ہمیں سکھائیں۔ اسلام سے پہلے بعض مذاہبوں نے جو صفات آلہیہ کا نقشہ انسان کے سامنے کھینچا۔ وہ ایسا نہ تھا۔ کہ اس سے انسان کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوسکے۔ اسے ایک نہایت سنگدل حاکم سمجھا گیا۔ جو حکم عدولی پر رحم کرنا نہ جانتا تھا اس کا رحم بلا بدل نہ ہوتا تھا۔ اسکی خوشی اسی میں تھی کہ لوگ اپنے گناہوں کے عوض قربانی کریں۔ جانور مذبحوں پر ذبح ہوکر آگ میں ڈالے جانے اسکی آنکھوں کیلئے خوشگوار منظر تھا۔ ان قربانیوں کا دھواں اسکی مشام کو معطر کرنیوالا۔ قربانگاہوں پر انسانی خون اس کے دل کا سرور۔ اور ہماری طرح طرح

کی ریاضتیں اور مشقتیں اسکی خوشنودی مزاج کا ذریعہ۔ وہ اپنے قوانین کی اس سختی سے پابندی چاہتا تھا۔ کہ ایک ادنےٰ سی غلطی پر اس کا غصّہ بھڑک اُٹھتا تھا۔ جس کا ظہور وہ مروج طرح کی مصائب اور بلائیں تھیں جو دنیا میں نازل ہونی شروع ہوجاتی تھیں۔ الغرض یہی نقشہ خدا تعالیٰ کا جناب مسیح سے بھی پہلے کم و بیش ہر مذہب میں دائر و سائر تھا۔ جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے انسان کو اس غلطی سے نکالنا چاہا "اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے"۔ انہوں نے خدا کو ان الفاظ سے پکار کر یہ سکھلایا۔ کہ خدا تعالےٰ اور انسان کے درمیان حاکم و محکوم کا رشتہ نہیں۔ بلکہ باپ اور بیٹے کا رشتہ ہے جب اپنے باپ یعنی خداوند کا ذکر وہ کرتا تو ہمیشہ محبّت اور پیار سے۔ اور وہ باپ اس کا کوئی خاص باپ تو تھا نہیں۔ از رُوئے تعلیم مسیح جس طرح اللہ تعالیٰ ان کا مجازی باپ تھا۔ ویسے وہ ہر ایک کا مجازی باپ ہے۔ لیکن جناب مسیحؑ کے رخصت ہوتے ہوئے وہ محبّت اور پیار کا رشتہ جو باپ اور بیٹے میں ہوتا ہے۔ اور جو جناب مسیح نے خدا اور اسکی مخلوق میں قائم کرنا چاہا وہ مٹادیا گیا انسانی پست فطرتی پھر کام کرنے لگی۔ وہی پُرانی باطل پرستی کہ خُدا کا غُصّہ جب کسی کے ادنےٰ سے ادنےٰ گناہ پر بھڑک اُٹھتا ہے۔ تو بلا عوضہ لئے فرو ہونے میں نہیں آتا۔ سینٹ پال کے ذریعہ پھر مذہب میں آداخل ہوئی۔ اس قسم کی باتیں روما اور یونان میں پہلے ہی موجود تھیں۔ ان کی کافرانہ مزاج کے مطابق حال مذہب بنانے کے لئے پولوس نے خون مسیحؑ کا فسانہ تراشا۔ خدا باپ تو مانا گیا۔ لیکن باپ بھی وہی بیرحم باپ جو بچوں پر بھی مہربانی کرنی نہیں جانتا۔ اس باپ کے سب بچے گنہگار تھے کب بخش سکتا تھا۔ ایک منجھلا بیٹا آگیا۔ اس نے سب کی جگہ اپنا خون بہا دیا۔ الغرض اس قسم کی کفریات اور مذاہب میں بھی موجود تھیں جبکہ دو جہان کی رحمتؐ نے نزول فرمایا۔ اور اس نے سیّد العرب والعجم کی شکل

اختیار کی۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰؐ آئے۔ اور اس خدا کا پتہ لائے۔ جو رب العلمین۔ رحمان و رحیم۔ اور مالک یوم الدین ہے۔ اور اس طرح ان کفریات کا قلع قمع کیا۔ جس نے ہر مذہب میں قریب قریب خدا کا نقشہ اس قسم کا کھینچ رکھا تھا کہ جو نہ صرف مزیل شان خدا بنجائے۔ بلکہ اس سے اس دل کی پست فطرتی اور کمینہ مزاجی کا پتہ چلتا تھا کہ جن کے دماغ سے اس قسم کی صفات ربی تجویز ہوئیں۔ پیش ازیں کہ میں ان صفات پر کچھ کھوں اپنے مقصد کے اظہار کیلئے یہ مجھے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں پھر آپ کو انسانی قویٰ اور استعداد اور مقصد مذہب کیطرف متوجہ کروں۔ انسان دنیا میں ایک پاک کامل معصوم اور بیشمار قوتوں سے معمور فطرت لیکر آیا۔ ان قویٰ کی آبیاری کو سامنے رکھ کر قرآن نے جس صفت ربی کا ذکر کیا۔ وہ رب العلمین ہے۔ لفظ رب اپنے معنوں میں لفظ اب (باپ) سے زیادہ وسیع ہے دنیا میں وہ بھی تو باپ ہیں جو کسی ... وجود کا باعث ہو کر یہ بھی نہیں جانتے کہ انکی پیٹھ سے نکلا ہوا بچہ کہاں ہے اور کس جگہ۔ وہ بھی آخر باپ ہی کہلاتا ہے۔ بعض جانکر بھی پرورش کے تعہد سے بیفکر رہتے ہیں۔ الغرض لفظ باپ جو جناب مسیح نے تجویز کیا ظہور رحم خداوندی کے لئے وہ اچھا لفظ نہیں تھا۔ عربی زبان میں رب کے چار معنے واقع ہوئے ہیں۔ پیدا کرنیوالا۔ پیدا کر کے پرورش کا سامان کرنیوالا۔ اپنی مخلوق میں ایکطرف اعلےٰ درجہ کی استعدادیں رکھنے والا اور دوسری طرف ان استعدادوں کو نشو نما دینے کے اسباب کو مہیا کرنیوالا بالفاظ دیگر کسی چیز کو ارتقائی منازل سے گذار کر اسکی منزل تکمیل تک پہنچانیوالا اور پھر ہر ایک منزل میں جو اسباب ضروریہ ہیں ان کو مہیا کرنیوالا۔ یہ سارے کے سارے مفہوم ایک لفظ رب میں آجاتے ہیں لیکن اس منزل تکمیل تک پہنچنے کیلئے انسان کی ربوبیت سے صدہا ایسی چیزوں کی ضرورت ہے پیدائش انسان

سے پہلے ہی دنیا میں موجود ہونی چاہیئے۔ روشنی ہوا۔ پانی۔ آفتاب چاند وغیرہ بے اندازہ ایسی چیزیں جو انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اگر کائنات میں موجود نہ ہوں تو انسان کہاں ایک منٹ کیلئے بھی زندہ رہ سکتا ہے انسان کی خاطر ان سب چیزوں کو پہلے سے ہی پیدا کر رکھنا جس رحم و محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کو عربی زبان میں رحمانیت کہتے ہیں۔ پھر جب خود انسان دُنیا میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اپنے جوہر کے ظہور کیلئے رحمانیت کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ مضمرہ اٹھاتا ہے۔ تو پھر اسکے اس عمل کو مثمر کرنا بھی رحم خداوندی پر ہی منحصر ہے۔ جو اس کے فعل کے دس بدلے دے۔ جو کشت عملمیں ایک دانہ کا عوض ہزار ہا دانے دے۔ یہ بھی ایک رحم کو چاہتا تھا۔ اس قسم کے رحم کو عربی زبان میں رحیمیت کہتے ہیں۔ رحمانیت کے متعلق ایک امر اور بھی غور طلب ہے جب رحمانیت کا فضل انسانی پیدائش سے پہلے ظہور پذیر ہوا = تو لامحالہ وہ کسی عمل انسانی کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ وہ کسی نیکی کی پاداش میں عطا ہوا۔ پھر وہ خداوند جو اس قسم کے لکھوکھا افضال کی بارش بلا بدل و بلاعوض رات دن بھیج رہا ہے۔ وہ کسی ہماری غلطی یا گناہ کو بلا عوضہ نئے فضل کی نگاہ سے نہ دیکھ سکے تم رحمان کے فضل پر غور کرو۔ جو بلا بدل ہے اور یہ تمام فسانے اور کہانیاں جنہوں نے مختلف مذاہب میں کفارے قربانیاں نذر بھینٹ کی شکل اختیار کر رکھی ہے خاک میں ملجاتی ہیں۔ اس فضل رحمانی کے ماتحت بیشمار خدا کی نعمتیں ہماری چاروں طرف نظر آرہی ہیں۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ اسی فضل کا ظہور ہے۔ اس فضل کے عطیہ میں کسی ذات صفات قوم کا لحاظ نہیں یہ فضل سب کے لئے یکساں ہے۔ ہاں رحمانیت کے ماتحت جس فضل کا نام رحیمیت ہے۔ وہ عمل انسانی کو چاہتا ہے۔ اس کا مورد وہی ہوتا ہے جو رحمان کے عطیات کو صحیح طور پر استعمال کرے۔ یہ بدل عمل میں فضل نہ صرف ہمیں حوصلہ

دلاتا ہے کہ ہمارے عمل ضائع نہ ہوں۔ بلکہ یہ تازیانہ کا کام دیتا ہے۔ کہ ایک بیعمل کی اس رحیمیت مآب سرکار میں کوئی شنوائی نہیں۔ رحمان خدا نے ہماری ضروریات کے دفعیہ میں ہر قسم کا مواد و مصالح مہیا کر رکھا ہے لیکن وہ سب کا سب ہمیں تو ہی مفید ہوگا۔ اور اس مفید ہونے کا نام ہی نزول رحیمیت ہے۔ جب ہم اس مواد و مصالح پر قوت عمل کو کام میں لاویں گے۔ یہ کائنات کی چیزیں جو ہمارے اردگرد ہیں سورج۔ چاند۔ ستارے۔ ہوا۔ پانی۔ زمین آور تو اور ہماری خوراک پیدا کرنے کے لئے اسقدر ضروری ہیں لیکن یہ سب کے سب فی الدم کام نہیں کرتے جبتک ہم خود زمین کو کھود کر تخم نہ ڈالیں یہی مظاہر قدرت جو ہمارے ہاتھ ہلانے سے پہلے ہمیں کسی طرح متمتع نہ ہونے دیتے تھے۔ اب وہ سب کے سب خادمانہ رنگ میں ہماری خدمت کرنے لگجاتے ہیں اور اس دانہ تخم کو ایک بارور فصل بنا دیتے ہیں۔ ہماری فطرت کسی قدر اصلاح کی بھی محتاج ہے۔ ہم جب تک مقررہ حدود میں کام کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ ہم تجاوز حدود سے صدہا قسم کا نقصان اُٹھا لیتے ہیں۔ اسلئے مقررہ حدود وراہوں پر چلنے کے لئے جس تازیانہ کی ضرورت ہے۔ اس کا تعلق خدا تعالیٰ کی چوتھی صفت سے ہے۔ جو قرآن ان تین صفات کے بعد ذکر کرتا ہے۔ یعنی مالک یوم الدین جزا و سزا کے دن کا مالک۔ لفظ مالک کو جزاوسزا کے ساتھ ذکر کر دینے میں نہایت لطافت کے ساتھ ان بیہودہ خیالات کا بھی دفعیہ کر دیا گیا۔ جو ایک حد تک کفارہ وغیرہ نظریوں کا ذمہ وار ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو عادل ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ عدل و انصاف کا مالک قرار دیا ہے۔ وہ جج تو ہے لیکن مالک جج۔ ایک حاکم یا ایک جج قانون کے ماتحت ہی کام کر کے عادل کہلا سکتا ہے۔ اس کا ہر فعل قانون کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ مالک ہے۔ کسی کے گناہ کے عوض میں جہاں ایک حاکم عادل قانون کی منشاء کو پورا کرتے ہوئے سزا دینے پر مجبور ہے

ایک مالک حاکم قانون سزا کو ایک طرف رکھ کر رحم سے کام لے سکتا ہے۔ جن لوگوں نے گنہگار انسان کو سزا سے بچانے کے لئے کفارہ وغیرہ کے مسائل تراشے ہیں۔ ان کو اس سے غلطی لگی ہے۔ کہ ایک عادل بغیر سزا دیئے نہیں رہ سکتا۔ وہ اسے اپنے قوانین کا مالک سمجھے تو یہ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ لفظ مالک ایک اور لطیف بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ہم میں اور ہمارے خداوند میں مالک اور مملوک کا رشتہ ہے مالک کی چیز اگر قابل اصلاح ہو جائے یا ناقص واقع ہو تو دفعیہ نقص میں وہ ایسے انداز اختیار کرتا ہے جس سے اسکی چیز میں کوئی اور نقص واقع نہ ہو۔ وہ مملوکہ چیز کو اسی وقت تادیب و تہذیب کے شکنجہ میں کھینچیگا جب مملوک کی اصلاح اس امر کو چاہتی ہو کہ اسکی سزا دہی کسی انتقام کے خیال سے نہ ہوگی۔ بلکہ اصلاح کی خاطر اور سزا دہی بھی اس انداز سے ہوگی۔ کہ مملوک کو حقیقی کوئی نقصان نہ پہنچے اس طرح مالک یوم الدین میں اگر سزا کی طرف اشارہ ہے تو محبّت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یعنی یہ سزا جو ہمیں ملتی ہے۔ یہ بھی خدا کے تقاضے محبّت سے ہے۔ اسکی محبّت چاہتی ہے۔ کہ ہم نے عیب ونے نقص ہوں لیکن دفعیہ نقص کسی سختی کو چاہتا ہے۔ اسلئے یہ سختی دراصل محبّت کا ایک ناخوش آیند لباس ہے +

اب اِن چار صفات رب۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین پر غور کرو۔ ہر ایک صفت محبّت۔ رحم فضل۔ پیار۔ شفقت۔ رحمت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ہماری کونسی ضرورت ہے جسے وہ پورا نہیں کرتی۔ ہماری کونسی وہ قوت ہے جسے وہ مثمر نہیں کرتی۔ اگر پیدا کیا پرورش بھی کی۔ اگر پرورش بھی کی تو تکمیل تک بھی پہنچایا۔ افضال درافضال بلا عوض وبدل دیئے۔

لیکن اگر کہیں ہم کچھ کام بھی کر بیٹھیں تو ایک کام کے عوض ہزار عوض دیا۔ ہاں ہمیں صحیح سڑک پر چلانے کیلئے اور اس میں بھی ہمارا ہی فائدہ ہے کبھی کبھی ہمیں سزا بھی دی۔ فرض کرلو کہ ہمارے ہاتھ میں کوئی کتاب مقدس نہ ہوتی نہ خدا کا کامل الہام ہمارے خالق ومالک کا پتہ بتاتا۔ بلکہ ہمیں اپنے خالق ورب کا پتہ کائنات سے دریافت کرنا پڑتا۔ تو پھر بیشک غور کرکے دیکھ لو جس خدا کی ہستی اور اس کے کاموں کا پتہ یہ صحیفۂ قدرت اور اس کا ذرہ ذرہ دے رہا ہے۔ وہ خدا اپنی چار صفات کا خدا ہے جس کا ذکر قرآن فرماتا ہے۔ آخر دنیا کے سب مذاہب نے کوئی نہ کوئی نقشہ خدا کا پیش کیا تو کیوں نقشوں کو صحیفۂ قدرت کی معیار پر نہیں تولتے میرے سامنے اس وقت جو بیٹھے ہیں وہ مختلف مذاہب کے پرستار ہیں۔ خود ان صفات کو جو ان کا مذہب تعلیم کرتا ہے معیار مذکورۂ بالا پر پرکھیں پھر اگر ان کے مذہب کی تعلیم اس معیار میں پوری اُترے تو انہیں ان کا مذہب مبارک۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ سمجھ لیں کہ وہ اس معاملہ میں صحیح راہ پر قدم نہیں مار رہے۔ یہ تو رب۔ رحمان۔ رحیم اور مالک یوم الدین ہی ہے جس کی ہستی کا ذرہ ذرہ شہادت دیتا ہے۔ کُل کا کُل قرآن انہی چار صفات کی تفسیر ہے۔ یہ تمام شرائع اور قوانین جو قرآن بیان کرتا ہے۔ یہ بھی ان چار صفات کے منشاء کے پورا کرنے کے لئے تجویز ہوئے۔ ان شرائع پر چلکر ہماری زندگی ان صفاتِ اربعہ کے منشاء کے مطابق ہوجاویگی۔ نیکی کی زندگی اسلامی نکتۂ خیال سے زندگی کو ان چار صفات کے مطابق کرنا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ تخلقوا باخلاق اللہ کر رہا ہے۔ اسی طرح بدی بذاتہٖ کوئی چیز نہیں۔ انہی چار صفات کے تقاضوں کے خلاف چلنا یا اپنی حالت کو ان کے مطابق نہ رکھنا طرح طرح کے جرائم وگناہوں کا باعث ہوجاتا ہے اس طرح کُل کا کُل قرآن ختم ہوجاتا ہے۔ اسمیں اگر بعض مقدس لوگوں کا ذکر

ہے یا اُن کے بالمقابل بعض فاسقوں کا بیان ہے تو وہ بھی انہی صفات کی تفسیر ہے مُقدس وہی لوگ قرآن میں گنے گئے ہیں۔ جو اِن چار صفات کے مناسب چال راہوں پر چلیں۔ اور فاسق وہی لوگ جو ان راہوں سے متجاوز ہو گئے۔ اس طرح لفظ اللہ کُل تعلیم اسلام و قرآن کا مرکز ہے۔ ہر ایک چیز اس کے گرد گھوم رہی ہے اِس طرح یہ کہنا ایک سچی بات ہے کہ جسنے لا الہ الا اللہ کہا۔ اور اسکی عملی تصدیق کی اُسنے کُل مذہب کی تکمیل کر لی۔ اور جنت میں داخل ہو گیا (من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنہ) اللہ ہی معبود ہے۔ اور یہ لفظ بھی اسی حقیقت کی اظہار کے لئے دُنیا میں موضوع ہوا ہے۔ کیونکہ دوسری زبانوں میں اسکا قائمقام جو بھی لفظ ہے وہ خدا کی ذات کے سوا اور دن پر استعمال ہوا ہے اور ہو رہا ہے

اِنسان اور کائنات میں اور اِنسان اِنسان میں باہمی رشتہ

ہمارے مذہب کا خُلاصہ یعنی لا الہ الا اللہ ہمیں اسلئے تلقین نہیں کیا گیا کہ اس کے دوہرانے سے جلال خداوندی کے کسی نقص کی تکمیل ہوتی ہے نہ اسلام کا خدا "حاسد خدا" واقع ہوا ہے۔ جو کسی اور کو تخت خداوندی پر بیٹھا ہوا دیکھ نہیں سکتا۔ کُل کی کُل دُنیا اگر مُشرک ہو جائے۔ تو اُس کے جلال میں کیا کمی ہے اور اگر سب کے سب اس کے پرستار بنجائیں تو اس کی جبروت و عظمت میں کونسی افزائش ہوتی ہے۔ ہم نے اگر خدا کو ایک مانا تو اس سے تو انسان کا خود فائدہ ہے انسان کی سیرت اور اخلاق کی تکمیل و تربیت صحیح طور پر اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ اپنا خالق مالک محبوب اُمید گاہ جائے خوف ایک خدا کو مانئے۔ اس لا الہ الا اللہ کی حقیقت پر قائم ہونا ایکطرف ان رشتوں کی حدبندی کر دیتا ہے۔ جو انسان اور کائنات میں ہیں۔ اور دوسری طرف اِن تعلقات کو محدود و مُقید کر دیتا ہے جو ایک انسان کے دوسرے اِنسان کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ اگر میرا خدا ایک خدا ہے۔ اور خدا ہی جس کی شان کبریائی

ہے۔ تو پھر کُل کی کُل کائنات جسمیں اِنسان بھی شامل کرلیا جائے۔ وہ یا میرے برابر یعنی مجھ میں اور اسمیں مساوات ہے یا مجھ سے کم یعنی مجھ میں اور اس میں خادم مخدوم کا رشتہ۔ صرف یہ خیال کہ خدا ایک ہے۔ اسبات کے ماننے کے لئے تیار کردیتا ہے۔ کہ استعدادات کے لحاظ سے میں کسی اور انسان کو اپنے سے زیادہ نہ سمجھوں اور اس پر ایمان رکھوں کہ جو ایک اِنسان کرتا ہے۔ وہ دوسرا بھی کرسکتا ہے۔ اس حقیقت کے سمجھنے سے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے اِنسان کے مخفی جوہر ظاہر ہونے لگجاتے ہیں۔ اور اسی کی طرف اِنسان کو متوجہ کرنے کے لئے خیر البشر (صلعم) کے مُقدس ہونٹوں پر یہ پاک فقرہ جاری ہُوا۔ انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد۔ ترجمہ میں تجھ جیسا ایک بشر ہوں۔ ہاں اللہ نے تم سب میں سے مجھے ایک پیغام پہنچانے کیلئے چُن لیا۔ اور وہ پیغام یہ ہے۔ کہ ہمارا خدا ایک خدا ہے +

پیش ازیں کہ میں مساوات انسانی پر مزید روشنی ڈالوں میں بہ رعایت اِختصار اِنسان اور کائنات کے مابین رشتہ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں جسے قرآن کریم نے اِن چند لفظوں میں ظاہر کردیا۔ وسخر لکم ما فی السمٰوات والارض جمیعاً (ترجمہ۔ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے ہمنے انہیں تمہارے لئے مسخر کردیا وہ تمہارے غلام و خادم ہیں تمہاری خدمت دینے کو مجبور ہیں) جاؤ ان راہوں کی تلاش کرو۔ اور ان کو اپنا حقیقی خادم بنالو۔ یہ آیت اِنسان کو خدا کا خلیفہ اور کائنات کا بادشاہ قرار دیتی ہیں نسل اِنسانی کا قائمقام یعنی جدِ اول حضرت آدمؑ کا ذکر جو قرآن میں بطور مسجُود ملائکہ آیا اسکی بھی حقیقت یہی تھی۔ یہ جگہ فرشتوں کی حقیقت پر بحث کرنے کی نہیں۔ فے الجملہ میں اسیقدر کہ سکتا ہوں۔ کہ اسلامی الٰہیات میں ملائکہ ان بالارادہ وجودوں کا نام ہے جو بحوائے فطریہ کے متعلق منشاء خداوندی ظہور میں لے آتے ہیں۔ جسقدر بھی کائنات میں چیزیں ہیں انہیں منشاء الٰہی نے کسی

نہ کسی مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اسی منشاء آلہی کا نام صفاتِ اشیاء ہے۔ یہ صفات جن بالارادہ شخصیتوں کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ قرآن میں ملائکہ کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ اِنسان اوّل ابن آدم کو سجدہ کر کے یہ بتلادیا۔ کہ کُل کائنات کے پال و پرزے ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ انکی مشینری کے چلانیوالے ہم ہیں۔ ہر کائنات کی چیز میں ہم بمنزلہ رُوح وجان کے ہیں ہم آپ کو آج سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس سجدہ کے ذریعہ اطاعت اور انقیاد کا اقرار کرتے ہیں (فعلم آدم الاسماء کلہا) تم جس جس چیز کے متعلق علم تحقیق حاصل کر کے اس کے خواص کا علم حاصل کرلو۔ اور اس علم کے ذریعہ اس چیز کو استعمال کرنا چاہو۔ ہم ان خواص کو تمہارے منشاء کے مطابق ظاہر کردیں گے۔ اور اس امر کا اقرار ہم اِس سجدہ کے ذریعہ کرتے ہیں اسلام کے ظہور سے پہلے یہ مظہر مظاہر قدرت ہمارے خدا بنے ہوئے تھے آفتاب چاند۔ شجر۔ حجر۔ نجم کونسی چیز تھی۔ جس کو ہم نے خدا انہیں بنا رکھا تھا۔ یہ سارے کے سارے تختِ الوہیت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسلام آیا اور اس نے یہ اسرارِ قدرت اِنسان پر ظاہر کرکے کہ یہ سب کی سب چیزیں تمہارے خدا نہیں بلکہ تمہارے خادم۔ ان تمام خداؤں کو ہمارا غلام بنادیا۔ وہ جو کل ہمارے معبود تھے۔ آج ہمارے عابد ہو گئے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے۔ کہ جب تک قدرت کے مختلف قوی اور اسکے مختلف مظہر ہمارے خدا رہے۔ نہ ہم ان سے خدمت لینے کا خیال کرسکتے تھے۔ اور ان راہوں کی تلاش کرسکتے تھے۔ جن سے وہ ہمارے خادم بنتے معبود سے خدمت لینا یہ خود کفریات میں داخل ہے۔ تو پھر یہ حالات ہوں تو کس کے علوم اور کس کی تحقیق۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب تک اسلام نہ آیا دُنیا میں علوم جدیدہ کی تحقیق و دریافت کی بنا نہ پڑی۔ اسلام آیا اور اس نے ان معبودوں کو غلام ظاہر کر کے ہمیں ان راہوں کے دریافت کی طرف متوجہ کردیا کہ جن سے ہم ان کو اپنی خدمت میں لے آئیں۔ اسی دریافت کا نام سائنس ہے

اور سائنس کیا بلا ہے۔ اسلئے جہاں تک سائنس کا ظہور اسلام کا محتاج رہا۔ وہ امر بدیہہ ہے۔ چنانچہ اسلام نے ہی سائنس کی بنیاد ڈالی۔ اسلام کے بعد ہی ظہور علوم ہوا۔ لہٰذا اگر ہم خدا کو ایک جانتے ہیں۔ اور اسکی وحدانیت پر زور دیتے ہیں۔ تو اس سے کوئی جلال خداوندی کو تعلق نہیں۔ اس سے کوئی ہم خدا کی عظمت نہیں بڑھاتے۔ بلکہ ہم اپنی عظمت کو آپ قائم کرتے ہیں۔ اسطرح ہم کسی انسان کے متعلق مساوات کا خیال ہی کب کر سکتے ہیں۔ جب ہم اسے اپنا خدا بنائے ہوئے ہیں۔ اسمیں چند ایک کمالات ہوتے ہیں جو ہمیں حیران کر کے ہمارے ہاتھوں سے اسے لباس الوہیت پہنا دیتے ہیں لیکن اگر ہم اسے اپنے برابر سمجھیں۔ اور ایمان بالتوحید کی یہی نشانی ہے۔ تو لازمًا اسے کمالات انسانی قرار دیکر اپنے آپ میں انکی استعدادوں کا ہونا تسلیم کر لیتے ہیں وہی استعدادیں صحیح راہوں کو اختیار کرنے سے ظہور میں آجاتیں۔ میں ہم وہی ہو جاتے جو ہمارے خدا تھے۔ ہم نے ان کو خدا سمجھا۔ اور ہم ان کمالات سے محروم ہو گئے۔ اگر دُنیا کے خدا جسم کی بناوٹ کے لحاظ سے ویسے ہی ہیں جیسے ہم ہیں۔ تو یہ مساواتِ جسم مساواتِ اخلاق و رُوحانیات کو چاہتی۔ اگر ہم اس مساوات پر ایمان رکھیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن اگر ہم انہیں خدا بنائے رکھیں تو سب کے سب شریف اخلاق تباہ ہو کر ہماری گردن میں طوق غلامی ڈال دیتے ہیں بالغرض اسلام آیا اور اس نے دو باتیں بیان کیں۔ کہ انسان اِنسان میں مساوات ہے اور انسان اور دیگر کائنات میں مخدوم و خادم کا رشتہ ہے۔ اسلام سے پہلے انسان ان دونوں حقوق کو گنوائے ہوئے تھا۔ نہ اسمیں دوسرے انسانوں کے کمالات پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ نہ وہ اپنے غلاموں سے حقیقی خدمت لیتا تھا +

باقی آیندہ

برکات مصائب

(از قلم جناب حافظ محمد حسن صاحب بی - اے)

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ وبشر الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

ترجمہ ۔ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار اراضی کی کمی سے آزمائیں گے ۔ اور اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشنودئی خدا اور کشائش کی خوشخبری سُنا دو ۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آ پڑتی ہو تو بول اُٹھتے ہیں ۔ کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں ۔ تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دیگا ۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں"۔

ہماری زندگی میں آئے دن ایسے واقعات کا ظہور ہوتا رہتا ہے ۔ جنکی وجوہات تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی ۔ اس عالم کون و مکان میں حالات کا تغیر و تبدل اس تیزی و سرعت سے ہو رہا ہے کہ ہماری عقول ان کی فہمید سے قاصر آگئی ہیں ہمارے ذہنی اور دماغی قویٰ کی ترقی ۔ ہماری علمی اور طبعی تحقیقات قدرت کے ان اسرار مخفیہ کو طشت از بام نہیں کر سکیں ۔ جن کا تعلق نوع انسان ہی سے ہے مگر جو انسانی قدرت و طاقت سے بالکل باہر ہیں ۔ ابتدائے آفرینش ہی سے قدرت کے یہ حیرت انگیز کارنامے معرض وجود میں آرہے ہیں ۔ مگر ان کے متعلق انسانی علم جوں کا توں ہی ہے ۔ اس دار المحن میں مصائب کی ایسی آندھیاں چلتی ہیں کہ ان کے سامنے اونے و اعلیٰ برنا و پیر سب غبار کی طرح اُڑنے لگتے ہیں ۔ وبا ۔ قحط ۔ موت اور ناکامی وغیرہ ان مصائب کی مختلف شکلیں ہیں ۔ بعض

اوقات ہماری ظاہر بین آنکھیں اُن کی اصلی وجوہات نہیں دیکھ سکتیں۔ اور ہم یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ کہ بیگناہ اور گناہگار یکساں مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ جتنا زیادہ ہم تدبر کرنے میں اُتنی ہی زیادہ ہماری حیرانی بڑھتی ہے۔ مصائب کی اس ہیئت کذائی کو دیکھ کر صفاتِ الٰہی اور ہستئ باریتعالےٰ کے متعلق انسانوں میں عظیم الشان اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں اپنی دماغی طاقتوں پر ناز ہے۔ اور جو دل کی جدائی کیفیتوں اور اُلفت بھرے جذبوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے دُنیاوی مصائب اور تکالیف کو دیکھ کر ملحد ہوگئے ہیں۔ کیونکہ اہل زمین کا فریاد و واویلا اضطراب و بیقراری دل کو ہلا دینے والی چیخ و پکار کو وہ لوگ اللہ تعالےٰ کی صفات رحم و کرم الطاف و بخشش وغیرہ سے تطبیق نہیں دے سکتے۔ ایک نادان معصُوم بچہ موت کے جفاکار ہاتھوں میں گرفتار ہو کر بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے پس ایسے لوگ اس واقعہ کو قدرت کی غیر ذی شعور طاقتوں کی طرف منسُوب کرتے ہیں۔ اور کارخانۂ عالم کے کسی ذی شعور موجد کی ہستی کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہندوستان کے رشیوں کو بھی یہ راز حل کرنے میں بڑی دقت ہوئی ہے۔ اور اس معاملہ میں انہیں کوئی معتد بہ کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ خدا کی ہستی کا بھی انکار نہ کر سکے۔ اور ساتھ ہی ان کو اللہ کی صفات میں جور و ستم جیسی قبیح صفتوں کو شامل کرنے کی جُرات نہ ہوئی۔ آخر انہوں نے مسئلہ تناسخ اختراع کیا۔ ان کے زعم میں نادان معصوم بچوں کی تکلیفیں کسی دیوتا کے جور و ستم کا نتیجہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ بچہ کے ساتھ زندگی کے اعمال کا حصہ ہوتی ہیں۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ جُرموں کی سزا دی جائے۔ پس انصاف الٰہی کا ظہور اس طرح ہوتا ہے۔ کہ ہماری گذشتہ زندگی کے اعمال کی سزا ہمیں موجودہ زندگی میں ملتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر انسان اس دارالمحن میں مصائب سے نالاں ہو تو کیا انسان ایک ہی انسان ہے جسمیں نیکی

اورخوبی کا مکمل فقدان ہو۔ کیا دنیا کے عظیم الشان انسان مثلاً انبیا۔ رشی اور اولیا وغیرہ جو اپنی تمام عمر ین مصیبتوں اور تکلیفوں کی نذر کر گئے اپنے وقتوں کے سب سے بڑے مجرم تھے۔ مسئلہ تناسخ کی روشنی میں اگر اس سوال کا جواب دیا جائے تو خود اس کے ماننے والے اس جواب سے کوئی بہت زیادہ خوش نہونگے اس سوال کو ہم ایک اور نقطۂ خیال سے دیکھتے ہیں۔ تمام مہذب ملکوں میں بلکہ نیم وحشی قوموں میں بھی یہ دستور ہے۔ کہ مجرموں کو سزا دینے سے پہلے انہیں انکے جرموں کی اطلاع دیجاتی ہے۔ تاکہ اس کا اثر انکی اور دوسرے لوگوں کی آئندہ زندگیوں پر خوشگوار ہوتا رہے۔ مگر مسئلہ تناسخ کے ماننے والو! خدا کیلئے مجھے بتاؤ کہ ایسے جرموں کی سزا کا فائدہ خود مجرموں کو دیگر لوگوں کو کیا ہوسکتا ہے جو ایک نامعلوم زمانہ میں نامعلوم شکل میں نمودار ہوئے۔ کیا ہمارے ان ہندوستانی بزرگواروں نے اللہ تعالی کی صفات سے دانش کو نہیں خارج کردیا۔ اگرچہ جوروستم کے فرضی الزام کو کسی نہ کسی طرح انہوں نے دور کرنے کی کوشش کی ہے +

اسلام نے اس راز کو عجیب طرح سے منکشف کیا ہے۔ اور اسلامی تعلیم اس لحاظ سے نہایت خوبصورت اور شاندار ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیہ سے واضح ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہم پھر ذیل میں درج کرتے ہیں +

" البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف اور بھوک سے مال و جان اور پیداوار ارضی کی کمی سی آزمائیں گے۔ اور پیغمبر صبر کرنیوالوں کو خوشنودی خدا اور کشایش کی خوشخبری سُنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے۔ تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دے گا۔ یہی وہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی رحمت و برکت ہے۔ اور یہی لوگ

راہِ راست پر ہیں"۔ پس قرآن کریم کے رُو سے یہ تکالیف اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں کسی خشمناک اور غضبی دیوتا کے جور وستم کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس خدائے بزرگ کی طرف سے ہے۔ جو ان مصیبتوں کو نازل کر کے انسانی اخلاق کی تربیت کرتا اور نشوونما دیتا ہے۔ بیشک تکمیل اخلاق کے لئے ہمیں ان کے اظہار کے مواقع چاہئیں۔ خطرہ کی عدم موجودگی میں ہم سب یکساں طور پر شجاع اور بہادر ہیں۔ مگر خطرہ کے ظہور کے وقت ہم میں سے کوئی ہوگا جس کا دل اندر ہی اندر سے نہ لرز رہا ہو۔ ہم ان لوگوں کی وفاداری کا ادعا کرتے ہیں جنہیں ہم دل سے چاہتے ہیں مگر جب ہماری وفا کی آزمائش ہوتی ہے۔ تو بہت کم ہیں۔ جو اس آزمائش میں پورے اترتے ہیں۔ صبر ایک بہت بلند صفت ہے۔ اور انسان اسکی تشریح میں دفتر کے دفتر سیاہ کرسکتا ہے مگر ایک چھوٹی سی مصیبت کے دار د ہونے سے وہی انسان بعض اوقات حالت دیوانگی تک پہنچ جاتا ہے ہماری اعلیٰ طاقتوں کا بیشک اسی وقت ظہور ہوتا ہے جبکہ خداوند تعالےٰ ہمیں تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال وجان اور پیداوار ارضی کی کمی سے آزماتا ہے۔ پس ہم پر ان مصائب کے نزول کی علت غائی قرآن کریم کے رو سے یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کی ترقی ہو۔ اور ہمارے قوائے مخفیہ کا ظہور ہو۔

دوسرا بڑا اصول جو فلسفۂ مصیبت کا رکن رکین ہے یہ ہے کہ مسلم کی زندگی کا نصب العین اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اظہار مصیبت اور دُکھ کے دوران میں الفاظ ذیل سے بڑھ کر کسی اور طریق سے نہیں ہوسکتا

انا للہ وانا الیہ راجعون

مسلم کی تمام زندگی۔ اس کے مختلف شعبے اور مشاغل۔ اس کا دائرہ عمل اس کے فرائض منصبی۔ اسکی حقوق طلبی۔ اسکی خوشی اور بہبودی۔ اس کا قدرتی شغف اور حب الوطنی سب کے سب اللہ کی رضاجوئی کی محکم زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو برس قبل الفاظ ذیل میں تلقین کی۔ قل ان صلوٰتی

ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین" کہدو کہ میری نمازیں۔میری قربانیاں میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جو پروردگار عالم ہیں معبود کے احکام کی فرمانبرداری کی اس رُوح کو مضبوط کرنے کیلئے ضروری تھا۔کہ عبد کو سخت مصیبتوں میں ڈالکر اسکی آزمائش کیجاتی۔ اگر وہ ان مصائب کی چلتی چکی میں پس پس کر حرف شکایت زبان پر لانے کی بجائے پکار اُٹھے کہ

انا للہ وانا الیہ راجعون

تو یہ پکار زمین سے اُٹھ کر عرش بریں کو پہنچتی ہے۔اور وہاں سے اسکے جواب میں یہ ندا آتی ہے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔میرے بندوں میں شامل ہوکر میرے جنت میں داخل ہوجا"۔

اس کے بعد اس آیہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان لوگوں پر ان مصائب کا کیا اثر ہوتا ہے۔جو ان کے ظہور کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سرچشمۂ الٰہی سے رُوحانی سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ وہی مصیبتیں جو انہیں پہنچنے آئی تھیں رحمت اور برکت بن جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ ان مصیبتوں کی علت غائی کو سمجھ لیتے ہیں یعنی وہ جان لیتے ہیں۔کہ ان مصائب سے ان کے اخلاق فاضلہ کی تکمیل ہوگی۔ اور انکی صفات مخفیہ کا اظہار ہوگا۔ اسی لئے فرمایا۔اولئك علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ۔اور چونکہ وہ فلسفۂ مصیبت کے تمام پہلوؤں کو ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ اسلئے وہ ہدایت یافتہ ہوکر اولئك ھم المھتدون کے شاندار القاب کے مستحق ٹھیرتے ہیں۔ کیا یہ ایک فرضی تعلیم ہے جس کا دُنیائے عمل میں کبھی ظہور نہیں ہوا ؟ ہرگز نہیں۔ ہمارے نبی پاکؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس تعلیم کے عملی تاثرات سے لبریز ہے دُنیا میں اور بھی نبی اور فلاسفر گذرے ہیں۔مگر دُنیا کی تاریخ صرف ایک ہی

ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔ اور وہ رسُول عربی صلعم کی ہے۔ جہاں کہ اعتقادی اصول اور زندگی کے کارنامے باہم ایسے مربوط نظر آتے ہیں کہ گویا ایکطرف الفاظ ہیں تو دوسری طرف انکی عملی تفسیر۔ نبی کریمؐ ایک عملی معلم تھے۔ وہ ان چیزوں کی تلقین کرتے تھے جن پر وہ خود عمل پیرا ہو کر دنیا کو دکھا دیتے تھے +

حضرت محمد الرسُول اللہ کی پیدائش سے پہلے انکے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ ابھی آپ چھ ہی برس کے تھے۔ کہ آپ سے ہمیشہ کیلئے آغوشِ مادر جُدا کر لی گئی ہے۔ یہ یتیم اور نادار عرب لڑکا دُنیا کی تاریخ میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرنیوالا تھا۔ اور انسانیت کے تمام محسنوں میں سب سے بڑا محسن اور انبیاء عالم میں سب سے بڑا نبی ہونیوالا تھا۔ یہ وہی بچہ تھا۔ جو بعد میں اس شعر کا مصداق ہؤا ؎

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست کُتب خانۂ چند ملت بشُست

زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ کو تکالیف کا سامنا ہؤا جس کا تصور بھی جسم انسانی پر لرزہ پیدا کر دیتا ہے۔ مگر وہ برگزیدۂ خدا ہمیشہ پروردگارِ عالم کو اپنی ربُوبیت کے تمام صیغوں کا متکفل سمجھتا رہا۔ آپ کی نظروں کے سامنے آپ کے بچوں نے جانیں دیں۔ آپ کی محبت اور محبوب بیوی خدیجۃ الکبریٰ آپ کی زندگی ہی میں آپ سے جُدا ہو گئی۔ آپ کے چچا ابو طالب بھی اس وقت آپ کو داغ مفارقت دے گئے۔ جبکہ معاندین اسلام جذبات انتقام و عناد سے مشتعل ہو کر آپ کو اور آپ کی مختصر سی جماعت کو نہایت دردناک عذاب دے رہے تھے آپ چچا کی عدم موجودگی میں تنہا اور بیکس رہ گئے۔ مگر آپ کے دل میں مطلق کوئی اضطراب نہ تھا۔ اطمینان قلب کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ سلسلۂ اشاعت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ اور نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ عرب جس کی ریت کا ایک ایک ذرہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا نظر آتا تھا۔ ایک بوستانِ محبت

بنگیا جس کی شمیم انگیزیاں اب تک دماغوں کو معطر کئے ہوئے ہیں۔ ان مصائب اور تکالیف کو برداشت کر کے آخر آپ کو وہ کامیابی ہوئی۔ کہ ہر طرف ابر رحمت ہی سایہ فگن نظر آنے لگا۔ عرب لوگ جو ایکدوسرے کے جانی دشمن تھے باہم بھائی بھائی بنگئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی ایک جیتی جاگتی چلتی پھرتی تصویر بنگئے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً .... الخ ترجمہ اے مسلمانو! اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور باہم تفرقہ بازی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جس کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ تم دشمنی اور عناد یا خوفناک آتشیں گڑھے میں گرنے والے تھے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور اللہ نے تمہیں بچالیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں صاحب عقول کے لئے بیان فرماتا ہے۔ یہ تھا عملی نمونہ اس رسول پاکؐ کا جسکے حلقۂ اثر میں اس وقت انسانیت کا چوتھا حصہ اپنی جسمانی، اخلاقی اور روحانی زندگی بسر کر رہا ہے صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً

اس مضمون کو زیادہ واضح کرنے کے لئے ہم قارئین کرام کی توجہ اس دعا کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ جو میت کے جنازہ ادا کرتے وقت پڑھی جاتی ہے۔ اس کا آغاز الحمد للہ رب العلمین سے ہوتا ہے۔ اب آپ فرض کریں کہ ایک نوجوان کے سر پر سے پدر مہربان کا سایہ اٹھ گیا ہے باپ کی نعش ابھی زیر زمین مدفون نہیں ہوئی۔ اسکی امداد و اعانت کا چشمہ خشک ہو چکا ہے۔ اس کا تصور اس کے سامنے نہایت قبیح شکل میں اس کے مستقبل کو پیش کر رہا ہے۔ اسکے کندھوں پر اہم فرائض آن پڑے ہیں۔ اسکی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں اس مایوسی، اندوہ اور حزن کے عالم میں اسکی زبان الحمد للہ رب العلمین کا ورد کرتی ہے۔ اسی وقت اسکے دل پر منکشف ہو جاتی ہے اور اسے یقین آجاتا ہے کہ میری ہر قسم کی ربوبیت کرنیوالا تو کوئی اور ہے وہ تو ایک حاضر و ناظر ہستی ہے جسے فنا نہیں۔ وہ قادر مطلق خدا ہے جس کی طاقتوں کی انتہا نہیں

مرحوم تو ان بیشمار وسائل میں سے ایک ادنےٰ وسیلہ تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے میری تربیت کیلئے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ بے نیاز مولیٰ پھر کوئی اور وسیلہ بنا دے گا۔ پس باپ کی موت ہی میں اسے اپنے اخلاق کی ایک گونہ نشوونما نظر آجاتی ہے۔ وہ اپنی ذاتی مساعی پر بھروسہ کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اسے اپنے آپ پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہوا تمام مصیبتوں کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس ہر ایک مصیبت کے نازل ہونے سے ایک مومن کا ایمان پختہ ہوتا ہے۔ اور ایمان کی یہ پختگی صرف الفاظ اور عقاید ہی سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ رسول اکرم صلعم کا اسوۂ حسنہ زندگی کے ہر مرحلہ میں مسلم کیلئے مشعل ہدایت بنتا ہے۔ اور وہ دوڑ دوڑ کر اور خوش ہو ہو کر زندگی کی کٹھن منزلیں طے کرتا ہے +

مسیحی سائنس

(ایک صوفی کی قلم سے)

بیماروں کو شفا دینا اور بھوتوں کا نکالنا جناب مسیح کے عہد نبوت کے یہ دو بڑے نشان دکھائی دیتے ہیں لیکن ایسی باتیں اَور وں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور خاص انہیں کے حصہ میں نہیں تھیں کیونکہ بنی اسرائیل کی باقی اولاد بھی اس قسم کا کام کرتی رہی ہے۔ علاوہ بریں مسیح نے ایسی ہی طاقت اپنے شاگردوں کو بھی عطا کی اگرچہ وہ بہت ہی بد اعتقاد تھے چنانچہ مسیح کے اپنے الفاظ ہیں کہ جس کسی میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ پہاڑوں کو ہلا سکیگا۔ یہ سب کچھ ہمیں انجیل سے ملتا ہے۔ اور اس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ہر انسان میں پہاڑوں کو ہلا دینے اور عجائبات دکھلانے کی طاقت موجود ہے۔ دوم مسیح کا خود دوسروں کو طاقت عطا کرنا بھی سراسر بیہودہ اور لاحاصل تھا البتہ ایمان کے ساتھ خاص خاص طرح کے عمل انہیں اصل مدعا اور غرض حاصل کرنے میں مدد دیتے تھے۔ اسی امر کی طرف مسیح کا اشارہ ہے جبکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ تمہارے نزدیک کوئی چیز بھی بیرون از امکان نہیں ہو سکتی لیکن یہ طاقت عبادت اور روزہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

پس ایمان روزہ اور عبادت ہی تین ضروری شرائط ہیں جن سے طاقت مطلوبہ حاصل ہو سکتی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مسیح نے کس قسم کے ایمان کا ذکر کیا ہے عیسائیوں میں بھی ایک طرح کا ایمان ہے لیکن اس ایمان کا پھل اور نتیجہ جس کا ذکر یسوع نے کیا ہے ہمیں نظر نہیں آتا۔ مسیح کے بعد اس کے حواریوں نے عبادت اور روزے سے اپنے ایمان کو تقویت دی۔ اور ان سے اس قوت کا اظہار ہوا۔ جو مسیح نے انہیں دی تھی لیکن بعد ازاں سچے ایمان کی نشانیاں سب غائب ہو گئیں عیسائیت کی ابتدائی حالت میں بعض پادریوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسی قسم کی طاقت کا اظہار کیا لیکن اس زمانہ میں پادری لوگ اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے جھوٹی کہانیاں اور قصے تیار کرنے میں اس قدر مشاق تھے کہ انکے وقت کی تاریخی کتابیں بھی اس قابل نہیں کہ ان پر غور و خوض کیا جائے بہرحال کلیسیا میں متذکرہ صدر طاقت کا نشان نہیں پایا جاتا اور اسکے اسباب بآسانی مل سکتے ہیں یہ بات صاف ہے کہ عمل کے بغیر ایمان کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور چند ایسے مسائل پر اعتقاد رکھنے سے جو ہمیں تمام ضوابط و قواعد سے آزاد کر دے ہماری تمام اعلےٰ اور لطیف قوتیں مُردہ اور بیحس ہو جاتی ہیں +

معلوم ہوتا ہے کہ جو مذہب یسوع دنیا میں لایا وہ اس مذہب سے بالکل مختلف تھا جو کلیسیا نے پیش کیا جناب مسیح زندگی کے ان خاص ضابطوں اور اصولوں کو عمل میں لانے پر زور دیتے اور انہیں کو ایمان سمجھتے تھے جنکو انجیلی اصطلاح میں احکام کا نام دیا جاتا ہے لیکن کار پردازان گرجا یعنے کلیسیا انہیں لعنت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ اور ایک خاص قسم کا تراشیدہ اعتقاد کافی قرار دیکر ان احکام کو خیر باد کہتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو جو ایمان ماسٹر یعنے مسیح نے سکھلایا وہ بالکل مرجھا گیا ہے اور اب پھل دینے سے قاصر ہے۔ اور وہ وراثت جو قدیم زمانہ سے نبیوں کے ذریعہ انسان تک پہنچتی رہی تھی بالکل کھوئی گئی ہے زمانہ حال کے لوگوں کے نزدیک یہ صرف قصہ و کہانی کا رنگ رکھتی ہے گویا یہ تاریخ عیسائیت کا ایک واقعہ ہے اور گویا یہ اس قدر مقدس ہے کہ وہ دوبارہ ظہور میں نہیں آسکتی بلکہ اگر کوئی اس قسم کی طاقت حاصل کرنیکی کوشش کرے تو اسکے خلاف ہر جگہ پادری جھٹ اُٹھ کھڑے ہیں۔ اور اپنا جوش خطبوں اور اخبارات کے ذریعہ نکالتے ہیں +

لیکن انسان کی طاقتیں اور قوتیں مر نہیں سکتیں۔ کچھ عرصہ کیلئے اگر وہ نظر نہ آئیں تو موافق حالات پیدا ہونے سے وہ نشوونما پانے لگجاتی ہیں عیسائی مذہب کے عقاید پر ایمان لانے کے بغیر بھی مشرق میں اکثر لوگ بھوتوں کو نکالتے اور بیماروں کو تندرست کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ طاقت انہیں خاص قواعد پر چلنے اور مقررہ طور پر مشق کرنے سے حاصل ہوتی ہے + اب جبکہ مشرق اور مغرب میں آمد و رفت شروع ہوئی ہے تو آخر الذکر کو اپنی گم کردہ میراث کا خیال پیدا ہو گیا ہے

اور وہ لوگ جو من گھڑت عیسائی مسائل کی پرواہ نہ رکھتے تھے مسمریزم، ہپناٹزم اور دیگر اسی قسم کے علوم باطنی کی طرف رجوع کر کے اپنے لئے تسکین ڈھونڈھنے لگے لیکن جن میں ان مسائل کی طرف سے بے اعتنائی کرنے کی جرأت نہ تھی۔ وہ مسیحی سائنس یا علوم پر عمل پیرا ہو کر اپنی پیاس بجھانے کی فکر میں ہوئے +

لیکن یہ ہر دو طریق اصل میں ایک ہی ہیں۔ جن لوگوں کو ہپناٹزم اور مسیحی سائنس سے واقفیت ہے اور انکے اصولوں کو جانتے ہیں۔ وہ فوراً کہہ دینگے کہ مشق کرنے کے لئے ان ہر دو کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں۔ قوت ارادی کو مشق سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ اور مقناطیسی طاقت کو بڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح ایک ہپناٹسٹ اور مسیحی سائنس کا پیرو ہر دو ایک ہی طرز کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں +

اسمیں کوئی شک نہیں کہ کسی خاص مقام پر پہنچنے کیلئے مختلف ذریعے اور مختلف راستے ہیں لیکن جس راہ سے کم مسافت طے کرنی پڑے وہی نزدیک گنا جاتا ہے۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ہم سب میں عجیب عجیب قوتیں موجود ہیں جو ترقی پذیر ہیں۔ اور نشو و نما پا سکتی ہیں۔ لیکن انسانوں کے بڑے بڑے استادوں نے جنہیں پیغمبر یا رشی یا خدا کے فرزند کا نام دیا جاتا ہے ہمیشہ کچھ طریقے اختیار کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی بھی ہوتی ہے۔ اگر اسکے بغیر مافوق العادت و عجیب باتیں دکھائی جائیں تو وہ شعبدہ بازی اور ہنر کی ذیل میں شمار کیجاتی ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکہ دیکر ان کی جیبیں خالی بھی کرالی جا سکتی ہیں لیکن برخلاف اسکے اعلےٰ درجہ کی روحانیت اور اخلاق سے ہماری بڑی بڑی پوشیدہ قوتوں کو بڑھانے اور انہیں جلا دینے میں حد درجہ کی مدد ملتی ہیں۔ اسی لئے جناب مسیح نے ایمان کے ساتھ عبادت اور روزہ پر زور دیا۔ تاکہ انسانی زندگی کا یہ اعلیٰ مقصد حاصل ہو۔ بجز اسکے ہم مسلمانوں کا قرآن مجید ایک مکمل اور بسیط تر کتاب ہے۔ اعتقاد و عبادت اور روزہ کے علاوہ اسلام راست گفتاری صبر عاجزی۔ نیک خلقی انسانی ہمدردی اور رضا بالقضاء کا بھی حکم دیتا ہے اور بعض ایسی باتیں بھی تجویز کرتا ہے جن کا تعلق جسم سے ہے۔ ہر ایک قسم کے بیمار کو شفا دینا ایک معمولی بات ہے۔ جس انسان کی روح ترقی کر جاتی ہے۔ وہ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بعض اوقات خدائی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ اسلام ہی ہے جو ہر ایک حق کے متلاشی کے لئے اس قسم کی اعلےٰ اور ارفع زندگی کا دروازہ کھولتا ہے +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ سنی و مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے۔ اور اس کے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال۔ حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح۔ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں۔ حدیث اثنان سبعون فی النار و واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنے بہتر آگ میں جائینگے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شبہائے ایمان پر بحث اپنے عقاید کا اظہار نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح قدح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افتراء غلو کی مماثلت۔ جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ۔ دنیا میں ضرورت نبوت۔ اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کیلئے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا۔ یہ اس بیگانگت اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں۔ اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق و متحد ہو کر کام کرنیکے لئے تیار کریگی اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مودبانہ التماس کی گئی ہے کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو فرو کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور مسلم قوم نے انہی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں۔ ضخامت ۲۱۶ صفحہ قیمت قسم اول عہ قسم دوم ۱۲ر علاوہ محصولڈاک ہے

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس بھاٹی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی صاحب مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رپورٹ ووکنگ مُسلم مشن معہ حساب آمد و خرچ

حیکل وابل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مُبلغ اسلام

جلد (۷) بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۱ع نمبر (۸)

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ نہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ضروری اعلان

(۱) تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اسلامک ریویو ووکنگ مسلم مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کُل خط و کتابت بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے۔

(۲) اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔

(۳) رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں۔

(۴) خریداران رسالہ ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ دیں۔

مینجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے۔ سکرٹری

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو۔ سکرٹری

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

خطبات غربیہ قیمت فی خطبہ ۲؍ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان) یہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں آشنائیان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام محقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:-

۱۔ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
۲۔ ″ ″ ″ توحید دعا۔ تصوف
۳۔ ″ ″ ″ خطبات عیدین
۴۔ دہریوں اور ملحدین کو خطاب
۵۔ اسلام اور دیگر مذاہب
۶۔ حقیقت نسوان

[illegible]

بقیہ فہرست ٹائٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے +

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	رپورٹ ووکنگ مسلم مشن	مترجم	۴۳۷
۲	فہرست مضامین		۴۳۸
۳	شذرات		۴۳۹
۴	ووکنگ مسلم مشن کی امداد کس طرح ہو سکتی ہے		۴۴۰
۵	اشاعت اسلام کیلئے اگر کوئی مفید وقت ہے تو آج ہے	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۴۱
۶	ووکنگ مسلم مشن کی موجودہ حالت اور پیش آمدہ کام معہ رپورٹ حساب آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۸ و ۱۹۱۹ء	" "	۴۴۱
۷	سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم مشن کی مصروفیت	" "	۴۴۱
۸	میری خطرناک بیماری اور ایام بیماری میں انتظام مشن	" "	۴۴۴
۹	لندن میں اس سے پہلے کبھی اسلام کا چرچا اسقدر نہیں ہوا جو سنہ ۱۹۱۸ء میں ہوا۔	" "	۴۴۸
۱۰	سیاسی نکتہ خیال سے ضرورت تبلیغ اسلام	" "	۴۴۹
۱۱	ہماری موجودہ ضرورت	" "	۴۵۱
۱۲	مذہبی نکتہ خیال سے میرے موازنہ انگلستان کی تصدیق	" "	۴۵۶
۱۳	سر جمال مشنری فنڈ	" "	۴۵۵
۱۴	مشن کی امداد میں کتب خانہ	" "	۴۶۰
۱۵	آیندہ انتظام مشن	" "	۴۶۳
۱۶	ہماری گئی ہوئی عزت اشاعت اسلام سے واپس آسکتی ہے	" "	۴۶۷
۱۷	خلاصہ آمد و خرچ سال سنہ ۱۹۱۴ء	" "	۴۶۹
۱۸	نقشہ آمد و خرچ ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	" "	۴۷۳
۱۹	نقشہ گوشوارہ آمد انگلستان سنہ ۱۹۱۵ء	" "	۴۷۴
۲۰	نقشہ گوشوارہ خرچ انگلستان سنہ ۱۹۱۵ء	" "	۴۷۵
۲۱	نقشہ آمد و خرچ سال سنہ ۱۹۱۶ء	" "	۴۷۶
۲۲	نقشہ آمد سال سنہ ۱۹۱۷ء	" "	۴۷۷
۲۳	تفصیل اخراجات سنہ ۱۹۱۷ء	" "	۴۷۸
۲۴	اجمالی کیفیت سال سنہ ۱۹۱۸ء	" "	۴۷۹
۲۵	گوشوارہ آمد و خرچ سال سنہ ۱۹۱۸ء	" "	۴۸۸
۲۶	گوشوارہ آمد و خرچ سال سنہ ۱۹۱۹ء	" "	۴۹۶

شذرات

رسالہ ہذا تمام کا تمام رپورٹ سالانہ ووکنگ مسلم مشن پر مشتمل ہے۔ اسلئے عدم گنجائش کی وجہ سے اور کوئی بھی مضمون ہدیہ ناظرین کرام نہیں کیا جا سکا +

رپورٹ ہذا کے اولین مخاطب ناظرین رسالہ ہی ہیں جنہوں نے یورپ میں تبلیغ اسلام کی اہمیت کو سمجھ کر رسالہ ہذا کی خریداری منظور فرمائی اور اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اس وقت ہم اپنے معزز ناظرین سے مؤدبانہ ملتجی ہیں کہ وہ للّٰہ خود بھی ان مفید اور کار آمد معروضات پر غور و تدبر فرمائیں۔ جو رپورٹ ہذا میں ایک دردمند دل نے حوالۂ قلم و کاغذ کی ہیں۔ اور اپنے دوست و احباب خویش و اقارب نابالغ بچوں اور تعلیمیافتہ مستورات تک اس دردمند آواز کو پہنچا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور **ووکنگ مسلم مشن** کی امداد کسی ایک ممکن طریقے سے (ووکنگ مسلم مشن کی امداد کے طریقے رپورٹ ہذا کے صفحہ ۴۴۰ پر جلی قلم سے عرض کر دیئے گئے ہیں) فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ناظرین کرام میں سے ہر ایک ہی خواہ مشن ایک جدید خریدار کم از کم ارسال فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں +

رپورٹ مشن بعض ان احباب کیخدمتمیں بھی ارسال کیجاتی ہے۔ جو کسی غلطی کی وجہ سے گزشتہ خریداری ترک کر بیٹھے ہیں امید ہے کہ وہ بھی ہماری معروضات پر غور فرما کر مکرر رضامندئ خریداری سے ہمیں مطلع فرما کر اس طرح مشن کی مالی تقویت کا موجب ہوں گے +

بعض احباب کیخدمتمیں بلا انکی اجازت کے رپورٹ ہذا ارسال کیجاتی ہے امید ہے کہ وہ بھی اردو یا انگریزی رسالہ کی خریداری منظور فرما کر مشن کی امداد میں ہمارا ہاتھ بٹا کر عند اللہ ماجور ہونگے +

ووکنگ مسلم مشن کی امداد کس طرح ہو سکتی ہے

مندرجہ ذیل طریقوں سے ناظرین رپورٹ ووکنگ مسلم مشن کی امداد فرما سکتے ہیں:-

(الف) مسلم مشن کی مالی امداد خود بھی فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر میں بھی اس کی امداد کی تحریک فرمائیں +

(ب) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان کی توسیع اشاعت (شرح سالانہ چندہ ۱۰عہ ہے) +

(ج) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر انگریزی اسلامی لٹریچر کو یورپ میں غیر مسلم طبقہ میں مفت تقسیم فرمائیں جس سے اکثر قبولیت اسلام کے احسن نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں۔

(شرح مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو در بلاد غیر مبلغ ۱۲ صہ ہے) +

(د) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی توسیع اشاعت (شرح سالانہ للعہ)

(ہ) مجوّزہ کتب خانہ کی جدید انگریزی و اردو کتب خود بھی خرید فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر میں بھی انکی خریداری کی تحریک فرمائیں

(و) سرجمال مشنری فنڈ میں ماہواری امداد فرمائیں +

ضروری نوٹ تمام ترسیلات بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہئیں

خیرات - بنک کے سود - قیمت کھال قربانی و فطرانہ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے

اشاعت اسلام کیلئے

اگر کوئی مفید وقت ہے تو آج ہے

ووکنگ مسلم مشن کی موجودہ حالت اور اسکے پیش آمدہ کام معہ رپورٹ

حساب آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۸ و ۱۹۱۹ء

سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم مشن کی مصروفیت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کے فضل نے آج مجھے خطرناک بیماری سے نجات دیکر اس رپورٹ کے لکھنے کے قابل کیا۔

ووکنگ مسلم مشن کی پچھلی رپورٹ میں نے اگست سنہ ۱۹۱۶ء میں لکھی تھی جو رسالہ اشاعت اسلام کے دسمبر نمبر سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ اسمیں میں نے اُن کاموں کا ذکر کرتے ہوئے جو واقعات و حالات ملک نے میری ذات سے وابستہ کر رکھے تھے ذیل کے الفاظ لکھے :۔

اس وقت اگر اس ملک کی حالت مذہبی نکتہ خیال سے دیکھی جائے تو جسقدر اشاعت اسلام کا موقع بلاد غربیہ میں آج ہے وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو لکھوکھا آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ وہاں وہ دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں۔ اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جسقدر مذہبی تحریکیں اس ملک میں نئی پیدا ہوئی ہیں وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں۔ پولیٹیکل۔

کروں ۔ اور دو اتواریں ووکنگ میں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس اتوار کو میں لندن میں نہ ہوں سامعین کی تعداد نصف بھی نہیں رہتی ۔ اب اس مصروفیت میں ایک اور ضروری کام ہے ۔ اور وہی اصل کام ہے ۔ وہ بالکل رہتا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو اصحاب مشرف بہ اسلام ہوں ان کو اسلامی باتیں بتلائی جائیں اور اسلامی زندگی سے انہیں آگاہ کیا جائے ۔ ووکنگ پر ایک وقت تھا جب ہمیں ایک جمعہ کا خطبہ ۔ ایک اتوار کا لیکچر ۔ رسالے کا انتظام اور کچھ خط و کتابت کرنی ہوتی تھی ۔ اس وقت بہت خالی وقت اس کام کیلئے تھا ۔ بدھ اور اتوار کا دسترخوان کھولنے کی یہی غرض تھی ۔ کہ مسلم اور غیر مسلم اصحاب آتے تھے ۔ اور دسترخوان پر یا اس کے بعد دو تین گھنٹوں میں اسلامی مضامین پر گفتگو ہوتی تھی ۔ اور لوگ سیکھ جاتے تھے ۔ اب اول تو ہر دوسرے اتوار میں ووکنگ میں نہیں ہوتا ۔ لندن ہوتا ہوں ۔ پھر بعض وقت ووکنگ کی اتوار بھی ۔ اور ایسا ہی بدھ بھی کسی اور سوسائٹی میں لیکچر دینے کیلئے مجھے ووکنگ چھوڑنی پڑتی تھی ۔ اور اگر میں یہاں بھی ہوں تو بعض وقت اسقدر تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ کسی سے گفتگو کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ ان دسترخوانوں کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے ۔ ادھر نومسلموں کا خصوصاً لندن میں تقاضا بڑھتا جاتا ہے ۔ کہ ہمیں اسلامی زندگی سکھلاؤ میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں ۔ وہ مجھ سے وقت مانگتے ہیں میں جی چرا تا ہوں +

میری خطرناک بیماری اور ایام بیماری میں انتظام مشن

نہ معلوم یہ الفاظ کس طرح اور کس رنگ میں میری قلم سے اپنی صحت کے متعلق نکلے ۔ ان کے لکھنے کے چند ہفتہ بعد میرے اعصاب دماغ پر نہایت ہی خطرناک حملہ ہؤا ۔ طبی مشورہ یہ ملا ۔ کہ میں فی الفور کام کو چھوڑ دوں ۔ مجھے مقامی ڈاکٹر دل

نے مقام ہیروگیٹ میں کچھ ماہ رہنے کی سفارش کی - یہ مقام اعصابی امراض کے علاج کیلئے خاص طور پر مشہور ہے - ۱۳ - اکتوبر کو مجھے مجبوراً نہایت درد کے ساتھ ووکنگ کو چھوڑ کر ہیروگیٹ جانا پڑا - لیکن نہ وہاں کی آب و ہوا نے نہ کسی علاج نے مجھے کوئی فائدہ پہنچایا مشیت ایزدی نے عین اس وقت جب ایک طرف مرض کا زور تھا - اور دوسری طرف طبی مشورہ یہ تھا کہ میں ہر قسم کے تفکرات و ترددات سے الگ رہوں میری آزمائش کا ایک بڑا موقعہ پیدا کر دیا - میرا ایک بچہ بشیر احمد بی اے جو یونیورسٹی کی تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مترجم قرآن شریف کے زیر تعلیم تھا کہ تکمیل دینیات کر لے - وہ اور اس کا اہل و عیال سب کے سب مرض انفلوانزا میں راہئی ملک بقا ہوئے ہیں ۲۰ - اکتوبر کو اسے تار دیتا ہوں کہ فوراً انگلستان کے لئے پاسپورٹ لیلو اور میری امداد کیلئے ادھر آؤ - یہ تار لاہور میں ۲۸ اکتوبر کو پہنچتا ہے - اور خدا کی جناب سے اسے ہمیشہ کیلئے ملک دوام کا پاسپورٹ ملجاتا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون - اس وقت مرض غلبہ پا رہی تھی - جس سے کہ میرے دماغ میں اس قدر التہاب پیدا ہو گیا - کہ میں موسم برف باری میں جب تک سر ننگا کھلی برفانی ہوا میں نہ پھروں یا نقطۂ انجماد تک پہنچے ہوئے پانی کے چند کوزے سر پر نہ ڈال لوں مجھے نہ چین پڑتا تھا نہ نیند آتی تھی - اس مصیبت میں ۱۴ نومبر کو اس ناگہانی واقعہ کی اطلاع ووکنگ میں پہنچی - میرے دوست اس کوشش میں تھے - کہ اس واقعہ کی مجھے اطلاع نہ ملے - کیونکہ طبی مشورہ کے ماتحت یہ خیال کیا گیا تھا - کہ ایک ادنے سے ادنے غم یا فکر میرے اعصاب دماغ کو تباہ کرنے کے لئے اس حالت میں کافی تھا جس کے معنے دیوانگی یا اختلال دماغ ہے - لیکن کسی نہ کسی طرح مجھے اطلاع ہو گئی - خطرہ تو یہ تھا کہ اس موت کی خبر ایک دوسری موت آن واحد میں نہ لے آئے - لیکن حکیم مطلق نے عجیب علاج کیا - خبر موت سنتے ہی آناً فاناً میرے اندر اس قسم کی برودت

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور ۔ خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر محکمہ تعلیم ریاست کشمیر ۔ خواجہ عبدالغنی صاحب منیجر دفتر اشاعت اسلام لاہور جن کی حسن خدمات اور ایثارانہ توجہ نے مشن کو مرہون احسان کیا ہوا ہے ۔ خدا تعالےٰ ان احباب کو جزائے خیر دے ۔ انہوں نے مشن کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور حتے الوسع اس کے حسن انتظام میں از حد کوشش کی ۔ چنانچہ میری غیر حاضری کے نقصان سے پورا کرنے کیلئے مولوی صدرالدین صاحب اور ان کے ہمراہ منشی دوست محمد صاحب ۔ مولوی عبیداللہ جان صاحب ووکنگ بھیجے گئے ؛

مولوی صدرالدین صاحب چند ضروریات خانگی کے باعث نو ماہ کے بعد واپس آنے پر مجبور ہو گئے لیکن اُن کی جگہ مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے (علیگ) گئے جو اس وقت تک خوش اسلوبی سے خدمات مشن ادا کر رہے ہیں ۔ اور میرے عنقریب وہاں پہنچنے پر شکریہ کے ساتھ اس خدمت سے سبکدوش کئے جائینگے ؛

لندن میں اس سے پہلے کبھی اسلام کا چرچا اِسقدر نہیں ہوا جو سنہ ۱۹۱۸ء میں ہوا

میری یہ بیماری جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کثرت کار کے باعث تھی ۔ اس کا بڑا باعث وہ تبلیغی سرگرمیاں تھیں جو سال سنہ ۱۹۱۷ء اور سنہ ۱۹۱۸ء میں ہم نے لندن میں کیں ۔ جسقدر ان دو سالوں میں اسلام کی تبلیغ و نمایندگی لندن اور اسکے مضافات میں ہوئی اُسکی نظیر انگلستان کی تاریخ میں نہیں ۔ لندن کا کوئی بڑے سے بڑا حصہ ۔ کوئی بڑی سے بڑی سوسائٹی مذہبی ۔ اخلاقی علمی تعلیمی ۔ الغرض جس مذاق صحیح کی کوئی تحریک لندن میں تھی میں وہاں پہنچا لیکچر دیئے تقریریں کیں جہاں کہیں کوئی بیٹ ہوئی اسمیں حصہ لیا گیا ۔ چاروں طرف سے دعوتیں تقریر کیلئے آنے لگیں پرائیویٹ جلسوں ضیافتوں ۔ ڈرائنگ روم مجلسوں کی پارٹیوں میں ہمیں بلایا گیا ۔ اور اسمیں حسب موقعہ کسی نہ کسی اسلامی مضامین پر گفتگوئیں اور تقریریں ہوئیں حتے کہ تثلیث پرستوں کے گرجوں کے علاوہ مختلف گرجاؤں میں بھی اتوار کے سرمنوں کیلئے بلایا گیا ۔ اور مجھے یاد

پڑتا ہے کہ ایک تثلیث پرست کرنے میں بھی ایک اتوار کی شام کو لیکچر ہوا۔ یہ ۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کی شام تھی۔ عدم صحت کے آثار طبی دوستوں کے مشورے اور دیگر حالات نے مجھے صاف طور پر اطلاع دے رہے تھے۔ کہ میں اس کام سے الگ ہو جاؤں اس وقت میری حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ کہ لیکچر دینے سے پہلے میں سخت ٹھنڈا پانی سر میں ڈال لیا کرتا تھا۔ تو لیکچر دینے کے قابل ہوتا تھا یہی عمل مجھے لیکچر دینے کے بعد کرنا پڑتا تھا۔ اس شام کو حسب معمول جب میں لیکچر سے چند منٹ پہلے پانی سر پر ڈالنے لگا۔ اور اس کے بعد میں نے شیشے کو دیکھا تو میرے سر میں سے بخارات نکل رہے تھے۔ یعنی سر اور دماغ میں اسقدر التہاب پیدا ہو چکا تھا۔ کہ وہ ٹھنڈا پانی آن واحد میں بخارات بنگیا۔ اگرچہ انگلستان جیسا سرد ملک اور مہینہ بھی اکتوبر کا۔ اس کیفیت نے مجھے خائف تو کر دیا لیکن ۱۲۔ اکتوبر کو خود مرض اپنے کمال رنگ میں ظاہر ہو گئی۔ جس کا مختصر حال میں نے اوپر لکھا ہے +

سیاسی نکتۂ خیال سے ضرورتِ تبلیغ اسلام

یہ امر دیگر کارکنانِ مشن کے لئے ایک سبق تھا۔ من نہ کردم شما حذر بکنید۔ اگر مولوی صدرالدین صاحب یا اُن کے بعد مولوی مصطفٰے خان صاحب میرے قدموں پر چلتے تو وہ بھی آج کسی نہ کسی مرض کا شکار ہوتے۔ اور مشن کا رہا سہا کام بند کرنا پڑتا چنانچہ ہم نے یہی پسند کیا۔ کہ نماز جمعہ اور دیگر معمولی کاروبار کے سوا باقی عمل کام لندن کا سردست چھوڑ دیا جائے۔ پھر جب خدا کے فضل سے کافی عملہ مہیا ہو تو کام اسی سرگرمی سے شروع کیا جائے۔ جو توجہ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئی تھی وہ پھر چند مہینوں کی محنت سے انگلستان میں اسلام کی طرف پیدا ہو سکتی ہے خود معاملات خلافت۔ مصر کے جھگڑے۔ عراق عرب کے معاملات رات دن انگلستان میں زیر بحث ہو کر وہاں کے لوگوں کو مذہب اسلام کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ مسلم تمدن مسلم اخلاق پر

ہر قسم کی نکتہ چینیاں ہو رہی ہیں۔ خصوصاً انگلستان کا وہ گروہ جو ممالک اسلامیہ پر سے اپنے تصرفات ہٹانا چاہتا وہ اپنے تصرف کی جو اریت میں اگر کسی بات پر زور دیتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مسلم قومیں تمدن اور تہذیب کی راہوں سے ناواقف ہیں جنکی حکومت سے خلق خدا کو فائدہ نہیں پہنچا کرتا۔ ہم خلق خدا کے فائدہ کیلئے اپنا تصرف کر رہے ہیں۔ جہانتک یہ کلمات صحیح یا غلط ہیں وہ ہم پر تو چھپے نہیں ہوئے۔ جہاں انکی تردید نہ صرف پولیٹیکل خیال سے ہی ضروری ہے بلکہ مذہبی نکتہ خیال سے اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اگر گذشتہ صدی کا یورپین لٹریچر متعلق اسلام دیکھا جائے تو اسلام کی خوبصورتی پر پردہ ڈالنے والے اور اسکو بُرے سے بُرے رنگوں میں پیش کرنیوالے اس قدر پادری نہیں۔ بلکہ پالٹیکس نگار جن کی غلط بیانیوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مغرب میں لوگوں کی نگاہ میں اسلام اور مسلم قوموں کو نااہل ثابت کرکے اُنمیں دخل و تصرف کو جاری رکھیں۔ مجھے پالٹیکس سے تعلق نہیں لیکن پولٹیکل مسخرہ پن نے جو یورپ میں مدت سے جاری ہے ہر ایک اسلامی امر کو نہایت ہی ذلیل سے ذلیل رنگ میں لوگوں کے آگے پیش کیا +

میں نے آگے بھی ایک آدھ دفعہ لکھا ہے۔ کہ خلافت کا سوال ایک امر حقہ ہے لیکن اس نے ہمارے خرمن صبر و سکون کو اس طرح جلا رکھا ہے۔ کہ ہم اپنے دیگر فرائض ضروریہ سے بے فکر ہو گئے ہیں۔ کسی چیز کا نظام اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب اسکے مختلف اعضا کی آبیاری ہو۔ ایک خلافت کے معاملے میں کُل توجہ کو لگا کر دیگر امور کو بھولجانا آہستہ آہستہ ایک خطرناک موت کو اپنے پر وارد کرنا ہے۔ اسلام پر مذہباً آج ایک بلا وارد ہو رہی ہے۔ اور اس بلا کے محرک مغربی پالٹیکس ہیں اگر بالفرض اشاعت اسلام و تبلیغ اسلام کے خیال کو مطلقاً چھوڑ بھی دیا جائے اور پالٹیکس کو ہی اپنا حج اکبر سمجھا جائے۔ تو بھی ہی پالٹیکس آج تقاضا کرتے ہیں۔ کہ ہم میں سے بہترین قلم و دماغ خدمت مذہب پر لگجائیں۔ جب ہماری پولٹیکل تضعیف کے لئے مغربی مصنف بظاہر پالٹیکس سے الگ ہو کر اسلام کے تمدن اسلام کے اخلاق اسلام

کے اقتصادیات مسلم کیرکٹر وغیرہ پر حملے کر رہے ہیں ہماری مختلف انسٹیٹیوشن پر مضحکہ ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ ہم ادنےٰ سے ادنےٰ انسانیت سے ہی گرے ہوئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے ذمہ وہ باتیں لگائی جاتی ہیں جو ہم میں نہیں۔ ہمارے محاسن اور خوبیوں سے انکار کیا جاتا ہے تو کیا ہم رات دن کُل کے کُل ایک ہی جھگڑے میں لگے رہیں۔ کیا ہم یورپ اور امریکہ کی عیسائی قوموں کو ان اپنی موجودہ پولیٹیکل سرگرمیوں سے نیچا دکھا سکتے ہیں۔ ان میں اسلام کی اشاعت کے سوال کو الگ رکھو لیکن برادران اسلام اب اپنی عزت کے بچانے کا فکر کرو۔ اگر تم دنیا کی طاقتور قوموں کی نگاہ میں چماروں اور چوہڑوں سے بدتر سمجھے جاؤ تو کیا تم کسی طاقت کو حاصل کر سکتے ہو یاد رکھو کہ چمار ان پر حکومت جس طرز سے حکام کیا کرتے ہیں۔ وہ راہیں مہذب قوموں پر حکومت کرنے کے وقت مطلقاً چھوڑ دی جاتی ہیں۔ تم میں سے اگر کسی کے خاندان میں مختلف طبقے کے نوکر ہوں تو کیا تم ان کی خاندانی تربیت کے لحاظ سے فرق سلوک نہیں کرتے یہی بات سمجھ لو کہ بحیثیت محکوم ہمارے ساتھ جو سلوک ہو گا وہ اس تمدن و تہذیب کے ماتحت ہو گا جو ہماری دوسروں کی نگاہ میں سمجھی جاتی۔ مثلاً جرمن قوموں نے ہمیشہ غیر ملکوں میں حکومت کے قوانین الگ رکھے۔ کسی جرم کی سزا جو اپنے ہاں دی اس سے دس گنا سزا محکوموں کو دی تحقیق مقدمات کے انداز ہی مختلف رکھے۔ اور وجہ یہی بتلائی کہ یہ لوگ ابھی تہذیب کے اس مقام بلند پر نہیں پہنچے۔ جو انہیں کسی مراعات کا مستحق سمجھا جائے +

ہماری موجودہ ضرورت

الغرض اس وقت سخت ضرورت ہے کہ ہم اسلامی تمدن۔ قرآنی تہذیب قرآنی سیر اور اخلاق پر مبسوط کتابیں لکھیں۔ ہم انہیں دکھلائیں کہ انسانی ضروریات حالات کے مختلف پہلوؤں سے جو تعلیم قرآن و اسلام کرتا ہے۔ اسکی گرد تک بھی مغرب کے لوگ نہیں پہنچے ان پر ثابت کریں۔ کہ تمہارے بعض اخلاق ننگ انسانیت ہیں

تمہاری طرز حکومت وہ استبداد کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے جس کو قرآن خلق خدا کیلئے مفید نہیں قرار دیتا ہم انہیں دکھلائیں کہ وہ مذہب کی حقیقت و حیثیت سے ہی نا آشنا ہیں ۔ اور جس کا نام اُنہوں نے مذہب و روحانیت رکھا ہوا ہے وہ جہالت و ضلالت ہے ان کا فلسفہ دبستان اسلام کے بچوں کا کھیل ہے ۔ الغرض جو کچھ بھی انکی تمدن و تہذیب کی راہیں ہیں انہیں اسلامی تمدن و تہذیب سے کوئی نسبت نہیں ۔ یہ سچ ہے کہ مسلم قومیں اسوقت ہمسایوں کے تحکم و استبداد کے باعث اپنے حقیقی اخلاق سے الگ ہو گئی ہیں + اس کا باعث یہ نہیں جیسا کہ مغرب میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مسلم قوموں میں کوئی اخلاق طبعاً نہیں ۔ ہمارے اخلاق کے اظہار کی روک خارجی اسباب ہو گئے کسی نہ کسی طرز سے ہم میں دخل پا کر غیروں نے ہم میں سے بعض کو شرابخوری زناکاری قمار بازی وغیرہ بداخلاقیوں پر لگا دیا گیا ۔ اور بات کا بتنگڑ بنا کر دُنیا پر ہمیں تاریک سے تاریک رنگوں میں ظاہر کیا گیا +

خیر اس رونے سے کیا فائدہ ایک مصیبت سامنے ہے اس کا علاج ہو سکتا ہے آج تلوار کے ذریعہ وہ کچھ نہیں ہو سکتا جو قلم کے ذریعہ ہو سکتا ہے ہم قلم اور کاغذ سے کام لیں پالٹیکس سے جدا ہو کر اپنی اسلامی خوبصورتیوں کو دُنیا پر ظاہر کریں ۔ وہ لوگ جو اخلاق اور مذہبی موجوں کو جو مغرب میں اُٹھ رہی ہیں دیکھ رہے ہیں اُن سے یہ امر مخفی نہیں کہ اسلامی تعلیم مختلف شکلوں میں آج مغربی دلوں پر قابو پا رہی ہے میں نے نہایت محنت اور باریک بینی سے تمدن و مذہب کی مختلف تحریکوں کو دیکھا مجھے ہر جگہ اسلام ہی اسلام نظر آیا ۔ اب ایک مزیدار بات اس امر کے متعلق قابل ذکر ہے ۔ وہ یہ ہے کہ صدیوں سے عیسائی مصنفین کا یہی طریق عمل رہا ہے کہ جب کسی علم و تہذیب کی ترقی اُن کے بعض مذہبی عقائد ۔ اصول اور عملیات پر حملہ کرتی ہے تو آہستہ آہستہ ان باتوں کو چھوڑ کر وہ فی الفور دوسرے مذاہب اور خصوصاً اسلام کے ذمہ تھوپ دیتے ہیں ۔ اور وہ باتیں جو مغربی ممالک میں کسی وقت پسندیدہ سمجھی جاتی ہیں انہیں وہ عیسائی مذہب کی تعلیم قرار دیدیتے ہیں ۔ مثلاً ایام وسطیہ میں عیسائی دُنیا نہ عورت کی روح

کی قائل تھی نہ اسبات کی قائل تھی۔ کہ عورت مرنے کے بعد بہشت میں جا سکتی ہے بڑے بڑے مباحثات اِس معاملہ پر ہوئے لیکن اکثر بشپ اسی طرف گئے کہ عورت کا گذر بہشت میں نہیں۔ آج اسلامی تعلیم کے باعث جب مغربی دنیا نے اس عیسوی عقیدے پر نفرت ظاہر کی۔ تو یہ قرار دیا گیا۔ کہ از روئے تعلیم مسیحی بھی عورت کا جسم روح سے خالی نہیں بلکہ اسلام کے نزدیک عورت روح سے معرا ہے۔ مغرب میں جہاں کہیں جاؤ یہی الزام عورتوں کی طرف سے ہم پر ہوتا ہے کہ تم تو ہم میں رُوح ہونے کے ہی قائل ہیں۔ اسطرح یہ کون نہیں جانتا کہ بہتر سے بہتر عزت کُل مذاہب تہذیبات دُنیا میں عورت کو اسلام اور قرآن نے دی ہے۔ اور یہ صحیح طور پر ہماری طرف سے دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ عورت کی صنف کا سب سے بڑا محسن آنحضرت صلعم کی ذات پاک ہے تو یہ امر عیسائی مذہب کی تاریخ اور عقاید عیسویت سے ثابت ہے۔ کہ ذلیل سے ذلیل تر حیثیت صنف ضعیف کو عیسوی تعلیمات نے دی ہے لیکن آج وہ تمام اسلامی برکات جو عورت پر بذریعہ قرآن نازل ہوئیں وہ عیسوی منادمسیحیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور جو قابل نفرت تعلیم عورت کے متعلق ان کے ہاں تھی وہ کُھلے بندوں اسلام کی طرف منسوب ہو رہی ہے۔ اسی ضمن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ووکنگ مشن کی تحریک نے اس وقت تک کوئی بدلہ عیسائی مذہب سے لیا ہے تو اسی مسئلہ نسوان کے متعلق۔ آج مغربی خیالات میں جہاں تک بعض یوروپین ممالک کا تعلق ہے۔ یہ تعلیم کیا جا رہا ہے۔ کہ اسلام سے بہتر عورت کی عزت کسی نے نہیں کی۔ آخر ان گذشتہ آٹھ سال میں جب بار بار مضامین اسلامک ریویو میں نکلے۔ اسی مضمون پر اور اخباروں میں لکھا گیا۔ مختلف مقامات پر لیکچروں کا مضمون بھی رکھا گیا۔ تو ہماری امیدوں سے بڑھ کر ثمرات مرتب ہو گئے۔ یہی تجربہ ہمارے حوصلے بڑھاتا ہے۔ کہ ہر ایک مضمون پر اگر آج اسلامی نکتہ خیال سے لکھا جائے۔ امور سلطنت۔ امور اخلاق۔ امور تمدن۔ رُوحانیات۔ باطنیات۔ اقتصادیات۔ معاشرت۔ بذریعہ تعلیم عامہ۔ قلبی کیفیات۔ الغرض جو جو امور انسانی

معاملات انسانی استعدادات انسانی کمالات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن سب پر مختلف کتابیں اور مضامین اسلامی نکتہ خیال سے لکھی جائیں تو ممکن نہیں کہ آج سے چند سال تک کی محنت مغربی دنیا میں ایک ہلچل ڈالنے والی مذہبی تبدیلی پیدا نہ کردے۔ بہت حد تک تو ہمنے انہیں یہ دکھلانا ہے۔ کہ جس طرف مغربی طبیعت ان امورات بالا میں جارہی ہے۔ اور جن جن اصولوں کو وہ قائم کررہی ہے وہ سب کے سب تمام اسلام کی طرف ہیں خیالات جدیدہ تھوڑی سی کتر بیونت کے ساتھ اسلامی باتیں ہوجاتی ہیں بالمقابل جن عقاید یا اصولوں سے مغرب بیزار ہورہا ہے وہ عیسائی مذہب سے نکلی ہیں۔ ہم کوئی معجزات نہیں کرتے نہ ہم کسی کرامت کے مدعی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں ایک زندہ معجزہ ہے وہ قرآن کریم ہے۔ اگر ہم نومسلموں کی تعداد کو کئی سو تک آج لے آئے ہیں۔ اور مداحین اسلام کی تعداد کو ہزار درہزار کی تعداد میں پہنچا دیا ہے۔ اس کا راز یہی ہے کہ جس پلیٹ فارم پر ہم جاکر تقریر کرتے ہیں سامعین میں سے اکثر کے خیالات اور عقاید بہت حد تک وہی ہوتے ہیں یا اُن کے دل پہلے سے ہی اس طرف ڈھلے ہوتے ہیں جو ہم قرآن سے بیان کرتے ہیں ابھی پچھلے دنوں میں برہما میں تھا جو بدھ مذہب کا ایک بھاری مرکز ہے وہاں مجھے رنگون کالج میں لیکچر کے لئے بلایا گیا۔ میرے سامعین میں زیادہ حصہ تعلیمیافتہ بدھ مذہب کا تھا۔ یہ مذہب اپنی موجودہ شکل میں زیادہ تر فلسفہ ہے۔ اور مذہب نہیں۔ میں نے بدھ مذہب کے فلسفے کو سامنے رکھا۔ ایک لیکچر بعنوان "فلسفۂ اسلام" دیا۔ اس کا اثر جو سامعین پر ہوا اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ لیکچر کا پریزیڈنٹ ڈاکٹر اس کالج کا پرنسپل اور فلسفہ کا پروفیسر تھا۔ اس نے ذیل کے ریمارکس اپنی تقریر میں کئے:-

ہمنے نہایت مسرت کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب کی باتوں کو سُنا۔ ایسے

موقعے بہت ہی نادر ہوتے ہیں۔ جب خواجہ صاحب کی سی قابلیت فضیلت اور وسعت معلومات کے انسان اِس فصاحت و بلاغت سے ہمیں اس ہال میں مخاطب کریں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سب نے اِس لیکچر سے لطف اُٹھایا ہوگا۔ میں اپنی طرف سے یہ کہتا ہوں کہ میں بہت ہی اس لیکچر سے محظوظ ہوا۔ اگرچہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں مسٹر کمال الدین کی ہر ایک بات سے متفق ہوں +

جو کچھ خواجہ صاحب نے مشرق اور مغرب کی طبیعت میں امتیازی نشان بتلایا ہے اس سے میں اختلاف رکھتا ہوں نفس پرستی اور نفس کی قربانی یہ دونو باتیں دنیا میں ہر جگہ یکساں نظر آتی ہیں۔ ہاں ان کے ماتحت مختلف جگہوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی طرف خواجہ صاحب اشارہ کر رہے تھے +

اس کے علاوہ خواجہ صاحب کے لیکچر کا فلسفی حصہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ اور اسمیں بھی جو مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوا۔ ان کے لیکچر میں اسلامی مسئلہ بلوغت و ارتقاء (ایولیوشن) ادنےٰ حالت سے اعلےٰ حالت کی طرف ترقی کرنا۔ اخلاقیات میں یہ منازل بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس کا نام موجودہ علم سیدکالوجی نے رفعت رکھا۔ اس کے علاوہ مجھے لیکچر کا وہ حصہ بھی نہایت ہی دلچسپ نظر آیا جسمیں روح اور جسم کے تعلقات پر لیکچرار نے روشنی ڈالی۔ اور ان تعلقات کو شخصی۔ خاندانی اور سوسائٹی کے تعلقات میں دکھلایا موجودہ فلسفہ مغربی روح اور جسم کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے لیکن اخلاقیات کو سامنے رکھکر اگر ہم اس نظریہ پر غور کریں۔ تو مجھے خواجہ صاحب کے کلام سے کلی اتفاق ہے انہوں نے کس صفائی سے بیان کیا کہ کس طرح آہستہ آہستہ تمہاری دلچسپیاں کنبہ کے دائرہ سے نکلکر باہر آجاتی ہیں اور ترقی کرجاتی ہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اصول اب ہر جگہ دائر و سائر ہو رہا ہے +

لیکن جو بات یہاں قابل ذکر ہے وہ بدھ مذہب کے ایک تعلیمیافتہ راہب سے میری گفتگو ہے۔ اس لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے اس نے مجھے کہا۔ کہ آپ کا یہ لیکچر بدھ مذہب پر تھا یا اسلام پر۔ میں نے بجواب کہا کہ بدھ مذہب کی اصلی شکل پر اور اس مذہب پر جسکی قرآن نے تعلیم دی ہے

کیونکہ یہ سب مذاہب اپنی اصلی شکل میں خدا کی طرف سے ہیں میرا لیکچر اس مذہب کے خلاف تھا جو آج بدھ مذہب کی شکل میں مانا جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ اور جو آپکے ہاں چوئی کا مسئلہ ہے میں نے اس مسئلہ پر خاص طور سے زور دیا۔ الغرض حقیقت حال یہی ہے آج خدا تعالےٰ نے ہمارے لئے اشاعت اسلام کی راہیں آسان کردی ہیں قلم اور کاغذ سے دلوں کو مسخر کرنا بہت آسان کام ہے۔ کیونکہ جن اصولوں کے وہ آج دلدادہ ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی انکی تحقیق میں آئے ہیں وہ تو قریب قریب قرآنی تعلیم ہے

مذہبی نکتہ خیال سے میری موازنہ انگلستان کی تصدیق

مثلاً اسی میرے لیکچر فلسفہ اسلام پر جو میں نے دیا آج انگلستان اور امریکہ میں چرچا ہو رہا ہے۔ انگلستان کا ایک مشہور اخبار لبرل کرسچن نام ذیل کے ریمارک میرے اس لیکچر کی نسبت دیتا ہے۔

ہم ہمیشہ اسلامک ریویو پڑھتے ہیں۔ اسمیں فلسفہ اسلام کی جو تشریح ہمیں نظر آتی ہے ہم خیال کرتے ہیں کہ بہت سے ہمارے قارئین یہ سنکر حیران ہونگے۔ کہ کس طرح اس تشریح فلسفہ اسلام نے تمام موجودہ سائنٹفک خیالات کو اپنے اندر لیلیا ہے۔ اور آج جو مذاہب میں ایک تقابل پیدا ہوگیا ہے۔ اس میں اسلامک ریویو مقابلے کیلئے بالکل تیار ہے۔ انگریزی رائے قرآن کے متعلق یہ رہی ہے کہ مذہب قرآن ادنے یا اغلباً شہوانی خیالات اپنے اندر لئے ہوئے ہے لیکن اس لیکچر کو پڑھکے انہیں اپنی رائے بدلنی ہی پڑیگی لیکچر کے دینے والے خواجہ کمال الدین باشندہ پنجاب ہیں۔ ان کا پیشہ بیرسٹری کا تھا لیکن انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کی خاطر یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ اور وہ انگلستان میں کام کرتے ہیں۔ ایک اخباری نمائندہ سے ان کی ملاقات ہوئی جسکے ساتھ جو گفتگو ہوئی اسمیں ذیل کے فقرات ہم درج کرتے ہیں کیونکہ اسمیں مذہبی نکتہ خیال سے انگلستان کے دل کا وہ دلچسپ نقشہ دیا گیا ہے جو ایک بے تعصب نگاہ نے اسوقت یہاں پایا ہے مغربی دل اگر کلیسیا کے تحکمانہ مذہب سے ایک طرف متنفر

ہو چکا ہے۔ تو دوسری طرف مادیت پرستی کے خشک اصولوں میں اسے کوئی تسلی نہیں ملتی خدا پر ایمان اب تازہ ہو رہا ہے۔ اور دل ایک ایسے مذہب ملت کی طرف جا رہے ہیں جو ایک طرف عقل و منطق کے نقاضوں کو پورا کرے۔ اور دوسری طرف انسان کیلئے دستر خوان رُوحانیت بچھائے۔ جس مذہب کو مغرب چاہتا ہے وہ رسمیات سے خالی ہونا چاہئے۔ نہ اسمیں آثار پرستی ہو۔ نہ کسی سفارشی کی حاجت ہو۔ مذہب کچھ ایسا ہو جو اپنی سادگی تعلیم کے ساتھ انسان کو خدا تک پہنچا دے۔ انگلستان میں چاروں طرف نئے مذہب بن رہے ہیں۔ سر دست ان کا مخرج امریکہ ہے لیکن اگر کوئی انسان ان نئے عقاید پر غور کرے تو وہ مختلف الفاظ و لباس میں اسلام کی ہی مختلف شکلیں ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ نئی مذہبی تحریکیں مثلاً سپرچلیزم۔ تھیوسوفی کرسچین سائنس اور ایسے ہی اور نئی تحریکات یہ سب کے سب درحقیقت اسلام کی طرف جا رہے ہیں میں نے ان تمام تحریکات کے پلیٹ فارموں سے اسلام پر لیکچر دیئے ہیں۔ اور اپنے لیکچروں میں ان نئے عقائد پر بھی گفتگو کی ہے۔ اور ہمیشہ اس کا اثر اسلام کے حق میں مفید پایا ہے۔ حتے کہ ہمارے بہت سے نومسلم وہی ہیں جو ان نئی تحریکات سے تعلق رکھتے ہیں"+

(خواجہ کمال الدین کے) یہ ریمارکس نہایت ہی معنے خیز اور آزاد مذہب کے کام کرنیوالے کیلئے حوصلہ افزا ہیں ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ جس مذہب کو ہم اچھا جانتے ہیں۔ اس پر کاربند ہو کر تلاش حق میں لگ جائیں حتے کہ ہم کسی صحیح نتیجہ پر آجائیں وغیرہ وغیرہ۔ اخبار لبرل کرسچین نے جس میرے مکالمے کے ایک حصہ کو اوپر درج کیا ہے۔ وہ رنگون میں ہوا تھا۔ جو میں نے انگلستان کا مذہبی نقشہ دیا ہے اسکی یہ اخبار تردید نہیں کرتا۔ میری باتوں کو ایک تعصب دل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ میرے لیکچر کے متعلق جو الفاظ لکھتا ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ علوم جدیدہ کے انکشافات اسلام کے اندر موجود ہیں۔ اخبار کی تحریر سے یہ بھی نظر آجاتا ہے۔ کہ مغربی دل اب تلاش میں جہاں پہنچا ہے اُسے وہ منزل مقصود قرار نہیں دیتا

اِس اخبار کا ایک ریمارک خصوصاً قابل توجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ انگلستان میں جو رائے آج تک قرآن کے متعلق قائم کر رکھی تھی وہ بدلنی ہوگی۔ کیا اس سے بڑھ کر ہمارے مشن اور ہماری تصانیف کے مفید ہونے کا کوئی اور سارٹیفکیٹ ہوسکتا ہے جو ان چند سالوں میں اخباری دنیا کی رائے قرآن کے متعلق کہاں کی کہاں لے آیا۔ رائے کا بدل دینا چند سو مسلمان کرنے سے بہتر ہے۔ کیا ان حالات میں اگر ہم مغربی دنیا میں مختلف مذہبی نکتہ ہائے خیال سے لٹریچر کو پھیلا دیں تو کیوں ان متلاشیان حق کو راستی کی سڑک پر نہ چڑھالیں مثلاً ایک بسیط کتاب فلسفۂ اسلام پر لکھی جائے متعدد کتابیں ذیل کے مضامین پر تیار ہوں۔ اسلام اور عیسائیت ؛ اسلام اور ریشنلزم ؛ اسلام اور سپرچولزم۔ اسلام اور نیو تھاٹ ؛ اسلام اور کرسچین سائنس ؛ اسلام اور پوزیٹوازم۔ یہ میں نے چند تحریکات مذہبی کا نام لکھ دیا ہے۔ جن کی طرف لوگ وہاں مائل ہو رہے ہیں۔ ان سب کے لئے قرآن میں مفید اور صحیح روحانی غذا موجود ہے۔ ہمنے تعلیم قرآن سے ان مجوزہ کتابوں میں ایک روحانی دسترخوان کھچانا ہے اور متلاشیان حق کو اسمیں شامل کرنا ہے کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ پوزیٹوازم کا مبلغ اوّل جو فرانسیسی حکیم کانٹ تھا وہ اس مسیویت سے بیزار ہو کر دنیا کو ہمدردیٔ انسانیت کے مذہب کی طرف لانا چاہتا ہے اور جن باتوں کی وہ تبلیغ کرتا ہے وہ ساری کی ساری اسلامی باتیں ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنی تصنیف جدید موسوم بہ "راز حیات" میں جو عملی زندگی کی چند باتیں قرآن سے اخذ کرکے لکھیں ہیں وہ کانٹ کے مجوزہ مذہب کا ایک بڑا حصہ ہے +

میں نے کانٹ ہیکل۔ برگسان ہینسر۔ مل وغیرہ کی کُتب دیکھیں۔ یہ حکیم یورپین علم و حکمت کے آسمان کے درخشندہ ستارے ہیں مسیوی کلیسیا تو ان کو ملحد اور بے دین قرار دیتا ہے لیکن میں انہیں تعلیم اسلام کا نادیدہ عاشق قرار دیتا ہوں۔ کاش آج سے پچاس سال پہلے کوئی مسلم متکلم وہاں پہنچتا۔ اور ان حکماء کے خیالات کو سامنے

رکھ کر قرآنی تنقید سے انہیں مالامال کر دینا۔ تو آج جس مادیت پرستی کی یورپ میں شکایت ہے اس کا قائمقام اسلام ہوتا لیکن خیر جو اب تک نہیں ہوا۔ وہ اب ہو سکتا ہے بلکہ ہمارے زمانہ میں تو اور آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ زمانہ تو تعصب اور مذہبی استبداد کا تھا۔ یہ زمانہ وسعت قلب اور صداقتہائے اسلام کے قبول کرنے کے لئے اثر پذیر قلوب کا زمانہ ہے۔ دل تعصب کی زنجیروں سے آزاد ہیں پرانے مذہب سے بیزار ہو کر تلاش حق میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ نئی معقول تعلیم کا عزت کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔ پھر ایسے وقت میں خاموش رہنا اور تبلیغ اسلام کیلئے کمر ہمت نہ باندھنا اپنے لئے خودکشی کا سامان پیدا نہیں کرنا تو اور کیا ہے۔ ہم خدا کے فضل سے ان تمام مضامین پر بالا استیعاب لکھ سکتے ہیں۔ قرآنی تعلیم کو دلربا پیرائے میں پیش کر سکتے ہیں۔ انگریزی زبان کے بہترین اسالیب بیان سے ہم ناواقف نہیں۔ انگلستان کے پلیٹ فارم اور گرجے ہمیں خیرمقدم کہتے ہیں۔ اور اس بات کو اپنا فخر اور نعمت غیرمترقبہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم ان کے پلیٹ فارموں پر جا کر تقریریں کریں۔ ایسے وقت میں اگر ضرورت ہے تو کارندوں کی ضرورت ہے +

سر جمال مشنری فنڈ

مجھے اس موقعہ پر اپنے رنگونی دوستوں کے شکریہ کے بعد سر عبدالکریم جمال ملک التجار رنگون کا خاص شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے میری اس اپیل پر توجہ کی۔ اور ساڑھے چار صد روپیہ ماہوار تین سال کیلئے عطا فرمایا۔ ہمیں اگر اسی قدر رقم اور ماہوار ملجائے تو تین مشنری نہایت عمدگی کے ساتھ انگلستان میں کام کر سکتے ہیں۔ خدا کے فضل سے سر جمال مشنری فنڈ کا پہلا مشنری مجھے جو دستیاب ہوا وہ مدراس یونیورسٹی کے ایک گریجوایٹ ہیں مکرمی داؤد شاہ صاحب بی اے جو سرکاری ملازمت میں محتسب رہ چکے ہیں مجھے انکی عمر چالیس سال کے قریب ہے۔ یہ ان انگریزی خوانوں میں سے تھے جنہیں مغربی تعلیم نے اسلام اور مذہب سے بیزار کر رکھا تھا۔ وہ اسلامک ریویو کو کئی سال پڑھتے رہے۔ آخرکار ان کا پہلا خط جو مجھے جولائی ۱۹۱۹ء

میں بمقام شملہ ملا۔ وہ اپنے ساتھ یہ خوشخبری لایا۔ کہ اسلامک ریویو نے انہیں از سرنو مسلمان کیا۔ جس کے شکریہ میں وہ خدمت اسلام اپنی زندگی کا مقصد قرار دینگے مزید خط و کتابت اور ذاتی ملاقاتیں تھے جو مدراس میں ہوئی۔ ان کے دل میں اس جذبہ کو اور بھڑکا یا یہ آتش شوق بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ پچھلے ماہ میں اس آگ نے ان کی خواہشات دنیا کو جلا کر انہیں مجسٹریٹی سے مستعفی ہونے پر مجبور کیا۔ آج وہ دنیا کو لات مار چکے ہیں۔ اور مسلم مشنری ہوکر ووکنگ کو جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور نوجوان مسلمان کو میں نے سنگاپور سے لیا ہے۔ اور اسے میں لنظاہر اس غرض سے لیجاتا ہوں کہ اُسے بطور مشنری تعلیم دیجائے لیکن کم از کم دو اور مشنری چاہئیں میری خواہش یہ ہے کہ ایک پانچسال کیلئے رات دن ہمارے مشنری مختلف پلیٹ فارموں پر انگلستان میں جا کر تقریریں کریں اور اسلام کو پیش کریں۔ مجھے یقین ہے کہ جو نتائج اس طرح مرتب ہونگے ان کے مقابل ہماری دوسری سرگرمیاں کچھ حقیقت نہ رکھیں گی +

اس سے بڑھ کر ایک مستقل اسلامی لٹریچر کے اشاعت کی ضرورت ہے کتابیں لکھی جائیں۔ اور ان کو برائے نام قیمت پر بیچا جائے۔ ہر ایک مغربی لائبریری میں وہ کتابیں رکھوا دیجائیں۔ اس کا اثر میرے نزدیک مشنری سرگرمیوں سے بھی کہیں زیادہ ہے مثلاً اخبار لبرل کرسچن جس کا حوالہ اوپر دیا ہے وہ میرے لیکچر فلسفہ اسلام کو پڑھنے کے بعد جب اس امر کا اعتراف کرتا ہے۔ کہ انگلستان نے جو غلط رائے قرآن کے متعلق قائم کر رکھی ہے وہ اب انہیں بدلنی پڑیگی۔ اس سے یہ تو معلوم ہوگیا۔ کہ جو غلط اور بیہودہ خیالات مغرب میں اسلام اور قرآن کے متعلق دائر اور سائر ہیں وہ بدل سکتے ہیں اسلامک ریویو نے گو بہت بھاری کام کیا لیکن آخر یہ ایک میعادی رسالہ ہے کتاب کی طرح رسالہ کا قیام نہیں ہوسکتا علاوہ ازیں کتاب اپنے اثر میں ہمیشہ اخباروں سے زیادہ زور آور اور دیرپا ہوتی ہے +

مشن کی امداد میں کتب خانہ

پچھلے سال میں نے اپنے لخت جگر بشیر احمد بی اے مرحوم کی یادگار میں ایک لائبریری

کھولنے کا اعلان کیا تھا جس سے ایسے مضامین کی کتابوں کی اشاعت ہو جن کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ اس کا سرمایہ میں نے ایک لاکھ روپیہ تجویز کیا تھا مقصد یہ تھا کہ کچھ کتابیں میں تصنیف کروں۔ کچھ میرے اور دوست تصنیف کریں وہ کتابیں چھپیں کچھ مفت تقسیم ہوں۔ کچھ بکیں اور اس کا منافع ووکنگ مشن کی امداد میں کلیتہً خرچ ہو اس طرح مشن کی امداد میں ہی مستقل سرمایہ پیدا ہو جائے۔ جس مسلم لٹریچر کی سخت ضرورت ہو وہ بھی پیدا ہو۔ اس فنڈ کی امداد میں تین ہزار روپیہ میں نے اپنی جیب سے دیا تھا۔ اور کچھ اسقدر رقم میرے چند ایک اور احباب نے وعدہ کی تھیں جسمیں کچھ رقمیں وصول بھی ہو گئی تھیں۔ اب جو میں بغرض صحت رنگون اور جزائر جاوا و ملایا میں گیا تو جہاں مشن کی امداد میں میں نے اور تحریکیں وہاں اس امر کو بھی پیش کیا۔ ہمارے رنگون کے معاونین میں سے بعض مقتدر اصحاب کا پہلے سے یہ خیال تھا۔ کہ اس روز کی دریوزہ گردی کا خاتمہ ہو جانا چاہئے مشن کے متعلق ایک حد تک تجارتہ اصول پر کتبخانہ کھلجانا چاہئے اور اس کا منافع مشن کی امداد میں جانا چاہئے۔ انکی اس خواہش نے آخر ایک عملی شکل اختیار کر لی ہے۔ جس میں بفضل ایزدی ایک معقول رقم جمع ہو گئی ہے۔ اس سرمایہ کا ایک لاکھ روپیہ ہو جانا مشکل نہیں اگر ہمارے معاونین کچھ تھوڑی سی کوشش کریں۔ اور جو کتابیں ہم لکھیں گے۔ انکو کثرت سے خریدیں وہ یقین رکھیں کہ ان کتابوں میں وہ مذہب اسلام پر بہترین لٹریچر پائیں گے۔ جو قیمت کے مقابل بہت سستا ہوگا۔ اور پھر جو کچھ وہ ان کتابوں کی خرید میں بھیجینگے وہ خرچ کے بعد کل مشن میں جائیگا۔ مثلاً میں نے ذیل کی چند کتابیں حال ہی اردو میں لکھی ہیں وہ اسوقت زیر طبع ہیں۔ ان میں موجودہ مسلم مصائب اور واقعات حاضرہ کو سامنے رکھ کر چند قرآنی علاج بتائے گئے ہیں۔ اپنی قوم کو ان امراض مزمنہ سے اطلاع دیگئی ہے جن کے دور ہونے پر ہم اپنی گمی گذری عزت وشوکت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کتابیں اپنی نوعیت میں بالکل نئے مضامین اپنے اندر لئے ہوئے ہیں میں بلا کسی خوف و خطر کے کہ سکتا ہوں۔ کہ ان کتابوں کو خرید کر پڑھنے والے اپنے مال کو ضائع شدہ نہ سمجھیں گے پھر جو کچھ بھی وہ دینگے مشن کی امداد میں جائیگا۔ وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) رازِ حیات یا انجیل عمل (۲) توحید فی الاسلام جلد اول اور اس کا اثر تمدن اخلاق اور تہذیب پر (۳) سیر افکار یا روحانیات فی الاسلام (۴) ہستی باریتعالیٰ۔ اس میں عقائد ہمہ اوست پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اور دہریوں کے مقابل ان لیکچروں کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ جو میں نے وقتاً فوقتاً دہریوں کے پلیٹ فارم پر جا کر انگلستان میں دیئے (۵) مکالمات ملیہ۔ یعنے جو گفتگوئیں اور بحثیں انگلستان۔ فرانس اور دیگر مقامات پر مختلف اسقفوں یا دریوں اور عیسائی مذہب کے بڑے بڑے علما سے کیں اُن کو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے (۶) ضرورت الہام۔ فی زمانہ تعلیمیافتہ صاحب وحی و الہام کے وجود ہی سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہی حال یورپ میں بعض طبقات کا ہے۔ برہمو سماجی بھی اس مد میں آجاتے ہیں۔ اس کتاب میں سائنٹفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتلایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو سخت ضرورت ہے۔ الہامی مذہب آیا ہے۔ اور الہامی کتب میں سے صرف ایک قرآن ہی اس وقت الہامی کتاب کہلا سکتی ہے۔ دیگر انگریزی کتابیں بھی اس وقت زیرِ تالیف ہیں جن کا اعلان کیا جائیگا۔ ان اردو کتابوں کی قیمت اغلباً آٹھ آنہ سے لے کر ڈیڑھ روپیہ تک فی نسخہ ہوگی۔ ہر ایک کتاب دو دو ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے۔ اب اگر یہ کتابیں ہاتھوں ہاتھ بک جائیں۔ اور بالفرض انکی فروخت سے آٹھ ہزار روپیہ بھی آجائے تو بڑی آسانی سے چار ہزار روپیہ امداد مشن میں چلا جائیگا یہ ایک ایسی امداد مشن کو ملسکتی ہے جس کا بوجھ کسی پر بھی نہیں پڑتا۔ اسلئے میں اس رپورٹ کے پڑھنے والوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ خود بھی اور اپنے دوستوں کو بھی ان کتابوں کی فرمائش بھیجنے پر آمادہ کریں۔ اور مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب) کے پاس اپنے نام ان کتب کی خرید کیلئے رجسٹر کرائیں ان کتابوں کی اشاعت میں ہماری امداد کریں۔ ان سے نہ صرف اسلام کی امداد ہوگی بلکہ خود مسلم قوم میں وہ روح پیدا ہو جائیگی۔ جس کے فقدان نے ہمیں بحثیت قوم ذلیل و خوار کر رکھا ہے۔ چونکہ مجھے اس کے منافع سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلئے

میں بلا تکلف یہ کہنے کی جرات رکھتا ہوں۔ کہ ان کتابوں کی قیمت ان کے مضامین کے مقابل کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ اور کوئی شخص ان کو پڑھ کر ان سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان میں بیسیوں باتیں نئی ہیں۔ اور ہر ایک امر میں مسلم بھائیوں کو عملی باتوں کا سبق دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اسلام اور اشاعت اسلام کی خدمت کیلئے کیا گیا ہے میری طرف سے مسلم مشن کی یہ امداد ہے مسلم بھائی انکی خریداری بڑھا کر ہمیں مدد دیں +

میری اس گذشتہ بیماری نے مجھے یہ سبق دیا ہے۔ کہ اب میں آئندہ اپنی زیادہ توجہ تصنیف کی طرف لگاؤں۔ اور جو باتیں مجھے خدا تعالیٰ نے اس آٹھ سالہ تجربہ میں سکھلائی ہیں وہ قلم و کاغذ کے حوالہ کروں۔ مثلاً جن جن امور میں مسلم لٹریچر کی ضرورت میں نے اوپر بیان کی ہے ان پر آئندہ میں خود بھی کتابیں انگریزی میں لکھوں جس کا ترجمہ بھی اردو میں شائع ہو۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اور خدا تعالے نے محض اپنے فضل سے میرے چند رفقا کو اس تصنیف کا اہل بھی کیا ہے۔ لیکن یہ باتیں تو ہی ظہور میں آسکتی ہیں اگر مسلم بھائی ہماری مدد کریں +

آیندہ انتظام مشن

اس بیماری نے مجھے یہ بھی سبق دیا ہے کہ میں آیندہ اس مشن کے انتظام کو اپنی ذات واحد کے ساتھ وابستہ نہ رکھوں خصوصاً اس کا مالی انتظام ایک سے زیادہ معتبر اور متدین ہاتھوں میں چلا جائے۔ خدا کا یہ محض فضل تھا کہ مجھے اس نے خیانت کی راہوں سے الگ رکھا جسقدر مسلم بھائیوں نے مجھ پر آج تک اعتبار کیا میں ان کا از حد مشکور ہوں۔ یہ خدا کا احسان ہے کہ میں نے بلا کسی تحریک یا بلا کسی تجویز قومی اور میں کہ سکتا ہوں کہ کسی ایک شخص کے بھی مشورے کے بغیر میں نے لطیب خاطر اپنے چلتے ہوئے کام کو چھوڑ دیا۔ حتے کہ میرے اپنے اہل عیال اور اپنے عزیز سے عزیز دوستوں کو میرے ارادہ ولایت کا جو پہلا علم ہوا وہ یہی تھا۔ کہ میں نے انگلستان جانے کا ٹکٹ جہاز

خرید لیا۔ یہ جو کچھ میں نے کیا میں نے اپنی ذمہ داری اور اپنے ذاتی بھروسہ پر کیا۔ چنانچہ سال سنہ ۱۹۱۲ء و سنہ ۱۹۱۳ء میں بہت حد تک میری جیب سے ہی روپیہ خرچ ہوتا رہا۔ یہ بھی خدا تعالے کا فضل ہے کہ وکالت کے چھوڑنے کے وقت میری ذاتی آمد اسقدر ہو چکی تھی کہ آج تک مشن کی کسی سالانہ آمدنی میں سے موٹے موٹے اخراجات کاٹ کر جو بچت ہے اس سے کئی گنا بڑھکر میری سالانہ بچت اپنے کام میں ہوتی تھی۔ مشن کی سالانہ آمد ہمیشہ تیس ہزار کے لگ بھگ رہی ہے جسمیں اخراجات طبع رسالہ اور عملہ کی تنخواہیں نکال دیجاویں تو باقی چند ہزار ہی رہجاتے ہیں بہرحال کوئی بھی اسباب ہوں میں کہونگا کہ محض خدا کے فضل نے میرے ہاتھ کو کسی میل سے اور میرے قدم کو کسی لغزش سے بچالیا۔ اگرچہ جس شخص نے میرے مطالبے پر یا از خود جو کچھ دیا وہ مجھے عند اللہ دیا نہ انہوں نے مجھے بطور ایجنٹ کچھ دیا نہ مجھ کو کسی حساب دہی کا ذمہ وار ٹھرایا لیکن میں نے یہی پسند کیا کہ قوم کے اس اعتبار کی میں ہر طرح عزت کروں۔ اور ہر طرح اس مال کے خرچ میں احتیاط کروں۔ اس روپے کو بھی میں نے اپنی ذات سے الگ رکھا۔ جسقدر انگلستان میں آمد ہوئی وہ پائی پائی تک دوسروں کے ہاتھ سے بنک میں جمع کرادیگئی۔ انہیں کے ہاتھ سے رجسٹر آمد میں درج کرادیگئی۔ ہاں دو رقموں کو میں نے ہمیشہ اس حساب سے الگ رکھا۔ ایک وہ مستقل رقم جو بقدر چھ ہزار روپیہ سالانہ ایک خاص جگہ سے آتی ہے۔ یا وہ رقوم جو لاہور سے شیخ رحمت اللہ صاحب بھیجتے رہے۔ کیونکہ وہ ہندوستان کے رجسٹر آمد میں درج ہو جاتی ہیں۔ لیکن سالانہ رپورٹ آمد و خرچ میں انکو بمد آمد دکھایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جس قدر روپیہ آتا رہا وہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کے نام آتا رہا انہیں کے ہاں جمع ہوتا رہا۔ اور انہیں کے ہاتھ سے خرچ ہوا بنکوں میں جو رقوم جمع ہوئیں وہ میرے نام پر ہوئیں۔ اور ایسا ہی جو شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاں جمع ہوا وہ بھی میرے نام پر جمع ہوا۔ مشن کے مقابل میں نے یہی طریق رکھا۔ کہ جسقدر آمد ہو وہ میں مشن کو دیدوں۔ اور جو خرچ ہو لیلوں۔ اس تمام کاروبار میں اسلامک ریویو میری ذاتی ملکیت رہا لیکن میں نے سنہ ۱۹۱۵ء سے لے کر آج تک کبھی اس کے منافع سے

ذاتی مفاد نہیں اٹھایا اور آیندہ بھی خدا سے توفیق چاہتا ہوں کہ اسکی آمد مشن پر لگے اس رسالہ کو اب میں اُسی کتب خانہ کی ایک شاخ قرار دیتا ہوں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس کا نصف منافع کتب خانہ کی آمد کے ساتھ مسلم مشن کے مشنری فنڈ پر خرچ ہو چونکہ جس لخت جگر کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے یقیناً میں نے کھولا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو بھی مشنری کام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ باقی ریویو کا نصف منافع ایک وقت تک کتب خانہ مذکور کے سرمایہ میں شامل ہو گا۔ ہمارے دوست اگر اسی رسالہ کی خریداری بڑھانے میں کوشاں ہیں۔ تو ایک بڑی بھاری مدد اس سے مشن کو مل سکتی ہے۔ ایک ہندوستان کے لئے کیا مشکل ہے۔ کہ اگر دس ہزار خریدار رسالے کے پیدا کر دیں۔ اس کا منافع کسی کی جیب میں تو جائیگا نہیں۔ ہاں ہمارا مشن بہت آسانی سے اپنا کام بڑھا سکتا ہے۔ رسالے اور کتبخانہ مجوزہ کے متعلق میں نے ذیل کے اصحاب کا ایک ٹرسٹ بنا دیا ہے۔ اسی ٹرسٹ کے ہاتھ میں مسلم مشن ووکنگ کے کل معاملات ہونگے انہیں کے ہاتھ میں آمد اور خرچ ہو گا۔ خدا کے فضل سے میں اور میرے احباب علی وجہ البصیرت فرقہ بندیوں کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر تبلیغ اسلام کے معاملے میں اس حقیقت پر قائم ہو چکے ہیں۔ جو قرون اولے میں تھی جس اصول پر میں نے آج تک اس مشن کو چلایا ہے۔ اور اسے فرقی جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے کسی پالیسی کے ماتحت نہیں بلکہ حقیقت حقہ سمجھ کر اس مسلک کو اختیار کیا ہے۔ اور اس امر کو میں ہی صداقت نہیں سمجھتا۔ بلکہ میرے وہ دوست بھی جنہیں میں نے ٹرسٹی بنایا ہے اور وہ اصحاب ذیل ہیں۔

حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مصنف ترجمۃ القرآن انگریزی۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور۔ مولوی صدر الدین صاحب مسلم مشنری۔ خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر محکمۂ تعلیم کشمیر۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمینر گورنمنٹ پنجاب۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب (ریٹائرڈ سول سرجن) لاہور۔ خواجہ عبدالغنی صاحب مینیجر دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ اور میں خود بسند ان کے معاملات کیلئے اس ٹرسٹ کی طرف سے مینیجنگ ٹرسٹی رہونگا۔ اور ہندوستان میں اس کا مینیجنگ ٹرسٹی سکریٹری ٹرسٹ ہوگا۔ جس کا اعلان عنقریب کیا جائیگا۔ مزید احتیاط کے لئے اس ٹرسٹ کی نگران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہوگی لیکن اس انجمن کو نہ اس ٹرسٹ کے مال سے کوئی تعلق ہوگا۔ اور نہ مشن کے طریق تبلیغ میں کسی تبدیلی کا حق ہوگا۔ الغرض جس شکل و صورت میں یہ مشن ۱۹۱۴ء سے اخیر ستمبر ۱۹۱۹ء تک میرے ہاتھ میں رہا ہے۔ اور اکتوبر ۱۹۱۹ء سے لے کر آج تک میری طرف سے نیابتاً انجمن مذکور کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اب میرے قائمقام ٹرسٹ ہوگا۔ میری بجائے کل مال کا انتظام ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ مشن کا ڈائرکٹر میں رہونگا۔ موت و حیات سب کے ساتھ ہے اسلئے میں نے یہی پسند کیا کہ مشن کے مفاد کی حفاظت ایسے ہاتھوں میں چلی جائے جو نہ صرف متدین ہوں۔ بلکہ جن کا مقصد زندگی اشاعت اسلام ہو۔ حالات موجودہ میں اس امر سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ اس فرض اولین کی مسلمانان عالم میں آتش شوق اگر اس وقت کسی سینوں میں بھڑک رہی ہے تو یہی چند لوگ ہیں جو حضرت قبلہ مولوی محمد علی کے ساتھ اور میرے ہمراہ کام کر رہے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلم طبائع بہت حد تک اس طرف سے ہٹتی چلی جارہی ہیں حالانکہ یہی ایک کام تھا۔ جس کے لئے آنحضرت صلعم اور سلسلۂ انبیاء کرام پیدا ہوا۔ یہی وہ درخت ہے جو صحابہ کرام اور ہزارہا صلحا اور اتقیا کے خون سے مثمر ہوا۔ اسی سے اسلام کو طاقت و شوکت ملی۔ اور اگر اسلام اپنی گئی ہوئی طاقت کو واپس لے سکتا ہے تو اس کا یہی طریق مقصد ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام کی آج تلوار ٹوٹ گئی لیکن تاریخ اسلام اس امر کی شاہد ہے۔ کہ اسلام اپنی طاقت و شوکت کے لئے تلوار کا محتاج نہیں +

ہماری گئی ہوئی عزت اشاعت اسلام سے واپس آسکتی ہے

آج بھی یہی حالت ہے مغربی دنیا اسلام کی ڈیوڑھی میں آکھڑی ہے ہم کوشش کر کے انہیں اسلامی چار دیواری میں داخل کریں۔ کیا یہ ایک فعل ہزار ہا پولیٹیکل سرگرمیوں کے مقابل برابر نہیں سوال تو صرف اسقدر ہونا چاہئے کہ مغربی دنیا کا حلقہ بگوش اسلام ہو جانا ایک امر محال ہے یا امکان میں داخل ہے۔ ایک مختصر سی مختصر تجربے نے اور ایک ادنےٰ سے ادنےٰ کوشش نے جو ایک جگہ تو تنہا ہاتھ سے ہوئی اگر یہ کچھ کر دکھایا تو اگر یہ کوشش صرف دس گنا بڑھ جائے۔ تو ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ اس وقت ہمارے مشن کی ہستی مغربی دنیا میں تسلیم ہو چکی ہے مذہبی معاملات میں ہم وہاں کے مشار الیہ ہیں۔ ابھی دو ماہ ہوئے یونیورسل انسیکلوپیڈیا کے مرتب کنندوں نے دوکنگ میں ہمیں لکھا کہ انہوں نے قرآن کے لئے ایک کالم چھوڑ دیا ہے ہم جو چاہیں قرآن کے متعلق لکھ بھیجیں۔ چنانچہ مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے نے ایک مفید مختصر سا مضمون بھیجدیا جو درج انیسکلوپیڈیا ہو گیا۔ اس بات کو چھوٹا سا نہ سمجھا جائے آج تک ایسی کتابوں میں یا یورپین کتب محیط المحیط میں۔ یوروپین مصنفین نے اسلام۔ قرآن۔ آنحضرت صلعم اور ہمارے دیگر معاملات کے متعلق جو چاہا لکھ دیا۔ آج ان کے مرجع ہم بنے ہیں انشاء اللہ عنقریب برٹش انسکلوپیڈیا کا نیا اڈیشن تیار ہونیوالا ہے۔ اس میں بھی جو کچھ اسلام یا آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا جائیگا۔ وہ ایک ادنےٰ سی کوشش کے ساتھ ہماری ہی قلم سے لکھا جائیگا۔ اسی طرح اور بھی راہیں عزت اسلام کے قائم کرنیکی نکل رہی ہیں ایک منٹ کیلئے اس امر کو خیال کرو۔ کہ اگر ایک معتدبہ حصہ مغرب میں مسلمان ہو جائے تو ہماری دقتوں کا جس آسانی سے حل ہو جائیگا وہ کسی اور طریق سے ناممکن ہے +

اس وقت اس خلیع الرسن سے ہمارے دشمن اسلام کے خلاف لکھنے کی جرأت نہیں کرتے جو آج سے آٹھ سال پہلے کیا کرتے تھے۔ جو زبان دہنہ سے نکالتے ہیں سوچ سمجھ کر نکالتے

ہیں۔ اسی مسئلہ نسوان کے متعلق سنہ ۱۹۱۳ء میں میں نے خود اپنی آنکھ سے لندن کے مشہور اخبار ٹائمز میں یہ لکھا دیکھا۔ کہ اسلام نے حیثیت عورت کو ازحد ذلیل کیا۔ اسی اخبار کے سنہ ۱۹۲۰ء کے کالموں میں آخر میں نے یہ بھی دیکھ لیا۔ کہ وہ عورت کے معاملہ میں اسلام کی ازحد تعریف کرتا ہے۔ ہمارے دشمنوں کا اب یہ حال ہے۔ کہ پادری ذویمر جیسے سیاہ دشمن اب ہمارے ہاتھ سے تنگ آچکا ہے۔ یہ نام نہاد "مسلم ورلڈ" پرچہ کا ایڈیٹر ہے اور ان خبیث روحوں میں سے ہے۔ جو اسلام کو دیکھ نہیں سکتے۔ آج وہ عیسائیت پر ہمارے حملے پڑھ کر کوئی مفر نہیں دیکھتے مجبوراً ہمیں کہتا ہے۔ کہ اور باتوں کو چھوڑ دو محمدؐ اور مسیحؑ میں مقابلہ کرو۔ میں نے اس کا چیلنج اسلامک ریویو مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں قبول کرلیا۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس مضمون پر ایک مبسوط لکھنے کی توفیق عطا کرے۔ جو میں یہاں سے واپس جاکر انشاء اللہ تعالیٰ لکھونگا +

اب میں نے چونکہ ارادہ کرلیا ہے کہ آئندہ مالی اور دیگر انتظامات ان ٹرسٹیان مذکورہ بالا کے ہاتھ میں دیکر اپنے اوقات کو عامہ نگرانی مشن کے علاوہ زیادہ تر تصنیف اور تبلیغ اسلام میں خرچ کروں۔ اور جو آج تک خدا تعالیٰ نے مجھے ممالک مغربیہ میں تبلیغ اسلام کی راہیں سکھلائی ہیں۔ اور جن جن طریقوں سے اسلامی خوبیاں مغربی دلوں کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہیں۔ ان سب کو قلم و کاغذ کے حوالہ کردوں۔ کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اسلئے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس امانت کا میں آج تک صرف خدا تعالیٰ کے سامنے حساب دہی کا ذمہ دار تھا اُسے میں پبلک کے آگے شائع کرکے اور جو کچھ میرے ذمہ بچ رہا ہو اس ٹرسٹ کو میں ان نئے ٹرسٹیوں کے حوالے کردوں +

میں سنہ ۱۹۱۲ء میں یہاں آگیا تھا۔ جیسا کہ میں اُوپر لکھ چکا ہوں سنہ ۱۹۱۲ء کا کُل خرچ میری جیب سے ہوا۔ اس کے مقابل کوئی آمد نہ تھی۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں مشن کا

کام زیادہ تر اسلامک ریویو کی طبع سے ہی وابستہ تھا۔ سال ماسبق کی طرح زیادہ تر اخراجات میری ہی جیب سے ہوئے بالمقابل۔ جو کچھ آیا وہ بطور قیمت رسالہ بعد میں آیا۔ یا میرے ذاتی دوستوں اور رشتہ داروں نے چند صد روپیہ امداد میں مجھے بھیجا ہاں لکھنؤ کی اور رقم رنگون کی ہے جس کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں کچھ روپیہ مشن کی امداد میں آیا۔ اور زیادہ تر روپیہ اسلامک ریویو میں آیا۔ اس سال کا حساب آج تک شائع نہیں ہؤا۔ کیونکہ اس سال میں بلاد غربیہ فنڈ لاہور میں کھلا تھا۔ اس فنڈ میں سے کچھ روپیہ تو مشن کی امداد میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی کوٹھی میں جمع ہؤا۔ اور کچھ روپیہ طبع قرآن کیلئے خاص کیا گیا۔ جو روپیہ بلاد غربیہ فنڈ سے مشن کے حساب میں جمع ہؤا اسکی پڑتال کا مجھے آج تک موقع نہ ملا۔ اب میں نے شیخ صاحب موصوف کی کوٹھی جاکر سنہ ۱۹۱۴ء کا حساب دیکھا وہاں بلاد غربیہ فنڈ سے آئے ہوئے روپیہ کے علاوہ جسقدر روپیہ جمع ہے وہ میرے نام پر جمع ہے وہ یا تو اسلامک ریویو کی قیمت یا میرا ذاتی روپیہ ہے۔ اس روپے کو الگ کرکے باقی جسقدر روپیہ سنہ ۱۹۱۴ء میں اسلامک ریویو کے متعلق انگلستان میں جمع ہؤا یا ابتدا سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء تک جب تک میرا تعلق مالی انتظامات سے رہا۔ وہ سب کا سب روپیہ گو میری ذات سے تعلق رکھتا ہے میں نے مشن میں ہی ڈال دیا ہے۔ ان حسابات کی تفصیل حسب ذیل ہے

سال سنہ ۱۹۱۴ء

آمد

مد	پونڈ	شلنگ	پنس
از کانپور مرحمت فضل الرحمان صاحب وکیل	۸۰	۰	۰
از عماد الملک	۵۴	۱۸	۱
از نواب صاحب بہادر بمبئی معرفت مسٹر الکنس	۹۵	۰	۰
از سر آغا خان صاحب	۱۰۰	۰	۰
متفرق امداد	۱۰۷	۷	۲
میزان	۴۳۷	۵	۲

خرچ

بابت	پونڈ	شلنگ	پنس
اخراجات طبع رسالہ و کتب	۷۷۹	۶	۱۱
مرمت مسجد و میموریل ہوس و فوارہ وغیرہ	۱۲۶	۱۷	۶
عید	۵۰	۵	۷
تالیف قلوب	۲۳	۲	۷
کرسیاں و فرش کارپٹ وغیرہ	۳۵	۶	۰
بل روشنی	۷	۱۲	۷

خرچ		آمد	
ہوس ٹیکس	۱-۱۰-۲	(پونڈ شلنگ پنس) از عماد الملک	۶۶-۱۵-۱۱
اشتہارات	۱-۱-۰	از احباب رنگون معرفت رگبر از جمال بغرض ازدیاد حجم رسالہ	۱۳۸-۰-۰
کرایہ لنڈسی وغیرہ بغرض نماز جمعہ	۵۵-۱۲-۰	از عبد الکریم جمال بغرض تقسیم مفت رسالہ در جاپان و برہما	۸۳-۵-۰
مشین بغرض گرم پانی ..	۱۶-۰-۰	از بمبئی	۲۰-۰-۰
		امداد رسالہ (میزان)	۱۰۱۴-۶-۸
قرضہ جات (بمد ۳)	۳۰-۰-۰	بمد خریداری رسالہ	۲۳۳-۱۲-۱
بابت نامہ نگار (عہ)	۳۶-۱۳-۰	بمد احادیث	۲۸-۲-۸
حوالہ کمیٹی طبع قرآن کریم	۴۰۰-۰-۰	از تبلیغ فنڈ معرفت شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور	۳۰۰-۰-۰
حوالہ مسٹر انیق .. حلیہ سر سالار جنگ کا حک واپس	۱۰۰-۰-۰	از بھوپال بڑا سلطانہ مہمت .. ہال	۲۰۰-۰-۰
بمد اخراجات دیگر	۵۷۱-۱۲-۹	از سر سالار جنگ بغرض حوالگی ووکنگ کمیٹی	۱۰۰-۰-۰
واپسی خواجہ صاحب از انگلستان و مصر و شام	۱۰۰-۰-۰	از رنگون بغرض طبع قرآن کریم	۴۰۰-۰-۰
		از مسجد کمیٹی بابت مرمت میموریل ہوس	۲-۰-۰
		بابت مرمت مسجد	۴۸-۰-۰
		از لندن مسلم کمیٹی بابت کرایہ ہال نماز جمعہ	۳۶-۰-۰
			۲۲۹۵-۱۱-۱۱
		فاضلہ خرچ	۳۹-۱۲-۰
	۲۳۳۵-۷-۱۱	میزان	۲۳۳۵-۷-۰

عہ اس سال بماہ اپریل رنگون سے یہ تحریک آئی کہ رسالہ کا حجم قریباً دگنا کر دیا جائے لیکن قیمت نہ بڑھائی جائے ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا ۔ اس سال رسالہ چار ہزار چھپتا تھا جس میں پچیس صد کے قریب مفت تقسیم ہوتا تھا ۔ علاوہ ازیں قریباً پانچ پانچ ہزار یا چھ چھ ہزار دو کتابیں انگریزی ترجمہ احادیث و اسلام اینڈ مسلم پریئر بھی چھپائی گئیں جو زیادہ تر مفت تقسیم ہوئیں +

ع۲ اسمیں سے بیس پونڈ ۱۹۱۵ء میں وصول ہوئے۔

ع۳ ایک کرم فرما رسالہ میں مضمون لکھا کرتے تھے۔ یہ رقم دراصل انہوں نے ووکنگ میں بروقت رخصت بطور قرض لی تھی۔ ایسی ہی ایک تھوڑی سی رقم انکے نام پر انکے ایک عزیز نے لی تھی۔ جس کا میزان ۰۰-۱۲-۶ ۳ پونڈ ہے۔ وہ رقم وہ واپس نہیں کر سکے۔ اور وہ آجکل تکالیف میں ہیں اسلئے میں نے اس کو مد نامہ نگاری میں ڈال دیا ہے۔ یہ رقوم انکی خواہش سے اس وقت کتب حساب میں نہیں دکھلائی گئی تھیں +

ع۴ اسکی تفصیل میں موٹے موٹے اخراجات ہیں تنخواہ عملہ مسٹر شیلڈرک۔ عبدالمجید۔ چوہدری فتح محمد۔ محمد علی باورچی۔ اس کے علاوہ خوراک عملہ جنہیں مولوی صدرالدین صاحب منشی نور احمد مرحوم۔ چوہدری فتح محمد۔ محمد علی باورچی اور وہاں کے ایک دو ملازم علاوہ ازیں خرچ خوراک مہمانان و خرچ ایٹ ہوم بدھ و اتوار۔ کل خرچ اس مد میں ۹-۱۲-۸۵۵ پونڈ ہے۔ اسمیں بعض لوگوں سے ۲۸۴ پونڈ بطور بورڈ منہا کر کے باقی ۹-۱۲-۵۷۱ رہجاتے ہیں

ع۵ یہ وقت جنگ کے آغاز کا تھا۔ اسلئے کچھ حصہ سفر کا خواجہ صاحب کو فرسٹ کلاس جہاز میں کرنا پڑا۔ ان دنوں ڈاکٹر منگانا نے قرآن کے چند اوراق چھاپے تھے۔ جنکے متعلق یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ کہیں سے یہ کاغذ اسنے مانگے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ قرآن میں تحریف ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس بہتان کے جواب کے لئے مصر اور شام میں بدیں غرض سفر کیا گیا۔ کہ پہلی دوسری تیسری صدی کے اگر قرآن ملجائیں۔ تو انکے فوٹو لئے جائیں۔ اور اس طرح رسم خط کے اصول پر اس کذب و افترا کا ازالہ کیا جائے۔ چنانچہ اسمیں انہیں کامیابی ہوئی۔ ہر جگہ سے فوٹو حاصل کئے گئے۔ اس سفر میں خواجہ صاحب نے حج بھی کیا۔ کل خرچ دو ہزار روپیہ سے اوپر تھا۔ جسمیں سے پانصد روپیہ بطور خرچ حج خواجہ صاحب نے اپنی ذات پر ڈالکر باقی یکصد پونڈ یہاں رکھ دیا +

اس طرح بموجب حساب دفتر ووکنگ انگلستان ۰-۱۱-۳۹ پونڈ بسکہ ہندی ۰-۱۲-۵۹۴ روپیہ۔ اس کے مقابل شیخ رحمت اللہ صاحب کی کتب

ہیں۔ ذیل کا حساب آمد و خرچ ۱۹۱۴ء کا ہے۔ تبلیغ فنڈ سے جو رقوم خواجہ صاحب کے
حساب میں جمع کی گئی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ بماہ جنوری ۵۹۲۱-۶-۰۰ روپیہ
بماہ فروری ۲۹۹۴-۱۱-۰۰ روپیہ یہ وہ رقم ہے جس کا ڈرافٹ دوصد پونڈ ووکنگ میں بھیجا
گیا۔ چنانچہ یہ دوصد پونڈ آمد دفتر ووکنگ انگلستان میں دکھلایا گیا ہے۔ بماہ
جولائی ۶۰۰۰-۰۰-۰۰ روپیہ کل میزان ۱۴۹۱۶-۱-۰۰ ہے۔ اس کے مقابل
بماہ جولائی جو خرچ ہوا اسمیں ایک رقم ۴۴۲۳-۱۲-۶ روپیہ ہے۔ اسمیں ہنڈی والی رقم یعنی
۲۹۹۴-۱۱-۰۰ روپیہ شامل ہے۔ باقی مولوی صدرالدین صاحب کا کرایہ جہاز
وغیرہ جو آٹھ صد روپیہ اور ایسا ہی کرایہ جہاز محمد علی باورچی جو قریبًا تین صد روپیہ ہوگا۔ اور چند
اور رقوم شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مولوی صدرالدین صاحب کے گھر میں الاؤنس
اپریل ۱۹۱۴ء سے اخیر دسمبر ۱۹۱۴ء تک ایکہزار روپیہ دیا گیا ہے۔ اور دیگر اخراجات
بمد عملہ ہندوستان متعلقہ ڈاک بغرض تقسیم اسلامک ریویو ایسے اور اخراجات جنکی میزان
۷۰۵-۸-۹ اور یہ ان تین رقوم خرچ یعنی ۴۴۲۳-۱۲-۶ روپیہ و ایکہزار روپیہ و
۱۷۰۵-۸-۹ کا میزان ۷۱۲۹-۵-۳ ہوتے ہیں۔ اسی آمد یعنی
۱۴۹۱۶-۱-۰ آمد سے منہا کرنے پر باقی ۷۷۸۷-۱-۰ روپیہ ہوتا ہے۔ اسمیں
سے کمی دفتر ووکنگ ۵۹۴-۱۲-۰۰ منہا کرکے کل بچت سال ۱۹۱۴ء ۷۱۹۲-۵-۰۰ روپیہ ہے

۱۹۱۵ء

اس سال کی رپورٹ آمد و خرچ جہانتک دفتر لاہور کا تعلق تھا۔ وہ رسالہ اشاعت اسلام مئی
۱۹۱۶ء میں چھپ چکی ہے۔ جہاں کل آمد کی فہرستیں اسموار اور ایسے ہی اخراجات
کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اس وقت میں ہندوستان میں تھا۔ اس لئے ووکنگ کا حساب
شائع نہ ہوسکا۔ لیکن بدیں خیال کہ کہیں ووکنگ کے اخراجات میں آمد سے زیادتی نہ ہوجائے
میں نے احتیاطًا بعض اپنی ذاتی آمدنیاں اس حساب میں جمع کرادی تھیں۔ اور
اس کے متعلق نوٹ دیدیا تھا لیکن خدا کے فضل سے اس میری رقم کے ڈالنے کے
بغیر بھی کل مشن کا خرچ آمد سے کم تھا۔ اسلئے ان ذاتی رقوم کو الگ کرکے باقی از سر نو

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء معہ حساب ووکنگ رسالہ اشاعت اسلام
جنوری سنہ ۱۹۱۶ء میں درج کر دیا تھا۔ جس کو میں ذیل میں دیتا ہوں :-

آمد	رقم روپیہ	آنہ	پائی	خرچ	رقم روپیہ	آنہ	پائی
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	۱۴۰۶۸	۱۰	۱	اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر جو یہاں خرچ ہوا	۴۰۶۲	۱۵	۷
چندہ امدادی از حیدرآباد	۷۴۸۵	۰	۰	تنخواہ عملہ لاہور و انگلستان	۶۷۹۳	۴	۶
چندہ امدادی در ہندوستان	۶۷۷۲	۹	۰	سفرخرچ حیدرآباد و ہندوستان معہ تنخواہ ایک انگریز کلرک برائے چند ماہ جو ہمراہ ہے	۱۱۸۲	۷	۹
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ	۱۵۱	۶	۰	خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۲۲۱	۱۵	۰
چندہ از صاحب معلومہ بحساب ۵۰ روپیہ ماہوار بابت مقیت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی سنہ ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰۶	۰	۰	واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں	۶۳۷	۱	
چندہ از جائے معلومہ برائے غرض تقسیم اسلامک ریویو	۹۶۷	۱۱	۱۱	واپسی قرضہ حسنہ	۲۰۰	۴	۰
سفرخرچ از انجمنہائے مختلفہ	۲۵۷	۰	۰	متفرق	۳۸۲	۲	۲
میزان اول	۳۰۰۰۸	۵	۰	میزان اول	۱۲۹۰۶	۳	۰
آمد در انگلستان برائے گوشوارہ الف مندرجہ ذیل	۲۹۳۷	۱۳	۰	خرچ در انگلستان برائے نقشہ ب مندرجہ ذیل	۶۸۵۰	۶	۶
میزان دوم	۳۲۹۴۶	۲	۰	میزان دوم	۱۹۷۵۶	۹	۶

دستخط
(خواجہ کمال الدین)

نقشہ الف۔ اصل گوشوارہ آمد مرتبہ شیخ نور احمد بلال در کتاب آمد متعلقہ سنہ ١٩١٥ء

نمبر	آمد	رقم			رقم			کیفیت
		پونڈ	شلنگ	پنس	پونڈ	شلنگ	پنس	
١	مرسلہ شیخ صاحب	٢٠٠	-	٠	٠	٠	٠	یہ سب رقوم آمد ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں یعنے رکنے آمد خانے پہلے
٢	" "	١٠٠	٠	٠	-	٠	٠	
٣	" "	٤٠	٠	٠	٠	٠	-	
٤	" "	٢٥٠	٠	٠	٠	٠	٠	
٥	" مولوی صاحب ووکنگ میں جمع	١٠٠	٠	٠	٠	٠	٠	
٦	" خواجہ صاحب از حیدرآباد	٥٤٠	٠	٠	٠	٠	٠	
٧	" خواجہ صاحب	٣٠٠			١٥٣٠	٠	-	
٨	چندہ قرآن و قیمت	٢١	١٤	٨	٠	٠	٠	
٩	کتب قدوائی صاحب	٢	٢	٦	٠	٠	-	
١٠	چندہ لٹریچر اعانت اشاعت	٥٩	١	٠	٠	٠	٠	
١١	مسجد ووکنگ بابت مرمت	٢٠	٠	-	٠	٠	٠	
١٢	مسجد ووکنگ چندہ	٧	٧	٦	-	٠	٠	
١٣	مسجد لندن بابت کرایہ	١٧	٩	٦	٠	٠	٠	
١٤	مسجد لندن بابت قیمت اسباب	١٧	١١	-	٠	-	٠	
١٥	قیمت کتب لارڈ صاحب	١	١٦	١٠	٠	٠	٠	
١٦	مولوی شبیر علی کو ارسال ہوا	٠	٥	٠	٠	٠	-	
١٧	امانت بابت	١	٠	٠	٠	٠	٠	یہ رقم آمد کی نہیں انکا چیک لیکر بالمقابل چیک دیا گیا۔
١٨	شیخ الٰہی صاحب تبادلہ	٣٥	٠	-	٠	٠	٠	
١٩	عید از سرکار (عید الفطر)	٤	١٨	٠	٠	-	٠	
٢٠	چندہ عید	٢	٥	٠	٠	٠	٠	
٢١	قیمت رسالہ مع کتب متعلقہ رسالہ	٥٥	٧	٥	٠	-	٠	یہ رقم بھی مشن سے تعلق نہیں رکھتی
٢٢	محمد الدین سوداگر سیالکوٹ	٥	٨	٠	٠	٠	٠	نقل مطابق اصل ہے۔
	میزان	١٧٨١	٦	٥	٠	٠	٠	دستخط خواجہ کمال الدین

اسمیں رقوم الغایت ٧ و ٨ و ١٨ و ٢٢ منہا کردینی چاہئے یعنی ٨-٢-١٥٩٢ باقی ٩-٣-١٨٩ پونڈ یا ٠-١٢-٢٨٣٧ روپیہ آنہ پائی
ہوتی ہیں جو رقوم شیخ صاحب نے یا مینے ہندوستان سے بھیجیں وہ ان رقوم میں سے الگ ہیں جو ہندوستان میں وصول ہو کر شیخ صاحب کی کتب میں
جمع ہوئیں جو ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں +

دستخط ۔ کمال الدین

نقشہ ب

گوشوارہ خرچ سالانہ رسالہ اسلامک ریویو معہ لنگر خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا اخیر دسمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ وار	رقم پونڈ	شلنگ	پنس	کیفیت
۱	کھاتہ خوراک	۸۱	۱۴	۹	جنوری سے نصف جولائی تک بعد ازاں ۲ کس مولوی صاحب نور احمد و مصطفےٰ بیگ
۲	خرچ متفرق چھاپہ خانہ	۳	۱	۱½	
۳	بابت چھپوائی رسالہ *	۴۶۹	۹	۳	
۴	خرچ ڈاک سہ ماہ از لندن	۴۱	۱۲	۱۱	
۵	خرچ ڈاک ۹ ماہ سالہ دفتر وغیرہ	۱۱۳	۵	۴	دفتر کی خط و کتابت فی ماہ ایک پونڈ شامل ہے۔
۶	خرچ سٹیشنری دفتر	۴	۲	۸	
۷	لفافہ جات اخیر مئی تک	۱	۱۴	۳	
۸	ذاتی خرچ مولوی صاحب	۵	۸	۱½	دھلوائی پارچات و خرچ دوائی ہے۔
۹	ذاتی خرچ نور احمد	۴	۱۸	۱½	
۱۰	خرچ مسجد ووکنگ	۳۳	-	۱۰	روشنی بجلی۔ مشین گرم۔ کوئلہ
۱۱	خرچ مکان میموریل ہوس	۴۴	۷	۷½	روشنی بجلی۔ پانی و سامان بستر و چارپائی و کمبل وغیرہ و برائے صفائی مکان
۱۲	اشاعت متفرق و تالیف قلوب	۴۶	۵	۶½	
۱۳	لنگر خانہ	۶۸	۱۰	۷½	
۱۴	متفرق کتب و اخبارات و سامان باغبانی	۱۳	۱۱	۱۱	
۱۵	تنخواہ باغبان	۲۵	۴	۱	
۱۶	پیکیے پارکنسن (بابت مضامین رسالہ)	۱۶	-	-	
۱۷	پروفیسر نور الدین سٹیفن "	۲	-	-	
۱۸	تنخواہ مصطفےٰ بیگ ملازم	۹	۱۵	-	
۱۹	محمد علی باورچی	۲۱	۴	۹	اسمیں پونڈ کرایہ لنڈسی ہال ہے (یعنی واپسی از لندن)
۲۰	عرب صاحب	۱۷	۶	۸	
۲۱	مسٹر خالد شیلڈرک	۱۱	۱	۷	
۲۲	مسٹر نایٹ بابت بلاک عربی	۲۷	۱	۱	
۲۳	عیدین	۳۶	۸	۱۰	اسمیں قریباً بیس پونڈ سرکاری لگ گئے تھے جو ستمبر ۱۹۱۶ء میں وصول ہوئے متعلق عید الفطر جو ماہ اگست ۱۹۱۵ء میں کھلائی گئی
۲۴	کرسمس	۶	۷½	۴	
۲۵	خرچ مسجد لندن	۳۰	۱۴	۹	جون ۱۹۱۵ء تک خرچ جو اس نقشہ میں درج ہے اسمیں سال پہلے وصول ہو چکا ہے ۱۰ کرایہ لنڈسی ہال کا تھا۔
	میزان	۱۱۳۳	۷	۲½	

نقل مطابق اصل ہے دستخط خواجہ کمال الدین۔

یہ لفظ بلفظ نقل اس گوشوارہ کی ہے جو شیخ نور احمد بلال صاحب نے کتاب خرچ کے آخر اپنے ہاتھ سے نقل کیا۔ خانہ کیفیت میں جو خطوط وحدانی میں لکھا ہے وہ میں نے بطور تشریح لکھا ہے۔

دستخط - خواجہ کمال الدین

* اسمیں ۱ پنس ۱۴ شلنگ ۲۲ پونڈ متعلق سال ۱۹۱۴ء اجرت طبع کتاب لارڈ ہیڈلے صاحب شامل ہیں۔

اس سال میں بچت ۶-۸-۳۱۸۹ روپیہ کی ہے +

سنہ ۱۹۱۶ء

اس سال کا حساب آمد و خرچ معہ فہرست آمد سمواری و تفصیلات خرچ رسالہ اشاعت اسلام جنوری سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا خلاصہ آمد و خرچ وہاں سے لیکر ذیل میں نقل کرتا ہوں :-

نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

آمد	پائی	آنہ	روپیہ	خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن در انگلستان بروئے نقشہ (الف)	-	۱۰	۱۶۲۶	تنخواہ اماموں، سیکرٹری، اسٹاف و دیگر عملہ لاہور و ووکنگ بروئے نقشہ (د)	۰	-	۶۳۷۳
امداد مشن در ہندوستان بروئے نقشہ (ب)	۹	۹	۴۲۱۱	اخراجات طبع اسلامک ریویو و محصول ڈاک در انگلستان (ہ)	۰	۰	۷۷۱۹
				اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و)	۰	۱۲	۸۰۴۴
آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بہ قیمت	۰	۲	۱۰۹۶	کرایہ جہاز تبدیلی عملہ ... (ز)	۰	۶	۲۵۸۷
آمد " " در ہندوستان	۰	۳	۶۷۸۵	اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہند و دیگر ایجنٹان (ح)	۰	۸	۶۳۵
بغرض تقسیم مفت رسالہ و دیگر لٹریچر در ہند (ج)	-	-	۱۲۵۰	تیاری پارچات وغیرہ عملہ جو ولایت کو گیا	۰	۸	۱۲۱
				محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی-پی وغیرہ در ہند - -	۹	۷	۳۸۱
امداد خصوصی برائے تقسیم مفت رسالہ و امداد مشن	-	-	۶۰۰۰	سٹیشنری معہ کاغذ رسید در ہند	۹	۱۲	۷۸
از عالیجناب پرنس حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال بابت تقسیم مفت رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء	۰	-	۶۰۰	واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں جو در اصل ووکنگ فنڈ کی نہ تھیں - - -	۰	۸	۸۳
				قرضہ حسنہ	۹	۶	۶۰۰
سفر خرچ از انجمن فرخ آباد	۰	۰	۵۵	قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ کو ارسال ہوئیں مثلاً لحاف کمبل پوستین	۰	۷	۱۲۲
قیمت کتاب ام الالسنہ و دیگر لٹریچر کتب و ٹریکٹ	۹	۱	۳۵۳	متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں لاہور کے دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں -	۰	۱۵	۱۲۰
میزان کل	۶	۱۰	۲۱۹۷۷	میزان کل	۳	۱۱	۲۶۸۶۸

دستخط
خواجہ عبد الغنی سیکرٹری دفتر لاہور

دستخط
ہلال نور احمد لائق محاسب ووکنگ
حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم محاسب
دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

اس سال میں کمی ۸۹۱۴-۰-۹ کی ہے۔

سنہ ۱۹۱۷ء

اس سال کی آمد و خرچ کا حساب مفصل رسالہ اشاعت اسلام دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہو چکا ہے جس کا خلاصہ میں وہاں سے ذیل میں درج کرتا ہوں :-

تفصیل آمد سنہ ۱۹۱۷ء		پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی	میزان کل روپیہ	میزان کل آنہ	میزان کل پائی
امداد مشن	امداد مشن وصول شدہ در انگلستان	۵۶	۳	۲	۸۴۲	۶	-	.	.	-
	〃 〃 〃 در ہندوستان برے نقشہ (۱)	-	.	-	۶۳۸۳	-	-	.	.	.
	امداد خصوصی از جائے معلومہ	-	.	.	۳۰۰۰	-	-	.	.	.
	بمد کرایہ لندن مسلم ہوس از لندن ماسک فنڈ بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۱۱۵	-	.	...					
	بابت قیمت فرنیچر لندن مسلم ہوس بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۶۳	۱۱	۵	۲۶۷۸	۹	-	۱۲۹۰۳	۱۵	-
بغرض مفت تقسیم لٹریچر	بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو از جائے خاص	.	-	-	۳۰۰۰	-	-	-	.	.
	〃 〃 وصول شدہ در انگلستان	۴۶	۹	۱۰	۶۹۷	۶	-	-	.	.
	〃 〃 در ہندوستان برے نقشہ (۲)	.	.	.	۲۳۲۵	-	-	.	.	.
	کتب خانہ در انگلستان	۱۵	۱۰	۱۱	۲۳۳	۳	-	-	.	.
	در امداد ترجمہ صحیح بخاری شریف	۱۷	۵	-	۲۵۸	۱۲	-	-	.	.
	امداد از رسالہ اشاعت اسلام	-	.	.	۳۵۰	-	-	۶۸۶۴	۵	-
	آمد بابت ایٹ ہوم	۳	-.	-	۴۵	.	.	۴۵	.	-
	بغرض تقرر مبلغان	۳۳	۶	۸	۵۰۰	-	-	۵۰۰	.	-
	امداد متفرقہ بمد واپسی قرضہ حسنہ برے کھاتہ ہندوستان	-	.	-	۱۰۰	.	.	۱۰۰	.	-
میزان کل								۲۰۴۱۲	۳	-

بابت آمد و خرچ اسلامک ریویو ملاحظہ ہو نقشہ (۱۲)

نوٹ: اس کی تفصیل رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہوگی + ۲ـ اس سال نصف فروری تک نماز گاہ لندن میں بمقام الفورڈ ہوتی رہی جہاں کا کرایہ بھی لندن ماسک فنڈ سے آیا وہ اس رقم میں شامل نہیں۔ یہ کرایہ کچھ ایام فروری اور آخر دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء تک کا ہے +

دستخط	دستخط	دستخط
خواجہ عبدالغنی محاسب دفتر	بلال شیخ نور احمد محاسب ووکنگ حال محاسب	ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر
لاہور	دفتر اسلامک ریویو لاہور	اسلامک ریویو ووکنگ (انگلستان)

تفصیل اخراجات سنہ ۱۹۱۷ء

	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مستقل خرچ (نقشہ ۳)	۵۲۴	۳	۰	۰	۰	۰
تنخواہ عملہ در انگلستان بروئے نقشہ (۴)	۱۹۱۹	۹	۰	۰	۰	۰
کرایہ ریل وٹیوب " (۵)	۳۱۵	۱۲	-	-	-	۰
دیگر اخراجات مشن " (۶)	۳۲۲	۱۲	-	۰	۰	-
خرچ متعلق مشن در ہندوستان " (۷)	۱۱۷۷	۰	۶	۰	۰	-
اخراجات لندن مسلم ہوس بلا کرایہ " (۸)	۱۰۰۴	۴	-	۰	۰	۰
کرایہ لندن مسلم ہوس فرنیچر بیچ روم و نماز گاہ	۲۶۷۸	۹	-	۰	۰	۰
اخراجات نماز گاہ پیش از گرفتن مسلم ہوس نقشہ (۹)	۶۴	۱۳	۶	۰	۰	-
مسجد ووکنگ نقشہ (۱۰)	۲۰۰	۱۰	-	۸۲۰۷	۹	-
اخراجات تقسیم مسلم لٹریچر و اسلامک ریویو بلاقیمت نقشہ (۱۱)	۵۰۱۹	۳	۰	۵۰۱۹	۳	۰
تالیف قلوب - - - - ..	۱۷۲	۳	-	۱۷۲	۳	-
قرض حسنہ - - - - - - ..	۲۲۵	-	۰	۲۲۵	۰	۰
عیدین و کرسمس -	۶۰۸	۳	۶	۶۰۸	۳	۶
مہمان* خانہ لندن و ووکنگ	۴۰۵	۰	۰	۴۰۵	۰	-
میزان کل - -	۰	۰	۰	۱۴۶۳۷	۲	۶

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے - مورخہ ۲۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

* یہ دراصل خرچ مہمانوں کا نہیں جو مہمانوں کی تعداد سال زیر حساب میں اگر فی وقت ایک مہمان رکھا جائے تو ڈھائی ہزار سے اوپر ہے جیسے کہ مفصل رپورٹ سے نظر آئیگا یعنی اوسطاً ماہواری تعداد مہمانوں کی ۲۲۰ کے لگ بھگ تھی۔ حالانکہ خرچ جو اوپر دکھلایا گیا ہے وہ صرف سالانہ ستائیس پونڈ یعنی سوا دو پونڈ ماہوار ہے بقیہ کُل خرچ کارندگان مشن نے امسال اپنے ذمہ ڈال لیا +

اس سال میں بچت ۱۰-۱۳-۴۷۵۵ روپیہ کی ہے۔

سنہ ۱۹۱۸ء

یہ سال اور ایسے ہی سال آیندہ آمد کے مقابل اخراجات کی زیر باری میں زیادہ رہا۔ آمد کی کمی کا بڑا موجب میری بیماری تھی۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء میں مجھے طبی مشورہ کے ماتحت حکماً ووکنگ چھوڑنا پڑا۔ میرے لئے یہ ضروری سمجھا گیا۔ کہ اپنے کاروبار کی جگہ سے بالکل الگ ہوں۔ دفتر ووکنگ کو اخویم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی اور ملک عبد القیوم صاحب بی اے کے ہاتھ میں چھوڑ کر میں نے ووکنگ کو خیر باد کہا۔ اور اپریل سنہ ۱۹۱۹ء تک جس وقت میں ہندوستان کو روانہ ہوا مشن کے کام کے یہی دو دست کفیل رہے۔ میں تہ دل سے ان کا مشکور ہوں خصوصاً شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی جن کی بے نفس خدمات نے بہ تعلق ووکنگ مسلم کمیونٹی کو ممنون احسان کیا ہوا ہے۔ مجھے صدق دل سے اعتراف ہے۔ کہ اگر شیخ صاحب موصوف ایسے وقت وہاں نہ ہوتے۔ تو مشن کا سنبھالنا نہایت مشکل ہوتا۔ خصوصاً جبکہ مولوی صدر الدین صاحب اور دیگر کارکنان مشن کو اس وقت جہاز میں جگہ ہی نہ ملتی تھی اس ضمن میں ملک عبد القیوم صاحب کا ایک اور وجہ سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مرض نیورس تھینیا جس میں میں مبتلا تھا مریض میں غصہ جوش۔ چڑچڑا پن پیدا کر دیا کرتی ہے۔ میں بھی ان کمزوریوں سے بچ نہ سکا۔ جو بعض وقت ناقابل برداشت ہو جاتی تھیں لیکن ملک صاحب نے ان ایام ابتلا میں میرے ساتھ شرافت سے ہی گذارا کیا۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

بہر حال اجرائے ریویو اور تبلیغی کام تو ان دو صاحبوں کی طفیل چلتا رہا لیکن آمد میں لازماً کمی ہو گئی۔ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء میں مولوی صدر الدین صاحب معہ عملہ پہنچے۔ انہیں بھی کئی ماہ بہت سی کمیوں کو پورا کرنے میں خرچ کرنے پڑے۔ آمد کا تو یہ حال ہوا۔ ادھر گرانی نے سرا میں اخراجات بڑھا دیئے۔ کاغذ۔ طبع رسالہ اور ایسے ہی دوسرے اخراجات دگنے تگنے ہو گئے۔ تو بھی سنہ ۱۹۱۹ء میں چونکہ ہندوستان

کا عملہ برابر کام کرتا رہا۔ اور انگلستان میں اس سال قریباً سات آٹھ ماہ تو میں صحت میں ہی رہا۔ اسلئے اس سال تو کچھ بچت ہو گئی لیکن سال ۱۹۱۹ء میں علاوہ وجوہات بالا کے دو بڑے اخراجات آن پڑے۔ قریباً ساٹھ پونڈ میرا کرایہ۔ جہاز و ریلوے وغیرہ و دیگر اخراجات سفر از انگلستان تا لاہور تھے بالمقابل مولوی صدر الدین صاحب۔ اور ان کا عملہ یعنی مولوی عبداللہ خان صاحب منشی دوست محمد صاحب۔ گلّو باورچی۔ ان سب کا کرایہ جہاز و ریلوے و دیگر اخراجات متعلقہ میں مبلغ ۹-۵-۲۳۳۲ روپیہ خرچ ہوا علاوہ ازیں اس نئے عملہ کی تنخواہ کا اضافہ صرف ۱۸۹۵ روپیہ کے ہوا۔ اسلئے اس سال میں بہت سی کمی واقع ہوئی +

سال ۱۹۱۸ء میں رسالے کا جو خرچ آمد سے انگلستان میں زیادہ نظر آتا ہے اس میں ایک رقم مسلم ہوس کے فرنیچر کی ۔۔۔۱۰۵ پونڈ کے قریب ہے۔ اور ایسا ہی ۔۔۔۴۵ پونڈ کے قریب سال ۱۹۱۷ء میں اس فرنیچر پر خرچ ہوا۔ یہ بھی دراصل موجود ہے۔ لنڈن مسلم ہوس میں ہر قسم کے وضیع و شریف لوگ آتے ہیں جنمیں بعض اعلےٰ طبقے کے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ عام طور پر جلسوں میں کم شریک ہوتے ہیں لیکن پرائیویٹ طور پر ان سے میری ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ انہیں ملاقاتوں کا نتیجہ بعض صورتوں میں قبولیت اسلام ہوا ہے۔ ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ ہمارے لنڈن ہوس کے ڈرائنگ روم (ملاقاتی کمرہ) میں اعلیٰ قسم کا فرنیچر ہو لیکن چونکہ اس کو ایک حد تک میری ذات سے تعلق تھا۔ اسلئے میں نے اسے مشن کے خرچ میں نہیں ڈالا۔ بلکہ اُسے خرچ رسالہ میں ڈال دیا جس سے میرا ذاتی تعلق ہے۔ میں نے اگرچہ حسب سابق آئندہ کے لئے[۳] الگ کیا ہے۔ میں اس فرنیچر کے متعلق بھی یہی فیصلہ کرتا ہوں۔ میں اس فرنیچر کو اپنی زندگی میں بطور مالک استعمال کرونگا لیکن اس کے بیچنے کا مجھے حق حاصل نہ ہوگا۔ البتہ میرے بعد اس فرنیچر کی ملکیت بشیر فنڈ کے متعلق ہوگی۔ میرے ورثا کو اس سے تعلق نہ ہوگا۔ اس فرنیچر کے علاوہ کوئی

[۳] بھی ملکیت رسالہ اشاعت اسلام اس رسالہ کی آمد کے منافع کو حسب تصریح بالا مشن کے لئے

سات آٹھ سو روپیہ کا فرنیچر کشمیر کا جس کا خرچ میں نے اپنی جیب سے کیا ہے اس کو کسی خرچ مشن یا رسالہ میں نہیں ڈالا گیا۔ اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ اس فرنیچر میں اس کمرہ کا فرنیچر شامل نہیں جو مسلم ہوس میں کمرہ مسجد و لیکچر ہال میں یعنے کرسیاں اور فرش یہ اسباب کچھ تو لندن موسک کمیٹی نے ہمیں خرید کر دیا۔ اور کچھ مشن کی آمد سے خریدا گیا۔ اس فرنیچر کے علاوہ جو میں نے ریویو کی آمد کی سے خریدا ہے ووکنگ کے مکان میں جس قدر فرنیچر ہے اس کا بہت سا حصہ میں نے اپنی جیب سے سنہ ۱۹۱۴ء میں خریدا تھا۔ اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ البتہ وہ میرے بعد مشن کی جائداد سمجھی جائے وہ میری زندگی میں اسی مشن اور میرے استعمال میں رہیگا +

اب میں سال سنہ ۱۹۱۸ء و سنہ ۱۹۱۹ء کی کمی بیشی کا ذکر کرتا ہوں۔ ان دو سالوں کے نقشجات آمد و خرچ اور انکی تفصیلات معہ اسموار تفصیل آمد ہندوستان پارسی رپورٹ کے اخیر میں درج کرتا ہوں۔ جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ کہ سال سنہ ۱۹۱۸ء میں لاہور کے دفتر میں ۵ - ۵ - ۹۴۷۵ روپیہ کی بچت ہوئی۔ اور دفتر ووکنگ میں ۳ پنس - ۱۱ شلنگ - ۱۷۳ پونڈ یا سکہ ہندی ۰ - ۷ - ۲۶۰۳ کی کمی ہوئی۔ اسکو بچت سے منہا کر کے سنہ ۱۹۱۸ء کی بچت ۵ - ۱۴ آنہ - ۵ - ۳۱۴۵ روپیہ ہے۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں دفتر ووکنگ میں ۸ پنس - ۰ شلنگ - ۲۱۰ پونڈ یا سکہ ہندی ۰ - ۰ - ۳۱۵۶ روپیہ اور دفتر ہندوستان میں ۲ - ۳ - ۱۶۵ کی کمی ہوئی۔ اس طرح کُل کمی ۲ - ۳ - ۳۳۲۱ ہوئی۔ ان چھ سالہ بچتوں اور کمیوں کو بالمقابل رکھ کر حساب کی صورت حسب ذیل ہے:-

سال	بچت روپیہ	آنہ	پائی	کمی روپیہ	آنہ	پائی
سنہ ۱۹۱۴ء	۷۱۶۳	۱۱	۰			
سنہ ۱۹۱۵ء	۳۱۸۹	۸	۶	۰	۰	۰
سنہ ۱۹۱۶ء	۰	۰	۰	۴۸۹۱	۰	۹
سنہ ۱۹۱۷ء	۵۵۷۴	۱۳	۱۰	۰	۰	۰
سنہ ۱۹۱۸ء	۳۱۴۵	۱۴	۵	۰	۰	۰
سنہ ۱۹۱۹ء	۰	۰	۰	۳۳۲۱	۳	۲
	۱۹۰۷۲	۱۵	۹	۸۲۱۲	۳	۱۱
فاضل				۱۰۸۶۱	۱۱	۱۰

* فٹ نوٹ۔ اس رقم میں سرکار بھوپال کا عطیہ دو صد پونڈ بغرض نصر سلطانیہ نول شامل ہے +

اِس طرح ابتداے ۱۹۱۴ء سے لے کر تاریخ حوالگی انتظام پر میرے پاس ۱۰-۱۱-۴۸۶۱ کی بچت رہتی ہے۔ میں نے حسب ذیل ادائیگی منتظمہ کمیٹی کو کیں:۔

	پونڈ	شلنگ	پنس		روپیہ	آنہ	پائی
در انگلستان نقد	۴۴۰	۴	۱	بسکہ ہندی	۶۶۰۳	۱	۰
در انگلستان کاغذ باقیماندہ	۱۵۰	۰	۰	″ ″	۲۲۵۰	۰	۰
در ہندوستان	۰	۰	۰		۲۵۰۰	۰	۰
میزان					۱۱۳۵۳	۱	۰

جیسے میں نے اوپر لکھا ہے جسقدر آمدنی ہندوستان میں ہوئی اُنکی اسموار تفصیل ہمنے رپوٹوں میں شائع کردی ہے انگلستان کی آمد کی تفصیل بھی اسموار انشاء اللہ العزیز انگلستان جاکر میں شائع کردونگا۔ اب میری معاونین مشن سے یہ التجا ہے کہ جن جن بزرگوں نے مشن کو امداد دی ہے وہ جس سال کی رپورٹ چاہیں دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور عزیز منزل سے طلب فرماکر اپنے نام نامی کو رپورٹ طبع شدہ میں دیکھ لیں جہاں ایک آنہ سے لے کر کئی ہزار تک کی رقوم جو ہمیں وصول ہوئی ہیں درج کردیگئی ہیں۔ اور اگر کسی غلطی سے ان کا نام رہگیا ہو تو وہ مجھے اطلاع بخشیں اس وقت حیات مستعار میں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے نام پر کسی ذمہ واری کو یہاں سے لے کر جاؤں۔ اگرچہ اس مشن کی آمد جو تیس چالیس ہزار روپیہ سالانہ کے لگ بھگ رہی ہے وہ ایک کامیاب وکالت کے مقابل لاشے ہے جیسے کہ میں نے اوپر لکھا ہے بخصوصاً جب اس آمد کے مقابل ایسے اخراجات جو تفصلات چاہتے ہوں وہ ہر سال میں دو تین ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہونگے۔ باقی اخراجات بالکل موٹے موٹے ہیں تو بھی یہ محض خدا کا فضل ہے۔ کہ اس نے روپے کے معاملے میں میرے

ہاتھ کو میلا نہ ہونے دیا۔ انسان بہت ہی عاجز ہے۔ اگر اس کا دل خراب نہ ہو تو لاکھوں پر نہیں ہوتا۔ اور اگر قدم پھسلنے لگے تو چھ دام پر ایک انسان بے ایمان ہو جاتا ہے۔ اسلئے میں تو یہی کہونگا۔ کہ محض اس کے فضل و کرم سے ہی خدا تعالےٰ نے اس معاملے میں مجھے استقامت بخشی۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کے علم میں مجھ سے کوئی فرو گذاشت ہوئی ہے جس کا مجھے علم نہیں۔ اور نہ میرے ارادہ اور نیت سے اس کو تعلق ہے اس کے لئے خدا تعالےٰ کی جناب میں میں مغفرت کا طلبگار ہوں اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ آج میں مالی ذمہ واری سے عہدہ برآ ہو گیا ہوں۔

مشن کی مالی حالت خواہ کچھ ہی ہو۔ لیکن اسکی اہمیت بفضلہ اس حد تک پہنچ گئی ہے اس کے مالی اور دیگر انتظامات ایک سے زیادہ بہت سے ہاتھوں میں ہوں جس صورت میں سالانہ آمد و خرچ کی رپورٹ عام طور پر شائع کرنیکی بھی ضرورت نہ ہو۔ ایسی رپورٹوں کے شائع کرنے میں بعض وقت مشن کی حیثیت میں فرق آجاتا ہے۔ مثلاً۔ جب میں نے جنوری سنہ ۱۹۱۸ء میں سال سنہ ۱۹۱۵ و ۱۶ و ۱۷ء کی مالی رپورٹ لکھی۔ اور یہ امر ہم سے مخفی نہیں کہ ہماری ان رپورٹوں کو عیسائی مشن بڑی تلاش سے حاصل کرکے ہمارے مشن کے حالات پر نہایت فکر سے غور کرتے رہتے ہیں چنانچہ امریکن پرسبٹیرین مشن کے پادری ریورنڈ والٹر نے اس رپورٹ کو لیا۔ اور اپنی کتاب میں جہاں اس مشن کی حیرتناک ترقی و سرگرمی کا اعتراف کیا۔ وہاں یہ بھی خوشی ظاہر کی کہ اس مسلم مشن کا عملی وجود دنیا میں کوئی نہیں۔ اور یہ صرف چند دن کا مہمان ہے۔ بات یہ ہے کہ اس رپورٹ میں میں نے یہ دکھلایا تھا کہ سنہ ۱۹۱۵ء کی بچت نے سنہ ۱۹۱۶ء کے نقصان کو پورا کیا۔ اور سنہ ۱۹۱۷ء کے اخیر میں تخمیناً پانچ ہزار چند صد کی بچت تھی۔ عیسائی مشن کے کسی ممبر کو یہ کب سمجھ آسکتا ہے کہ انگلستان میں کوئی مشن پچیس تیس ہزار سالانہ کی آمد پر چل سکتا ہے۔ یہ اس کا خیال صحیح تھا۔ اسلئے جہاں ایک طرف اس نے ہمارے مشن کو اور اس کے کارکنوں کو اپنے مذہب کا ایک خطرناک سے خطرناک دشمن اپنی کتاب میں قرار دیا۔ وہاں اس نے اپنے دل کو یہی طفل تسلی دی کہ جو مشن اپنی بچت

میں صرف پانچہزار روپیہ دکھایا ہے۔ وہ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند کا مصداق
ہے۔ یہ پادری ۱۹۱۵ء میں ہمراہی موجودہ پرنسپل فورمن کالج لاہور مجھے ملنے آیا
اور میری گفتگو سے اُسے اور بھی یقین ہو گیا۔ کہ اس کا خطرہ ہماری طرف سے غلط
نہ تھا۔ چنانچہ اس ملاقات کا بھی ذکر اغلباً اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے جہاں
وہ مجھے ریشنلسٹ قرار دیتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ وہ تو دنیا سے نابود ہو گیا لیکن
مشن اس وقت تک زندہ موجود ہے۔ اور اسکی اہمیت اور اسکی سرگرمی اسکی موت کے
بعد اسقدر بڑھ گئی ہے۔ کہ خود بعض امریکن مشنوں میں جیسے کہ مسلم ورلڈ کی تحریرات سے
معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی انگلستان کے متقدر سرکلوں میں اسکی حیثیت کو
مضبوط مانا گیا ہے۔ اس نادان نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ مشن روپے سے نہیں چلتا
بلکہ کارکنوں کی جانفروش قربانی اور ایثار سے چل رہا ہے۔ اور آج ہمارے پاس
اس کے ریزرو فنڈ میں ایک لاکھ کے قریب روپیہ بھی جمع ہے جس کی تفصیل
میں رسالہ اشاعت اسلام کے کسی آئندہ نمبر میں دونگا۔ لیکن میں اپنے مسلمان بھائیوں کو
ریورنڈ والٹر آنجہانی کے ان فقرات کی طرف ہی متوجہ کرتا ہوں جن میں اس نے اس
مشن کو چند دن کا مہمان قرار دیا تھا۔ واقعی اس مشن کی زندگی معرض خطر میں ہی ہے
جس کی مالی حالت یہ ہو تیس چالیس ہزار روپیہ کی سالانہ آمدنی ایسے کاموں میں کیا
حقیقت رکھتی ہے۔ دوسری طرف یہ امر بھی ظاہر ہے۔ کہ ہر وقت ایثار و قربانی
کرنیوالے لوگ پیدا نہیں ہوا کرتے خصوصاً مالی حیثیت سے اس ادبار قومی کے زمانے
میں ہم کارکنان مشن ہی کہاں تک امید ایثار کر سکتے ہیں۔ میرے حالات تو خدا نے خاص نہج پر
واقع کر دیئے ہیں۔ اور محض اُن کے فضل سے میں اس قابل ہوں کہ نہ صرف مشن پر
اپنا ذاتی بوجھ ہی ڈالوں اور اپنی وجہ کفاف کو بحیثیت ایڈیٹر رسالہ کچھ تنخواہ پر اور کچھ
ریاستی منصب پر ڈالکر رسالے کی آمدنی کو بھی چھوڑ دوں گو وہ میری ذاتی ملکیت ہے
لیکن دوسرے کارکنان مشن کو اگر موجودہ اخراجات کے لحاظ سے محض قوت لایموت
ہی دیا جائے تو بھی دوسرے اخراجات مشن کو ملا کر تیس چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی

کچھ شے نہیں اسی اسلامک ریویو کو دیکھا جائے جس آب و تاب سے چھپتا ہے وہ ظاہر ہے لیکن آجکل کے اخراجات طبع و کاغذ و محصول ڈاک کے لحاظ سے اسکی قیمت دس شلنگ سالانہ اس قدر تھوری ہو کہ مجھے بعض وقت اس رسالے کے چلنے کا بھی فکر ہو جاتا ہے اسلئے میں مسلم بھائیوں کی خدمت میں بڑے ادب اور زور سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس فرض اولین کو دیکھیں۔ وہ اشاعت اسلام کے مسئلہ کو قرآن اور حدیث پر عرض کریں۔ وہ دیکھ لیں کہ خدا اور اس کے رسول نے اعلاے کلمۃ اللہ پر کس قدر زور دیا ہے۔ خدا کی کتاب میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ہمیشہ اس کام کو کرے۔ ولتکن منکم یدعون الی الخیر۔ یعنے تم میں سے ہمیشہ دعوت اسلام کیلئے ایک جماعت موجود ہے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ آج واقعات حاضرہ نے ہمیں اس طرف سے بیفکر کر رکھا ہے۔ خدا عالم الغیب ہمارے مصائب موجودہ سے ناواقف نہیں تھا مخبر صادق نے موجودہ مصائب کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ جو ہمارے دشمن ہمارے متعلق کر رہے ہیں کہ ہم دنیا میں بحیثیت قوم چند دن کے مہمان ہیں۔ یہ سب کا سب حدیثوں میں بطور اخبار آیندہ آچکا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ اسلام کی فتحمندی اور اس کے غالب آجانے کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اس خوشخبری کے پورا ہونے کو کسی تلوار زنی یا کسی پولیٹیکل سرگرمی سے وابستہ نہیں کیا۔ بلکہ اسے محض تبلیغ اسلام پر منحصر رکھا مغرب میں اسلام کا پھیل جانا بھی انہی فتنوں میں حدیث میں آیا ہے لیکن پیشینگوں کے معاملے میں سنت اللہ اسی طرح واقع ہوئی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کے وعدے انسانوں کی کوششوں سے ہی پورے ہوا کرتے ہیں قرآن نے اس امر کی تصریح کیلئے جناب موسیٰ کی جماعت اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ کا ایک جگہ ذکر کیا ہے۔ جناب موسیٰ کو بھی اور آنحضرت صلعم کو بھی نصرت کا وعدہ دیا گیا ہے لیکن جہاں جناب موسیٰ کے ساتھی انہیں اذھب انت وربک۔ کہتے ہیں یعنے اے موسیٰ تو اور تیرا خدا جا ہم تو اب تیرے ساتھ نہیں جائیں گے۔ وہاں صحابہؓ کرام نے جیسے کہ قرآن میں ذکر ہے جناب رسالتمآب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے

آگے تیرے پیچھے تیرے دائیں تیرے بائیں ہو کر تیری راہ میں جانوں کو قربان کر دینگے
ہم اصحاب موسیٰ کی طرح اذھب انت وربک نہیں کہیں گے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے
کہ وعدہ موسوی تو جناب موسیٰ کی زندگی میں پورا نہیں ہوتا۔ وہ خود بھی فوت ہو جاتے ہیں
اور ان کے ہمراہی بھی عرب کی ایک وادی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ انمیں سے صرف
دو آدمی بچتے ہیں۔ جن میں سے ایک جناب یوشع جن کے ہاتھ پر نصرت الٰہی
کا وعدہ پورا ہوا۔ اور وہ ارض موعود یعنے بیت المقدس کے مالک ہوئے
بالمقابل وعدہ نبوی کس شان و شکوہ سے پورا ہوا حق تو یہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی نبی
کامیاب ہوا تو صرف ذات پاک محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔
اب یہ دو واقعات قرآن نے اسی لئے ذکر کئے۔ کہ امت محمدیہ کیلئے سبق ہو۔
خدا کے وعدے تو برحق ہوتے ہیں لیکن وہ پورا اسی وقت کرتا ہے جب انسان
کوشش کرتا ہے +

برادران اسلام! اللہ میری ان عرضداشتوں پر غور کرو۔ جب تمہاری پیشگوئی
شدہ مصیبت پیدا ہو گئی ہے تو یقیناً ہماری نصرت بھی پیدا ہو گی لیکن یہ نصرت
اعلائے کلمۃ اللہ سے وابستہ ہے۔ یہ میں نہیں کہتا خود حدیثوں میں یونہی وارد
ہے۔ پھر کیا ہمیں ان حدیثوں پر ایمان نہیں۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ اہل تدھون
تم کیا کر رہے ہو۔ کیوں ان حدیثوں پر غور نہیں کرتے۔ آپ اس مسلم مشن کی کامیابی
پر غور کریں۔ کیا ایک بے حیثیت سے بے حیثیت ہماری کوشش پر بہتر سے بہتر ثمرات
خدا تعالےٰ نے مرتب نہیں کر دیئے۔ سوچو اور خدارا سوچو۔ اگر یہ کوششیں صرف
دس گنا اور بڑھ جائیں تو کیا کچھ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ تمہاری یہ لاپروائی بالکل
حق بجانب ہوتی۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں آج تک ناکام رہتے میں تو یہی کہونگا۔ کہ اگر
ہماری کامیابی موجودہ کامیابی سے دس گنا کم بھی ہوتی۔ تو بھی آپ خدا کا شکر
ادا کرتے اور تن من دھن سے ہمارے ساتھ ہو جاتے۔ لیکن خدا نے تو بے انداز فضل
کئے ہیں۔ اس کے شکر میں ہماری کوشش بہت بڑھ جانی چاہئیں۔ کیا قرآن میں

وان شکرتم لازیدنکم نعمتی نہیں آیا یعنے اگر تم موجودہ فضلوں پر شکر گزار ہوگے تو خدا کا فضل اور نعمت اور بھی بڑھ جائیگا۔ ہونٹوں پر کلمات شکر کا آجانا خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اسکی جناب میں انسان کا شکر عمل کے ذریعے ظاہر ہونا چاہئے۔ اخیر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم چند مٹھی بھر آدمی آپ کی خدمت کو حاضر ہیں ہم قلم وزبان کے ساتھ اپنی جان تک لڑانے کو حاضر ہیں۔ دوسروں کے مقابل کلمہ حق کے اظہار میں ہمیں ذرہ بھر بھی کسی کا خوف نہیں ہمیں تبلیغ حق کی خدا تعالے نے جرات بخشی۔ اس کے فضل نے ہم میں ایثار کا مادہ کم و بیش پیدا کردیا وطن یا مال و دولت۔ جاہ کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ یہ ہی خدا کا احسان ہے۔ کہ ہمارے اس عملی نمونہ نے نوتعلیمیافتوں میں تبلیغ کا جوش پیدا کردیا۔ اس وقت درجن کے قریب مسلم گریجوایٹوں کے خطوط میرے پاس آچکے ہیں۔ جو میرے ہمراہ تبلیغ اسلام کیلئے دنیا کے کسی حصہ میں جانے کو تیار ہیں لیکن مشن کے موجودہ ذرائع آمد تو اس کے موجودہ عملے کے ہی متکفل نہیں میں حیران ہوں۔ کہ ان خدمات کے پیش کرنیوالوں کو کیا جواب دوں۔ کیا میری یہ آواز ایک جنگل کی گونج ہوگی یا مسلم بھائی مجھے اس قابل کردیں گے کہ میں ان زندگی کو قربان کرنیوالوں کی خواہشات کو پورا کرسکوں اور ان سب کے ساتھ ملکر مسلمانوں کے فرض اولین کو ادا کردوں۔ وما علینا الا البلاغ المبین +

خادم

خواجہ کمال الدین مسلم مشنری

۱۶ جون سنہ ۱۹۱۶ع

گوشوارہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۸ء

	تفصیل آمد	رقم در انگلستان: پنس	شلنگ	پونڈ	رقم در ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	امداد مشن	۱۰	۱۱	۲۵۰	بروئے نقشہ نمبر ۱		
	امداد خاص از جائے معلومہ (۳۰۰۰)	۸	۱	۲۱۷	۱۱	۱	۳۱۱۹
	از کمیٹی مسجد ووکنگ بابت اخراجات مسجد	۰	۰	۶۷			
میزان مشن		۶	۱۳	۵۳۴	۱۱	۱	۳۱۱۹
رسالہ اسلامک ریویو	قیمت رسالہ	۴	۹	۱۲۴	بروئے نقشہ نمبر ۲		
	بمد مفت تقسیم	۶	۱۴	۱۸۷	۶	-	۷۹۳۰
	امداد خاص بمد مفت تقسیم رسالہ از جائے معلومہ (۳۰۰۰)	۸	۱	۲۱۷			
	قیمت کتب	۱۱	۳	۵۴			
میزان اسلامک ریویو		۵	۹	۵۸۳	۶	-	۷۹۳۰
	بغرض ترجمہ بخاری شریف	۴	۲	۶۱	امداد از رسالہ اشاعت اسلام -	۷	۳۴۲
		۴	۲	۶۱		۷	۳۴۲
میزان کل آمد		۳	۵	۱۱۷۹	۵	۹	۱۱۳۹۱

تفصیل خرچ سال سنہ ۱۹۱۸ء

		پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
مشن	عملہ بروئے نقشہ نمبر ۳	۴	۱۴	۱۹۸	بروئے نقشہ ۹		
	خوراک مہمانان بروئے نقشہ نمبر ۴	۱۱	۹	۳۵			
	خرچ دیگر بروئے نقشہ نمبر ۵	۱۱ ۱/۴	۱۳	۲۳۸	۶	۰	۶۵۰
	خرچ مسجد بروئے نقشہ نمبر ۶	۰	۱۳	۴۷	۰	۰	۰
میزان مشن		۲ ۱/۴	۱۱	۵۳۰	۶	۰	۶۵۰
اسلامک ریویو	خرچ رسالہ بروئے نقشہ نمبر ۷	۵	۹	۶۱۶	بروئے نقشہ نمبر ۱۰ ۶	۳	۴۹۹۲
		۵	۹	۶۱۶	۶	۳	۴۹۹۲
مسلم ہوس	مسلم ہوس[۱] بروئے نقشہ نمبر ۸	۰	۰	۲۱۶	۰	۰	۰
		۰	۰	۲۱۶	-	۰	۰
		۷ ۱/۴	۰	۱۳۶۴	۰	۴	۵۶۴۲

۱؎ مسلم ہوس لندن کا خرچ ووکنگ کے رجسٹر میں صفر ہے لیکن اس سے دراصل زیادہ خرچ ہے۔ جو میں نے اپنی جیب سے خرچ کیا ہے

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب احمد حسین نوز سٹ گیا	۳۰	۰	۰
" شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
" صوبیدار ٹیکہ خانصاحب عراق عرب	۱۰۰	۰	۰
" میاں اللہ دتا صاحب " ۲/			
" محمد یسین " " عہ/			
" محمد بخش ماسٹر " " عہ/			
" خواجہ محمد اسحٰق " " عہ/	۵	۱۰	۰
" عبد الرحیم " " عہ			
" خدا بخش " " ۸/			
" غلام قادر " " " عہ/			
" منہاج الدین صاحب بوڑالوالہ	۵	۰	۰
معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال			
جناب شیخ غفور صاحب کلکتہ عہ/			
" جمعدار بوستادہ خانصاحب " عہ/			
" محمد حسین صاحب " عہ/			
" فضل الٰہی صاحب " ۸/			
" الطاف حسین " ۲/			
" غلام محمد صاحب " ۴/			
" محمد داؤد صاحب " ۲/			
" حوالدار سعید احمد " عہ/	۱۵	۰	۰
" صوبیدار پہلوان خانصاحب " عہ/			
" میاں عبد الصاحب " عہ/			
معرفت میاں عبد المجید صاحب ۴/			
جناب میاں لعل محمد صاحب - - عہ/			
" محمد یوسف صاحب " عہ/			
" عبد الشکور " رنگون عہ/			
" حاجی محمد خانصاحب " عہ/			
" عبد الرحیم صاحب " عہ/			
" نور جہاں بیگم صاحبہ بوڑالوالہ	۱۰		

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب منہاج الدین صاحب بوڑالوالہ	۵	۰	۰
" میر حسن صاحب میل کلرک ڈھوکو	۲۰	۰	۰
" شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
" معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال			
" میاں محمد اسمٰعیل صاحب مدرس عما			
" فضل الٰہی صاحب " عہ/			
" شمس دین غلام حسن " عہ/	۹	۰	۰
" سیٹھ بچو مل مدرس عما			
" عبد الغفور صاحب مدرس عما			
" سالقہ رقم ۸/			
" محمد نور غنی صاحب اوپل ماسی	۱۰	۰	۰
" ڈاکٹر محمد عظیم صاحب انبالہ	۸	۰	۰
" چندہ زرگاری فراہم شدہ معرفت			
" پیر محمد صاحب نینی تال	۲۵ [illegible]	۰	۰
" عبد العزیز صاحب طالبعلم مکور	۱۰	۰	۰
" شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
معرفت احمد بادشاہ صاحب مدراس	۳۰	۰	۰
جناب خلیل جبار صاحب ڈھاکہ	۲۵	۰	۰
" منہاج الدین صاحب بوڑالوالہ	۵	۰	۰
" اسم نامعلوم	۲۰	۰	۰
" از فقیر صاحب - چالا پارم	۳۰	۰	۰

نوٹ:- [illegible] صاحب نے ۹/۱۲ [illegible] آج کی۔ دوسری قسط کی ترسیل میں ۴ ر فیس منی آڈر وضع کرے۔ باقی ۸ ر ارسال کردے +

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب نتھے خان صاحب بمبئی	۲	-	-	معرفت جناب پیر محمد صاحب			
" خدا بخش صاحب مردان	۵	-	-	جناب محمد بیگ خان صاحب سیالکوٹ ۴/			
" منہاج الدین صاحب بڑانوالہ	۵	-	-	" اے ڈی عبدالغفور صاحب ۴/			
" غلام صمدانی صاحب لیناڈ	۵۱	-	-	" نواب عبدالحمید صاحب صمہ/			
صناع حسن علی " گورکھپور	۳	-	-	" عباس علی صاحب نینی تال عہ/	۱۴		
" خدا بخش صاحب مردان	۵	-	-	" مراد علی صاحب - آگرہ صمہ/			
چندہ از مانسہرہ	۲۰	-	-	" سراج دین صاحب نینی تال عمہ/			
" زرگاری چندہ معرفت				" عزیز الدین صاحب ۸/			
جناب پیر محمد صاحب نینی تال	۱	۸	-	" علی حسن صاحب ۳/			
" منہاج الدین صاحب	۵	-	-	" شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	-	-
" شبیر علیپور کلکتہ	۱۰	-	-	" اہلیہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب (زکوٰۃ)	۳۰	-	-
" منہاج الدین صاحب	۵	-	-	پارا چنار کرم			
" لو سعید " علیپور کلکتہ	۵	-	-	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب "	۲۵	-	-
" کریم بخش "	۱۰	۱۲	-	" مرسلہ پیر محمد صاحب نینی تال			
" سید امیر شاہ صاحب کیملپور	۵	-	-	جناب مشتاق حسن صاحب " عمہ/			
" محمد اسلم صاحب	۱۰	۱۲	-	" داؤد علی صاحب " ۸/			
" سید احمد بادشاہ صاحب چتوڑہ	۱۰۰	-	-	" حافظ محمد نبی صاحب " عہ/			
" خدا بخش صاحب مردان	۵	-	-	" جھجن حجام صاحب " ۴/			
" منہاج الدین صاحب مردان	۵	-		" احمد خان صاحب سوداگر " ۸/			
" احمد حسین صاحب بنگہ بہرائچ	۵	-	-	" نبی بخش عنایت حسین صاحبان " عہ/			
" محمد تاج دین صاحب دیلی پورم	۱۰۰	-	-	" شیخ عبدالکریم عبدالقیوم عہ/	۱۲	-	-

(نوٹ: اس رقم ۹۰ روپیہ میں جو تین معطی اور دیگر سفیر صاحب نے وصول کئے۔)

نقشہ نمبر (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب حاجی عبدالرحمن صاحب عہ/				جناب قاضی عبدالرزاق صاحب ٹھوگہ	۵	۰	۰
" حافظ غلام نبی نور محمد صاحب ۱۴/				" وارث علی صاحب کیمبل پور	۹	۱۲	-
" عزیز الرحمن صاحب ۸/				" سید محمد حسین صاحب	۴	۲	-
" حاجی حبیب اللہ صاحب لعہ/				" محمد قطب الدین صاحب	۲	-	-
" سراج الدین صاحب ۹/				" میر حسن صاحب ٹمکور	۱۰۰	-	-
" اکرام اللہ " لہ/				" منہاج الدین صاحب مردان	۱۰	۰	-
" نامعلوم الاسم عہ/				" حاجی محمد عبدالستار صاحب کاشغر	۱۳۷	۱	-
" بالو محمد صاحب لدھیانہ	۳۰۰	۰	۰	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنار	۲۵	-	-
" صوبیدار ٹیکا خان صاحب فیلڈ سروس	۲۵	-	۰	معرفت حافظ سیف اللہ خان صاحب	۶	-	۰
" خلیل صابر صاحب ڈھاکہ	۱۰	۰	۰	" حکیم رافت اللہ صاحب گورکھپور	۱۶	۴	-
" منہاج الدین صاحب مردان	۵	-	-	" کونٹس صاحب بنگلور	۷	۰	۰
" مرسلہ جناب پیر محمد صاحب نینی تال	۱۰	-	۰	معرفت پیر محمد صاحب نینی تال	۳	۰	۰
" قاضی ناظم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	-	-	جناب حافظ سیف اللہ خان صاحب کابل	۱۷	۶	۹
" ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنا کوہاٹ	۲۵	۰	۰	" فیروز شاہ صاحب کاکاخیل	۱۰۰	۰	۰
*مرسلہ جناب عبدالستار صاحب کاشغر	۱۳۹	۶	۲	" پیر محمد خان صاحب پارہ چنار	۳	-	-
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنار	۲۵	-	۰	" فیروز شاہ صاحب کاکاخیل	۲۹	۰	۰
" محمد اسحٰق صاحب	۱۰	۰	۰	معرفت ڈاکٹر غلام محمد صاحب		۰	۰
" میر حسن صاحب سول کنٹریکٹر ٹمکور	۱۰۰	۰	۰	" ضامن خان صاحب	۱۵	۱۲	۰
مرسلہ جناب محمد عبدالرحیم صاحب				معرفت خواجہ شمس الدین صاحب چکوال جہلم	۱	۰	۰
" حبیب النساء صاحبہ ۶/	۱۵	۰	-	" سلطان محمود صاحب "	۱	۰	۰
" محمد عبدالرحیم صاحب ۸/				" خواجہ حافظ عبدالرشید صاحب "	۱	۰	۰
" شیخ سعدی صاحب عہ/ ۸/				" " " "	۱	۰	۰

*اس رقم کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹۵۔

نقشہ نمبر (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
معرفت جناب پیر محمد خان صاحب نینی تال	۱۷	۰	۰	محمد رفیق انعام الحسن الہ آباد ۵ / میمن سنگھ ۱	۶		
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارا چنار	۲۵	۰	۰	۴۴ حاجی عبدالستار صاحب کاشغر	۵۳	۰	۰
منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰	معرفت جناب محمد یٰسین صاحب کابل	۸	۰	۰
نور جہاں بیگم صاحبہ	۵	۰	۰	جناب محمد سلیم خان صاحب مردان	۷۵	۰	۰
معرفت پیر محمد صاحب بتفصیل ذیل				محمد غوث صاحب پالم کوٹھہ	۲۵	۰	۰
جناب میاں احمد صاحب کلکتہ ۸				منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
قادر ۸				سید میر حسین صاحب ٹمکور	۲۰۰	۰	۰
ہدایت اللہ ۸	۳۳	۲	۰	خان محمد صاحب بسیال	۲۴	۱	۰
مولوی عبدالکریم ۸							

نقشہ نمبر ۲ تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم و قیمت رسالہ اسلامک ریویو و قیمت کتب

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
قیمت رسالہ	۶۷۲۴	۳	۰	ڈاکٹر محمد رمضان صاحب	۵	۰	۰
قیمت کتب	۱۳۱	۱۱	۰	معرفت جناب سیف الدین خان صاحب لغمان ایجنٹ کابل بابت قیمت گوسفندان	۹۱	۰	۰
جلدیں	۸۵	۱۲	۰	جناب ابوسعید صاحب	۵	۰	۰
قیمت قرآن تفسیر دلبد پریس لنگنی	۲۰	۰	۰	عبدالعزیز صاحب	۵	۰	۰
بمد اعانت گرانی کاغذ				جلال احمد صاحب چٹا گانگ	۵	۴	۰
جناب احمد حسین صاحب	۵۰	۰	۰	ایم اے صاحب مخدوم سی سیلون	۵	۲	۰
مولوی غلام حسین صاحب	۵۰	۰	۰	ابوسعید صاحب کلکتہ	۵	۰	۰
معرفت تقسیم				سید از وزنخت صاحب	۷	۰	۰
جناب برکت حسین صاحب معرفت جناب محمد ضیاء الدین صاحب کانپور	۵	۰	۰	ابوسعید صاحب	۵	۰	۰
محمد عبدالکریم صاحب	۱۵	۰	۰	عبدالعزیز خان صاحب	۵	۰	۰
احمد ملا داؤد صاحب رنگون	۶۰	۰	۰	لطیف خان صاحب ٹمکور	۵	۰	۰
ڈاکٹر غلام محمد صاحب پارہ چنار	۱۰	۰	۰	عبدالعزیز صاحب ٹمکور	۵	۰	۰
غلام نبی صاحب ڈھاکہ	۲۰	۰	۰	عالیجناب شہزادہ پرنس صاحب محمد حمید اللہ خاں بی اے بھوپال	۶۰۰	۰	۰
وزیر العابدین صاحب	۵	۰	۰	میزان	۷۹۳[illegible]	۰	۰
محمد ابراہیم لال صاحب	۵	۰	۰				

[illegible] نبی بخش ... زبیر احمد ... فتح شیر ... علام قادر ... ممتاز احمد ... محمد یوسف ... محمد جمیل ... خیوان بخش ... ان کی تفصیل سینے دیکھو صفحہ ۴۹۵

نقشہ نمبر (۳) تفصیل عملہ مشن

پنس	شلنگ	پونڈ	خرچ تنخواہ در انگلستان
۴	۱۴	۱۹۸	ملک عبد القیوم — پنس نقد شلنگ پونڈ ۱۲۰ — خرچ خوراک
			تنخواہ باورچی ۲۶ — ۰ — ۰ — پنس شلنگ پونڈ ۳۲ — ۰ — ۰
			خادمہ ووکنگ ۴ — ۱۴ — ۶ سلہ — ۱۰ — ۰ — ۰
			سلہ یہ خادمہ صرف پانچ چھ مہینے رہی۔ اسکی خوراک دو وقتہ ہوتی تھی

نقشہ نمبر (۴) تفصیل خوراک مہمانان مشن

پنس	شلنگ	پونڈ	
۱۰ $\frac{1}{2}$	۱۹	۱۸۷	کل باورچیخانہ کا خرچ مع خوراک ۲ ۴۲ پونڈ ۸ شلنگ ۹ پنس ½ تھا جس میں سے ذیل کی مہمانیں ہوئی ہیں۔ ان کا خرچ خوراک سالانہ ہے۔ اسلئے کل خرچ مہمانان جسمیں اخراجات اتوار و بدھ شامل ہے
			پونڈ ۳۵ — شلنگ ۹ — پنس ۱۱
			از خواجہ صاحب ۴۸ — ۰ — ۰
			از ملک عبد القیوم صاحب ۳۶ — ۰ — ۰
			از دیگر بورڈران ۳۹ — ۱۹ — ۱۰ $\frac{1}{2}$
			از عبد الحق بابت چھ ماہ ۱۸ — ۰ — ۰
			خوراک باورچی وخادمہ حسب نقشہ نمبر ۳ ۴۶ — ۰ — ۰

نقشہ نمبر (۵) تفصیل دیگر خرچ مشن

پنس	شلنگ	پونڈ		پنس	شلنگ	پونڈ	
۱۱	۱۱	۸	روشنی	۰	۰	۸	سٹیشنری مطبوعہ برائے خطوط وکتب
۰	۰	۱۸	کرایہ جہاز عبد الحق از سندوستان	۲ $\frac{1}{2}$	۱۰	۱	عام سٹیشنری
۰	۱۳	۴	واٹر ٹیکس	۸ $\frac{1}{2}$	۴	۳	محصول ڈاک مشن
۶	۱۲	۰	ہوس ٹیکس	۰	۶	۴	تار
۰	۱۵	۱۲	سفر برائے اغراض تبلیغ	۳ $\frac{1}{2}$	۱۱	۲۰	دھلائی پارچات ونفقہ دیگر رسالہ
۱۰	۸	۲۳	عیدین	۲	۵	۳۵	تالیف قلوب سلہ
۵ $\frac{1}{2}$	۰	۴	ٹیلیفون	۳	۱۹	۱۹	کرایہ ریلوے
۶	۵	۱۲	قرضہ خواجہ صاحب بصول نمبر	۰	۱	۱۱	اشتہارات اخبارات وپوسٹر
	۱۱	۵	بنیچ	۰	۱۸	۲۴	کوئلہ
۱۱ $\frac{1}{2}$	۱۳	۲۴۸					

(سلہ نوٹ صفحہ ۴۹۴ پر دیکھا جائے)

نقشہ نمبر (۶) آمد وخرچ مسجد مشن

پنس	شلنگ	پونڈ	خرچ۔ تفصیل ذیل	آمد
۰	۱۳	۴۷	تنخواہ خادم مسجد چھ ماہ ۱۸ — ۰ — ۰	پنس شلنگ پونڈ
			روشنی ۶ — ۰ — ۰	۶۷ — ۰ — ۰
			کوئلہ ۲ — ۰ — ۰	
			واٹر ٹیکس ۴ — ۱۳ — ۰	
			مرمت مسجد ۱۷ — ۰ — ۰	

نقشہ نمبر (۷) خرچ رسالہ اسلامک ریویو

پنس	شلنگ	پونڈ	
۲	۱۰	۲۷۴	خرچ طبع رسالہ و اجرت نامہ نگاران
۸	۱۲	۵۹	کاغذ
۰	۶	۹۰	سٹیمپ
۰	۰	۱۵	مطبوعہ سٹیشنری بغرض خط و کتابت
۰	۰	۶	عامہ سٹیشنری
۶	۱۹	۳	ٹیکس وغیرہ
۰	۰	۱۸	تنخواہ کلرک
۰	۱	۴۱	خرچ بیماری خواجہ صاحب[٭]
۰	۰	۱۰۵	خرچ لنڈن مسلم ہوس
۸	۹	۶۱۶	میزان

نقشہ نمبر (۸) لنڈن مسلم ہوس

اس سال میں لنڈن مسلم ہوس میں بہت کامیابی ہوئی جس کا ذکر رپورٹ میں آیا ہے۔ اس کے اخراجات کچھ تو ووکنگ بنک سے دیئے گئے تھے اور کچھ نیشنل بنک آف انڈیا سے دیئے گئے۔ تاکہ یہ حساب الگ الگ رہے ہمارے پاس بروقت حساب ووکنگ کی کتابیں آگئی ہیں مگر لنڈن کی کتابیں نہیں آئیں اسلئے جو اخراجات یہاں درج کئے جاتے ہیں وہ پورے نہیں۔ مس الیس جانس کر بعد ملاحظہ کتب اس قسم کی تصحیح کر دیگا۔ بردست حساب کی صورت یہ ہے۔ اسکی آمد میں ایک تو لنڈن مسجد فنڈ کمیٹی سے ۱۲۰ پونڈ بطور کرایہ ملتی ہیں باقی جو نکاح وغیرہ کی فیس ہوتی ہے وہ بھی اسکی آمد میں ڈالدیا کرتا ہوں علاوہ ازیں جو خواجہ نذیر احمد بشیر خواجہ کمال الدین صاحب رہتا ہے۔ اس سے جو خرچ خوراک لیا جاتا ہے وہ اسکی آمد میں دکھایا جاتا ہے۔ صورت آمد و خرچ یہ ہے:-

آمد

	پونڈ	شلنگ	پنس
ازلنڈن مسجد فنڈ	۱۲۰	۰	۰
فیس نکاح	۲۶	۰	۰
آمد مد نامعلوم۔ اسمیں وہ رقوم ہیں جو فرستندوں نے کسی مد میں بھیجی مگر اطلاع نہ دی	۱۳	۱۷	۱۱
ازخواجہ نذیر احمد صاحب	۴۸	۰	۰
میزان	۲۰۷	۱۷	۱۱

خرچ

	پونڈ	شلنگ	پنس
ازرجسٹر ووکنگ	۹۶	۰	۰
کرایہ مکان	۱۲۰	۰	۰
میزان	۲۱۶	۰	۰

نقشہ نمبر (۹) تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان

پائی	آنہ	روپیہ	
۰	۱	۱۴۹	اشیاء جو ووکنگ بھیجی گئیں
۶	۰	۱۶	سٹیشنری
۰	۰	۱۷۴	عملہ
۳	۸	۲۹	محصول ڈاک
۹	۱	۱۴	متفرق
۰	۵	۳۴	اخراجات طبع و کتابت رپورٹ مشن
۰	۰	۳۳۳	تنخواہ سفر خرچ ایجنٹ
۰۶	۰	۶۵۰	میزان

٭ خواجہ صاحب کے بیمار ہونے کے باعث مسٹر ڈڈلے رائٹ محمد صادق اور مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کی خدمات کا استفادہ سال ۱۹۱۸ء کے آخر میں اور زیادہ تر سال ۱۹۱۹ء کے ابتدائی چھ ماہ میں کیا گیا جو کچھ بطور آنریریم دیا گیا۔ اس کا زیادہ حصہ اس قسم میں ہے۔

نقشہ نمبر (۱۰) تفصیل اخراجات رسالہ اسلامک ریویو در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
؏ ایڈیٹوریل سٹاف و دیگر سٹاف	۴۲۱۵	-	-
محصول ڈاک	۵۱۰	۲	۳
کرایہ دفتر	۶۵	-	٠
سٹیشنری	۲۰	۹	۹
سفر خرچ ایجنٹ	۳۳	۸	-
ریپیر	۳۴	۱۳	۶
واپسی رقوم جو غلطی سے جمع ہوئیں	۴۵	۱۱	۶
متفرق	۵۸	۶	۶
میزان	۴۹۹۲	۳	۶

؏ یہ خرچ ہندوستان میں دیا جاتا ہے۔

دستخط خواجہ کمال الدین مسلم مشنری

جناب حاجی محمد عبد الستار صاحب کا شکر ہے ذیل کی تین رقوم بذریعہ بینک ارسال فرمائیں جن کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے

۲۱ بذریعہ بینک ۲۳۵۸۰ — ۲ — ۶ — ۹ ۱۳

۸ بذریعہ بینک ۲۳۵۸۰ — ۱ — ۷ — ۱۱

۳ بذریعہ بینک ..... — ۳ ۵ صہ

مندرجہ بالا رقوم کے متعلق [illegible] ہدایات حاجی محمد عبد الستار صاحب اپنے گرامی نامہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء

[illegible] میں [illegible] انکو [illegible] تفصیل [illegible] غلطی [illegible] جاتا ہے

اس ملک میں [illegible] غلطی [illegible] قیمت [illegible]

ہے۔ آجکل [illegible] روپیہ [illegible] تین روپیہ [illegible] کم ہے [illegible]

کتاب کرادی۔

جناب خواجہ عبد اللہ عثمان صاحب	۵ ۲	
؍؍ عابد صاحب [illegible] احمد صاحب	۱۰	؍؍
؍؍ میرا محمد خالد صاحب	۲۰	؍؍
؍؍ ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب	۵	؍؍
؍؍ منشی عبد العلی خان صاحب	۲	؍؍
؍؍ نجف شاہ صاحب	۲	؍؍

[illegible] محمد صاحب [illegible] سوداگر	۵
؍؍ [illegible] شاہ صاحب	
[illegible] خان صاحب [illegible] سوداگر	
[illegible] اللہ خان صاحب	
[illegible] حاجی محمد عبد الستار صاحب	۱۵
خاکسار حاجی محمد عبد الستار ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء	

صہ کل رقم [illegible] روپیہ بھیجی [illegible] روپیہ بعوض اردو رسالہ

؍؍ بھیجی جو اس مد [illegible] میں ڈالی گئی۔ باقی [illegible] روپیہ مد زکوٰۃ

گوشوارہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۹ء

	تفصیل آمد	رقم در انگلستان: پونڈ	شلنگ	پنس	رقم در ہندوستان: روپیہ	آنہ	پائی	کیفیت
امداد مشن	امداد مشن	۱۴۰	۰	۵½	۱۴۵۵ (بروئے نقشہ نمبر ۱)	۹	۴	
″	امداد خصوصی از جائے معلومہ	۲۳۰	۲	۰				
	امانت		۹	۲½				
	متفرق	۰	۱۰	۲۷				
	میزان مشن	۴۰۶	۲	۶	بروئے نقشہ نمبر ۲			
اسلامک ریویو	قیمت رسالہ و امداد بزنس کاغذ	۴۱۰	۵	۴½	۶۶۲۹	۷	۰	
	امداد مفت تقسیم رسالہ	۲۳	۱۵	۱۰				
	امداد خاص مد مفت تقسیم رسالہ از جائے معلومہ	۲۳۰	۲	۶				
	قیمت کتب	۳۳	۰	۵				
	قیمت کاغذ جو نذر رہا تصحیح کیلئے بلحوظ نمبر ۹	۱۵۰	۰	۰				
	میزان	۷۴۷	۴	۱½	امداد از رسالات اشاعت اسلام			
مسلم ہاؤس	از مسجد کمیٹی لندن بابت کرایہ	۹	۰	۰	۵۴۷	۴	۳	
	ایٹ ہوم[1] ۲-۰-۰ ؛ فیس جنازہ ۳-۱۰-۰	۵	۱۰	۰				
فرنیچر	فرنیچر	۱۰	۵	۰				
	از مسجد کمیٹی ووکنگ	۲۹	۲	۱۱				
	میزان کل	۱۳۸۸	۴	۶½	۳۶۳۲	۴	۷	
	تفصیل خرچ سال سنہ ۱۹۱۹ء							
مشن	عملہ بروئے نقشہ نمبر ۳	۱۸۳	۰	۰	۴۹۹۸	۹	۳	
	خوراک مہمانان بروئے نقشہ نمبر ۴	۵۷	۸	۷	بروئے نقشہ نمبر ۹			
	دیگر اخراجات ″ نمبر ۵	۳۳۳	۶	۲	-	۰	-	
	مسلم ہاؤس ″ ″ ۶	۲۸	۱۱	۱				
	خرچ مسجد ″ ″ ۷	۲۵	۱۱	۱½				
	میزان	۸۸۳	۱۶	۱۱½				
اسلامک ریویو	خرچ رسالہ بروئے نقشہ نمبر ۸	۷۱۴	۱۶	½				
	میزان کل	۱۵۹۸	۱۳	-	۸۷۹۷	۷	۹	

[1] یعنی وہ رقوم جو موصول ہوئیں اور فرستندہ نے اطلاع نہیں دی کہ کس مد میں ڈالی جائیں۔ اسلئے ہم ایٹ ہوم کی مد میں ڈالتے ہیں۔

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
از کارخانہ ست سلاجیت بدرکہ	۳	۳	۶
جناب محمد یوسف صاحب ٹمکور	۵	-	۰
شیخ خدا بخش صاحب مردان	۵	۰	۰
منہاج الدین صاحب	۵	۰	۴
بابت نمبر ۸۰۸۰۴۳ بمد زکوٰۃ	۲	۰	۰
چندہ معرفت جناب پیر محمد خان صاحب نینی تال			
جناب رحیم بخش صاحب کرکی پونہ عکا			
فیروز دین احمد دین صاحب عکا			
محمد شفیع صاحب عہ			
غلام حسین صاحب عہ			
فیروز دین صاحب عہ			
صدر الدین صاحب عہ			
محمد حسین صاحب عہ			
محمد دین صاحب ۸/	۱۶	۰	۰
الہ داد صاحب بمبئی عہ			
امیر دین صاحب ۴/			
نتھے خان صاحب عکا			
ایم بوٹا صاحب عہ			
ابراہیم صاحب ۸/			
نور الدین صاحب ۸/			
بدر الدین صاحب ۸/			
غلام حسین صاحب عہ			
فیس مہتمم [illegible] ۱۲			

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
معرفت [illegible] منیر صاحب بہ تفصیل ذیل			
جناب محمد اسمٰعیل صاحب بمبئی عہ			
ایم نتھو صاحب عکا			
نور محمد صاحب عکا			
[illegible] ای آر عکا	۱۱	-	-
ایم عبد اللہ صاحب عہ			
خیر محمد صاحب صہ			
ایم نور غنی صاحب لاہور	۲		
حکیم محمد رافت اللہ گورکھپور	۱۰		
منہاج الدین صاحب مردان	۵		
خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۳	۲	۰
محمد اسحٰق صاحب ناسک	۱۰	۰	۰
* معرفت جناب پیر محمد خان صاحب نینی تال			
الہ داد عبد الواحد صاحب بمبئی عہ			
ہدایت اللہ صاحب عہ			
نور الٰہی صاحب ۸/			
علی اصغر صاحب عہ	۸	۷	۰
ایم حبیب اللہ صاحب کراچی عکا			
ایم غلام نبی صاحب عکا			
منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
پیر بخش صاحب کراچی	۲	۰	۰
غوثیہ بیگم صاحبہ شعلاپور	۲۰	۰	۰
خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۱۳	۰

* بذریعہ [illegible] صاحب عہ [illegible]

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
✱ جناب مولوی محمد مبین صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب کلکتہ ۲۵۰ ماہ صفر / ر ر میاں عبد الصمد بابو حبیب اللہ صاحب دہلی زکوٰۃ ۷ ۶	۲۵۷	۶	۰

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
جناب داؤد خانصاحب فیروزپور	۰	۲	۰	جناب سید علی رضا صاحب سکھر سندھ	۱۰	۰	۰
ر الہ داد خانصاحب ر	۱	۰	۰	ر خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۱۲	۰
ر سلیمان صاحب بلگام	۳	۰	۰	ر محمد خلیل الرحمٰن صاحب فیض آباد	۴	۰	۰
ر داؤد بی اے جیسور	۲۱	۰	۰	ر منہاج الدین ر مردان	۵	۰	۰
ر خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۱	۱۲	۰	ر محمد بخش ر جالندھر	۱۲	۰	۰
ر احمد محی الدین حسن ر	۱۰	۰	۰	ر اعظم خانصاحب	۲۲	۰	۰
ر فضل الدین صاحب سوداگر کاشی	۳۳	۵	۴	ر سید احمد بادشاہ صاحب چیتوڑ	۵۰۰	۰	۰
ر منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰	ر محمد بخش صاحب	۲۶	۱۱	۰
ر غلام نبی صاحب ڈھاکہ	۱۰	۰	۰	ر سید فتح محمد صاحب سیالکوٹ	۲۵	۰	۰

✱ جناب خلیفہ عبد المجید صاحب سفیر ووکنگ مسلم مشن نے سنہ ۱۹۱۸ء و سنہ ۱۹۱۹ء کے ابتدا چند ماہ میں بنارس بانکی پور کلکتہ بلیا گورکھپور دہلی کانپور لکھنؤ الہ آباد مرزاپور میں دورہ فرمایا۔ سفیر مذکور سنہ ۱۹۱۸ء میں وقتاً فوقتاً مختلف مقامات سے ترسیل زر فرماتے رہے۔ جو اشاعت اسلام کے روزنامچہ سنہ ۱۹۱۸ء میں جمع ہوتی رہیں۔ سفیر مذکور نے رسالہ اردو و انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کے بیشمار خریدار فراہم کرنے کے علاوہ امداد مشن میں ۔ ۔ ۶ ۔ ۴۶ ۔ ۱ روپیہ جمع کیا۔ جسمیں سے ۔ ۶ ۔ ۲۵۷ روپیہ کی تفصیل نو سال سنہ ۱۹۱۹ء میں مندرجہ بالا شائع کی گئی ہے۔ باقی رقم مبلغ ۔ ۔ ۹ ۔ ۸ ۔ ۷ جو سنہ ۱۹۱۸ء میں بوساطت سفیر صاحب آتی رہیں۔ وہ اشاعت اسلام کی مجموعی آمد میں جمع ہو گئی جس کی تفصیل اسماء اسم ذیل میں درج کرتے ہیں:

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
جناب محمد اسمٰعیل صاحب کانپور	۵	۰	۰	جناب قاضی رشید الدین بیار بارہ بنکی	۱۰۰	۰	۰
ر جعفر علیخانصاحب ر	۵	۰	۰	ر قاضی خادم حسین صاحب ر	۱	۰	۰
ر ایم فہیم الدین صاحب ر	۱۰	۰	۰	ر نواب عبد المجید صاحب الہ آباد	۱۰	۰	۰
ر دلدار خانصاحب ر	۲۰	۰	۰	ر ر ر	۳۰	۰	۰
کانپور ٹنری	۴۰	۰	۰	ر خان مصطفٰے خانصاحب مرزاپور	۵	۰	۰
جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب	۲۵	۰	۰	ر حسن امام صاحب بانکی پور	۲۰۰	۰	۰
ر شیخ رفیق احمد صاحب کانپور	۱۰	۰	۰	ر خان بہادر نواب سرفراز خان ٹینہ سٹی	۲۵	۰	۰
ر منشی امین اللہ صاحب ر	۱۰	۰	۰	ر محمد یونس صاحب	۱۰	۰	۰
ر محمد سعید ر ر	۲۸	۰	۰	ر محمد عبد الحق محمد قاسم صاحب کلکتہ	۲۵	۰	۰
ر مجتبٰے علی ر ر	۱۰	۰	۰	ر محمد صدیق صادق حسن صاحب ٹرسٹر طالبلیا	۲۵	۰	۰
ر سید حبیب اللہ ر ر	۲۰	۰	۰	ر عبد الحی محمد امین ٹرسٹر ابلیا	۵	۰	۰
ر راجہ صاحب محمود آباد لکھنؤ	۱۰۰	۰	۰	ر محمد مہدی محمد ہادی ر	۵	۰	۰
ر خان بہادر نہال الدین صاحب ر	۱۰	۰	۰	ر کرم اللہ حیدرا چوہری گورکھپور	۵	۰	۰
ر نواب ذو القدر جنگ صاحب ر	۲۰	۰	۰	ر حاجی اب اللہ صاحب	۵	۰	۰
ر رحم اللہ محمد یوسف صاحبان گورکھپور	۵	۰	۰	ر غلام رسول صاحب کلکتہ	۲۰	۰	۰
				میزان	۷۸۹	۰	۰

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب منہاج الدین صاحب۔ مردان	۵	-	۰
؍؍ مصدق الدین احمد ؍؍ شملہ	۱۰	-	۰
معرفت پیر محمد خان صاحب تفصیل ذیل			
جناب ڈاکٹر ایم اے شاہ صاحب نینی تال عہ؍			
؍؍ عزیز الرحمن صاحب ؍؍ ۸؍	۲	۰	۰
؍؍ کلن ؍؍ ؍؍ ۴؍			
؍؍ صدق حسین ؍؍ ؍؍ ۴؍			
؍؍ اسد اللہ حسین ؍؍ میسور	۵۰	-	۰
؍؍ خادم حسین صاحب۔ بارہ بنکی	۴	۱۳	-
؍؍ نامعلوم الاسم	۱۰	۰	۰
؍؍ ڈبلیو۔ ایس کوڈی	۱	-	۰
جناب انور جہان صاحب۔ مردان	۵		
بمعرفت جناب محمد خان صاحب تفصیل ذیل			
جناب منشی محمد شفیع صاحب نینی تال عہ؍			
؍؍ میاں شفیع احمد ؍؍ ۸؍			
؍؍ شیخ احمد حسین محمد رفیع ؍؍ عہ؍			
؍؍ میاں بنے صاحب ؍؍ ۴؍			
؍؍ غلام علی ؍؍ ؍؍ عہ؍			
؍؍ نبی بخش عنایت حسین ؍؍ عہ؍	۱۰	۰	۰
؍؍ شیخ غلام محمد صاحب ؍؍ عہ؍			
؍؍ میاں بدو صاحب [illegible] کمپنی ؍؍ عہ؍			
؍؍ پیر محمد خان صاحب ؍؍ ۱۲؍			
؍؍ حافظ دولہ ؍؍ ؍؍ عہ؍			
؍؍ محمد صدیق ؍؍ ؍؍ ۴؍			
؍؍ شیخ عبد اللہ احمد نور محمد ؍؍ ۲؍			
؍؍ تصدق حسین صاحب ؍؍ ۴؍			
؍؍ [illegible] ۳؍			

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جنابہ سلیم بی بی صاحبہ۔ میسور	۵	-	۰
جناب مشتاق محمد صاحب بھوپال	۱	۶	۰
؍؍ منہاج الدین صاحب۔ مردان	۵	-	۰
؍؍ شمس الدین صاحب۔ جھیرہ	۴	۰	۰
؍؍ محمد فیروز الدین خان انسپکٹر گلبرگہ عنہ			
؍؍ صوفی مظہر حسن صاحب ؍؍ للعہ	۲۵	-	۰
؍؍ میاں علی صاحب۔ حیدرآباد دکن	۲	۸	۰
؍؍ بابو خضر خان ؍؍ نینی تال	۱	۰	۰
؍؍ حاجی عبد اللطیف ابراہیم ؍؍	۱	۰	۰
؍؍ شیخ احمد صاحب۔ کاشغر	۴۳	-	۰
؍؍ عبد الرزاق صاحب۔ بغداد *	۵۵	-	۰
؍؍ ڈبلیو حاجی احمد صاحب۔ رنگون	۲۰	-	۰
؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
؍؍ لشکر علی صاحب۔ فیروز پور	۵	-	۰
؍؍ عبد الرحمن عبد الشفیع بغداد	۱۰۰	۰	-
؍؍ شیخ تفضل حسین صاحب نینی تال	۱	-	۰
؍؍ حاجی عبد الرحمن صاحب ؍؍	۱	۰	۰
؍؍ محمد اسحق صاحب ؍؍	۰	۴	۰
؍؍ برکت اللہ صاحب ؍؍	۱	-	۰
؍؍ محمد عبد اللہ ؍؍ ؍؍	۱	-	۰
؍؍ سید کاظم صاحب ؍؍	۱	۰	-
؍؍ اعجاز علی ؍؍ شاہجہانپور	۱	۰	۰
؍؍ نامعلوم الاسم	۱	-	۰

* فیض احمد [illegible] ۱۱؍

* عبد العزیز [illegible]

نقشہ نمبر (۱) عامہ اغراض مشن وصول در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب خلیل صابر صاحب ڈھاکہ	۵۰	۰	۰	جناب سیف الدین صدیق حسن صاحب نینی تال	۱	۰	۰
″ جہانگیر خان صاحب ″	۵	۰	۰	″ محمد علی صاحب ″	۰	۴	۰
″ بابر بیگ صاحب نینی تال	۱	۰	۰	″ سید مظہر حسن صاحب ″	۳	۰	۰
″ شیخ عبد القیوم صاحب ″	۱	۰	۰	″ منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰

نقشہ نمبر (۲) تفصیل آمد رسالہ اسلامک ریویو در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی		روپیہ	آنہ	پائی
قیمت رسالہ ...	۵۴۸۷	۷	۰	جناب ڈاکٹر محمد رمضان صاحب صر			
″ بہ تفصیل ذیل مفت تقسیم ...	۹۴۷	۰	۰	″ ابوسعید صاحب کلکتہ صر			
جناب امیر علی صاحب ڈھلوان ... صر				″ الیاس احمد صاحب ″ صر			
″ مصدق الدین صاحب شملہ صہ				″ خلیل صاحب ڈھاکہ عملہ			
″ ڈاکٹر قاضی محمد احمد ″ صر				″ جناب محمد علی صاحب بارہ صر			
″ امجد علی صاحب نوشہرہ ۔ عملہ				″ منیجر صاحب ... عملہ			
″ عبد الرزاق صاحب ممکور ... صر				″ نامعلوم الاسم معرفت نور الٰہی صاحب عہ			
″ محمد سلیمان خان صاحب مردان ۔ صہ				سید محمد حسین صاحب ... صر			
″ سید افروز بخت نمبر ۳۳ ۔ صہ				″ ایم عنایت اللہ خان صاحب ... عہ			
″ محمد اسحق صاحب لاہور عہ				″ اکبر خان صاحب صر			
″ عبد اللطیف صاحب صر				″ علی احمد خان صاحب ولیور عہ			
″ محمد عبد الحمید حیدر آباد دکن صر				″ نذر محمد صاحب ٹھیکیدار فیروزپور عہ			
″ خواجہ عبد القدوس ... صر				″ مسٹر تاج الدین صاحب ... عا			
″ عبد الرحیم صاحب شکور عملہ				″ اسد اللہ حسین صاحب عہ			
″ عبد الرحمن صاحب ... عملہ				″ نبی محمد صاحب شکور صہ			
				″ حضور حاجی پرنس میر حمید اللہ خان صاحب بی اے ولیعہد بہادر ریاست بھوپال — ۶۰۰ نسخہ			

نقشہ نمبر (۳) تفصیل عملہ مشن

نام	تنخواہ	خوراک	در انگلستان پونڈ	شلنگ	پنس
ملک عبدالقیوم صاحب چھ ماہ	۰ - - ۶۰	- - - -			
مولوی صدرالدین صاحب	دفتر ہندوستان سے دی گئی	بمد عملہ دکھائی گئی			
صوفی باورچی	۰ - ۱۰ - ۲۱	" "			
منشی دوست محمد و عبداللہ جان ۱/	۰ - ۱۰ - ۶		۸۷	۰	۰
	۰ - ۰ - ۸۷				
خوراک عملہ چھ ماہ کیلئے دو کس اور ایک کی نصف خوراک (پنس شلنگ پونڈ)		۰ - ۰ - ۴۵			
عملہ پانچ کس جولائی میں اور اگست ستمبر میں ۶ کس فی کس ۳ پونڈ		۰ - ۰ - ۵۱	۹۶	-	۰
		۰ - ۰ - ۹۶			
میزان			۱۸۳	۰	۰

۱/ یہ رقم بطور الاؤنس ہے - تنخواہ ہندوستان کے دفتر سے دی گئی -

نقشہ نمبر (۴) تفصیل خوراک مہمانان مشن

رجسٹر خرچ میں بمد خوراک ۷ - ۸ - ۱۸۱ ہیں جس سے ذیل کی منہائیاں کرنی ہیں :-

	پنس شلنگ پونڈ		پونڈ	شلنگ	پنس
از خواجہ صاحب. خوراک بشرح ۴ پونڈ ماہوار ۳½ ماہ	۰ - ۰ - ۱۴				
از ملک عبدالقیوم صاحب چھ ماہ	۰ - ۰ - ۱۸				
از عملہ حسب تصریح نقشہ نمبر ۱	۰ - ۰ - ۹۶				
	۰ - ۰ - ۱۲۸				
اس رقم کو کل رقم خوراک ۷ - ۸ - ۱۸۱ سے نکالا جاوے باقی ۷ - ۸ - ۵۳ بمد مہمانان رہ جاتے ہیں -			۵۳	۸	۷
			۵۳	۸	۷

نقشہ نمبر (۵) تفصیل دیگر اخراجات مشن

	پونڈ	شلنگ	پنس
بمد مبلغان. جو بطور آنریریم دیئے گئے	۹۳	۶	۰
ڈاک ٹکٹس	۱	۳	۶
سٹیشنری	۲	۱۰	-
فارن چیک	۷	۱۰	۴
روشنی و کوکنگ	۵	۳	۲
خرچ جہاز و ریل وغیرہ بابت خواجہ صاحب جو ہندوستان آئے	۶۰	۰	۰
تالیف قلوب	۷	۱۵	۲½
کرایہ ٹوڈیٹر	۸	۱۰	۰
کوئلہ	۲۰	۱۰	۶
دھلائی پارچات	۵	۱۱	۷
اشتہار و اخبارات وغیرہ	۹	۹	۱۱
کرایہ ریلوے	۲۰	۱۸	۷½
محصول ڈاک	۳	۳	۳¾
عیدین	۵۳	۱۲	۱¾
تار	۵	۴	۲½
بمد کھانا	۴	۰	۰
متفرقات	۲۴	۱۷	۹
میزان	۳۳۳	۶	۲

نقشہ نمبر (۶) تفصیل مسلم ہاؤس

	پونڈ	شلنگ	پنس

لندن مسلم ہوس اور ایسا ہی اس کے متعلق مس ٹنگلف
ہوس کیپر کے نام ۰ - ۱۱ - ۱۶۶ پونڈ درج ہے جسمیں پہلے چار ماہ میں
۱۵ شلنگ فی ہفتہ دیئے گئے - اور اس کے بعد ایک پونڈ فی ہفتہ بعد
تنخواہ اس کے علاوہ ایک اور لڑکی بھی اس کے ہمراہ کام کرتی تھی جسکو ایک پونڈ
علاوہ خوراک ماہوار دیا جاتا تھا - اس طرح دونوں کی تنخواہ حسب ذیل ہوئی :-
۱۰ مہینے مس ٹنگلف ۰ - ۱۵ - ۱۲ پونڈ باقی ۲۲ ہفتہ ۲۲ پونڈ کل
۰ - ۱۵ - ۳۴ پونڈ اس کے علاوہ بمد خوراک مس ٹنگلف لزماہ ۲۷ پونڈ
اور لڑکی جس کو کچھ کھانا دیا جاتا تھا - اسکی تنخواہ معہ خوراک ۶ پونڈ
اسلئے صورت حساب حسب ذیل ہے :-

خرچ	پنس شلنگ پونڈ	آمد	پونڈ
تنخواہ ملازمان	۰۰ - ۱۵ - ۴۰	از خواجہ نذیر احمد صاحب	۰ - ۰ - ۳۲
خوراک مس ٹنگلف لزماہ	۰۰ - ۰ - ۲۷	بابت خوراک ماہ جب	
خوراک بود و باش دوران و مہمانان و دیگر اخراجات	۰ - ۱۶ - ۹۸	وہ لندن ہوس میں ماہ اگست ستمبر میں وہ اور بورڈر بھی تھے۔	
واٹر ٹیکس	۶ - ۱۸ - ۴	جن کے ذمے ... پونڈ نکلے	
روشنی لندن	۵ - ۱۱ - ۱۰	چونکہ ان کا لوں میں اس کا پتہ	
الکٹرک فٹنگ	۲ - ۱۰ - ۹	نہیں ملتا اسلئے یہ فی الحال معلق چھوڑے گئے ہیں	
میزان	۱ - ۱۱ - ۱۹۱		

	پونڈ	شلنگ	پنس
	۲۸	۱۱	۰

نقشہ نمبر (۷) تفصیل آمد و خرچ مسجد

خرچ	پنس شلنگ پونڈ	آمد	پنس شلنگ پونڈ
تنخواہ خادم مسجد چار ماہ	۰ - ۰ - ۱۶	از مسجد ووکنگ کمیٹی	۱۱ - ۲ - ۲۹
واٹر ٹیکس	۶ - ۳ - ۱		
روشنی	½ - ۰ - ۳ - ۵		
مرمت مسجد	۷ - ۴ - ۲		
کوئلہ	۰ - ۰ - ۴		
میزان			

	پونڈ	شلنگ	پنس
	۲۸	۱۱	½۱

نقشہ نمبر (۸) تفصیل اخراجات رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان

	پونڈ	شلنگ	پنس
سٹیمپ کتب و رسالہ	۶۴	۱۳	۴½
دیگر اخراجات رسالہ	۱۶	۹	۴
نامہ نگاری	۲۰	۱۰	۱۰
* کاغذ بغرض کتب و رسالہ	۲۴۵	۱۲	۰
طبع	۲۹۰	۱	۰
سٹیشنری	۶	۸	۳
سٹیمپ از کھاتہ مشترکہ	۳	۳	۳
انکم ٹیکس	۱۲	۴	۶
واپسی قیمت اشتہارات جو غلطی سے وصول ہو گئی	۱۱	۴	۰
تنخواہ کلرک پانچ ماہ	۲۰	۰	۰
خرچ بیماری خواجہ صاحب	۱۷	۹	۶
فار بینج مسلم ہاؤس	۲۵	۰	۰
میزان	۷۱۴	۱۶	۰½

*فٹ نوٹ - اکتوبر ۱۹۱۸ء میں انگلستان میں کاغذ کی سخت کمی واقع ہوئی - عموماً ہر ایک اخبار میں نہایت معمولی کاغذ استعمال ہونے لگا - اور وہ بھی کمیاب تھا - ماہر کاغذ کے مشورہ سے بدیں خیال کہ کہیں اگلے سال کاغذ ہی نہ ملے دو صد پونڈ کا کاغذ خرید لیا گیا - نومبر میں لڑائی کا خاتمہ ہو گیا - اور تین چار ماہ کے بعد سستا کاغذ میسر آنے لگا - بالمقابل رنگون سے مکرمی سیٹھ احمد مدنی صاحب کی معرفت ایک معقول رقم امداد کاغذ رسالہ میں آ گئی - اسلئے اپنے خرید کردہ کاغذ کو چھوڑ کر نیا کاغذ لگانا پڑا - اس وقت پرانا کاغذ بقدر پچاس پونڈ خرچ ہو چکا تھا - چنانچہ اس طرح ڈیڑھ صد پونڈ کا کاغذ بھی بچا رہا ہے جو اس وقت موجود ہے - اور اسے مفت تقسیم کتب میں لگایا جاویگا - اسلئے یہ رقم گوشوارہ آمد و خرچ ۱۹۱۹ء میں آمد رسالہ میں درج کی گئی +

نقشہ نمبر (۹) تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان

	روپیہ	آنہ	پائی
اخراجات نیا عملہ جو ووکنگ گیا کرایہ جہاز و ریلوے	۱۵۰۸	۱۵	۹
زاد سفر	۳۱۶	۱۴	۰
تنخواہ عملہ	۱۸۹۸	۰	۰
پارچات عازمان ووکنگ	۵۰۷	۸	۰
کتب جو ووکنگ کی لائبریری کیلئے بھیجی گئیں	۲۹۰	۱	۶
قیمت ایک صافہ تلہری جو ایک نومسلم کے لئے بھیجا گیا	۲۱	۱۲	۰
محصول ڈاک	۳۸	۱۱	۰
سامان دفتر	۱۲	۵	۰
سٹیشنری	۱۶	۱۰	۳
اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ بھیجی گئیں - چاول کمبل وغیرہ وغیرہ	۱۷۱	۶	۰
چھپائی اپیل وغیرہ	۸	۱۲	۰
واپسی رقوم جو غلطی سے آمد میں جمع ہوئیں	۴۵	۰	۰
متفرق	۶۲	۹	۹
میزان	۴۹۹۸	۹	۳

نقشہ نمبر (۱۰) خرچ رسالہ اسلامک ریویو در ہندوستان

تفصیل	رقم در انگلستان: پونڈ	شلنگ	پنس	رقم در ہندوستان: روپیہ	آنہ	پائی
عملہ				۳۱۱۲	۴	۰
محصول ڈاک				۵۲۱	۱۲	۶
واپسی رقم				۴۳	۱۲	۰
سامان				۳۸	۱۲	۰
سٹیشنری				۱۹	۶	۶
متفرق				۳۲	۱۵	۶
کرایہ مکان				۳۰	۰	۰
میزان				۳۷۹۸	۱۴	۶

دستخط خواجہ کمال الدین مسلم مشنری

رسید زر

بابت ماہ مئی و جون سنہ ۱۹۲۱ء

	روپیہ	آنہ	پائی				
امداد مشن جناب محمد یوسف صاحب ٹمکور	۵			تقسیم لٹریچر مفت جناب منیجر کچہری کنگلٹنزی	۱۰	۰	۰
״ ״ منہاج الدین ״ مردان	۱۰	۰	۰	״ ״ ملک شکر علی صاحب تلونڈی رائی خان فیروزپور	۴	۰	۰
״ ״ ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ لاہور	۵۶	۴	۹	امداد مشن جناب ایم محمد حسین صاحب سنگاپور	۲۲	۶	۰
״ ״ میرزا رحمت بیگ صاحب مالاکنڈ	۴	۰	۰	״ نامعلوم الاسم ...	۱۵	۰	۰
تقسیم لٹریچر مفت ״ حضور میجر نوابزادہ محمد حمید اللہ خانصاحب بھوپال	۵۰	۰	۰	تقسیم لٹریچر مفت منشی محمد صادق صاحب معرفت مرزا رحمت بیگ صاحب مالاکنڈ	۴	۰	۰
״ ״ ״ ״	۵۰	۰	۰	״ جناب منشی سردار علی صاحب معرفت ״ ״	۴	۰	۰
امداد مشن جناب عبد السمیع صاحب ۔ ناسک	۱۰	۰	۰	״ ״ عبد العلی صاحب وکیل خیر کوٹ	۱۰	۰	۰
״ جناب محمد شریف خان صاحب لاچی ״ ״	۱۰	۰	۰	زکوٰۃ امداد مشن احسین اے میرجانی بمبئی	۱۱	۰	۰
״ ״ شیخ خدا بخش صاحب مردان	۲۰	۰	۰	تقسیم لٹریچر مولوی سید سرور شاہ صاحب مالوار گجرات	۱۰	۰	۰
زکوٰۃ امداد مشن حاجی فرید احمد صاحب ۔ نگونا	۲۰	۰	۰	امداد مشن محترمہ بیگم صاحبہ شیخوپورہ	۱۰	۰	۰

آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ۔ لاہور

مجلد عہ

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

قیمت ۱۲ر

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین ولو مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ سُنی و مراسم نماز پر علے الترتیب مکالمات موجودہ ہند و مسلم اتحاد - فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر - تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے - اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال - ماور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح - سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں - اپنے عقاید کا اظہار - نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث - نزول و وفات مسیح پر روشنی - آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث - یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی - خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا - یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں +

مندرجہ ذیل کتب مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام زیر طبع و زیر کتابت ہیں ناظرین کرام ان کتب کیلئے نام رجسٹر کرا کر ممنون فرمائیں -

رازِ حیات یا انجیل عمل - عملی زندگی کا فوٹو - انسان میں قوت عمل پیدا کرنیوالی کتاب - یا یوں سمجھ انسان میں محنت و مشقت کی روح پیدا کر کے اسے فارغ البال و آسودہ حال بنا دینے والی کتاب مسلم قوم کو موجودہ مصائب سے نجات دینے والا نسخہ بالکل تیار ہے قیمت عہ حجم ۲۸۸ صفحات - ۲۰×۳۰

توحیدِ نفے الاسلام جلد اول - اور اس کا اثر تمدن - اخلاق اور تہذیب پر +

سیر افکار یا روحانیات نفے الاسلام - مشرق و مغرب کی روحانیت پر بحث +

ہستی باریتعالی - جس میں عقاید ہمہ اوست پر بحث کیگئی ہے اور دہریوں کے مقابل ان لیکچروں کا خلاصہ دیا گیا ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے وقتاً فوقتاً دہریوں کے پلیٹ فارم پر جا کر انگلستان میں دیئے +

مکالمات ملیہ - یعنی جو گفتگوئیں درکنگ انگلستان فرانس و دیگر مقامات پر مختلف لشپوں پادریوں اور عیسائی مذہب کے بڑے بڑے علما سے ہوئیں ان کو اسمیں جمع کیا گیا ہے +

ضرورتِ الہام - فی زماننا تعلیمیافتہ اصحاب و حجی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں - اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے یہی حال یورپ میں بعض طبقات کا ہے - برہمو سماج بھی اس ضمن میں آجاتے ہیں - اس کتاب میں عام فہم طریق پر اور علمی دلائل سے بتلایا گیا ہے - کہ الہام کی انسان کو سخت ضرورت ہے - اور الہام ہی مذہب آیا ہے - اور الہامی کتب میں سے صرف ایک قرآن ہی اس وقت الہامی کتاب کہلا سکتی ہے +

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

حسب منظوری ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۷)	بابت ماہ نومبر ۱۹۲۱ء	نمبر (۱۱)

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ ان رسالوں کے منافع کا کثیر حصہ ووکنگ مسلم مشن پر خرچ ہوتا ہے ہر دو رسالوں کی دس دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ضروری اعلان

(۱) تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اسلامک ریویو ووکنگ مسلم مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کُل خط و کتابت بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے۔

(۲) اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے۔ اور ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔

(۳) رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں۔

(۴) خریداران رسالہ از راہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔ مینیجر

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + سکرٹری

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو۔ سکرٹری

مسلمان بیبیوں اور بچیوں کے پڑھنے اور مطالعہ میں رکھنے کے قابل نادر اور مفید کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
رہنمول عربی	۸ ر	مُعلّمہ	۱۲ ر
اُمّت کی مائیں	۷ ر	ثریا بیگم	۸ ر
اصحاب کرام	۳ ر	رنج و راحت	۷ ر
امام حسنین	۴ ر	جمیلہ خاتون	۳ ر



PROF. ABDUL KARIM KPAKPA QUARTEY.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ نومبر ۱۹۲۱ء نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	مترجم	۶۰۲
۲	واقعات حاضرہ میں ہمارا مسلک	از خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری	۶۰۲
۳	نامہ ووکنگ	از مولوی دوست محمد صاحب ووکنگ	۶۰۵
۴	رسید زر	از فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور	۶۱۵
۵	مسائل حاضرہ پر چند اعتراضات کے جواب	از حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ	۶۱۷
۶	اہلکتاب	ایڈیٹر	۶۳۷
۷	قربانی کا آغاز	از محمد صادق ڈڈلے رایٹ نومسلم	۶۴۳
۸	غزوات نبوی	از مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے مسلم مشنری	۶۴۶

شذرات

اِس رسالہ کو جناب پروفیسر عبدالکریم صاحب گیکپا کے فوٹو نے زینت دیجاتی ہے۔ پروفیسر موصوف نائیجیریا مغربی افریقہ کے باشندے ہیں۔ آپ نے بذریعہ چٹھی اعلان اسلام کیا ہے۔ آپ کا ایک مضمون "اسلام کا عروج" کے عنوان کے نیچے رسالہ ستمبر ۱۹۲۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس سے ناظرین کرام سے پروفیسر موصوف کا تعارف ہو چکا ہے۔

واقعاتِ حاضرہ میں ہمارا مسلک

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)

کس مسلم کا دل ہے جو اس وقت رنجور نہیں۔ مسئلہ خلافت ایک امرِ حقہ ہے۔ جس کے قیام کیلئے مناسب جد و جہد کرنا ہمارا ایک امر مذہبی ہے۔ آجکل سیاسیات جو دن بدن اپنے اندر مذہبی پہلو لیتی جاتی ہیں۔ لیکن ان سب امور کے مقابل جو کام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم اس کو ازروئے تعلیم قرآن مسلمانوں کی کُل موجودہ سرگرمیوں سے زیادہ اہم اور ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں معاذ اللہ خلافت یا دیگر امور کا استخفاف منظور ہے۔ ہم تو اسکے متعلق کوشش کرنا ایک اسلامی فرض سمجھتے ہیں لیکن ایک طرف تقسیم عمل کا مقدس اصول جسے سب سے اوّل قرآن کریم نے تعلیم کیا ہمارے پیش نظر ہے۔ دوسری طرف قوم کی بدقسمتی ہے۔ کہ اشاعتِ اسلام کا کام اپنے اصلی معنوں میں دن بدن مسلم بھائیوں کی توجہ سے نکلتا جاتا ہے۔ میں ہندوستان بھر میں کوئی جماعت اسوقت نہیں دیکھتا جس کا بحیثیتِ مجموعی نصب العین اشاعتِ اسلام

ہو۔ یہ تو وہ کام تھا۔ کہ جس کیلئے ہزاروں مبلغین اُٹھ کھڑے ہوتے لیکن ہمیں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ واقعات حاضرہ کا تقاضا یہی ہے کہ سردست اشاعت اسلام کے فرض کو بھی ایک طرف رکھ کے ہم اپنی ساری کوششیں خلافت اور سیاسیات کی طرف لگا دیں۔ مجھے خود میرے بعض عزیز دوست مجبور کرتے ہیں۔ کہ میں ووکنگ چھوڑ کر میدان سیاسیات میں آ جاؤں۔ چنانچہ میرے بعض احباب اس امر پر اس قدر مُصر ہیں۔ کہ انھوں نے خود تو ہمارے معاملات میں عملی حصہ لینا چھوڑ دیا اور اب مجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ بعض تو اس سے بھی آگے چلے گئے ہیں۔ جو کل تک اپنی قلم و زبان کو خدمات ووکنگ کے لئے وقف کر چکے تھے۔ وہ آج ہم سے برسرِ پیکار ہیں۔ مجھے ان اصحاب کی خدمت میں صرف اسی قدر کہنا ہے۔ کہ اشاعت اسلام اور خلافت دونوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ لیکن ایک کو تو مسلمانوں کا فرضِ اوّلین ظاہر کیا گیا ہے۔ اور دوسرے کو بطور انعام ذکر کیا گیا ہے۔ اشاعت اسلام کیلئے مسلمانوں میں ایک جماعت کے ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور خلافت کا ہم سے وعدہ کرتا ہے۔ بشرطیکہ ہم مومن ہوں۔ اسلئے جہاں ہم خلافت کیلئے کوشش ضروری سمجھتے ہیں۔ وہاں ہم اسکے لئے اشاعت اسلام کو چھوڑ نہیں سکتے۔ علاوہ ازیں جو امر اس وقت مجھے تکلیف دے رہا ہے وہ یہ ہے۔ کہ میں

"رفتن بہ پائے مردی ہمسایہ در بہشت"

کو ایک امر مذموم قرار دیتا ہوں۔ مجھے جہاں پولیٹیکل سرگرمیوں سے بہت حد تک ہمدردی ہے۔ وہاں میں مسلمانوں میں غلامی اور غیر کے پیچھے چلنے کی عادت کو بڑھتا دیکھتا ہوں۔ میں نے اپنی کتاب "راز حیات" میں اسبات پر خاص کر زور دیا۔ کہ ہماری نجات اسی میں ہے۔ کہ ہم اپنے قدموں

پر چلیں۔ اپنے پاؤں پہ اٹھیں۔ اس وقت ہماری رسی ہمارے اپنے ہاتھ میں نہیں جس پر ہم چل رہے ہیں۔ اس راستہ کے غلط یا صحیح ہونے کا سوال نہیں۔ بڑے سے بڑا خطرہ جو ہمارے سامنے ہے وہ اس بات میں ہے۔ کہ ہم خودداری۔ خود اعتمادی کو چھوڑ کر اپنے قواء کو اپنے فائدہ کیلئے استعمال کرنا چھوڑتے جاتے ہیں۔ اور ایکدن مُردہ بدست زندہ ہو جائینگے انہی امور کو سامنے رکھ کر اخویم مکرم حضرت قبلہ مولینا مولوی محمد علیصاحب مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی نے بحیثیت امیر قوم احمدیہ ایک پمفلٹ کے ذریعہ جماعت کو مخاطب کیا جن میں انہی امور پر بحث کیگئی ہے۔ گو اس پمفلٹ کے مخاطب اوّل احمدی احباب ہیں۔ اور اس پمفلٹ کا ایک حصہ اسی نکتہ خیال سے لکھا گیا لیکن میں اس پمفلٹ کو کل مسلمان بھائیوں کیلئے بہت حد تک ایک امر ہدایت سمجھتا ہوں۔ اسمیں یہی دو باتیں نہایت قابلیت کے ساتھ بحث کی گئی ہیں۔ اشاعت اسلام اور سیاسیات میں سے کارکنان اشاعت اسلام کس امر کو ترجیح دیں۔ دوسرا یہ کہ کس انداز پر موجودہ اتحاد ہندو مسلم میں جو فی نفسہ ایک امر رحمت ہے کن امکانی خطرات کو ہمارے لئے پیدا کر رکھا ہے۔ میں نے پسند کیا کہ ناظرین رسالہ اس وقتی نصیحت سے جو حضرت مولانا موصوف نے اپنی جماعت کو دی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اسلئے میں نے آپ کی تحریر کو اس رسالہ میں درج کر دیا ہے میں ماہ اکتوبر کی ۲۵ تاریخ کو بغرض انگلستان بمبئی سے روانہ ہوتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو چند مبلغین کا سامان پیدا کر دیا جو میرے ہمراہ انگلستان میں تبلیغ کا کام کرینگے جنمیں سے دو مکرّم بھائی انگلستان کیطرف روانہ ہو چکے ہیں ماسٹر یعقوب خان صاحب بی اے۔ بی ٹی اور پیرزادہ محمد امین صاحب قریشی دوسری طرف خدا تعالیٰ کی نصرت عین اس وقت ایک نیا میدان ہمارے سامنے کھولتی ہے۔ گذشتہ ستمبر جو ایک عظیم الشان مباحثہ کیمبرج میں ہوا۔ اور جسمیں چوٹی کے پادریوں اور معلمان عیسائیت نے اسمیں بڑے زور شور کے ساتھ یہ امر کثرت رائے سے

طے پایا کہ مسیح نہ خدا تھے۔ نہ اُنھوں نے کہیں خدائی کا دعویٰ کیا نہ واقعات مندرجۂ بائیبل سے یہ کہیں ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا تھے۔ خدا تعالیٰ کی شان جس امر کو ثابت کرنا ہمارا فرض تھا۔ اور جس سے عہدہ برآ ہونے میں شاید ہمیں صدیاں لگ جاتیں۔ وہ قدرت کاملہ نے خود بخود کرا دیا۔ وہی جو حامیٔ عیسائیت تھے۔ آج غارت گر مسیحیت ہو رہے ہیں یہ خدا کے کام ہیں۔ اور ہماری نگاہ میں عجیب ہیں۔ اس امر ان شاء اللہ العزیز میں رسالہ دسمبر میں کچھ لکھونگا لیکن ہمارے معاونین اس رسالہ میں بھی اپنی خوشی کا سامان بوجہ احسن پالینگے۔ جب وہ عزیز دوست محمد صاحب نزیل مسجد ووکنگ کے قلم سے نامہ ووکنگ اسی رسالہ میں پڑھینگے +

نامۂ ووکنگ

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا

مسیح خدا نہ تھا

ڈین آف کارلائل کی آواز

اور

کلیسائے مسیحیت میں شور و فساد

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

ہمارے ناظرین غالباً اس سے باخبر ہوں گے۔ کہ گذشتہ ۱۲۔ اگست کو کیمبرج میں حضرات پادری کی ایک کانفرنس "ماڈرن چرچمینز کانگریس" (عہد حاضرہ کے

کلیسائیوں کی کانگریس کے نام سے منتخب ہونے والی تھی +

اس کانگریس میں جو کچھ بیان کیا گیا۔ اور بالخصوص ڈین آف کارلائل ڈاکٹر بیتھون بیکر لیڈی مارگریٹ۔ پروفیسر ڈیونٹی اور ریورنڈ ایچ ڈی۔ اے میجر پرنسپل آف رپن ہال آکسفورڈ جیسی با عظمت شخصیتوں نے الوہیت مسیح کا کھلے طور پر انکار کر کے کلیسائے مسیحیت پر جو ستم ڈھایا۔ وہ سننے کے قابل ہے۔

مسیح بحیثیت ولد اللہ } یہ اس بحث کا عنوان تھا جو کانگریس میں ۱۲۔ اگست کو مذکورہ بالا اصحاب کے اظہار خیالات کا موجب ہوئی۔ ان میں سب سے زبردست تقریر یا بقول ریورنڈ بی جی بورنیر کلیسائے مسیحیت پر زبردست "گولہ باری" ڈین آف کارلائل نے کی۔ تقریر کو شروع کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ کہ

"آئے دن یہ مطالبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ کہ آزاد خیال ماہران علوم دینیہ صفائی کے ساتھ لوگوں کو یہ بتائیں کہ جب وہ الوہیت مسیح کے متعلق اپنی روائتی زبان کو استعمال کرتے ہیں تو در اصل اس سے ان کی کیا مراد ہوتی ہے"۔

اس کے بعد ڈین موصوف نے الوہیت مسیح کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا جو وہ رکھتے ہیں

مسیح نے خدائی کا دعوےٰ نہیں کیا } سب سے پہلے ڈین موصوف نے بتایا۔ کہ:۔

"عیسیٰ نے خود خدا ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسیح کہا ہو لیکن ان کے کسی بھی ایسے قول سے جو تنقید کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہو۔ یہ مستنبط نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کا تعلق جناب باریتعالیٰ سے کچھ ایسا تھا جو ایک انسان کا تعلق اپنے خدا سے نہیں ہو سکتا۔ انجیل چہارم کے وہ بیانات جو پہلی تین اناجیل کے متشابہ بیانات سے مختلف سمجھے جاتے ہیں بطور تاریخ تسلیم نہیں کئے جا سکتے"۔

"مسیح انسان تھا" دوسری بات جو ڈین موصوف نے دوران تقریر

میں کہی تھی وہ یہ تھی۔ کہ

مذکورہ بالا خیالات کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ جناب عیسیٰ اصلی اور صحیح معنوں میں انسان تھے۔ اور کہ محض انسانی قالب یا جسم ہی وہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ انسانی روح۔ انسانی قویٰ اور استعدادیں اور انسانی خواہشات سب انکے اندر تھیں +

"مسیح کی روح قبل از پیدائش موجود نہ تھی" تیسرا یہ دعویٰ تھا جو ڈین موصوف نے کیا اور کھلے لفظوں میں بتایا۔ کہ

"خیال کہ مسیح علیہ السلام کی روح پیدائش سے پہلے موجود تھی ویسا ہی ایک غلط اور بے بنیاد خیال ہے اِس اعتقاد کا قطعی کوئی ثبوت پایا نہیں جاتا۔ ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی مان لیا جائے کہ تمام ہی انسانوں کی روحیں پیدائش سے قبل موجود ہوتی ہیں تو یہ ایک بالکل الگ امر ہے لیکن یہ مسیحیت کی مسلمات نہیں"

"کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا معجزات کرنا مسیح کی خدائی کی دلیل نہیں"

چوتھی بات ڈین موصوف نے یہ کہی کہ

"مسیح کی خدائی لازمی طور پر اس کا کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا یا دوسرے معجزے کا اس سے ظہور ہونا ثابت نہیں کرتی۔ کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا۔ اگر تاریخی طور پر ثابت بھی ہو جائے تو بھی مسیح کی خدائی پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی نہ ہی اس کے غلط ثابت ہونے سے اس اعتقاد پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے" +

"مسیح عالم کُل نہ تھا" پانچویں اور سب سے آخری بات جو ڈین موصوف نے کہی اور جو گویا الوہیت مسیح کے خلاف ایک سب سے کاری حربہ کا کام دے سکتی ہے۔ یہ ہے!

"مسیح کی الوہیت اس کے عالم کُل ہونے کی شاہد نہیں کوئی ثبوت اس بات کا ہمارے ہاتھ میں نہیں کہ مسیح ناصری کو ان دماغی بیماریوں کے متعلق جو انکے زمانہ میں آسیب یا بھوت پریت کا اثر

سمجھی جاتی تھیں۔ اپنے معاصرین نہیں پڑھ کر کچھ علم حاصل تھا اور ان بیماریوں کی اصلیت اور اُن کی سائنس سے وہ واقف تھے۔ بلکہ اس بارہ میں ان کا علم دبا سی نظر آتا ہے جیسا کہ عہد نامہ عتیق کی پہلی پانچ کتب اور غزلات داؤد کے مصنفین کے بارہ میں اس حقیقت کا انکار بہت مشکل ہے کہ جناب مسیح نے مستقبل کے متعلق بہت سی ایسی امیدیں دلائی ہیں جن کو تاریخ نے غلط ثابت کر دکھایا ہے۔"

"ریورنڈ ایچ ڈی۔ اے میجر کے خیالات دربارہ ابنیت مسیح"

ریورنڈ ایچ۔ ڈی۔ اے میجر پرنسپل رپن ہال آکسفورڈ۔ مذکورہ بالا بحث کا افتتاح کرنیوالے تھے اپنی افتتاحی تقریر میں انہوں نے الوہیت و ابنیت مسیح کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا وہ بھی ذرا سننے کے قابل ہیں انہوں نے کہا کہ

"اس حقیقت کو صفائی کے ساتھ جان لینا چاہئے۔ کہ مسیح نے اناجیل میں نہ جسمانی طور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ کنواری کے پیٹ سے پیدائش کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی غیر جسمانی رنگ میں ابن اللہ ہونے کا دعویٰ! ان سے ثابت ہے جیسا کہ مجلس نائیس کی قرار داد تین مقتضی ہیں۔ آپ نے ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ اخلاقی رنگ میں کیا یعنے اس رنگ میں جس کے رو سے تمام انسان خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اسکے بچے ہونے کا اور اخلاقی تشکر رکھنے اور ان اخلاقی اصولوں پر عامل ہو سکتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے زیر عمل ہیں +

ڈاکٹر بیتھون بیکر کے نزدیک مسیح کو وہم بھی اپنے خدا ہونے کا نہیں ہوا

اسی قسم کے خیالات کا اظہار ڈاکٹر بیتھون بیکر نے جو کلیسیائے انگلستان میں ایک مسلمہ حیثیت رکھنے اور بہت سی کلیسیائی ڈگریوں سے آراستہ ہیں کیا اور کھلے لفظوں میں کہا۔ کہ

"میں ایک منٹ کے لئے بھی اس بات کو خیال میں نہیں لا سکتا۔ کہ مسیح کو کبھی اپنی الوہیت کا واہمہ بھی ہوا تھا"+

"ریورنڈ پارسن کا خیال کہ مسیح الانسان اور فلسطین کا ایک یہودی تھا"

ایک اور پادری صاحب بنام ریورنڈ رچرڈ جی پارسنز کا بیان بھی سننے کے قابل ہے فرماتے ہیں کہ

"مسیح ایک انسان تھا اور خالصً بالکل کامل طور پر بغیر کسی خصوصیت کے انسانیت کی ہی صفات سے آراستہ تھا۔ وہ فلسطین کا ایک یہودی تھا جس نے انسانی زندگی کی حدود اور حالات کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنے زمانہ کے لحاظ سے کس قدر عجیب خیالات رکھتا تھا"۔

قرآن کریم کا ایک بڑا معجزہ

قبل اس کے کہ ہم یہ بتائیں کہ ان خیالات کا اثر یہاں کے عام مذہبی حلقوں پر کیا ہوا عام ارباب کلیسیا نے ان کو کن نظروں سے دیکھا اور سنا اور کیا کچھ ان پر جرح و قدح کی۔ ہم قرآن کریم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو آج سے سوا تیرہ سو سال پیشتر صادر ہوا۔ اس وقت جبکہ ان موحدانہ خیالات کو عیسائی دنیا میں عام طور پر کوئی جانتا بھی نہ تھا جبکہ یہودی اور عیسائی یعنی مخالفین اور معتقدین مسیح کی ہر دو بڑی بڑی قومیں اس بات پر متفق تھیں کہ مسیح علیہ السلام نے ضرور خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا۔ اس وقت عرب کا ایک امی انسان جس کو نہ انجیل کا علم تھا اور نہ عیسائیوں کے کسی بے حقیقت موحدین کے گروہ کے خیالات سننے کا اتفاق ہوا تھا اللہ تعالیٰ سے علم پاکر پکارتا ہے کہ ما لھم بہ من علم ولا لابائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا ۔

ڈین آف کارلائل اور اُن کے ہمنوا پادری صاحبان آفرین کے مستحق ہیں کہ انھوں نے موجودہ علمی روشنی سے فائدہ اُٹھا کر مسیح علیہ السلام کو اس الزام سے بری قرار دیا۔ کہ انھوں نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن قرآن کریم نے اس وقت میں جب کہ ایسی علمی روشنی کا ہونا تو ایک طرف جہالت کے پردہ کو زیادہ تاریک کرنے کی کوشش خود اہل کلیسیا کی طرف سے جاری تھی خود جناب مسیح کا یہ اقرار بارگاہ ایزدی میں بتایا کہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ

ان اعبدوا اللہ ربی وربکم +

مسیح کی انسانیت کو ثابت کرنے کیلئے ڈین آف کارلائل کو تو خدا جانے کس قدر جتن کرنے پڑیں - قرآن کریم نے مسیح اور ان کی والدہ علیہما السلام کے متعلق کانا یاکلون الطعام کہکر تمام بحث ہی کا خاتمہ کردیا +

مسیح کی روح قبل از پیدائش تھی یا نہ تھی اور آیا کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا اسکی خدائی کی دلیل ہو سکتا ہے یا نہیں - ان بحثوں کو بھی قرآن کریم نے جس حکیمانہ طریق سے ایک ہی آیت میں یہ کہکر ختم کردیا - کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون +

غرض یہ کس قدر معجزہ قرآن کریم کا ہے جو اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایک کھلی دلیل ہے - کہ جو باتیں آج علمی روشنی کے باعث تحقیق و تدقیق کے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں - وہ اس نے اس وقت کہدی تھیں - جبکہ ان کو کوئی جانتا بھی نہ تھا - ومن اصدق من اللہ قیلاً +

اہل کلیسا کی مذبوحی حرکات

ان سب باتوں کے باوجود - یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ ابھی تک اہل کلیسا میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں - جو اس قدر سچی اور پکی باتوں کو ماننا تو ایک طرف سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے - چنانچہ ڈین آف کارلائل کی مندرجہ بالا تقریر کا شائع ہونا تھا کہ عام اہل کلیسا نے ایک فتنہ بے تمیزی برپا کردیا - اخبارات کے کالموں کے کالم انہوں نے بحث پر صرف کرنے شروع کئیے - کہ ڈین موصوف نے جو کچھ کہا ہے وہ کس قدر خلاف تعلیم گرجاوں کے اندر اتوار کے دن ڈین موصوف پر پلیٹ فارم سے بہت کچھ لے دے کیگئی اور کیجارہی ہے - گذشتہ ۱۴ اگست عید الضحیٰ کی تقریب تھی جو حسب معمول ووکنگ مسجد میں منائی گئی - جہاں اخبارات کے نامہ نگار اور مصور بھی موجود تھے اتفاق سے یہ اتوار کا دن تھا - اور ڈین موصوف کی تقریر کا تازہ تازہ اعلان ہونے کے باعث گرجاوں میں اسی پر وعظ کیے جانیوالے تھے

جن کے سننے کیلئے لوگ جوق درجوق وہاں بھی گئے۔ یہاں تک کہ ایک اخبار (ڈیلی گرافک) اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:-

"لندن کوئی مذہبی شہر نہیں۔ چند سال ہوئے بہت غور و خوص سے گنتی کرنے سے معلوم ہوا تھا کہ پچاس میں ایک انسان بھی لندن کی کسی عبادتگاہ میں اکیمرتبہ بھی اتوار کو نہیں جاتا لیکن کل بہت سے گرجاؤں میں خاص حاضری تھی۔ کیا لوگ نہیں۔ کہ پادری صاحبان ان حیرت انگیز بیانات کے متعلق جو اسلی بائیبل میں ہی لے دیتے ہیں کیا کہتے ہیں"۔

لیکن تعجب اور حیرانی کی بات ہے کہ باوجود اس شور و غوغا کے جو بہت سے پادریوں نے ڈین موصوف کی تقریروں پر مچایا کام کی بات ایک بھی نہیں کہی۔ کوئی ثبوت انجیل سے نہیں دیا گیا جس سے مسیح کی الوہیت ثابت ہو سکے۔ اور خود مسیح کا دعویٰ خدا ہونے کا ہو۔ بلکہ اس کے خلاف جو کچھ کہا۔ وہ حرکات مذبوحی کے سوائے اور کچھ نہیں۔ ایک پادری صاحب نے کہا کہ

"مسیح اگر فی الحقیقت خدا نہیں تو تاریخ عالم میں سب سے بڑھ کر کذاب ہے (معاذ اللہ) اس کے برخلاف اگر وہ ابن اللہ نہیں۔ تو تمام اناجیل بے معنی اور مہمل ہیں"+

ان ہی پادری صاحب کا ارشاد ہے:-

"اس شہر (لندن) کے قریباً ایک ملین (دس لاکھ) انسان آج مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہوئے اس کی عبادت کیلئے رجوع ہو گئے ہیں حالانکہ ڈین آف کارلائل نے اس کو دوسرا انسانوں کے برابر ٹھیرا دیا ہے۔ ڈین کے خیالات نہایت افسوسناک ہیں اور عیسائیت کی عین بنیاد پر ضرب لگانے والے"۔

پھر ایک گیت کی طرف اشارہ کر کے جو اس وقت گرجا میں گایا گیا تھا اور جس میں مسیح کو پاک اور مقدس اور اس کے کاموں کو عجیب و غریب قرار دیا گیا ہے فرماتے ہیں۔ کہ

"اگر مسیح خدا کا بیٹا نہیں تو یہ تمام گیت ایک بیہودہ بات ہے"۔

لیکن ایک اور پادری صاحب نے دلیل بھی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی دی ہے جو سننے کے قابل ہے فرماتے

ہیں۔ کہ

"میں پورے یقین اور ایمان کے ساتھ یہ عتقاد رکھتا ہوں کہ مسیح خدا تھا۔ اور انسان بھی"۔
"میرے لئے یہ نہایت مشکل ہے کہ چند منٹوں میں اپنے اس ایمان کے دلائل بتا سکوں لیکن چند ایک سادہ دلائل میں دے سکتا ہوں میں تمہیں دیتا ہوں:۔
"سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مسیح نے کبھی یہ دعا نہیں کیا۔ اور شیخی نہیں ماری کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور میں خدا ہوں۔ نہ ہی ایسے محاورات استعمال کئے جس سے لوگوں پر اس کا اثر ڈالنے کی کوشش مقصود ہو۔ لیکن کوئی جنٹلمین بھی تو یہ کہتا نہیں پھرتا کہ میں جنٹلمین ہوں۔ وہ جنٹلمینوں کی طرح رہتا ہے۔ وہ جنٹلمین ہے۔ اور کبھی اسکو ضرورت ایسی شیخی بگھارنے کی نہیں۔ اسی طرح سے میں کہتا ہوں کہ مسیح نے الوہیت کی زندگی بسر کی۔ کیونکہ وہ خدا کا بیٹا تھا" +

چہ خوش! کیا عجیب دلیل مسیح کے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کی ہے کہ انہوں نے خود اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ یعنے خدا کیلئے یہ واجب ہی نہیں کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہے۔ ڈر ہے کہ کہیں پادری صاحب کل کو اپنے آپ کو انسان کہنا بھی انسانیت کے خلاف نہ سمجھنے لگیں۔ یہی دلیل ہمارے محمودی صاحبان بھی مسیح موعود کی نبوت کی تائید میں دیا کرتے ہیں۔ کہ جہاں حضرت مرزا صاحب نے اپنی نبوت سے انکار کیا ہے۔ وہ بطور کسر نفسی ہے۔ حالانکہ یہ ایسا ہے جیسے ایک شخص کو گورنمنٹ مجسٹریٹ بنائے۔ اور وہ کہے۔ کہ نہیں صاحب! میں مجسٹریٹ نہیں +

افسوس ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں۔ کہ کسر نفسی اور ایک منصب یا ایک جنس میں سے ہونے کا اقرار یا انکار دونوں مختلف باتیں ہیں۔ خدا ہرگز اپنی خدائی سے انکار نہیں کیا کرتا۔ نہ ہی نبیوں کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی نبوت سے انکار کریں +

غرض کہ یہ اور اسی قسم کی بہت سی حرکات مذبوحی ہیں جو پادری صاحبان سے صادر ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دل سے وہ بھی کھائے ہوئے

ہیں - ایک نہایت معزز اخبار نویس اور ممبر پارلیمنٹ کا قول ہے کہ اسّی فیصدی پادری ایسے ہیں جو عیسائیت کے معتقدات پر دل سے ایمان نہیں رکھتے - اور صرف اتوار کے دن پادریانہ جبہ پہن کر نماز پڑھا آتے ہیں - سچ فرمایا حضرت مسیح موعود نے ؎

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

مسلمانوں کی عید اور عیسائیوں کا ماتم

اُوپر لکھا جا چکا ہے کہ جس دن کلیساؤں کے اندر ڈین آف کارلائل کی مندرجہ صدر تقریر کا رونا رویا جا رہا تھا - اسی دن مسلمانوں کے ہاں تقریب عید تھی - اخبار ڈیلی گرافک نے مسلمانوں کی نماز عید اور ان گرجا والوں کی تصاویر کو اکٹھا شائع کیا ہے - اور مسلمانوں کی نماز عید کی تصویر کے نیچے یہ چلتا سا فقرہ لکھا ہے :-

"یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ مسلمانوں کا عظیم الشان تہوار اس ہلچل کے موقعہ پر منایا جاتا ہے - جو ڈین آف کارلائل اور دیگر پادریوں کی تقاریر پر موقوفہ کیمبرج کانفرنس سے پیدا ہوئی ہے - یعنے وہ تقاریر جو الوہیت مسیح کے اعتقاد کو مشکوک کرنیوالی ہیں" +

سینٹ پال کے گرجا سے نکلنے والوں کی تصویر کے نیچے لکھا ہے -

"ایک حیرت انگیز اختلاف ان مسلمان عبادت گذاروں کے سے جو اوپر کی تصویر میں دکھائے گئے ہیں - ان لوگوں کو سے جو کل تیسرے پہر سینٹ پال ہی سے عبادت کرکے نکلے کل لندن کے گرجوں میں عبادت کے موقعہ پر ہزارہا عبادت گذار ڈین آف کارلائل کے الفاظ پر وہ الفاظ جو عیسائیت کی جڑوں تک پہنچتے ہیں - نہایت رنج اور درد کے ساتھ غور و فکر میں مبتلا تھے" +

یہ ہے وہ اثر جو ڈین آف کارلائل کی مندرجہ بالا تقریر نے عام طور پر پیدا

کیا عجب ہے کہ ڈیلی گرافک نے مسیحیت کے اس تنزل اور اسلام کے شاندار ظہور کے جو توحید آلہی کی ایک کامل و مکمل تصویر بن کر ہر سال آتا ہے۔ ایک ہی دن واقع ہونے کی طرف جو اشارہ کیا ہے۔ اسمیں کچھ مصلحت آلہی پنہاں ہو۔ اور اب وہ دن جلد آنیوالا ہو۔ جب اسلام کا سراج منیر اپنی پوری درخشانی کے ساتھ جلوہ نما ہوکر باطل کی تاریکیوں کو نیست و نابود کریگا۔ کیا عجب ہے کہ مامورِ ربانی حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا وہ کلام جو آج سے ۱۶ برس قبل شائع ہوا۔ آخر کار پورا ہونے کا وقت آگیا ہو۔ اور آپ کے ذیل کے اشعار اب حقیقت کا جامہ پہننے والے ہوں۔

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آ رہا ہے اِس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں مِلّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
ہر طرف ہر مُلک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں اِنساں پرستی کو کوئی عزّ و وقار
آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہَوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

خاکسار دوست محمد خاں از مسجد ووکنگ انگلستان ۲۴ اگست ۱۹۲۱ء

رسید زر

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۱ء

نام	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن جناب کے انوار علی صاحب نگر کوٹ کنڈا	۳	۰	
ر جناب شیخ برکت اللہ صاحب لاہور	۵	۰	۰
ر ر عبدالرزاق صاحب لاہور	۵	۰	۰
ر ر ڈاکٹر غلام محمد صاحب	۴۰	۰	۰
ر ر شیخ خدا بخش صاحب مردان	۱۰	۰	۰
ر ر غلام نبی صاحب دیناج پور	۱۰	۰	۰
زکوٰۃ ر چراغ الدین صاحب ثبوت جموں	۵	۰	۰
امداد مشن ر منہاج الدین صاحب مردان	۵	۰	۰
ر ر مصدق الدین صاحب شملہ	۵	۰	۰
قیمت ریویو مسلم بک سوسائٹی لاہور ۳ روپے؛ امداد مشن ۳ روپے	۶	۴	۰
ر جناب خواجہ عبدالغنی صاحب لاہور	۱	۱۲	۰
ر ر ایم علی احمد صاحب بہاولپور	۱۰	۰	۰
ر ر خان محمد یوسف خان صاحب کراچی	۱۰	۰	۰
ر ر محمد سلطان خان صاحب ... ہزارہ	۵	۰	۰
ر ر ڈاکٹر خالق داد خان صاحب	۲	۸	۰
ر ر فضل کریم صاحب ...	۳		
	۵		
ر ر خادم حسین صاحب ... امرتسر	۲	۰	۰
ر ر محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۱	۰	۰
ر از عالیجناب خیر محمد خان صاحب بہادر ریاست خیرپور سندھ امداد مشن	۱۰۰۰	۰	۰

نام	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن بعرضہ ... باد ... صاحب	۴۰۰	۰	۰
امداد مشن از انجمن ... دربار خیرپور سندھ (تفصیل ذیل)	۳۰۰	۲	۰

- ر جناب خان محمد ... ۵
- ر ر ... علی ... ۲
- ر ر احمد اللہ خان صاحب ۱۰
- ر ر عبدالرسول صاحب ۵
- ر ر احمد علی ۲۰
- ر ر محمد حسن خان ۲۰
- ر ر حاجی محمد حسن خان ۵
- ر ر بابو غلام محمد ۵۰
- ر ر ملک شیر دل خان ۵۰
- ر ر عنایت اللہ خان ۲۵
- ر ر بشیر احمد خان صاحب ۲۵
- ر ر محمد ... صاحب ۲۵
- ر ر مسٹر احمد علی صاحب ۵
- ر ر مسٹر انوار الحق ۵
- ر ر ڈاکٹر عبدالرسول ۵
- ر ر مسٹر امیر احمد ۲
- ر ر مسٹر ... ۱
- ر ر مسٹر نبی بخش ... ۱
- ر ر مسٹر امام بخش ۱
- ر ر مسٹر عبدالرحمٰن ۱
- ر ر مسٹر رفیق احمد ۱
- ر ر ... ۱
- ر جناب ... حسین صاحب ۵
- ر ر ڈاکٹر ... خان صاحب ۵
- ر ر محمد علی ...
- ر ر مسٹر ... اللہ صاحب ۱
- ر ر مسٹر ... محمد ۲
- ر ر ... ماسٹر ۱
- ۱
- ر ر بشارت حسین صاحب ۱-۲

٭ مفصل تفصیل رقم آمدہ مع اسماء معطی صاحبان انشاء اللہ آئندہ رسالہ جنوری ۱۹۲۲ء میں شائع ہوگی۔

پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ	
بابت سمت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو ازجات معلومہ از جولائی ۱۹۱۹ء لغایت جولائی ۱۹۲۰ء	۔	۔	۶۰۰	لالہ روشن داس صاحب	۔	۔	۱
				جناب منشی غلام محی الدین صاحب	۔	۔	۲
مفت تقسیم از عالیجناب حاجی پرنس مسیح حمت اللہ خان صاحب نصف بھوپال	۔	۔	۵۰	ر مولوی محی الدین صاحب	۔	۔	۵۰
				ر خیر الدین صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب	۔	۔	۵۰
چندہ امداد مشن وصول ستار دربار بہاولپور				ر منشی محمد عظیم صاحب ایپلینولیس	۔	۔	۵۰
جناب چودھری بہادر علی صاحب	۔	۔	۲۵	ر منشی غلام حسن خان صاحب ناظم بہاولپور	۔	۔	۵۰
ر شیخ محمد حسن صاحب	۔	۔	۱۰	ر حاجی عبدالرحمن صاحب	۔	۔	۲۰
ر سید عنایت حسن صاحب	۔	۔	۱۰	ر نواب خدا بخش صاحب	۔	۔	۱۰۰
ر میر سراج الدین صاحب	۔	۔	۱۵۰	ر مولوی غلام حسن صاحب	۔	۔	۱۰۰
ر سید غلام علی شاہ صاحب	۔	۔	۱۰	از بیگم ریاست چارصد	۔	۔	۴۰۰
ر مخدوم غلام مرتضیٰ صاحب	۔	۔	۲	از مد خاص	۔	۔	۵۵۷
ر خواجہ عباد اللہ صاحب	۔	۔	۲	ع۲	۔	۔	۱۵۴۹

مندرجہ بالا رقوم بصد شکریہ درج کیجاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

خادم۔ آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

ع۱ اس رقم میں سے مبلغ ـ ـ ـ ـ ۳۱۳۲ ووکنگ (انگلستان) ارسال کئے گئے ہیں +

ع۲ اس رقم میں سے ۹۹ روپیہ مفت تقسیم رسالہ اشاعت اسلام کی مد میں گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائلِ حاضرہ پر چند اعتراضات کے جواب

از حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی مع تفسیر و اردو ترجمۃ القرآن مع تفسیر

میری ایک چٹھی اخبار پیغام صلح میں مسائل حاضرہ کے عنوان سے چھپی تھی جس پر دو قسم کے اعتراضات میرے پاس آئے ہیں۔ اُن کا جواب سب احباب کی اطلاع کے لیئے شائع کرنا مناسب ہے۔ گو انمیں سے اکثر باتوں کا جواب رسالہ "خلافت اسلامیہ" میں اور بعد کی تحریروں میں ہو چکا ہے۔ مگر چونکہ قوم کی بد قسمتی سے مسلمانوں میں غور اور فکر کی عادت بہت کم ہے۔ اور افراط اور تفریط کی راہیں آسان نظر آتی ہیں اسلئے مجھے کہا جاتا ہے۔ کہ یا تو یہ لکھ دو کہ خلافت مذہبی مسئلہ ہی نہیں ورنہ اشاعت اسلام کے کام کو چھوڑ کر پہلے بادشاہت کے حصول کی فکر کرو۔ اور مہاتما گاندھی کی اتّباع کرو +

خلافت مذہبی مسئلہ ہے

پہلا سوال یہ ہے کہ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی مسئلہ ہے یا نہیں؟ اس سوال کے کرنے والے نے اپنے خیالات کو بالفاظ ذیل ادا کیا ہے:-

"میرے اپنے خیال میں مذہبی مسئلہ تو اسلئے نہیں ہو سکتا کہ سلطان روم وہ خلیفہ تو نہیں جو اصلاح دین کیلئے آیا کرتا ہے .... اور نہ ہی وہ سیاسی طور پر جسمانی خلیفہ ہیں کیونکہ اسکے صادر کردہ احکام ہمارے لئے واجب التعمیل نہیں" +

اگر یہ سوال کرنے سے پہلے میرے رسالہ خلافتِ اسلامیہ کو پڑھ لیا ہوتا۔ تو یہ سوال پیدا نہ ہوتا۔ میں نے اس رسالہ میں قرآن اور حدیث سے اس مسئلہ کا مذہبی مسئلہ ہونا ثابت کیا ہے۔ مگر نہ اس وجہ پر کہ میں سلطان روم کو مجدد یا مامور من اللہ مانتا ہوں نہ ہی سلطان روم کو یہ دعویٰ ہے۔ اور نہ ہی اس بنا پر کہ میں سلطان روم کو ہندوستان کا بادشاہ مانتا ہوں۔ اسلئے کہ یہ بھی اُسے دعویٰ نہیں۔ ہمارے مذہبی مسائل وہ ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں میں نے اپنے رسالہ میں یہ دکھایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سیادتِ روحانی کے ساتھ جسمانی طور پر بھی بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ اور وہ جسمانی بادشاہت ملک عرب کی تھی جسمیں اسلام کے وہ مقامات مقدسہ واقع ہیں جو دونوں حرم کے نام سے موسوم ہیں۔ یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ۔ پس آپ کی جانشینی جسے دوسرے لفظوں میں ہم خلافت کے نام سے موسوم کرتے ہیں دونوں رنگ کی ہے یعنی روحانی بھی اور جسمانی بھی۔ اور جسمانی خلافت گو خلفائے راشدین کے ماتحت دُنیا کے ایک بڑے حصہ پر پھیلگئی۔ مگر اس کا مرکز اصلی وہی مقامات مقدسہ اور ملک عرب ہیں۔ قرآن مجید کی آیت لیستخلفنھم فی الارض میں یہ دونوں وعدے شامل ہیں یعنی روحانی اور جسمانی خلافت قرآن مجید کے صریح الفاظ اور احادیث کو جواب دینے کے سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت جسمانی سے انکار نہیں ہوسکتا۔ میاں محمود احمد صاحب نے بھی جنہیں بالمقابل خلافت کا دعویٰ ہے۔ آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خلافت جسمانی کی تردید نہ کی۔ اور نہ بتایا کہ لیستخلفنھم کے وعدہ سے خلافت جسمانی کیونکر خارج ہے؟ ہمارا مذہب زید و بکر کا قول نہیں قرآن و حدیث ہے۔ جس چیز کی قرآن و حدیث میں صراحت

موجود ہو۔ اس کا انکار کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ پس میں قرآن و حدیث کی بنیاد پر خلافت کو مذہبی مسئلہ سمجھتا ہوں۔ اور یہی میرا مسلک ابتدا سے ہے۔ چنانچہ خلافت کا مسئلہ چھڑنے سے مدت پیشتر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ میں اس رکوع کا جسمیں استخلاف کا ذکر ہی خلاصہ ہی میں نے حکومت اسلامی کا قیام دیا ہی۔ اور اس آیت کے نیچے نوٹ میں صاف بنایا ہی۔ کہ اس کے اندر جسمانی اور رُوحانی خلافت کے وعدے ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہی۔ کہ خلافت جسمانی ؛ ہمیشہ کیلئے قائم کی گئی ہی۔ اس پر یہ دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ

خلافت کا کام کیا ہے؟

خلافت رُوحانی کا کام دین پاک کو ہر قسم کے باطل کی آمیزش سی پاک رکھنا ہے اسی کا دوسرا نام تجدید دین ہے۔ جب اندرونی طور پر مذہب میں بیدا ہو یا بیرونی طور پر کوئی مذہب اسلام پر کوئی خطرناک حملہ ہو تو اس کا دفعیہ خلافت رُوحانی سے یعنے محدثین اور مجددین یا ائمۂ دین کے ذریعہ سے اور خلافت جسمانی چونکہ بادشاہت اور حکومت کا نام ہے۔ اور وہ بادشاہت اور حکومت قلب اسلام یعنے مکّہ اور مدینہ اور عرب پر ہے۔ اسلئے اس کا کام بھی دین اسلام کی تمکین اور مضبوطی اور دشمنان اسلام کے حملوں سے اِن مقامات مقدسہ کو بچانا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تعلیم اسلام کی عظمت کا یہ ظاہری نشان رکھا ہے۔ کہ اس کے مقامات مقدسہ کبھی اپنے دشمنوں کے قبضہ میں نہ جائیں گے۔ اور مکّہ معظمہ کو تو یہ عزت جب سے دنیا کی تاریخ چلتی ہی اس وقت سے ہے کہ یہ کبھی اپنے دشمنوں کے قبضہ میں نہیں گیا۔ دنیا میں اور کسی مذہبی جائے عبادت کو یہ فخر حاصل نہیں ہوا۔ کہ وہ کبھی اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں نہ گئی ہو۔ صرف ایک مکّہ کو

یہ عزت حاصل رہی ہے۔ یہاں تک کہ جب اسلام سے پیشتر ایک عیسائی بادشاہ نے خانہ کعبہ کو برباد کرنے کی نیت سے مکّہ معظمہ پر حملہ کیا۔ اور اسوقت اس کے محافظ اس بادشاہ کی افواج کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے کوئی سبب سماوی ایسا پیدا کر دیا۔ کہ دشمن کامیاب نہ ہوسکا اور تباہ ہو گیا۔ جب اللہ تعالےٰ نے مکّہ کو تمام لوگوں کا مرجع بنایا تو ساتھ ہی یہ بھی وعدہ دیا کہ یہ مقام امن رہیگا واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا۔ پس اسی وعدہ دوامی کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی وعدہ دیا کہ یہ مقام ہمیشہ مسلمانوں کے پاس رہیگا۔ اسی لئے مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا کہ جزیرۂ عرب کو کفار کی دستبرد سے بچائیں۔ اور ان کو اس پاک سرزمین میں نہ آنے دیں تاکہ وہ اپنے ناپاک منصوبوں سے اس ابدی امن کے مقام میں فساد پیدا نکریں اسی غرض کے لئے خلافت اسلامیہ کا قیام ضروری ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ دین اسلام بادشاہت کے بغیر ناقص ہوجاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بادشاہت کے ساتھ تمکین دین ہوتی ہے۔ جب کہ خود قرآن مجید نے فرمایا۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم یعنے تاکہ ہم خلافت کے ذریعہ سے دین اسلام کی تمکین کریں۔ اور اسے مضبوط کریں۔ اسی سلسلہ میں یہ سوال کیا گیا ہے کہ اس ملکی

خلافت کا حقدار کون ہے؟

اس کا جواب بھی رسالہ خلافتِ اسلامیہ میں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر آج عرب اسکے مالک ہوجاتے ہیں۔ تو اس سے مسلمان کیوں رُکتے ہیں۔ یہ میں لکھ چکا ہوں۔ کہ اگر عرب اپنی طاقت سے ترکوں کو نکالکر خلافت کے مالک ہوجاتے تو بلاشبہ ترک حقدار خلافت نہ ہوتے لیکن یہ سب کچھ عیسائی طاقتوں کی

تجاویز ہیں کہ وہ مسلمانوں کی ملکی طاقت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کمزور
کرنا چاہتی ہیں۔ اور مرکز اسلام کو ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا ہے
جس کی حکومت اور بادشاہت برائے نام ہے۔ اور اسکی حیثیت بعض ہمارے
ملک کے نوابوں سے بھی کم ہے۔ گو وہ برائے نام آزاد ہے۔ یہ کہنا کہ اگر
مکہ معظمہ پر عربوں کا تسلط ہوا تو کیا اور ترکوں کا ہوا تو کیا واقعات
کی طرف سے آنکھیں بند کرنا ہے اسلام کو اس سخت کمزوری کی حالت پر پہنچا
ہوا دیکھ کر مطمئن ہو جانا اور اسی حالت پر راضی ہو جانا ایمان اور غیرت
اسلامی کے خلاف ہے۔ یہ محض اسلامی ہمدردی کا سوال نہیں۔ اگر
دوسری اسلامی سلطنتیں بمنزلہ اعضاء کے ہیں تو خلافت بمنزلہ قلب کے
ہے۔ اور اعضاء اور قلب کی کمزوری میں جس قدر فرق ہے۔ اسی قدر فرق
بخارا افغانستان ایران میں ایک طرف اور سلطنت ٹرکی میں دوسری طرف
ہے۔ یہ آواز مسلمانوں میں سے سب سے پہلے میاں محمود احمد صاحب نے
اٹھائی تھی۔ کہ حجاز کو ترکوں کے ماتحت نہیں رکھنا چاہئے۔ اور عربوں
کو آزاد کرنا چاہئے۔ یہ اگر خوشامدانہ الفاظ نہ تھے تو عدم تدبر کا نتیجہ ضرور
تھے۔ اور اسلئے آج انہیں خود یہ تجویز اپنے میموریل میں پیش کرنی پڑی
کہ حجاز پر ترکی سیادت قائم ہو۔ یہ ایک ہی بات ان کے میموریل میں
ایسی تھی جو اس کے پیش کرنے میں کسیقدر کفارہ کا کام دے سکتی تھی
مگر اسی کا جواب تک وائسرائے نے نہ دیا۔ اور اپنی خاموشی سے یہ بتا دیا
کہ حکومت کی پالیسی مسلمانوں کے احساسات مذہبی کو کیا وزن دیتی
ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر ترکوں کے ہاتھ بھی آج پھر حجاز کی
سیادت آجائے تو یہ بھی مانگی ہوئی خلافت ہوگی۔ یہ بھی صحیح نہیں اسلئے
کہ جو لوگ ترکوں کی حمایت میں آواز اٹھاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھکر اٹھاتے
ہیں کہ اگر مسلمانوں میں کوئی قوم سوقت اس بات کی اہل ہے کہ دشمنوں کے

مقابل پر مقاماتِ مُقدسہ کی حفاظت کر سکے تو وہ صرف ٹرکی قوم ہے اور خلافت مُلکی اسی قوم کا حق ہے جو مُلکی طاقت رکھتی ہو۔ شاہ حجاز کو چند ہزار پونڈ سے خریدا جاسکتا ہے یا چند سو سپاہیوں سے اُس کا وہی حشر ہو سکتا ہے۔ جو امیر فیصل کا سیریا میں فرانسیسیوں کے ہاتھوں ہوا تھا۔ مگر ٹرکی قوم باوجود اپنی اس کمزوری کے جس تک وہ پہنچ چکی ہے اب بھی ایک قوت رکھتی ہے۔ جس کے ساتھ کوئی سلطنت جنگ کرنے کیلئے گھر میں سوچ کر باہر نکلیگی۔ آج بھی مصطفےٰ کمال اپنی ساری بے سروسامانی کے باوجود ایک طاقت ہے جس کے ساتھ بڑی بڑی عیسائی سلطنتیں معاہدات کرنے کے لئے پیش قدمی کرتی ہیں۔ مگر بیچارے شاہِ حجاز کو کون پُوچھتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اگر ٹرکی میں کچھ طاقت تھی تو اس جنگ میں کیوں یہ مقامات اُس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ تو یہ مسلمانوں اور خود عربوں کی ہی غداری کا نتیجہ ہے جنھوں نے چند پیسوں کیلئے ایمان بیچدیا۔ اور اسلام کی قوت کو مخالفین کے مقابل پر خود پاش پاش کروایا۔ اس بحث پر یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ پھر

حصولِ خلافت کیلئے جدوجہد

پر سارا زور کیوں صرف نہ کیا جائے۔ اور اشاعت اسلام کے کام کے ساتھ ساتھ یا اُس کام کو چھوڑ کر کیوں احمدی حصولِ خلافت کی کوشش میں نہ لگجائیں۔ اور یہ وہ سوال ہے جو دونوں خیال کے لوگوں کی طرف سے ہُوا ہے۔ جب سے میں نے مسئلہ خلافت کے متعلق کچھ کہا یا لکھا ہے۔ اس وقت سے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا چلا آیا ہوں کہ ہمنے جو کام اشاعتِ اسلام کا اختیار کیا ہے اسے ہم کسی طرح کمزور نہیں کر سکتے۔ اور نہ چھوڑ سکتے ہیں۔ آیا یہ دونوں باتیں ایکدوسرے کے متضاد ہیں؟ ایک طرف یہ کہنا کہ قلبِ اسلام پر

حملہ ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہنا کہ ہم اپنے کام کو چھوڑ کر دوسری طرف توجہ نہیں کرینگے۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ قلب اسلام پر حملہ ہوتا ہو تو ہو وہ کمزور ہوتا ہو تو ہو ہمیں اسکی کچھ پرواہ نہیں؟ یہ اعتراض بارہا ہؤا ہے۔ اور میں پھر کہونگا کہ بدقسمتی سے اسی عدم تدبر کا نتیجہ یہ اعتراض ہے جسمیں آج ہماری مسلمان قوم عام طور پر مبتلا ہے۔ جن کیلئے بات بات میں تدبر اور تفکر کا حکم تھا وہ آج قوم کی زندگی اور موت کے سوال پر بھی تدبر سے کام نہیں لیتے اور آنکھیں بند کر کے ایک یا دوسری طرف کودنا چاہتے ہیں۔ حصول خلافت کی جدوجہد کے کونسے پہلو ہیں جنمیں اپنی جماعت کو میں شمولیت سے روکتا ہوں تا کہ اشاعت اسلام کے کام کو جو ایک چھوٹی سی جماعت کر رہی ہے نقصان نہ پہنچے ابتک جو کچھ کوشش ہوئی اس کا خلاصہ ذیل کی دو باتوں میں آسکتا ہے

اوّل گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کی اطلاع میں اس امر کا لانا کہ خلافت مسلمانوں کا ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میموریل میں ہم بھی شامل تھے

دوم جب اسمیں ہمیں کوئی کامیابی نہ ہوئی تو دوسرا ذریعہ اسی مقصد کو حاصل کرنے کا مہاتما گاندھی کی لیڈری میں یہ خیال کیا گیا۔ کہ ہمیں اوّل سوراج کے حاصل کرنے کے لئے پورا زور صرف کرنا چاہئے۔ جب ہمیں سوراج ملجائیگا تو کھوئی ہوئی خلافت بھی دوبارہ آجائیگی۔ اور اب جسقدر کوشش ہے وہ حصول خلافت کیلئے نہیں بلکہ حصول سوراج کیلئے ہے۔ اور یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ اس سے خلافت بھی حاصل ہو جائیگی یہی وہ مسئلہ خلافت کا سیاسی پہلو ہے جس کیطرف جھک جانیسے میں نے اپنے احباب کو روکا ہے اور اسکی میرے پاس وجوہ ہیں۔ اسی ذیل میں سب سے پہلے یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے کہ

کیا ہند میں سوراج مسئلہ خلافت کو حل کردیگا

افغانستان میں اس وقت مسلمانوں کی حکومت ہے۔ ایران میں بھی مسلمانوں

کی حکومت ہے۔ اور بھی بعض ممالک میں مسلمانوں کو کم و بیش سوراج حاصل ہے۔ اگر یہ سب سوراج مسئلہ خلافت کو حل نہیں کر سکے تو ہندوستان میں سوراج کس طرح مسئلۂ خلافت کو حل کر دیگا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر ٹرکی جیسی طاقتور اسلامی حکومت اور آزاد اسلامی حکومت کو قائم نہ رکھ سکی تو ہندوستان میں سوراج مسئلہ خلافت کس طرح حل کر دیگا۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی فوجوں کے جانے سے ہی خلافت کو نقصان پہنچا ہے۔ جب ہندوستان میں سوراج ہو گا تو یہ فوجیں باہر نہ جائینگی۔ اس بات کو ایک حد تک درست مانکو میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا عرب کی غداری سے کم نقصان خلافت کو پہنچا ہے۔ اگر ہندوستان کی فوجیں سارا زور لگاتیں مگر عرب خلافت کے خلاف بغاوت نہ کر دیتے۔ تو یقیناً سلطنت ٹرکی اس حالت کو کبھی نہ پہنچتی۔ اور اگر کچھ طاقت اسکی کمزور ہو بھی جاتی۔ تاہم اسکی سیادت عرب پر قائم رہتی۔ اگر ادنے تدبر سے بھی کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ خلافت کے اہم سوال کو جسقدر عربوں اور ترکوں کے تعلقات آسانی سے حل کر سکتے ہیں۔ اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ اور ہندوستان کے سوراج پر مسئلۂ خلافت کا انحصار رکھنا ایک موہوم اُمید پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھنا ہے جن اسلامی ممالک میں آزاد حکومت ہے۔ وہ تو کچھ مسئلہ خلافت کے حل کرنے میں مدد نہ دے سکے۔ ہندوستان کے مسلمان جو سوراج کے بعد نہ صرف تعداد کے لحاظ سے مغلوب فریق کی حیثیت رکھتے ہونگے۔ بلکہ مال و دولت اور علم کے لحاظ سے اَور بھی زیادہ مغلوب ہونگے۔ اور ایثار اور قربانی کے لحاظ سے جو حکومت کے اصل جوہر ہیں بہت ہی پیچھے ہونگے۔ وہ مسئلہ خلافت میں اسیقدر مُعاون ہونگے جس قدر آج ہو سکتے ہیں۔ آج وہ برٹش امپائر میں ایک مغلوب فریق کی حیثیت میں ہیں ان سے کام لے لیا جاتا ہے۔ مگر ان کی آواز کی بعد میں چنداں پرواہ نہیں رہتی۔ سوراج کے بعد انکی ہندوستان میں یہی حالت ہوگی

یعنے ان سے کام لیلیا جائیگا۔ مگران کے فوائد کے وقت وہ ایک مغلوب فریق ہونگے۔ اور ان سے وہی سلوک ہوگا جو مغلوب فریق سے ہؤا کرتا ہے۔ جو قوم اپنی مشکلات کا حل دوسری قوموں کے سہارے سے سمجھتی ہے وہ جس طرح آج ان مشکلات کے حل میں ناکام ہے۔ اسی طرح کل کو بھی ہوگی۔ سارا انحصار دوسروں کی طاقت پر رکھنا اور اپنی کمزوری کا علاج نہ کرنا وہ غلط راہ ہے جس پر قوموں نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے۔ اور ہمیشہ کھاتی رہینگی۔ پس ہندوستان میں سوراج محض ایک سیاسی مسئلہ رہ جاتا ہے۔ جس کو مسئلہ خلافت کے حل سے چنداں تعلق نہیں۔ ہاں بجائے خود حصول سوراج ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جس کیلئے کوشش کرنا قومی بہتری اور بہبودی سے تعلق رکھتا ہے لیکن اسی جگہ آکر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہم اپنے اصل کام اشاعت اسلام کو حصول سوراج کیلئے جو ایک سیاسی مسئلہ ہے نہ چھوڑ سکتے ہیں نہ کمزور کر سکتے ہیں +

دوسرے ذرائع

جنہیں مسئلہ خلافت کے حل کرنے میں معاون سمجھا جاسکتا ہے ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا مفید ہوگا۔ عدم تعاون یا ترک موالات کی تحریک نے اسباب کا تو فیصلہ کر دیا۔ کہ موجودہ حالات میں مسلمان ہتھیار اٹھانے کے خیالات کو ترک کر چکے ہیں۔ اسلئے اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اور محکوم ہو کر حکومت کے خلاف ہتھیار اُٹھانا یوں بھی تعلیم قرآن کریم اور سُنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اور ویسے بھی جو شخص کچھ بھی غور و فکر سے کام لیگا۔ وہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ کسی شخص کا مسلمانوں کو یہ مشورہ دینا ان کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے کی تعلیم دینا ہے۔ جس چیز کا سامان ہی نہیں۔ اور وہ خفی ... علم نے جس سامان سے یہاں مسلمانوں کو محروم کر دیا ہے۔ اس کا نام لینا قومی گناہ بھی ہے۔ کیونکہ

اس کا نتیجہ سوائے قوم کی بربادی کے کچھ نہیں۔ ہاں ایک ہی صورت شرعاً تھی۔ کہ یہاں سے ہجرت کی جائے۔ اور اس حکومت کے جوئے کو گلے سے اُتار کر پھر آزادی سے کام کیا جائے وہی صورت سامان کے مُیسّر آنیکی بھی تھی۔ مگر سال گذشتہ کا تلخ تجربہ اسباب کے ظاہر کرنے کیلئے بھی کافی ہے کہ ہجرت کیلئے بھی جگہ نہیں۔ اگر ہجرت آج ہماری مشکلات کا علاج ہوتا تو یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے لئے وہ سامان بھی زمین میں پیدا کر دیتا جس طرح اس نے اپنے نبی کیلئے کر دیئے تھے۔ اور اس کا وعدہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغماً کثیراً وسعۃ الخ وہ وعدہ غلط نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ موجودہ حالات عالم ایسے ہیں کہ جن کے اندر قومی طور پر ہجرت کرنا مسلمانوں کیلئے چارہ کار نہیں۔ اور ان لوگوں نے غلطی کی جنھوں نے سال گذشتہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ اب چارہ کار ہجرت اور صرف ہجرت ہے۔ ہجرت بلا شبہ ایک ایسا فعل ہے کہ جو اگر صحیح حالات کے اندر ہو تو کامیابی کی کنجی بن سکتی ہے۔ اور جن لوگوں نے ہجرت کی واقعی اُن کا وہ فعل بھی قابل عزت ہے۔ مگر غلطی ان لوگوں کی ہے۔ جو اس تحریک کے سرپرست تھے جنھوں نے بغیر سوچے سمجھے ہجرت کا فتوےٰ دیدیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ یہ لوگ کہاں جاکر رہینگے۔ خلافت کی امداد روپے سے ایک مفید صورت ہے۔ مگر چونکہ مسلمانوں میں ایثار کی صفت برائے نام رہگئی ہے۔ اسلئے اس طرف کوئی توجہ نہیں سال گذشتہ بیت المال کا رزولیوشن جمعیۃ العلماء میں پاس ہوگیا۔ مگر ہمارے علماء کے رزولیوشن ہماری کانفرنسوں کے رزولیوشنوں سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتے یعنے وہ نرا لفظوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ان پر عملدرآمد کی کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی فکر نہیں کیجاتی۔ بیت المال کا رزولیوشن پاس ہوا۔ کیا آج تک ایک پائی بھی جمع ہوئی؟ کیا اسکے کوئی قواعد بھی بنے۔ کہ جن سے پبلک کو اطمینان

ہو کر ان کا روپیہ محفوظ ہو گا اور ٹھیک موقع پر خرچ ہو گا۔ ہماری بیماری تو یہی ہے کہ قوم میں قوت عمل نہیں اور اب تک قوم اور اس کے رہنماؤں کی توجہ اس بیماری کے علاج کی طرف کوئی نہیں چاہیئے تو تھا کہ مسلمان جس خلافت کیلئے اس قدر جوش دکھاتے ہیں۔ اس میں کروڑوں روپیہ جمع کر کے فوراً بھیج دیتے۔ اس کیلئے کس نے تحریک کی۔ اور کس کو فکر ہے۔ جو کام کرنے کا ہے اسکی طرف قوم کی توجہ نہیں آج اگر بیت المال کا قیام ہی ہو گیا ہوتا تو کیا اس میں ایک کروڑ روپیہ بھی جمع نہ ہو جاتا مسلمانوں میں کہنے والے بہت ہیں کرنے والے نہیں یہی بیماری ہے پھر ہمیں کہا جاتا ہے۔ کہ تم خلافت کیلئے کچھ نہیں کرتے۔ اگر ہمارے چند ہزار روپے پیسے جو اس وقت بہتر..ین مصرف پر خرچ ہو رہا ہے خلافت کا کچھ بن سکتا ہے تو ہم تو اسے بھی قربان کر دیں۔ مگر نتیجہ کیا ہو گا کہ یہ کام بھی نہ رہیگا جو لوگ ہمیں یہ مشورہ دینے کیلئے تیار رہیں۔ کہ ہم اشاعت اسلام کے کام کو ترک کر دیں۔ اور کسی دوسرے کام میں لگجائیں وہ جائیں۔ اور پہلے اُن لوگوں سے ہی دریافت کریں۔ جو تحریک خلافت کے سرپر ہیں۔ کہ کیا وہ ہمیں یہ مشورہ دیتے ہیں یا اسے قوم اور دین کے لئے بجائے مفید ہونے کے کے نقصان رساں سمجھتے ہیں۔ ترکی قوم کے نمائندے خود ووکنگ میں گئے۔ قرآن کریم ترجمہ انگریزی کو بھی انہوں نے دیکھا اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ یہ مفید ترین کام ہے۔ جو اسلام کیلئے ہو سکتا ہے اور اسی کام میں آج مسلمانوں کی کامیابی کا راز ہے۔ اور ہمارے بھولے بھالے بھائی نے سوچے سمجھے ہمیں یہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کے کام کو ترک کر کے تحریک خلافت میں شامل ہو جاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ تحریک خلافت کیا چیز ہے۔ اسلام کی کمزوری کو دور کرنے کا کوئی سامان ہو اصل بات

اسمیں بھی خدمت اسلام ہی پھر کیا یہ سچ نہیں کہ کوئی بھی حالات ہوں۔

اشاعت اسلام سے بڑھ کر اور کوئی خدمت اسلام نہیں

اگر اشاعت اسلام بھی ایک خدمت اسلام ہوتی تو بھی ایک خدمت کے کام کو جو کامیابی سے ہو رہا ہے چھوڑ کر دوسری طرف از سر نو کام میں لگنا کوئی مفید بات نہ ہوتی لیکن حق یہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام سے بڑھ کر نہ کوئی اسلام کیخدمت کا کام ہے۔ اور نہ تحریک خلافت میں اس سے مفید تر کوئی کام اس وقت ہو رہا ہے۔ اور نہ ہی آئندہ اس سے مفید تر کام کی امید ہے۔ جسے ہم کر سکتے ہوں۔ قرآن کریم اشاعت اسلام کے کام کو مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت بتاتا ہے اپنی تاریخ کو ہی اگر دیکھا جائے۔ تو جو کام اشاعت اسلام نے کیا وہ تلوار کبھی نہیں کر سکی۔ عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان جنگ کے ختم ہونے پر اور اشاعت اسلام سے ہوا جب خلافت بغداد انہی ترکوں کے ہاتھ سے کہ اسوقت یہ کافر تھے تباہ ہوگئی۔ اور مسلمانوں کی حالت جہانتک سوال خلافت ہے آج کی طرح ہی ہوگئی۔ تو کوئی تلوار اس خلافت کو واپس نہ لائی بلکہ انہی ترکوں کی گردنیں اسلام کے آگے جھک گئیں۔ اور وہ جو اس کے دشمن تھے جنکے ہاتھ سے اسلام تباہ ہوا تھا وہی اسلام کے خادم ہی نہ بنے۔ بلکہ اسلام کی پہلے سے دوچند شوکت کا موجب بنگئے۔ افسوس کہ ہم میں آج اسقدر ایمان بھی نہیں رہا۔ اور ہم ان لوگوں کو جو اس وقت اسلام کے دشمن نظر آتے ہیں مسلمان کرنے کی ہمت ہار بیٹھے ہیں ہم جنہیں وعدہ دیا گیا تھا لیظھرہٗ علی الدین کلہ کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کریگا۔ آج ہم دینی غلبہ سے مایوس ہوکر سارا زور دوسرے اسباب پر صرف کرنے کی طرف متوجہ ہیں عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منھم مودۃ اسلام کی تاریخ میں بارہا صحیح ثابت ہوچکا اور آج پھر اسی کی

صداقت روشن ہونیوالی ہے۔ ہم دو طرح دنیا میں معزز نہ ہوسکتے ہیں تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرکے اپنی قوم کی عزت بچالیں۔ مگر کون دل آج شہادت نہیں دیتا۔ کہ ہم میں اسکی طاقت نہیں۔ دنیا کے سامان آج اور لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کر بھی لیں تو بھی ہم دوسروں پر غالب نہ ہونگے۔ صرف اپنی مغلوبیت کیحالت سے نکلجائیں گے۔ یہ چھوٹا مقصد ہے اس سے بلند تر مقصد یہ ہے کہ ہم تلوار کا مقابلہ روحانیت سے کریں۔ اور جو ہمیں زور بازو سے مغلوب کررہے ہیں۔ ہم انہیں قوت روحانیت سے مغلوب کریں! اسکے سامان ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اور یقیناً ایسے زبردست سامان ہیں۔ کہ ان کے سامنے گردنیں جھک جائیں۔ مگر ان سامانوں کو ہم استعمال نہیں کررہے اس سے بڑھ کر قوم کی بدقسمتی کیا ہوگی۔ کہ ہمارے ولولے اس چیز کیلئے ہیں جس کا سامان ہمارے پاس نہیں۔ اور جس قسم کا سامان موجود ہے اسکی طرف توجہ نہیں بلکہ اسے آج ایک حقیر شے سمجھا جاتا ہے۔ اشاعت اسلام کا کام آج مسلمانوں کے دلوں میں کوئی ولولہ پیدا نہیں کرتا۔ یہ سب سے پیچھے رکھا ہوا کام ہے۔ حالانکہ اسلام کو جو حالت پیش آئی ہے اسمیں یہی ایک ذریعہ اب اسلام کی شوکت کو زندہ کرنے کا باقی رہگیا ہے۔ ہاں اسے اختیار کرنے کیلئے جس قوت ایمانی کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے۔ وہ قوت ایمانی موجود ہوتی تو ہم اشاعت اسلام کے کرشموں کو دیکھ لیتے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ اشاعت اسلام نہ صرف تحریک خلافت کو زندہ کرسکتی ہے نہ صرف مسئلہ خلافت کا حل ثابت ہوسکتی ہے۔ بلکہ یہ وہ طریق ہے جس پر چلکر

خلافت پہلے سے دوچند شوکت سے قائم ہوسکتی ہے

مگر اس کیلئے قوت ایمانی پہاڑ سے زیادہ مضبوط بکار ہے۔ ہاں پہلے یہ ہوچکا ہے اور دوبارہ یہ ہوکر رہیگا۔ اسلام کی فتوحات روحانی ہمیشہ اسکی فتوحات سے ملکی سے

زیادہ مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ترکوں کو مسلمان بغداد سے مار کر نکال دیتے اور خلافت کو دوبارہ قائم کر لیتے وہ ان کیلئے اتنا مفید نہ ہوتا جسقدر ترکوں کا بغداد میں رہجانا اور مسلمانوں سے میل جول مفید ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جو مسلمانوں پر قوت بازو سے غالب آئے تھے مسلمان ان پر قوت روحانیت سے غالب آئے۔ اور اسلام کی شوکت دوبالا ہوکر چمکی۔ آج وہی حالات ہیں۔ اور مسلمانوں کی یہ مغلوبیت ایک چھپی ہوئی فتح ہے یاد رکھو کہ اسلام کی مغلوبیت اس کے غلبہ کا اصلی راز ہے۔ جب کبھی یہ مغلوب نظر آیا وہی وقت اس کے غالب آنے کا تھا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے بھاگنا وہ کسقدر مایوس کن نظارہ تھا۔ کہ داعئے اسلام آخر کار اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے دل گواہی دیتے تھے کہ اسیوقت سے ہی اسلام کو زندگی ملی۔ اسلئے انھوں نے اپنا سنہ ہی اس وقت سے شروع کیا۔ یہ سب سے پہلی شہادت تھی۔ کہ اسلام کی جسمانی مغلوبیت اس کے اصل غلبہ کا وقت ہے۔ صلح حدیبیہ میں پھر ایک ایسی ہی شہادت ملی۔ کفار نے شرائط صلح میں مسلمانوں کو خوب دبایا یہانتک کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان کے منہ سے یہ لفظ نکلگئے یا رسول اللہ ہمیں دین کے معاملہ میں اس قدر ذلت کے شرائط کیوں قبول کرائے جاتے ہیں۔ ایک شخص پابہ زنجیر آتا ہے وہ اپنی پیٹھ پر کوڑوں کے نشان دکھاتا ہے کہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ مصائب اس پر وارد ہو رہے ہیں۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ہم شرائط صلح کے ماتحت تمہیں نہیں چھڑا سکتے۔ یہ تو آثار مغلوبیت تھے۔ جو زمین پر نظر آرہے تھے۔ مگر آسمان کی آواز یوں گویا ہوئی انا فتحنا لك فتحًا مبینا یہ مغلوبیت نہیں۔ یہ عظیم الشان اور کھلی فتح ہے جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ اور ایک ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تبلیغ اسلام نے وہ کام کر دکھایا جو کسی فتح سے حاصل نہ ہوسکتا تھا خود فتح مکہ جو اسلام کی سب سے زبردست فتح ہے وہ بھی فتح کہلانے کی اسلئے مستحق نہیں کہ اس دن اسلام کی قوت بازو نے کفار کو مغلوب کر لیا۔ بلکہ اسلئے کہ اسدن آنحضرت صلعم کے خلق عظیم نے کفار کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ اور وہ دشمنان اسلام شیدائے اسلام بنگئے۔ اگر انہی

لوگوں کو تلوار کے ذریعہ سے مسلمان کیا جاتا تو وہ جاں نثاریاں وہ کب دکھلا سکتے جو بعد میں انہوں نے دکھائیں ۔ ہاں خود اس وقت جب اسلام کی حالت سخت ہی بیکسی کی نظر آتی تھی جب کفار قرآن کریم کی ان پیشینگوئیوں پر کہ آخر اسلام کامیاب ہوگا ہنسا کرتے تھے یہی دلیل قرآن کریم نے دی ہے کہ

غلبہ دلوں کے فتح کرنے سے ہے

نہ جسموں کے ۔ جب جسمانی طور پر کفر غالب تھا تو فرمایا اولم یروا انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا یہ اسلام کے غلبہ کی پیشگوئیوں پر اتنا تعجب کیوں کرتے ہیں ۔ ان کو یہ بات بعید کیوں معلوم ہوتی ہے کہ کفر آخر کار مغلوب ہوگا ۔ یہ دیکھتے نہیں کہ زمین تو گھٹتی چلی جارہی ہے ۔ اور ان کے بڑے بڑے لوگ اسلام میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ ان کا جسمانی غلبہ ان کے حقیقی غلبہ کی دلیل نہیں ۔ بلکہ اسلام کا روحانی غلبہ اس کے آخر کار غالب آنیکی دلیل ہے ۔ غلبہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو جسمانی طور پر غالب ہیں ۔ ان کے دل اسلام کی صداقت سے کھائے جارہے ہیں ۔ اسکے بڑے بڑے دشمن اسکے آگے سر جھکاتے چلے جاتے ہیں ۔ یہ کیسی سچا ہی اور کیسی سچی دلیل ہے ۔ کہ غلبہ جسمانیت سے نہیں بلکہ روحانیت سے ہے ۔ غالب آنے کا نشان یہ ہے کہ وہ بات دل کو کھا جائے ۔ ظاہری غلبہ کیا شے ہے جسکے متعلق ایک جگہ یوں فرمایا ۔ وتلک الایام نداولھا بین الناس کبھی ایک قوم غالب ہوتی ہے تو کبھی دوسری ۔ اس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا جھوٹے ہیں وہ عیسائی جو آج عیسائی قوموں کے غلبہ سے اور مسلمانوں کی مغلوبیت سے عیسائیت کی صداقت اور مسلمانوں کی غلطی کی دلیل لیتے ہیں ۔ کیا جب تین سو سال تک عیسائیت رومن امپائر میں مغلوبیت کی حیثیت میں تھی اسوقت وہ مذہب جھوٹا تھا ۔ اور آج اپنے دنیوی اقتدار سے یہ سچا ہوگیا ۔ صداقت کا نشان یہ ہے کہ اسلام

کے خلاف اسقدر زہر پھیلا ہؤا ہونے کے باوجود اور مسلمانوں کی موجودہ مغلوبیت کے باوجود قرآن پاک کی صداقت اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور دلکش نقوش دلوں کو کھاتے چلے جارہے ہیں۔ اور عیسائیت کے سارے اقتدار کے باوجود اسکی ساری فتوحات ملکی کے باوجود اسکے سارے مال و دولت کے صرف کے باوجود اسکے سارے لٹریچر کی اشاعت کے باوجود دلوں پر اس کا تصرف نہیں ہونے پاتا ایک مذہب اپنی مغلوبیت کے باوجود اپنے فاتحین کے دلوں کو کھاتا چلا جارہا ہے اور دوسرا مذہب اپنی فتوحات ظاہری کے باوجود اپنے پیروؤں کے دلوں کے اندر سے بھی اپنی حکومت کو کھو رہا ہے۔ اور مفتوح قوموں کے دلوں پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں۔ کاش مسلمان تھوڑا سا زور اشاعت اسلام پر لگا کر دیکھتے۔ کہ اس سے کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اسلام فاتحین کے دلوں کو ہاں مخالفین کے دلوں کو کھانا شروع نہ کر دیتا تو پھر اشاعت کی طرف سے مایوس ہو کر اور راہ اختیار کر لیتے۔ مگر یہ کیسی بدقسمتی ہے کہ نہ صرف خود توجہ نہیں کرتے بلکہ جب ایک مجدد وقت نے ایک جماعت کو اس کام کیلئے تیار کیا اور اس کام پر لگایا۔ اور صرف اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنائی تو اسکی راہ میں بھی روڑے اٹکائے جارہے ہیں۔ مجذوبوں اور مجنونوں کے پیچھے لوگ لگیں کوئی انہیں بُرا نہیں کہتا۔ مگر مجدد وقت کے پیچھے لگ کر اشاعت اسلام کو اپنا نصب العین بنانا اتنا بڑا جرم ہے کہ عیسائی ہو جانا بھی اس کے برابر جرم نہیں۔ پھر ایک چھوٹی سی قوم جو اس غرض کیلئے تیار ہوئی جنکو اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ایک شخص نے بتایا کہ اسلام کی کامیابی کا راز صرف اشاعت اسلام میں مضمر ہے۔ ہمیں ہو کر بھی اگر کوئی شخص اپنی پوری توجہ اس پر صرف نہ کرے۔ اور ادھر اُدھر جھانکنا شروع کرے کہ شائد فلاں راہ سے اسلام غالب آئیگا اور فلاں کام کو کر کے ہم بادشاہ بنجائینگے تو سوائے اسلام کی حالت پر رونے کے اور کیا کیا جائے ہمیں تو ہر ایک اس کام سے ہمدردی ہے اور یقیناً ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی کچھ بھی بھلائی نظر آتی ہے خواہ وہ تھوڑی ہی بھلائی ہو

اسی لئے ہماری انجمن نے جب یہ اعلان کیا کہ ہم اشاعت اسلام کے کام کو ہی مقدم سمجھتے ہیں۔ اور اسکو کسی دوسرے کام کیخاطر نہ چھوڑ سکتے ہیں نہ کم زور کر سکتے تو نیز بھی ساتھ ہی اعلان کیا تھا کہ ہمیں

ترک موالات کے بعض پہلوؤں سے بھی ہمدردی ہے

اسلئے کہ ان میں اسلام کا فائدہ تھا اور مسلمان قوم میں کچھ اخلاق فاضلہ کیطرف قدم اُٹھتا نظر آتا تھا۔ مثلاً یہ کہ جھوٹی عزت کی خواہش دل سے نکالی جائے جسے ہم حکام کے دروازوں پر جاکر طلب کرتے ہیں۔ اور اس جھوٹی عزت کیخاطر اپنا دین و ایمان تک بیچنے کو تیار رہ جاتے ہیں۔ ہمنے عزت اس کو سمجھا ہوا ہے جو حکام کے دروازوں پر ذلت اُٹھانے سے ملتی ہے۔ حالانکہ ہماری پاک کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ عزت صرف خدا کے آگے جُھکنے سے ملتی ہے۔ یا مثلاً یہ کہ اگر ہم اپنے مقدمات کا فیصلہ قرآن و حدیث سے کر سکتے تو کسقدر خوشی کا مقام تھا ہمارا روپیہ بھی برباد ہونے سے بچتا اور ہم عملاً قرآن و حدیث پر چلنے والے بھی ہوتے یا مثلاً یہ کہ ہم اپنی خوراک میں لباس میں رہائش میں اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنت پر عمل کرتے ہوئے سادگی اختیار کرتے اور اُن غیر مُلکی اشیاء کو جن کے استعمال نے مسلمان قوم کو اسراف میں ڈال کر تباہ کر دیا ہے ترک کرتے۔ ہاں ترک موالات سے جو پہلو نقصان دہ نظر آئے۔ ان میں اختلاف بھی کیا اور علی الاعلان کیا۔ مثلاً تعلیم کے معاملہ میں جہاں خود اپنی قوم کو نقصان پہنچتا نظر آتا تھا۔ اور نقصان پہنچا۔ ہم نے اپنی آواز اُٹھائی یا مثلاً اس معاملہ میں کہ ہمسایہ قوم سے تعلق محبت اور اتحاد پیدا کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے ہو لیں۔ کیونکہ اسی دوسری قوموں کا سہارا تلاش کرنے کی عادت نے ہمیں پہلے بھی تباہ کیا۔ اور پھر بھی تباہ کریگی۔ دوسری قوموں سے تعلق محبت پیدا کرنا عین اسلام کی تعلیم ہے یہانتک کہ ہمارے مذہب کا اصول یہ بتادیا گیا کہ ہر قوم کے بزرگوں کی عزت کریں۔ مگر مسلمانوں

کی نجات صرف ایک ہی طرح ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کو مضبوط کریں جہاں دوسروں سے محبت پیدا کرتے ہیں اپنوں میں محبت پیدا کرنے پر اس سے بھی وہ چند زور لگائیں۔ اور اتحاد اسلامی کی بنیاد کو سب سے بڑھ کر مضبوط کریں ایسا ہی جب ہجرت کی تحریک شروع ہوئی تو ہم نے اس وقت بھی یہی کہا تھا کہ ہجرت خود ایک قابل عزت فعل ہی مگر حالات موجودہ میں ہجرت کرنے کا فتوےٰ درست نہیں۔ اسلئے کہ عملاً یہ بات ناممکن ہے۔ اسی میانہ روی کے اختیار کرنے کی وجہ سے کوئی ہمیں یہ الزام دیتا ہے کہ مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے ہم یہ کچھ کر رہے ہیں۔ اور کوئی یہ الزام دیتا ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے خلاں راہ اختیار کر رہے ہیں۔ لوگوں کی زبان سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اپنے بھائیوں کی نیت پر حملہ کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہونا چاہیئے ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مدنظر ہے۔ جس کام میں ہم اسلام کی بھلائی دیکھنے اور یقین کرتے ہیں جس طرح اسکی حمایت میں آواز اُٹھانے سے گورنمنٹ کا خوف نہیں کرتے اسی طرح جس کام میں اسلام اور مسلمانوں کا نقصان دیکھتے ہیں اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کی ناراضگی کی پرواہ نہیں۔ ہاں یہ ہمارا ایمان ہے کہ اصل کامیابی اُسی راہ میں ہے جو

حضرت موسیٰ کو فرعون کے مقابلہ پر

بتائی گئی تھی۔ فرعون اور موسیٰ کے حالات کو موجودہ حالات پر چسپاں کرنیوالے تو بہت ہیں۔ مگر ان حالات سے جو سبق ملتا ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں۔ جب فرعون نے حکم دیا: ل سنقتل ابناءهم ونستحي نساءهم وانا فوقهم قاهرون۔ ہم بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کریں گے۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھینگے۔ اور ہم ان پر غالب

نہیں - تو حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے کیا علاج بتایا کیا یہ کہا تھا - کہ فرعون کے ساتھ جنگ کرو - یا اُس سے بغاوت کرو - بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو یوں ہدایت فرمائی قال موسیٰ لقومہ

استعینوا باللہ واصبروا

یعنے تمہارے لئے ایک ہی کامیابی کی راہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر جُھک جاؤ - اور اسی سے مدد مانگو - اور جو مصائب آئیں انہیں صبر سے برداشت کرو - یہی راہ اپنی قوم میں قوّت پیدا کرنے کی ہے - کیوں آج ہمارے بھائی اس راہ کو دوسری سب راہوں پر مُقدم نہیں کرتے - کیوں اپنی قوم کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے - اور سارا زور دوسری قوم کا سہارا تلاش کرنے پر ہے - جب اپنے اندر طاقت پیدا کرنے کی ہی فکر نہیں - تو دوسری قوم کے مقابل زور خاک لگا سکتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ ہماری تجاویز میں سے اکثر کا انجام ناکامی ہے - غیر اللہ کا خوف اور غیر اللہ کی خوشی حاصل کرنے کی کوشش یکساں گناہ ہے - خواہ وہ غیر اللہ حُکّام وقت ہوں - اور خواہ اپنے ہی مسلمان بھائی ہوں کلمۂ حق بلا خوف لومۃ لائم کہنا یہ اصل ضرورت ہے - مگر ہم ایک بات کے ترک کی طرف قدم اُٹھانے کے باوجود دوسری کیطرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے ہم میں سے جس طرح بہت لوگ ایسے ہیں جو عزت کی خاطر حُکّامِ وقت کی خوشامد کرتے ہیں - اسی طرح بہت ہیں جو صرف پبلک کی خوشامد کو اپنا اصُول بنائے ہوئے ہیں - میانہ روی جو اسلام کی تعلیم ہے یہ دونوں راہیں دُور ہیں - اپنی قوم سے ہمدردی کا دوسری قوم سے سلوک کا خواہ وہ دشمن قوم ہو کیا اصُول قرآن کریم نے سکھایا ولا یجرمنکم شنآن قوم صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا

علی الاثم والعدوان کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تمہیں خانہ کعبہ سے روکا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُن کے خلاف زیادتی کرو۔ اور نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی میں ایکدوسرے کی مدد مت کرو۔ اب دیکھو مسلمانوں کی دشمنی میں جو قوم کوئی سخت سے سخت کام کر سکتی ہے۔ وہ خانہ کعبہ سے اُن کا روکنا یا اس پاک گھر کے متعلق انہیں صدمہ پہنچانا ہے۔ مگر ایسی قوم کا ذکر کر کے بھی فرمایا کہ انصاف کو ان کے مقابلہ میں بھی ہاتھ سے نہ دو۔ ان کے خلاف بھی زیادتی مت کرو یہ وہ پاک تعلیم ہے۔ جس پر قرآن مجید چاہتا ہے کہ ہم قائم ہوں مگر ہم جسطرح خوشامد میں ایک وقت حد سے نکلجاتے ہیں۔ دوسرے وقت اعتداء کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی اصل غرض چونکہ انسانوں کی اصلاح ہے۔ اسلئے اعلےٰ درجہ کی میانہ روی کا اصول سکھایا ہے۔ یہی وہ اخلاق ہیں جو اگر مسلمانوں سے ظاہر ہوں تو دوسری قوموں کی گردنیں ان کے اخلاق کے سامنے جھک جائیں۔ مگر ان اخلاق پر قائم ہونا اور دوسروں کو قائم کرنا ایک مشکل راہ ہے۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمان بھائیوں کو اسی میانہ روی پر چلنے کی توفیق دے۔ بالآخر میں یہ کہونگا کہ جب خلافت جسمانی اس کمزوری کیحالت کو پہنچگئی تھی تو مسلمانوں کو چاہئے تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت روحانی کی طرف متوجہ ہوتے مگر انہوں نے اس دوسرے سلسلہ کو ہاں خدا کے قائم کردہ سلسلے کو لغو قرار دیکر اپنی توجہ کو اس طرف سے ہٹالیا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے بھی جو انسانوں کے اعمال کے مطابق انکو پاداش دیتا ہے انکو اسی حالت میں چھوڑ دیا ہے جس میں وہ خود داخل ہو گئے ہیں۔ اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون۔

ہری ولا شملہ
یکم ستمبر ۱۹۲۱ء

محمد علی

اہل کتاب

(از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم)

ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی ھی احسن الا الذین ظلموا منھم وقولوا اٰمنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم والٰھنا والٰھکم واحدٌ ونحن لہ مسلمون

ترجمہ۔ اور اہلکتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو۔ مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی شائستہ ہو۔ ہاں جو لوگ ان میں سے زیادتی کریں۔ اور کہو کہ جو کتاب ہم پر نازل ہوئی۔ اور جو کتابیں تم پر نازل ہوئیں۔ ہم تو سبھی کو مانتے ہیں۔ ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں +

وان الذین اورثوا الکتٰب من بعدھم لفی شک منہ مریب ۰ فلذٰلک فادع ج واستقم کما امرت ولا تتبع اھواءھم وقل اٰمنت بما انزل اللہ من کتٰب وامرت لاعدل بینکم ط اللہ ربنا وربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا وبینکم ط اللہ یجمع بیننا والیہ المصیرۃ

ترجمہ۔ جو لوگ اگلوں کے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔ وہ دین اصلی کی طرف سے شک و شبہ میں پڑے ہیں۔ تم تو اسی دین کی طرف بلاتے رہو جیسا تم سے فرما دیا گیا اس پر قائم رہو۔ اور انکی خواہشوں پر نہ چلو اور ان سے کہدو کہ کتاب سے جو کچھ خدا نے اتارا ہے۔ اور جو کچھ مجھ حکم ملا ہے تمہارے درمیان انصاف کروں اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ ہمارا کیا ہم کو اور تمہارا کیا تم کو۔ ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں۔ اللہ ہی قیامت کے دن ہم کو جمع کریگا۔ اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے +

اکثر جاہل لوگ جنہیں اصلی واقعات سے واقفیت نہیں یہ تو کہیتے ہیں کہ اسلام

مذہبی تعصب تھا۔ اور تمام غیر مسلموں کو خداوند تعالیٰ کے احاطہ رحم سے باہر سمجھتا ہے لیکن قرآن شریف میں ہم پڑھتے ہیں کہ لا اکراہ فی الدین مذہب میں جبر نہیں ہونا چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ اسلام دیگر مذاہب سے مختلف ہے۔ جہالت سے ہی مذہبی تعصب پیدا ہوتا ہے۔ زمانہ سلف کے پادریوں نے یہ ٹھان لی کہ عوام کو مذہب سے بالکل ناواقف رکھا جائے۔ اسلئے تاریخی واقعات اور روحانی امور کو ان سے پوشیدہ رکھا گیا۔ یہودی شرع موسوی کا کبھی خود مطالعہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسکی تشریح ربی ہی کیا کرتے تھے۔ عیسائیوں کو بھی انجیل پڑھنے کی اجازت نہ تھی ان کو حضرت مسیح اور پادریوں کو نجات کا وسیلہ ماننے کیلئے کہا جاتا تھا جان کیلئے دعا مانگتے اور انہیں انجیل سمجھاتے تھے۔ پادریوں نے عوام کی جہالت سے عمل و ایمان کی آزادی اور دوسرے مذاہب کے خلاف ایک ہتھیار کا کام لیا۔ اس طرح صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور یورپ سے بیشمار دیندار مگر جاہل لوگ ایشیا پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت کے پادریوں نے جاہل لوگوں کے دلوں میں بیجا جوش پیدا کر کے ایک خطرناک جنگ کا سلسلہ شروع کردیا جسمیں لاکھوں جانیں تلف ہوگئیں۔ آخر کار ایکدن آگیا جب پادریوں کی خوشامد یا انکی دھمکی لوگوں کو لڑائی پر آمادہ نہ کرسکی۔ لیکن پھر انھوں نے سازشیں شروع کیں اور خونریزی کا علم اٹھایا۔ لیکن اس دفعہ (Heretics) یا ملحدوں کے خلاف بلند ہوا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک یورپ خون میں غلطاں ہوگیا ہزاروں جلائے گئے۔ اور ان کو پادریوں کے حکم سے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں اس کا سبب صرف یہی تھا۔ کہ صلیبی جنگوں کے بعد عوام کو تھوڑا سا علم آگیا تھا۔ اور پادریوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ علم خطرناک ہے۔ یہاں ہم اپنے قارئین کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اس زمانے میں عمل و ایمان کی آزادی عیسائی ممالک میں بالکل مفقود تھی۔ کیونکہ حضرت مسیح کی تعلیم کا تو بالکل نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ اور اسکی بجائے پادریوں نے ایک نئی عیسائیت کی بنیاد رکھی تھی۔ میں ہرگز

اس ظلم کو حضرت مسیح کی تعلیم کا نتیجہ نہیں کہتا۔ کیونکہ موجودہ عیسائیت تو حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس طوفان کے دوران میں جس نے تمام مغربی دنیا کو خون میں غرق کر رکھا تھا ایک عیسائی شاعر نے یہ آواز اٹھائی ہے۔ کہ صرف ایک ہی عیسائی دنیا میں تھا جو صلیب پر فوت ہو گیا۔ کیا یہ اس بات کا اقرار نہیں کہ حضرت مسیح کا مذہب شروع میں ہی ضائع ہو گیا۔ اگر اس شاعر نے اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا تو اسے یہ معلوم کر کے کس قدر خوشی ہوتی کہ آج بھی حضرت مسیح کا مذہب زندہ ہے۔ اس زمانہ میں صرف مذہبی تعصّب کی وجہ سے عیسائیوں نے ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ان عیسائیوں کے پاس ہمارے ہم مذہبوں سے سلوک کرنے کے لئے کوئی ہدایت موجود نہ تھی۔ پرانے عہد نامہ میں لکھا ہے "تو ان میں سے ہر ایک کو قتل کر اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ" نئے عہد نامہ میں درج ہے کہ حضرت مسیح نے کہا میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس گلہ سے تعلّق نہیں رکھتیں۔ لیکن نئے عہد نامہ میں عیسائیوں کیلئے کوئی ہدایت نہیں۔ کہ وہ دوسری بھیڑوں سے کیسا سلوک کریں۔ اگر ہم حضرت مسیح کے دوسرے الفاظ کو ہی لیں جو نئے عہد نامے میں درج ہیں جہاں آپ نے تمام غیر یہودیوں کو سگ کہا ہے۔ اور اپنے پیروؤں کو سوائے یہودی شہروں کے دوسری جگہ داخل ہونے سے روکا ہے حضرت مسیح نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ "میں صلح نہیں بلکہ تلوار لایا ہوں"۔ اگر ہم صفائی سے فیصلہ کریں تو اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ اس کتاب میں جس کو انجیل مقدس کہا جاتا ہے شروع سے اخیر تک کہیں بھی کوئی ایسا حکم نہیں ملتا جو عیسائیوں کو غیر مذاہب رکھنے والوں سے حسن سلوک یا برادرانہ تعلقات کی تلقین کرتا ہو بلکہ بدقسمتی سے بہت سے مقامات ایسے موجود ہیں جہاں سے یہ تخیل ہو سکتا ہے کہ عیسائی دوسروں سے مذہبی تعصب رکھیں۔ یہ واقعی ایک رنجدہ امر ہے کہ باوجود یورپ میں عیسائیت کو رائج ہوئے دو ہزار برس گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ کونسا مذہب تعصب کا حامی ہے۔ آج ایک پادری مسلمانوں کو ہرگز

گرجا میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیگا۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلعم نے عیسائیوں کو مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی چند سال ہوئے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ باکو کی مسجد میں ایک مسلمان ملا اور امریکن پادری مسلمان اور عیسائیوں کی جماعت کو وعظ کرتے تھے کیا انگلینڈ کا ایک متعصب پادری ایک مسلمان کو اپنے منبر سے وعظ کرنے کی اجازت دیگا۔ ہمارے عزیز بھائی حاجی خواجہ کمال الدین نے لنڈن میں یونیٹیرین گرجا (Unitarian Church) کے منبر سے وعظ کیا لیکن کیا ایک ٹرینیٹیرین گرجا (Trinitarian Church) اپنے دروازے ان کے لئے کھولتا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں جہاں تک میرا خیال ہے وہ ہرگز نہ کھولتا۔ آج بھی عیسائیت میں اس قدر تعصب موجود ہے یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انجیل بھی دوسرے مذہب کے لوگوں سے تعلق رکھنے کی اجازت نہیں دیتی لہٰذا تاہم اسکا الزام ان نامعلوم الاسم لوگوں پہ لگائیں گے جنہوں نے انجیل کی کتابوں کو تصنیف کیا۔ اسلام میں آکر قرآن کریم کو پڑھنا کیا خوشگوار یہ معلوم ہوتا ہے۔ جس کی تعلیم ہے کہ ہم دوسروں سے نفرت نہ کریں۔ بلکہ ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کریں ہمیں ان کو بتانا چاہئے کہ ہم ان کے دشمن نہیں۔ اور نہ ہی ان کو خداوند تعالیٰ کے رحم سے باہر سمجھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت میں ہم سب ایک ہی ہیں۔ ہمارے درمیان فساد نہیں ہونا چاہئے ہم ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ یہاں عیسائیوں اور یہودیوں کو بتایا گیا ہے کہ خدا تنگدلی سے کسی کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ رب العالمین ہے۔ یہ بے تعصبی اور سچائی کا پیغام ہے جو دنیا میں امن اور صلح قائم کرنے کے لئے آیا۔ اس پیغام کو نبی کریم صلعم لے کر آئے۔ اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دنیا میں اس کی اشاعت کرے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا تمام مخلوق خدا کا ایک خاندان ہے۔ اور وہی انسان خدا کو محبوب ہے جس کی ذات سے بنی نوع انسان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ خدا کی طرف سے ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ہدایت اور سچائی کو دنیا میں پھیلائیں۔

قرآن کریم میں ان صاف الفاظ میں اہلکتاب کو کہا گیا ہے۔ یا اھل الکتٰب

قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرًا مما کنتم تخفون من الکتب ویعفوا عن کثیر ۔ قد جاءکم من اللہ نور وکتب مبین ۔ یھدی به اللہ من اتبع رضوانه سبل السلم ویخرجھم من الظلمت الی النور باذنه ویھدیھم الی صراط مستقیم ۔ ترجمہ ۔ اے اہلکتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے ۔ اور کتاب میں سے جو کچھ تم چھپاتے رہے ہو وہ ان میں سے بہت کچھ تم سے صاف صاف بیان کرتا ہے ۔ اور بہتیری باتوں سے چشم پوشی کرتا ہے ۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور قرآن مبین آچکا ہے ۔ جو لوگ خدا کی رضامندی کے طلبگار ہیں ۔ ان کو اللہ قرآن کے ذریعہ سے سلامتی کے راستے دکھلاتا ہے ۔ اور اپنے فضل سے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ۔ اور ان کو راہ راست دکھاتا ہے +

پھر ہم پڑھتے ہیں :-

یا اھل الکتب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر (ترجمہ ۔ اے اہلکتاب جب رسولوں کا آنا مدتوں تک ناغہ رہا تو ہمارا رسول تمہارے پاس آیا جو تم سے صاف صاف بیان کرتا ہے مبادا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی خوشخبری سنانے والا آیا اور نہ ڈرانیوالا

قرآن کریم کس خوبی سے ہمیں دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے ہم اور لوگوں کی نسبت جن کے پاس کوئی ہدایت نہیں کس قدر غنی ہیں یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی اس ہدایت کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو یقینًا وہ خاسرین میں سے ہیں ۔ ان کے لئے قرآن میں ایک وعدہ ہے " ولو ان اھل الکتب امنوا واتقوا لکفرنا عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنت النعیم ۔ ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم (ترجمہ) اور اگر اہلکتاب ایمان لاتے اور ڈرتے

تو ہم ان سے ان کے گناہ ضرور اُتار دیتے . . . . اور ان کو باغوں میں بھی ضرور داخل کرتے - جن میں نعمتیں موجود ہیں - اور اگر یہ توریت اور انجیل پر اور ان پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے اتری ہیں قائم رہتے تو ضرور اوپر سے اور پاؤں کے تلے سے کھاتے +

اسلامی تعلیم کے ماتحت مسلمان ہمیشہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں - یہی وجہ ہے کہ آج سینکڑوں گرجے اور یہودی معبد موجود ہیں - اور ہزاروں عیسائی اور یہودی اسلامی سلطنت میں پرامن زندگی بسر کر رہے ہیں - اسلام تو تعصب کی اجازت نہیں دیتا

آخر میں میں تمام غیر مسلموں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ قرآن پر غور کریں اور اگر مسلمانوں سے بحث کریں تو صلح کی خاطر ہو -

مسلمانوں سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ اشاعت اسلام کیلئے سعی بلیغ کریں - جیسے ان کے آبا و اجداد نے کی - اور اس دن کو قریب لے آئیں جب کہ تمام ممالک میں آفتاب اسلام درخشاں ہو اور سب دُنیا میں امن و صلح اور اخوت انسانی قائم ہو جائے +

قربانی کا آغاز اور ترقی

(از قلم جناب محمد صادق ڈڈلے رائیٹ نومسلم)

فارس کی ایک روایت کے مطابق تمام ذی رُوح مخلوق ایک مقدس بیل کے خُون سے پیدا ہوئی جسے مِتھرا نے قربانی کیا۔ مِتھرا صرف خالق ہی نہیں۔ بلکہ انسان اور خالق کے درمیان وہ شفیع کا رُتبہ بھی رکھتا ہے۔ وہ بدی کو فتح کرنیوالا اور رُوحوں کی حفاظت کرنیوالا تھا۔ یونانیوں کے خیال کے مطابق قربانی سے دیوتاوں کے ساتھ رشتہ قائم ہو جاتا تھا رومن لوگوں کے درمیان بھی قربانی کا یہی مقصد ہوا کرتا تھا۔ وہ ایک بیل کی قُربانی کرتے تھے۔ اور اُس کے خُون کو قُربانی دینے والے کے سر پر بہاتے تھے۔ جو ان کے خیال کے مطابق دیوتا ہو جاتا تھا۔ رومن لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ کفارہ سوائے خُون کے نہیں ہو سکتا اور کسی کی قربانی سے ہی دوسروں کو نجات ملسکتی ہے۔ اسی عقیدے سے موجودہ عیسائیت نے کفارے کا مسئلہ تراش لیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے بالکل برخلاف ہے، حضرت مسیح کسی نئے مذہب اور عقائد کی بُنیاد رکھنے نہیں آئے تھے بلکہ آپ مذہب کو مکمل کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ آپ نے کوئی نئے عقائد نہیں سکھلائے۔ بلکہ آپ اپنے وقت کے مصلح تھے۔ اور آپ کا کام حقوق العباد اور حقوق باریتعالیٰ کو لوگوں پر ظاہر کرنا تھا۔ نبی کریم صلعم کی بعثت کا بھی یہی مقصد تھا۔ اور یہی مقصد تمام انبیا کا ہونا ہے حضرت مسیح کے اولین پیرو کرسچین کہلاتے تھے۔ کرائسٹ (Christ) کوئی نام نہیں۔ بلکہ لقب ہے جو ایک روحانی معلم کیلئے موزوں ہے +

پہلے پہل مسئلہ کفارہ کی تعلیم انسلم نے دی جس کو اس نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا۔ انسان نے خدا کے خلاف گناہ کیا۔ اور گناہوں کا بوجھ اسقدر زیادہ ہو گیا کہ تمام نیکیاں بھی ان کے اثرات کو دُور نہیں کر سکتیں اسلئے خُدا کیلئے یہ ضروری ہو گیا وہ انسانی لباس میں نازل ہو۔ اور انسانوں کے گُناہ کے عوض قربانی ہو جائے۔ اس شر انگیز مسئلہ نے دہریت پھیلانے میں بہت مُعاونت کی ہے۔ گریگوری نے بھی یہی عقیدہ اپنے خطبوں میں بیان کیا۔ اور اُسکی ایک تحریر جو اس نے سینٹ جیروم کو لکھی قابل غور ہے +

صرف تھوڑی سی لفاّفی لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ وہ جسقدر کم سمجھتے ہیں اسیقدر زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا اور کلیسیا کے بزرگوں نے اکثر وہ باتیں کہی ہیں جن کو وہ درست نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسلئے کہیں کہ وہ موقعہ ومحل کے مطابق تھیں۔ کلیسیا کے پادریوں نے اپنی مطلب براری اور خودغرضی سے موقع اور ضرورت کے مطابق جو چاہا کہدیا۔ یہ فرقہ ہر ملک میں اسی اصُول پر کاربند رہا ہے۔ پادریوں کی یہ تعلیم ہے کہ لوگ ان کے ذریعہ سے ایک انسانی قُربانی کے ذریعہ خدا کے احکام اٹل قوانین کو بدل سکتے ہیں۔ ہم مسلم ایسی تعلیم کو ہرگز نہیں مانتے۔ خداوند تعالےٰ بغیر کسی عوض اور بدلے کے اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے۔ انسان خدا کو رشوت نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ خدا کو کسی نعمت کے عوض کچھ بدلے میں دے سکتا ہے۔ خداوند تعالےٰ تو رحمن اور رحیم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق "نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کیجائے۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا (استثنا باب ۲۵ آیت ۱۶) قرآن کریم بھی اسی عقیدے کو بیان کرتا ہے کہ لا تزرو وازرۃ وزر اخری ہ وان لیس للانسان الا ما سعی (ترجمہ) کوئی شخص بھی کسی دوسرے کا بوجھ اُٹھانے والا نہ ہوگا۔ اور انسان کے لئے کچھ نہیں سوائے اس کے کہ جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے +

من اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها

ترجمہ ؛۔ جو کوئی ہدایت پر چلتا ہے اس کے اپنے ہی نفس کیلئے ہے اور جو گمراہ ہو جاتا ہے وہ اپنے اوپر ہی گمراہی لیتا ہے +

ہم جو مثال اعمال کے ذریعہ پیش کرتے ہیں۔ اس کا اثر دوسروں پر ضرور ہو گا لیکن ہم دوسروں کی کمزوریوں کے ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ نئے عہد نامہ میں درج نہیں۔ کہ یسوع حکمت اور قدوقامت میں اور خدا کی اور انسان کی مقبولیت ترقی کرتا گیا (لوقا باب ۲ آیت ۴۵) اور انکی نجات کے بانی کو دکھوں کے ذریعے سے کامل کرے (عبرانیوں باب ۲ آیت ۱۰) اگر ہم نئے عہدنامہ میں حضرت مسیح کی زندگی کو نے تعصبانہ نگاہ سے دیکھیں تو ہمیں اسی نتیجہ پر آنا پڑیگا۔ کہ آپ کو اس ذمہ داری کے بوجھ کا جو ایک نبی پر ڈالا جاتا ہے بہت احساس تھا۔ لیکن آپ حضرت آدم کے زمانے سے دنیا کے آخر تک تمام بنی نوع انسان کے گناہوں کے ذمہ دار نہ تھے۔ کوئی انسان بھی اس بارگراں کو اپنے کندھوں پر نہیں اٹھا سکتا۔ کفارہ کا مسئلہ خداوند تعالیٰ کی صفت رحیمیت اور رحمانیت کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ خداوند تعالیٰ کی بخشش اور فضل کو محدود کر دیتا ہے۔ حالانکہ وہ لامحدود ہیں۔ خداوند تعالیٰ بغیر کسی قربانی کے رحم کر سکتا ہے۔ اور وہ کرتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی وجہ سے ہوئی کہ یہ غلط فہمیاں جو حضرت مسیح اور انبیا کی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں دور ہو جائیں +

لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں۔ کہ اسلام نے بھی تو قربانی جائز رکھی ہے۔ یہ صحیح ہے۔ نبی کریم صلعم نے خود بھی قربانی دی۔ اور اب تک بھی تمام مسلمان قربانی دیتے ہیں۔ حج کے موقعہ پر بھی ہر ایک انسان کو ایک جانور کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس فعل سے مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ قربانی انسان کو سکھاتی ہے کہ حق کی خاطر وہ اپنی جان تک بھی قربان کر دے۔ دوسرا سبق رضائے الٰہی کی کامل فرمانبرداری ہے جو ہم قربانی سے

سیکھتے ہیں۔ خدا کا شکر ادا کرنے کیلئے بھی قربانی کیجاتی ہے لیکن کبھی بھی جانور کا گوشت آگ میں نہیں جلایا جاتا۔ بلکہ غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جس سے احکام الٰہی کی فرمانبرداری بنی نوع انسان کی خدمت ظاہر ہے۔ گناہوں کا کفارہ یہی ہے ان بد افعال کو ترک کر دیا جائے۔ تاکہ انسان کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے گناہوں کا کفارہ نیکی سے ہو سکتا ہے خون سے نہیں جو صفات الٰہیہ پر ایک افترا ہے کوئی عبادت اور نیک اعمال بغیر قربانی کے ممکن نہیں۔ یہ انسان کی اپنی قربانی کو چاہتے ہیں۔ نہ کسی جانور۔ انسان یا خدا کی +

غزوات نبوی

نمبر ۱۳

یہود سے جنگ

از قلم مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے مسلم مشنری ووکنگ انگلستان

کعب بن اشرف نبی کریم صلعم کی جان کے درپے تھا۔ اب تک تو مسلمان باوجود اسکی عہد شکنی کے صبر کرتے رہے لیکن اب ایسا وقت آگیا تھا کہ ان کا چپ رہنا تمام مسلمانوں کیلئے خطرے کا موجب تھا۔ تمام مسلمان نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ نبی کریم صلعم نے اجازت دیدی۔ اور کعب بن اشرف قتل کر دیا گیا چند اور واقعات بھی ایسے ہو گئے جنکے سبب یہودیوں کے کینے کی آگ اور زیادہ مشتعل ہو گئی۔

تاریخ اسلام میں بنی کنوکا کے یہودی قبیلے کا نکالا جانا ایک مشہور واقعہ ہے۔ اکثر یہودی قبائل تجارت میں مشغول تھے۔ اور دولت کے ہمراہ جو برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ بھی انمیں موجود تھیں لیکن بنی کنوکا کے اخلاق خاص طور پر گرے ہوئے تھے وہ اکثر بغاوت اور جھگڑے فساد کیا کرتے تھے۔ ایکدن ایک مسلم لڑکی گاؤں سے دودھ لیکر انکے بازار میں بیچنے کیلئے آئی یہودی نوجوان نے

عورت کی عزت اور تہذیب کے خیالات کو بالائے طاق رکھکر اس لڑکی کی توہین کی ایک مسلمان پاس سے گزر رہا تھا۔ وہ اُس لڑکی کی طرف سے کھڑا ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی جسمیں ایک یہودی مارا گیا۔ اس پر یہودیوں کی ایک جماعت نے اس مسلمان پر حملہ کر دیا۔ اور اُسے وہیں مار ڈالا۔ اب یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک سخت لڑائی ہوئی جسمیں دونوں جانب کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ نبی کریم صلعم کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ فوراً موقعہ پر پہنچے اور اپنے لوگوں کا غصّہ فرو کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پھر آپ بنی کنوکا کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا کہ آیندہ پھر وہ ایسے فساد برپا نہ کریں۔ تاکہ انکی سرکشیوں کی وجہ سے ان پر وہی مصیبت نازل نہ ہو۔ جو قریش پر جنگ بدر میں ہوئی۔ اس پر انہوں نے جواب دیا اے محمد ہم قریش کی طرح نہیں ہیں۔ اگر تم جنگ کرو گے تو ہم تمہیں ایک سبق سکھائیں گے۔ یہ نہایت گستاخی اور بے ادبی کا جواب تھا۔ آپنے فوراً معلوم کر لیا کہ یہ اعلان جنگ سے کم نہیں جو یہودیوں کے ذمہ دار لوگوں کی زبان سے نکلا۔ اور اگر معاملات کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا تو مدینہ بغاوت اور غارتگری کا گھر بنجائیگا۔ اور نقص امن کا اندیشہ ہو گا۔ اسلئے آپنے بنی کنوکا سے کہا یا تو وہ اسلامی جمہوریت میں داخل ہو جائیں یا مدینہ کو چھوڑ دیں لیکن انہوں نے اس حکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنے قلعوں میں چلے گئے۔ فوراً ہی تمام قلعوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد بنی کنوکا نے اطاعت قبول کر لی وہ سخت سزا کے مستحق تھے۔ لیکن نبی کریم صلعم نے نہایت حمدلی سے انہیں صرف جلاوطن کر دیا۔ بنی کنوکا کے چلے جانے پر ایک اور قبیلے نے بغاوت کا جھنڈا اُٹھایا۔ مگر یہ قریش ہمیشہ بنی ناظر کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلعم کو مارنے کی سازش بھی کی۔ ایکدفعہ آپ انکے پاس معاملے پر گفتگو کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ ایک گھر کی دیوار کے نزدیک کھڑے تھے۔ ایک یہودی اس موقعہ کو غنیمت جان کر مکان کی چھت پر اسلئے گیا کہ ایک بھاری پتھر آپکے سر مبارک پر پھینک دے۔ نبی کریم صلعم کو اس کا علم ہو گیا۔ اور آپ فوراً اس جگہ سے چلے گئے۔ جب ان کو اس فریب میں ناکامیابی ہوئی۔ انہوں نے ایک اور چال چلی۔ اور نبی کریم صلعم کو معہ تین واعظوں کے ایک مذہبی مباحثہ کیلئے دعوت دی۔ جسے آپنے منظور کر لیا۔ راستہ میں آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہودی تلوار وں سے مسلح ہیں۔ اور قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ واپس آ گئے۔ اور اس دفعہ بھی یہودیوں کو اپنے

مقصد میں ناکامیابی ہوئی۔ بنی ناظر نے بھی بنی کنوکا کی طرح بدعہدی کرکے اظہار مخاصمت کیا۔ نبی کریم صلعم نے ان کو ویسا ہی پیغام بھیجا جیسا کہ بنی کنوکا کو دیا تھا۔ اور اس کا جواب بھی انہوں نے ویسا ہی بے ادبی اور گستاخی کے لہجہ میں دیا۔ کیونکہ ان کو منافقان اسلام کی مدد پر بھروسہ تھا۔ لیکن آخرانکار اس مدد سے مایوسی ہوگئی۔ اور بنی کنوکا کی طرح قلعہ میں بیٹھ گئے مسلمانوں نے محاصرہ کیا۔ پندرہ دن کے بعد انہوں نے اطاعت قبول کی اور انکو شہر چھوڑنے کیلئے حکم ہوا۔ لیکن انہیں اجازت ملگئی کہ اپنا مال اور اسباب اونٹوں پر لاد کر اپنے ہمراہ لیجائیں۔ جانے سے پہلے انہوں نے اپنے تمام مکانات کو گرا دیا۔ تاکہ مسلمان انہیں استعمال نہ کرسکیں۔ اگرچہ انہیں اپنے عزیز گھروں سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑا پھر بھی وہ نہایت خوشی سے روانہ ہوئے وہ تمام اونٹوں پر سوار تھے اور باجا بجاتے ہوئے ایک عظیم الشان جلوس میں شہر سے روانہ ہوئے۔ شہر مدینے کے لوگ انکے جلوس کی شان و شوکت دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود نے اس جلاوطنی کو سزا نہیں سمجھا بلکہ وہ نہایت جوش و خروش سے روانہ ہوگئے۔ شاید ان کو اپنی نو آبادی سے پھر اسلام پر حملہ کرنے کا خیال تھا جیسا کہ بعد کے واقعات نے ظاہر کردیا۔ تمام زمین و سامان جنگ جو یہود پیچھے چھوڑ گئے تھے مہاجرین میں تقسیم کیا گیا جنکی اب تک انصار نہایت فراخدلی سے مدد کرتے رہے۔ اسطرح مدینہ میں تو یہود سے جنگ ختم ہوا لیکن کچھ عرصہ بعد جنگ پھر اس کا انجام جنگ خیبر سے ہوا۔ مدینہ میں یہود کی بغاوت انکی جلاوطنی کے بعد ختم ہوئی لیکن وہ ہمسایہ قبائل کو اسلام کے خلاف ابھارتے رہے جس سے جمہوریت اسلامی کیلئے ایک خطرہ پیدا ہوگیا۔ یہ تمام صحرائی قبائل جو نہایت وحشی اور جنگجو تھے ہمیشہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے رہتے تھے انمور اور سلبہ نے سنہ ۵ ہجری میں حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کیں جب نبی کریم کو خبر ملی تو آپ فوراً چار سو مسلمان انکو لیکر دشمن کے مقابلہ کیلئے نکل آئے جو یہ خبر سنتے ہی پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ اسی سال بت پرستوں نے جندال میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کیلئے ایک بڑی فوج جمع کی۔ نبی کریم صلعم ایک ہزار آدمی لیکر مدینہ سے باہر نکلے۔ دشمن کی فوج بغیر لڑے ہوئے واپس ہوگئی۔ اسی طرح حارث بن ابی ضرار نے جو خزاعہ کے خانہ بدوش قبیلہ کا سردار تھا قریش مکہ کے کہنے پر مدینہ کے حملہ کی تیاری کی۔ نبی کریم صلعم نے اس خبر کو تصدیق کرنے کیلئے یزد بن خاسب کو بھیجا جس نے واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی۔ اسلئے مسلم فوج بھی ۲ شعبان سنہ ۵ ہجری کو مدینہ سے باہر نکلی لیکن جب حارث کو اس فوج کے آنے کی خبر ملی تو اسکی تمام فوج بھاگ گئی۔ اور اس نے خود ایک پہاڑ میں جا کر پناہ لی۔

نام کتاب	قیمت
اصلاح الرسوم	۳ر
مجموعۂ وظائف	۴ر
جذبات سلم	۵ر
عقیلہ بیگم	۳ر
قومی گیت	۵ر
حسن و صحت	۶ر
الفاطمہ	۲ر
ڈاکٹر حلیمہ خانم	۱۴ر
پہیلی نامہ	۷ر
نیا باورچی خانہ	۶ر
ترکی کھانے	۴ر
آداب النسوان	۶ر
چڑے چڑیا کی کہانی	۳ر
لاڈلا بیٹا	۳ر

نام کتاب	قیمت
رفیق مرزا	۴ر
مجموعۂ ظرافت	۳ر
چپ کی داد	۲ر
مسدس حالی	۶ر
زنانہ خطوط	۵ر
صنعت خانہ	۴ر
رباعیات حالی	۳ر
رباعیات انیس و دبیر	۳ر
نظم نعت	۴ر
قاعدہ سیپارہ	۳ر
کنز الآخرۃ	عار
چاند تارے	۳ر
زنانہ نصاب لڑکیوں کا ہی مدرسہ لڑکیوں کی پہلی ۲ر دوسری ۲ر تیسری ۳ر چوتھی ۴ر پانچویں ۵ر	۸ر

دیگر

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
ترجمۃ القرآن اردو مع تفسیر پہلا پارہ	حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے	عہ ر
عصمت انبیاء	״	۹ر
غلامی	״	۴ر
ترجمۃ القرآن انگریزی مکمل مع تفسیر	״	درجہ اول عـ۲۰ درجہ دوم عـ۵
سیرت خیر البشر	״	عار
جمع قرآن	״	۱۳ر
مقام حدیث	״	عہ آر
نکات القرآن	״	حصہ سوم ۱۸ر
النبوۃ فی الاسلام	״	عار
حدوث مادہ	״	۵ر
تفسیر سورۃ فاتحہ	״	۴ر
مسیح موعود مجلد	״	عہ ۸ر
ستنا خند یا درپن	״	۳ر

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
حقیقۃ المسیح	حضرت مولوی محمد علی صاحب	۰۲ر
مراۃ الحقیقۃ	״	۵ر
آیت اللہ	״	۴ر
احمد مجتبیٰ	״	۴ر
سلسلۂ تصنیفات احمدیہ جلد اول براہین احمدیہ	حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد	اول درجہ ولایتی مجلد دوم درجہ دیسی
سلسلۂ تصنیفات احمدیہ جلد دوم	״	عہ آر عنقریب شائع ہوگی
״ ״ سوم	״	بیجلد عہ ر ۱۲ آر
ملفوظات احمدیہ	״	قسم دوم عہ ۱۲ آر
اسلامی اصول کی فلاسفی	״	۱۲ر
فتح اسلام	״	۵ر
توضیح مرام	״	۵ر
ازالہ اوہام	״	دو حصص عہ
پیغام صلح	״	۱ر
الوصیت	״	۲ر
در ثمین	״	۱۲ر

نام کتاب	نام مصنف	قیمت	نام کتاب	نام مصنف	قیمت
القول المجدد فی تفسیر اسمٰہ احمد	علامہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی	۱۰/	دہریوں اور ملحدین کو خطاب	خواجہ کمال الدین صاحب	۳/
			اسلام اور دیگر مذاہب	"	۲/
			حقوق نسوان	"	۲/
اظہار النصائح	"	۵/	لمعات انوار محمدیہ	"	۶/
سراج الوہاج	"	۴/	براہین نیرہ	"	۱۲/
سنۃ ضروریہ	"	۳/	ام الالسنہ	"	۱۲/
کشف الالتباس	"	۰۲/	اسوہ حسنہ	"	۸/
سواء السبیل	"	۰۲/	ذرات عالم کا مذہب	"	۸/
صیانت الناس	"		اسلام اور علوم جدیدہ	"	۴/
اعلام الناس	"	۲/	مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	"	۶/
الضحیٰ	"	۱/			
نماز	مولوی مصطفیٰ خان صاحب ایم-اے	۱۰/	صحیفہ آصفیہ	"	۲/
حج		۶/	کرشن اوتار	"	۱/
زکوٰۃ	"	۰۲/	مسلم مشنری کے ولایتی لیکچر حصہ اول	"	۱/
روزہ	"	۴/			
تربیت اولاد	"	۵/	توحید فی الاسلام	"	زیر طبع
غزوات نبوی	"	۸/	سیر افکار	"	"
کانشنس اور نبوت	"	۳/	ہستی باری تعالیٰ	"	"
عسل مصفیٰ	مولوی [illegible] بخش صاحب زبدۃ الحکما	دو حصص للعہ	مکالمات ملکیہ	"	"
			ضرورت الہام	"	"
مرقاۃ الیقین	مولوی اکبر شاہ خان صاحب	۹/	سلک مروارید	"	"
ویدک سائنس	مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت	۰۲/			

دیگر مصنفین

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
قرآن اور جنگ	حضرت مولوی صدر الدین صاحب	۵/
سیرت نبوی		۵/
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	جناب منشی حسین صاحب فدائی [illegible]	۸/
تسہیل القرآن	-	۵/

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
اسماء الٰہیہ	"	۷/

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	خواجہ کمال الدین صاحب	۳/
توحید و معارف تصوف	"	۲/
خطبات عیدین	"	۲/

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس [illegible] دروازہ لاہور میں حافظ [illegible] الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت [illegible] لاہور سے شائع کیا

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۷) بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء نمبر (۱۲)

فہرست مضامین

۱ شذرات - از مترجم ۶۴۹
۲ - رسید زر - از فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ۶۵۰
۳ عید الضحیٰ سے متعلق انگریزی اخبارات کی رائے ۶۵۱
۴ بلاد عرب میں تبلیغ اسلام از مولوی دوست محمد خان صاحب ووکنگ ۶۵۴
۵ فطرت انسانی کا مذہب از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۶۶۰
۶ غلامی (نمبر ۵) از خواجہ نذیر احمد صاحب ووکنگ ۶۶۷
۷ عید الضحیٰ از مولوی مصطفیٰ خان صاحب امام مسجد ووکنگ ۶۶۵
۸ عید الضحیٰ کے متعلق اظہار خیالات از مسٹر فرانسس اے۔ ایچ ولیمز ۶۸۱
۹ مسلم کی زندگی از مسٹر العیب اے ایچ ولیمز ۶۸۸
۱۰ - امید راحت از مسٹر محمد ہل ۶۹۲

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ضروری اعلان

(۱) تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اسلامک ریویو ووکنگ مسلم مشن بنام فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط وکتابت بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیے۔

(۲) اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔

(۳) رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں +

(۴) خریداران رسالہ از راہ کرم خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔ منیجر

زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + سیکرٹری

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو۔ سیکرٹری

مسلمان بیبیوں اور بچیوں کے پڑھنے اور مطالعہ میں رکھنے کے قابل

نادر اور مفید کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
رسول عربی	۸؍	معلمہ	۱۲؍
امت کی مائیں	۷؍	ثریا بیگم	۸؍
اصحاب کرام	۳؍	رنج وراحت	۷؍
امام حسنین	۴؍	جمیلہ خاتون	۳؍



Eid-ul-Azha. Sermon after the Prayers

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۱۲)

شذرات

اس رسالہ میں عید الضحی کے خطبہ کا فوٹو معہ خطبہ جو جناب مولوی مصطفی خان صاحب امام مسجد ووکنگ نے عید سعید کی تقریب پر فرمایا ناظرین کرام کے پیش نظر کیا جاتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ۵ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء کو بمبئی سے جہاز میں سوار ہو کر انگلستان روانہ ہو گئے ہیں۔ خداوند تعالی ان کا حامی و ناصر ہو۔ منشی مظہر الحق صاحب کلرک اور خوشی محمد باورچی بھی خواجہ صاحب کے ہمرکاب ہیں۔ اللہ تعالی ان سب کو بخیریت پہنچائے آمین

عورتوں کی زیادتی تعداد کا سوال۔ ٹائمز نے ۲۵ اگست کے پرچے میں یقیناً موجودہ مردم شماری کے اہم مسئلہ کیطرف توجہ دلائی ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے کہیں زیادہ ہے نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تک اس سوال کیطرف عملی نکتہ نگاہ سے توجہ نہیں کیگئی۔ اور اس کا حل صرف ترک وطن کو ہی ٹھیرایا ہے جو کسی صورت میں بھی مکمل علاج نہیں ایک مصنف نے اس

مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نو آبادیوں میں اتنی گنجائش نہیں کہ عورتوں کی ایک کثیر تعداد وہاں رہائش اختیار کرے۔ انگلستان کی ایک نوجوان عورت اپنی زندگی کو ان تمام خوشیوں سے معرا پاتی ہے جو ایک عورت کیلئے ضروری ہیں موجودہ حالات میں یہی ایک عملی صورت نظر آتی ہے کہ انگلستان میں تعدد ازدواج کی اجازت دیجائے یہاں یہ کہدینا بے سود نہ ہوگا۔ کہ حضرت مسیح نے صرف ایک نکاح کرنے کو کہیں بھی فرض نہیں ٹھیرایا۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم محض ان امور کی وجہ سے تکالیف میں پڑے رہیں جنکی شہادت اناجیل سے کہیں نہیں ملتی +

جناب ماسٹر یعقوب خانصاحب بی۔ اے۔ بی ٹی بہاولپور مشنری و جناب پیرزادہ محمد امین صاحب قریشی سرجمال مشنری بحیثیت لندن پہنچگئے ہیں اور جناب خانصاحب موصوف نے کام شروع کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام میں برکت دے۔ آمین

رسید زر

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۱ء

نام	پائی	آنہ	روپیہ	نام	پائی	آنہ	روپیہ
امداد ۔ جناب ملک عمر بخش صاحب جلال آباد	.	.	۵	امداد مشن ۔ جناب شیخ خدا بخش صاحب مردان	.	.	۱۰
امداد مشن ۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب	.	.	۲۴	" مولوی محمد شریف صاحب [illegible]	.	.	۵
" ایم اے علی احمد خانصاحب بہاولپور	.	.	۱۰	" شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر لاہور	.	.	۵
" منہاج الدین صاحب مردان	.	.	۹	" جناب مولوی عبد الحی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ [illegible]	.	.	۵
" جناب مولوی محمد مالک صاحب بہاولپور	.	.	۹	" ایم اے علی احمد خانصاحب بہاولپور	.		۱۵
" مرزا رحمت بیگ صاحب	.	.	۲۰	" جناب بابو فضل کریم صاحب پشاور	.	.	۳
" عبد الحق صاحب ...	.	.	۵	" محمد نور غنی صاحب ۔ گجرانوالہ	.	.	۵
تقسیم " میاں محمد ابراہیم صاحب	.	.	۵	تقسیم رسالہ رئیس حاجی حمید اللہ خانصاحب [illegible]	.	.	۵۰
امداد مشن " شہاب الدین صاحب انسپکٹر نوشہرہ	.	.	۲۰	امداد مشن جناب فضل الدین احمد صاحب کودیا	.	.	۵
" جناب میاں محمد ابراہیم صاحب لاسٹو قیمت کھال قربانی	.	.	۱	" مرزا محمد سلطان صاحب چارسدہ	.	.	۵
" بابو عبد العزیز صاحب بصرہ	.	.	۳	" شیخ برکت اللہ صاحب لاہور	.	.	۵
" بابو محمد شعیب صاحب	.	.	۴	" محمد اسمٰعیل صاحب کانپور	.	.	۵

مذکورہ بالا رقوم بصد شکریہ درج کیجاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا +

خادم ۔ آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور ۔ عزیز منزل

عید الضحیٰ کے متعلق انگریزی اخباروں کی رائے

(۱)

کل عید الضحیٰ کی تقریب پر مختلف ممالک سے مسلمانوں کا ایک مجمع ہو گیا۔ جسمیں ٹرکی۔ ہندوستان۔ عرب۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ ملایا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ فرانس۔ جرمنی کے لوگ مسجد ووکنگ میں آئے۔ جسے پینتیس سال ہوئے سابق بیگم صاحبہ بھوپال نے تعمیر کرایا تھا۔ جو اصحاب اس موقعہ پر شریک ہوئے ان میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:۔

رشید پاشا منتظم امور ٹرکی بمعہ عملہ سیٹھ چھوٹانی ممبر انڈین ٹرکش ڈیلیگشن محمد علیخان کونسل جنرل ایران۔ لارڈ ہیڈلے پریزیڈنٹ برٹش مسلم سوسائٹی صاحبزادہ آفتاب احمد خان خواجہ نذیر احمد مؤذن نے لوگوں کو نماز کیلئے بلایا۔ میدان میں گھاس پر قالین بچھائے گئے جن پہ مولوی مصطفیٰ خان صاحب کے پیچھے سب نے نماز ادا کی۔ پھر ایک خطبہ پڑھا گیا جسمیں امام مسجد نے اس تقریب کی اصلیت بتاتے ہوئے کہا۔ کہ آج ہم یہاں حج اور اس قربانی کی یاد میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کرنے لگے۔ پھر کھانا کھانے کے بعد تقریب ختم ہوئی +

(مارننگ پوسٹ ۱۵ اگست ۱۹۲۱ء)

(۲)

انگلستان کی واحد مسجد میں مسلمانوں کا اجتماع

سرے میں ایک عجیب تقریب

انگلستان کی واحد مسجد کے قریب میدان پر ایک تقریب منائی گئی جو مغربی آنکھ کیلئے عجیب تھی جسمیں مختلف اقوام کے لوگوں نے حصہ لیا۔ انگلستان کے مختلف حصوں سے مسلمان عید الضحیٰ منانے کیلئے یہاں پہنچے۔ جو اس موقع کی یادگار رہے

جب حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی بجائے ایک مینڈھے کی قربانی قبول ہوئی۔ مؤذن نے نہایت دلکش اور سُریلی آواز میں لوگوں کو نماز کیلئے بلایا۔ نمازی جوتیاں اُتار کر لمبی لمبی صفوں میں قبلہ رُخ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد انگریز نو مسلم خواتین کی صف تھی۔ مصطفیٰ خان صاحب جو دراز قد گندم گوں ہندوستانی ہیں امامت کیلئے آگے کھڑے ہو گئے۔ تمام پگڑیاں ترکی ٹوپیاں اور انگریز عورتوں کی ہیٹیں سجدۂ باری تعالیٰ میں زمین پر لگ گئیں۔ نماز کے بعد امام نے ایک خطبہ پڑھا جسمیں خداوند تعالیٰ کی بزرگی۔ اسلامی اصولوں اور عید الضحیٰ کی حقیقت کو بیان کیا۔ یہ سب کچھ آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد لوگ ایکدوسرے سے بغلگیر ہوتے۔ اور سب نے ملکر کھانا کھایا +

اس موقعہ پر دُنیا کے ہر ایک حصہ کے لوگ موجود تھے۔ ترک۔ عرب افغان عجیب و غریب لباسوں میں وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ ایک ہندوستانی ملک التجار بھی لان پر ٹہل رہے تھے۔ اور سیرین ڈیلیگیشن کے ممبروں سے باتوں میں مشغول تھے۔ حبشی۔ امریکن۔ فرانسیسی ملایا۔ بلوچستان کے لوگ بھی شامل تھے۔ چند ایک ہندوستانی عورتیں بھی تھیں۔ اور کئی انگریز عورتوں نے ایشیائی لباس زیب تن کیا ہوا تھا

(دی ڈیلی کرانیکل ۱۵۔ اگست ۱۹۲۱ء)

(۳)

باوجودیکہ آسمان کچھ مکدر تھا اور موسم بھی خوشگوار نہ تھا لیکن مسجد ووکنگ اور میمو یل ہوس کے سامنے میدان پر ایک عجیب نظارہ تھا۔ کیونکہ مختلف ممالک کے بہت سے مسلمان عید الضحیٰ منانے کیلئے یہاں جلوہ افروز تھے۔ ترکی مصر فرانس افغانستان ہندوستان امریکہ ریاستہائے ملایا مکا ٹلینڈ ویلز ان سب ممالک کے لوگ اور مندرجہ ذیل اصحاب بھی اس موقعہ پر وہاں موجود تھے ہز اکسیلنسی جنرل ولی محمد خان فیض محمد خان۔ غلام صادق خان۔ ہز اکسیلنسی موسیٰ کاظم پاشا۔ حاجی توفیق آفندی حامد حاجی چھوٹانی ہز اکسیلنسی رشید پاشا۔ ہز اکسیلنسی میرزا محمد علی خان لارڈ ہیڈلے سیٹھ عارف۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خان حبیب ابراہیم

کا وقت قریب آیا تو سب نے اپنی جوتیاں اُتار کر امام مسجد کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس کے بعد امام نے آیات قرآنی تلاوت کیں۔ اور ایک خطبہ پڑھا جس میں عید الضحیٰ کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس تقریب کی بنیاد دو امور پر ہے۔ ایک قربانی اور دوسرا حج اور اسلام بہت ہی پرانا مذہب ہے جس کے سمجھنے میں یہاں لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ عرب کی صحرا میں مکہ معظمہ کے اندر پہلی عبادتگاہ بنی۔ یہ شہر صرف مسلمانوں کا ہی مرکز نہ تھا۔ بلکہ تمام دنیا کا مرکز تھا۔ یورپ نے عرب کے علم و ادب سے بہت فائدہ اُٹھایا یہاں لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ ہم سورج پرست ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے مسلمان ہمیشہ خدائے واحد کی پرستش کرتے ہیں۔ اور اسی لئے ڈرتے ہیں۔ مذہب اسلام کا تعلق صرف انسانی جذبات سے ہی نہیں۔ بلکہ اسمیں فہم و تدبر کو بھی دخل ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دنیا کے تین بڑے مذاہب میں رشتہ اتحاد قائم کر دیا حضرت ابراہیم مسلم تھے اور اس تقریب پر قربانی کا اصلی مدعا یہی ہے کہ ہم خداوند تعالیٰ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہیں +

خطبہ کے بعد لوگ ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ اور سب نے ملکر کھانا کھایا پچھلے پہر لوگوں نے ترب و جوار کے مشہور اور دلچسپ مقامات کی سیر کی۔ اور کئی ایک اصحاب ہندوستانی قبرستان کی زیارت کے لئے بھی تشریف لے گئے +

(دی ووکنگ ہیرلڈ ۱۵۔ اگست ۱۹۲۱ء)

ناظرین رسالہ ۱۹۲۱ء کا اختتام ہے رسالہ اشاعت اسلام کی عدیم المثل اسلامی خدمات آپ کے روز روشن کی طرح ظاہر ہیں یہی ایک رسالہ ہے جو اشاعت اسلام جیسے مہتم بالشان کام کو بوجہ احسن سرانجام دے رہا ہے۔ اور ووکنگ مسلم مشن جو تمام تبلیغی جدوجہد کا مرکز ہے اسکی تبلیغی رپورٹیں اس رسالہ میں شائع ہوتی ہیں۔ فی زمانہ اسلام کی سخت احتیاج ہے کہ اسکی صحیح تعلیم کو چار اکناف عالم میں پہنچایا جائے اعلان ہمارا غور کرنے سے ہر ایک پر واضح ہو جائیگا جو بار دگر یہ ہمکی افزائی کا نتیجہ ہے ہم نہایت توقع سے امید کرتے ہیں کہ ناظرین کرام رسالے کی خریداری کو جاری رکھکر ممنون فرمائیں گے۔ اور اپنے احباب کو بھی اسکی وسعت اشاعت کیلئے توجہ دلاتے رہینگے۔ مسلم بھائیوں سے ہماری استدعا ہے کہ انکی آمدنی کا ایک حصہ صرف اشاعت اسلام یورپ پر خرچ ہونا چاہئے +

مینجر

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

تین انگریز مردوں ایک خاتون ایک امریکن پادری اور ایک افغان کا

قبول اسلام

(نومسلمین کا خلوص اور جوش اسلامی)

(از مولوی دوست محمد خان صاحب شاہد ووکنگ)

اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل اور احسان ہے کہ جہاں ایک طرف اسلام پر بظاہر مصائب کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ جہاں مسلمانوں کا پولیٹیکل تنزل اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اور تو اور دوستوں کے مُنہ سے بھی متٰی نصر اللہ کی آواز بے اختیار نکل رہی ہے وہیں دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی نصرت ایک اور رنگ میں اسلام کی دستگیری کیلئے آتی ہے۔ اور اصول اسلام کی صداقت کو اہل مغرب کے دلوں پر منکشف کرکے بتا دیتی ہے کہ اسلام کی زندگی سلطنت یا ملکی اہمیت کے ساتھ وابستہ نہیں اپنے ملکی اقتدار کے زمانہ میں اسلام نے اگر دلوں پر قبضہ پایا ہے تو کسی ظاہری شوکت و غلبہ کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ انہی پاک اصولوں کی بدولت جو اس ملکی انحطاط کے زمانہ میں بھی ایک حکمران قوم کے سمجھدار افراد کی گردنیں اپنے سامنے جھکا رہے ہیں +

یہ وہ حقیقت ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے ہمیں کوئی نظری شواہد قائم کرنیکی ضرورت نہیں ہے ووکنگ مسلم مشن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسکی بہت سی مثالیں اس زمانہ میں مہیا کر چکا ہے اور کر رہا ہے +

اس وقت بھی میرے سامنے اس قسم کی چار پانچ مثالیں ہیں جنکی تشریح مسلمانوں کی دلچسپی اور خوشی کیلئے میں ذیل میں درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں:۔

مسٹر محمد اور احمد مسٹر خالد شیلڈرک انگلستان کے ان پُرانے نومسلمین میں سے ہیں جن کو اسلام کی تحریری تقریری خدمات بجالانے کا شرف ہمیشہ حاصل رہا ہے اسلامک ریویو کے ناظرین ان کے پُرجوش اسلامی مضامین سے واقف ہوں گے۔ اس شخص کے جوش بعد خلوص اسلامی کا یہ حال ہے کہ صرف باہر ہی نہیں۔ گھر میں بھی وہ اسلام کا چرچا عموماً لگائے رکھتا ہے۔ چنانچہ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم اس کے رشتہ داروں میں سے دو انگریز مردوں اور ایک خاتون کے قبول اسلام کا اعلان کرتے ہیں +

ان میں سے ایک صاحب جن کا نام مسٹر ہل ہے۔ رائل ائرفورس میں لفٹننٹ کے عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں۔ اور آجکل اپنے والد کے کارخانہ میں سپورٹس کی چیزیں بیچنے کا کام کرتے ہیں مسلمان ہونے سے پیشتر ایک ہی مرتبہ اس شخص کو مسجد آنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد مسٹر شیلڈرک ان کے مکان پر مسائل اسلامی پر ان سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اور آخر انہوں نے وہیں اسلام قبول کیا۔ جس کی خبر دوسرے ہی دن مسٹر خالد شیلڈرک نے ہمیں پہنچائی۔ اس کے بعد ہی وہ مسٹر شیلڈرک کی معیّت میں یہاں پہنچے۔ اور مسجد میں نماز ادا کی۔ جس کا اپنے قلب پر ایک خاص اثر انہوں نے بتایا۔ اس کے بعد بھی چار یا پانچ دفعہ وہ یہاں آچکے ہیں۔ اور وفور شوق ہر اتوار کو مسجد میں انہیں کھینچ لاتا ہے۔ ان کا اسلامی نام جو خود ان کا تجویز کردہ ہے محمد رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اسم بامسمےٰ بنائے۔ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوسرے صاحب جن کا اصل نام مسٹر شارپ ہے۔ قریبًا سال بھر سے مسٹر شیلڈرک کے ہمراہ وقتًا فوقتًا مسجد میں آتے رہے ہیں۔ اس تمام عرصہ میں انہیں اسلام پر بہت سی تقاریر سننے اور تبادلہ خیالات کرنے کا موقعہ ملا۔ آخر ان کا دل اللہ تعالیٰ نے کھولدیا اور عین اسیوقت انہوں نے بھی مسٹر خالد شیلڈرک کے مکان پر اعلان اسلام کیا۔ جب مسٹر محمد ہل کے قبول اسلام کا واقعہ پیش آیا۔ ان کا اسلامی نام احمد رکھا گیا جو واقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے بہت ہی موزوں ہے۔ کیا ہی خوش نصیبی کی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی

وقت میں دو ایسے انسان عطا فرمائے۔ جو محمدؐ اور احمدؑ جیسے بابرکت ناموں کے حامل ہوئے۔ اس سے بڑھ کر اور بھی خوش نصیبی ہوگی۔ اگر ان دونوں احباب کا وجود مسعود اسلام کے لئے باعث شوکت و رحمت ثابت ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اہل بنائے۔ آمین

ایک عجیب اتفاق اوپر ہم مسٹر محمد ہل کے بعد از قبول اسلام بار بار مسجد آنے کا ذکر کر چکے ہیں۔ انہیں ایک دوست نے ان سے پوچھا۔ کہ ہر اتوار آپ کہاں جاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں ووکنگ جاتا ہوں۔ کیونکہ وہاں مسجد ہے۔ اس نے سخت حیرانی کے ساتھ کہا مسجد؟ کیا تم مسلمان ہو۔ کہ مسجد میں جاتے ہو؟ انہوں نے جواب میں جونہی ہاں کہا۔ اس نے فوراً

"سلام علیکم"

کہتے ہوئے مصافحہ کیلئے ہاتھ پھیلایا۔ اور بتایا کہ میں پچیس برس سے مسلمان ہوں فوج میں بھرتی ہو کر ہندوستان گیا تھا۔ اور وہیں سے اسلام کو لے کر آیا۔ آج تک کسی پر اظہار نہیں کیا +

اِس واقعہ کا اثر مسٹر محمد کے دل پر جو ہوا ہوگا ظاہر ہے لیکن ہمیں بھی اس قصہ کو سنکر ایسا حظ اور سرور حاصل ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ یہ کوئی پہلا ہی واقعہ نہیں۔ اس سے پیشتر بھی بعض لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں جو اندر ہی اندر مسلمان تھے لیکن کسی ایک یا دوسری وجہ سے انہوں نے اظہار نہیں کیا۔ لارڈ سٹینلے مرحوم کا واقعہ اس پر ایک کھلی شہادت ہے۔ خدا جانے ابھی اور کس قدر انسان اسلام کا نور سینوں کے اندر چھپائے ہوئے بیٹھے ہیں اور کب انکے باہر نکلنے کی باری آتی ہے +

ایک خاتون کی اسی سلسلہ میں ایک نوجوان خاتون کے قبول اسلام کا ذکر بھی ضروری ہے یہ بھی مسٹر خالد شیلڈرک کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ اس کے قبول اسلام میں جس کا اعلان اس سے گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ لکھ کر دیا مسٹر شیلڈرک کے علاوہ مسٹر محمد ہل کی بھی کوششوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ محمد ہل کی یہ خاتون منگیتر ہے۔ اور ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ بھی کسی طرح سے اس صداقت کو جان لے جس سے انہوں نے اپنے

ساتھ ہوا اور اسلام کی بیش از بیش محبت و جوش ان کے دل میں بھر دیے آمین

ایک افریقن نوجوان ووکنگ مشن کا یہ تبلیغی اثر صرف مغربی ممالک تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ جہاں جہاں اسلامک ریویو پہنچتا ہے۔ اسی قسم کا اثر وہاں پیدا ہوتا ہے بالخصوص افریقہ میں یہ اثر زیادہ غالب ہے جہاں سے کئی نیک قبول اسلام کے اعلان آچکے ہیں۔ ان میں سے تازہ ترین کیپ ٹون کے ایک مسیحی نوجوان (Moses Jhonson) (موسیٰ جانسن) کا ۷ اجولائی کا خط ہے راقم خط لکھتا ہے کہ

"چند ماہ سے ایک دوست آپ کی کتب متواتر مجھے بھیج رہا ہے اور بہت سے تاریک لمحوں میں وہ میری روشنی اور دلچسپی کا موجب ہوئی ہیں۔ اسلام کو مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صرف یہی ایک ترقی اور عملی مذہب ہے جو تمام ضروریات انسانی کیلئے مکتفی ہے" +

اِس نوجوان نے اپنا فوٹو بھی اسلامک ریویو میں شائع کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اپنے کاروبار کا تصفیہ کرنیکے بعد میں انگلستان آنیوالا ہوں۔ اور مسجد کی بھی زیارت کرونگا۔ انشاءاللہ +

مسلمانوں کے غور کے قابل یہ چند ایک تازہ ترین مثالیں اسبات کی ہیں کہ اسلام کے اصول اس نازک وقت میں بھی قلوب پر ویسا ہی اثر اور تسلط حاصل کرتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ شوکت دینی کے زمانہ میں ان کا اثر تھا۔ اور تو اور وہ لوگ بھی جنہیں اسلام کا پتہ تک نہیں۔ چار و ناچار انہی باتوں کو اپنا شعار زندگی بنا رہے ہیں۔ جو اسلام نے تیرہ صد سال ہوئے تلقین کی تھی۔ اور جن کی طرف سے مہذب دنیا کو عام طور پر نفرت تھی۔ طلاق کا مسئلہ مسیحیت کو چھوڑ کر اس صورت میں ڈھالا جا رہا ہے جو اسلام نے تجویز کی ہے تعدد ازدواج جرمنی اور فرانس میں اگرچہ بری طرح سے ہے لیکن عملی طور پر رائج ہو چکی ہے۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ انگلستان کو بھی طوعاً و کرہاً سر تسلیم خم کرنا پڑے +

غرض اسلام کے اصول آہستہ آہستہ غالب آرہے ہیں۔ اور یہ امر جہاں ایک طرف ان اصولوں کی صداقت اور معقولیت کو ثابت کرتا۔ اور اس حقیقت کو کہ اسلام

بزور شمشیر ہرگز نہیں پھیلا۔ اظہر من الشمس کر رہا ہے۔ وہیں مسلمانوں کو اس صراط مستقیم کا پتہ دیتا ہے جس پر گامزن ہو کر وہ آج بھی فلاح اور کامیابیوں کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے کہ اسلام کا غلبہ اگر آج ہو سکتا ہے۔ تو کسی ملکی طاقت سے نہیں۔ بلکہ اسلامی اصولوں کی تبلیغ اور اشاعت سے اعلائے کلمۃ الحق وہ کام ہے کہ جس کا نتیجہ یقینی طور پر فلاح ہے۔ یہ فتویٰ ہے اس کتاب حکیم کا جس کے سامنے مسلمانوں کی گردنیں ہمیشہ جھکی رہتی ہیں کاش آج بھی وہ ادھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے لا تفرقوا کے رشتہ کو مستحکم پکڑ کر اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ذریعہ سے دُنیا کو فتح کر لیں۔ والسلام +

فطرت انسانی کا مذہب

{خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر جو آپ نے یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ کلکتہ میں زیر صدارت آنریبل جسٹس چودھری کلکتہ ہائیکورٹ دیا}

اگر مذہب کا مقصد انسان کو ادنےٰ درجوں سے بلند مقام پر پہنچانا ہے تو قدرت کی کوئی شے بھی دنیا میں اس ترقی کے فعل سے خالی نہیں صحیفۂ قدرت کا ملاحظہ کرو۔ اس کے ہر ایک صفحہ میں ترقی اور ارتقا کے قانون لکھے ہوئے نظر آئیں گے دنیا میں ہر ایک چیز ارتقا کی طرف جادہ پیما ہے۔ ایک بیج سے عظیم الشان درخت تک اور نطفہ سے مکمل انسان تک بھی ترقی اور انکشاف مشاہدہ میں آتا ہے۔ اور کوئی مراجعت یا نقل مکانی پستی کی طرف نہیں ہوتی۔ حقیر سے حقیر شے بھی دنیا میں کچھ استعدادیں اپنے اندر رکھتی ہے جو بتدریج ترقی کر کے ایک مکمل صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ہر ایک چیز کو علم ہے کہ اس نے کیا شکل اختیار کرنی ہے کن اسباب کو مُہیا کرنا ہے۔ اور کس طریق سے منزل مقصود تک پہنچنا ہے حقیقت در حقیقت یہ راستہ تو پہلے ہی عالم الغیب نے مقرر کر دیا ہے۔ اور مختلف عنصر اور ذرات جو بعد

سینہ کو روشن کیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کی یہ کوشش بر آئی۔ اور تین چار مرتبہ ان کے ساتھ مسجد میں آنے کے بعد یہ خاتون بھی داخل حلقۂ اسلام ہو گئی۔ اس کا اصل نام مس سے آئی گلبرٹ تھا۔ اسلامی نام صفیہ رکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ اسے استقامت بخشے اور محمد اور صفیہ کے گھر کو اپنے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کی طرح دار الرحمت بنائے آمین

ایک اور قابل انگریز } ان تین نومسلمین کے علاوہ ایک اور انگریز نے نے بھی دو تین ہفتے ہوئے لنڈن ہاؤس میں شریک نماز جمعہ ہو کر اپنے قبول اسلام کی عملی شہادت دی۔ یہ شخص بہت دیر سے لنڈن ہاؤس اور ووکنگ میں آ رہا تھا بالخصوص گذشتہ عید کے موقعہ پر وہ بہت ہی متاثر ہو کر گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے قبول ہدایت کی توفیق اُسے بخشی۔ جس دن وہ نماز میں شامل ہوا۔ اس کا ایک بھتیجا بھی اس کے ساتھ تھا۔ جو اٹلی میں (Continental Press) کا نامہ نگار ہے۔ وہ بھی خطبہ جمعہ کو سنکر بہت متاثر ہوا۔ اور قرآن کریم انگریزی ترجمہ کی ایک کاپی اور دیگر اسلامی لٹریچر اس غرض سے طلب کیا کہ (Continental Press) میں اسلام پر ایک سلسلہ مضامین لکھے۔ چنانچہ ضروری لٹریچر اور قرآن کریم دیا گیا ہے اور امید ہے کہ وہ اس کو مطالعہ کرنے کے بعد عنقریب اس پر کچھ لکھیگا انشاء اللہ

جن صاحب کے قبول اسلام کا اُوپر ہمنے ذکر کیا ہے۔ وہ ڈاکٹری کی ایک خاص شاخ (Therapeutics) (علم احیا دادویہ اور ان کے طریق استعمال) میں سوئیڈن کے ڈپلوما یافتہ ہیں۔ اور لنڈن میں اس فن میں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ہم قوموں کی روحانی امراض کا بھی معالج بنائے اور اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک امریکن پادری } وسطی امریکہ کے علاقہ کینال زون (Canal Zone) میں مسٹر ڈی۔ ڈبلیو۔ راس ایک پادری صاحب ہیں۔ اسلامک ریویو کا کوئی پرچہ گذشتہ سال ان کی نظر سے گذرا جس کو دیکھ کر اسلام کے متعلق اور بھی واقفیت حاصل

کرنیکی خواہش انہوں نے کی حسب خواہش لٹریچر انہیں بھیجا جاتا رہا۔ اور خط وکتابت بھی ان کے ساتھ ہوتی رہی۔ ان کا ۵ جون کا لکھا ہوا آخری خط اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس کے حسب ذیل فقرات اس بات کا پتہ دیتے ہیں۔ کہ اسلام نے ان کے دل میں کہاں تک گھر کر لیا ہے جس کی تعلیمات پر عمل بھی کرنا انہوں نے شروع کر دیا ہے لکھتے ہیں:۔

"آپ کی کتابوں کے وصول ہونے کے بعد میرے دل میں اس قدر عزت اور خوشی سمائی ہوئی ہو کہ ماہ رمضان کے اندر جو مئی میں نئے چاند سے شروع ہوکر ۶ جون کو نئے چاند ختم ہؤا۔ روزوں کے لمبے سفر میں میرا دل اس سے شاد کام رہا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہاں چند ایک مسلمان بھائیوں کو جو اپنی مراسم مذہبی سے مجھ سے زیادہ واقف ہیں مجھے شرکت اختیار کرنے کا شرف حاصل ہؤا۔ اور میں اللہ کے سامنے اس بات کی شہادت دے سکتا ہوں کہ میں اسکی بہت ہی عزت اور قدر کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اسی کیلئے میں مروں گا۔ ہم سب میں یہ مہینہ نہایت عمدگی کے ساتھ گزرا۔۔ میں اب گویا مغربی معتقدات سے ایک قدم آگے ہوں۔ اس لحاظ سے کہ مغربی معتقدات کی کتابوں میں نے بہت سے ازم (مذاہب) عقائد اور خیالات جمع کئے لیکن ان میں سے کسی کو بھی عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں...... ہمیں بہتر علم کی تلاش کرنی چاہئے۔ یعنے اسلام کی معقولیت کا علم جس کے اعلان کے لئے حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول بن کر آئے.... حضرت نبی کریم کے بعد جن پر خدا کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نیک کاموں کو دنیا میں رائج کرے لیلۃ القدر کی مقدس رات جو پہلی دفعہ مجھے نظر آئی ایک نہایت شاندار رات تھی ہمیں آئندہ روشنی کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہو" ۔

یہ خط اسلام کی تعریف اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے جس قدر بھرا ہؤا ہے۔ وہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہے کیا ہی خوش قسمت ہے جس نے لیلۃ القدر کی زیارت کا شرف کلیسا کا پادری ہونے کے باوجود نصیب ہوتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو قلوب سے واسطہ ہے۔ دل پاک ہو تو ظاہر حالات کیا چیز ہے۔ اس خط میں پادری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عنقریب اپنے عہدہ بشپ سے استعفیٰ دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے

کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔ تو بس یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں! اور آفتاب اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے۔ جو زبردست اور ہر چیز آگاہ ہے۔ اور چاند کیلئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہاں تک کہ پھر گھٹتے گھٹتے ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہ جاتا ہے۔ جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔ .... نہ تو نہ آفتاب ہی چاند کو جا لیتا ہے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔" قوانین قدرت ایسے اٹل اور کڑے ہیں۔ کہ انسان جیسی ذی شعور ہستی بھی کسی برکت سے متمتع نہیں ہوسکتی جبتک کہ ان قوانین پر عمل پیرا نہ ہو۔ ایک فصل کی مثال ہی لیلو۔ ہمیں بھی چند ایک قوانین اور راہیں مقرر ہیں۔ پہلے ہمیں ہل چلانا ہے۔ پھر بیج ڈالنا ہے اور اس کے بعد کھاد وغیرہ ڈالکر زمین کی آبپاشی کرنی ہے۔ اگر ہم ان مقررہ راہوں سے ذرا بھی علیحدگی اختیار کریں تو ضرور ہمیں نقصان اٹھانا پڑیگا۔ من یتبع غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین (ترجمہ) اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین کی تلاش کرے تو خدا کے ہاں اس کا دین مقبول نہیں۔ اور آخرت میں زیاں کار ہوگا +

ہماری تمام سرگرمیاں اور ہمارے سب افعال اسی ایک حقیقت کے ماتحت ہیں جیسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے، جیسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے تم سوائے اسلام کے اور کسی راستے پر نہیں چل سکتے۔ کیا۔ قدرت نے کھانے پینے تک کے قانون مقرر نہیں کر دیئے۔ کیا تم کان میں لقمہ ڈالکر بھوک روک سکتے ہو۔ کیا تم آنکھیں بند کر کے منہ کھولنے سے مجھے دیکھ سکتے ہو۔ اپنے کانوں میں انگلیاں کرلو۔ کیا صرف منہ کھولنے سے تم میری آواز سن سکوگے۔ یہ تمام افعال قانون قدرت کے خلاف ہیں۔ اسلئے ضرور ہمارے لئے یہ مضر ثابت ہونگے ہماری تہذیب و ترقی اور ہماری آسائش کے سب سامان محض سائنٹفک ایجادوں کا نتیجہ ہیں یہ سب محال تھا اگر خود قدرت اسلام پر نہ چلتی ہر چیز کیلئے قانون مقرر ہیں اور انہیں قوانین پر چلکر یہ اپنے مضمرہ جوہروں کا اظہار کرتی ہے کیا تمہیں اب اپنا مذہب دریافت کرنے میں کوئی مشکل پیش آسکتی ہے کیا تم بھی اس صحیفہ قدرت کے ایک جزو نہیں ہو۔ کیا قدرت کا ہر ایک ذرہ تمہارے جسم میں نہیں آگیا مسلم علماء نے انسان کو علم صغیر کہا ہے سائنس نے

اس حقیقت کو اب دریافت کیا ہے حالانکہ قرآن نے اسے تیرہ سو برس پہلے ظاہر کر دیا۔ اگر تم اس عالم وسیع کے مظہر ہو تو کس طرح تم اس مذہب کی پیروی کر سکتے ہو جو خلاف فطرت ہو دنیا میں ہر شے کی طرح مذہب کا مقصد بھی فطرت کا اظہار ہی ہونا چاہئیے۔ اور یہ اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ فاقم وجهك للدين حنيفاً فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم۔ ولكن اكثر الناس لا يعلمون (ترجمہ) تم ایک خدا کے ہو کر اسکے دین کیطرف اپنا رخ کئے رہو۔ یہ خدا کی بنائی ہوئی فطرت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں یہی دین کا سیدھا رستہ ہے۔ ان پاک الفاظ میں ہمیں مذہب کا مقصد بتا دیا ہے۔ اپنی فطرت کا مطالعہ کر کے اپنی استعدادوں کو دریافت کرو۔ اور ان قوانین کی پابندی کرو۔ جن سے ان استعدادوں کا اظہار پورے طور سے ہو جائے۔ بس تم نے اپنا مذہب دریافت کر لیا۔ ان الدين عند الله الاسلام اسلام (قوانین کی فرمانبرداری) ہی خدا کے نزدیک مذہب ہے۔ جس نے وحدہٗ لاشریک نے الہام کے ذریعہ ہمیں قوانین دیئے وہی ہماری فطرت کا بنانیوالا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کن ذرائع سے ہماری فطرت کا بنانیوالا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کن ذرائع سے ہماری فطرت نے ترقی کر کے کمال تک پہنچنا ہے۔ ہم نے مسلم بن کر رضائے الٰہی پر چلنا ہے۔ پس ہم نے مذہب کی شرط کو پورا کر دیا۔ یہاں ہمیں ایک مذہب سے سامنا پڑتا ہے جو تمام انبیاء اور حضرت مسیح کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ میرا مطلب کلیسیا کے مذہب سے ہے جس کی بنیاد پولوس نے رکھی ہے یہ مذہب ہمیں بتاتا ہے کہ جنت میں ایک واقعہ ہوا جس سے فطرت انسانی بگڑ گئی۔ ہمارے پہلے والدین نے خدا کے اول قانون کو ہی توڑا جس سے انسانی فطرت کے ورثہ میں گناہ آ گیا ہم گناہ لیکر ہی دنیا میں آئے اسلئے ہم قانون پابندی کے قابل نہیں رہے کلیسیا کے مطابق ہم فطرتاً اسلام پر (جو قوانین اور احکام کی فرمانبرداری کا مذہب ہے) چلنے کے ناقابل ہیں۔ بنی نوع انسان کی نسبت یہ نہایت ہی پست خیال ہے ہم اس عالم کی تمام اشیا کو جو بجنبش حرکت میں فطرتاً مکمل اور قوانین کی پابند تسلیم کرتے ہیں لیکن جب انہیں تمام اشیا کا مظہر انسان میں ہوتا ہے جو اشرف المخلوقات ہے تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ وہ پابندی قانون کے ناقابل ہے اس سے بڑھ کر لغو بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ اگر عناصر اپنے خواص میں غیر مبدل ہیں اور ان کا مختلف شکل و شباہت اختیار کر لینا ان کے خواص پر کوئی اثر نہیں رکھتا تو جب انہی عناصر کا ارتقاء جسم انسانی تک ہو جاتا ہے تو وہ اپنے خواص کس طرح بدل سکتے ہیں +

میں اعلیٰ شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی قانون کی پابندی سے کمال تک پہنچتے ہیں۔ اس امر کو قرآن کریم نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔ ربنا الذی اعطیٰ کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ (ترجمہ) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو اسکی شکل اور مقدار عطا کی اور پھر ہدایت کی۔ ان تمام عناصر اور ذرات عالم کی ترقی اور انکشاف محض اتفاق یا قدرت کی متلون مزاجی کا نتیجہ ہے۔ نظام قدرت کی طرف دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ محض اتفاق یا متلون مزاجی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس عالم کا ایک ایک ذرہ قانون کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ جس راستہ پر اس نے چلنا ہے۔ اور جو شکل اس نے اختیار کرنی ہو وہ اسکے لئے پہلے سے ہی مقرر ہے۔ کبھی ہم عناصر کو پہلی ہستی قرار دیتے تھے۔ لیکن وہ بھی بعد میں مجموعہ ذرات اور برقی ذرے ثابت ہوئے۔ اور اب ہم کرہ ہوائی کے ذرات کو پیدائش عالم کا سبب سمجھنے لگے ہیں۔ کرہ ہوائی میں بھی قانون کی حکومت ہے اور بیشمار قوانین سائنس نے دریافت کئے ہیں۔ وہ تین بڑے درجوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ دنیا میں چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے لئے خوراک حاصل کرتی ہیں۔ اور جو استعدادیں ان میں مخفی ہوتی ہیں۔ ان کا انکشاف ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ یہی قانون ہیں جو ہر جگہ مادہ کی ہر ایک شکل پر حکمرانی کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قانون مادے سے پہلے موجود تھا اور اگر قانون پہلے موجود تھا تو کوئی بھی ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ عالم الغیب کی ہستی اس سے بھی پہلے موجود تھی۔ مادہ خود بخود پیدا نہیں ہو گیا۔ اور نہ ہی اسکی کوئی اپنی ہستی ہے بلکہ یہ تو اسی عالم الغیب کے ماتحت ہے۔ جو خالق۔ رازق۔ ترقی دینے والا۔ پرورش کرنیوالا ہے۔ یہ چار صفات عربی کے لفظ رب میں آجاتی ہیں۔ اس حقیقت کی طرف قرآن کریم مندرجہ ذیل الفاظ میں اشارہ کرتا ہے:۔

علی رب کل منتہا

ترجمہ - جس طرف تم جاؤ آخر میں تم اپنے رب کو ہی پاؤ گے -

ہماری تحقیقات اور ایجادیں ترقی و انکشاف کی کسی حد تک پہنچ جائیں لیکن ہم ہر جگہ رب کی حکومت ہی پائیں گے جو خالق، رازق، ترقی دینے والا اور پرورش کرنے والا ہے اب میں اصلی مضمون کی طرف آتا ہوں - اگر صحیفۂ قدرت کی ہر شے اپنے اندر کچھ قوتیں اور استعدادیں رکھتی ہے - اور اسکی تمام دوران زندگی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مقررشدہ قوانین کے ماتحت ان استعدادوں کا کما حقہٗ اظہار ہو جائے تو فطرت انسانی کا مذہب دریافت کر لینا کونسی مشکل بات ہے - یہ اطاعت کا مذہب ہے قدرت کی ہر ایک شے اسی اطاعت کے ذریعہ اپنی فطرت کا اظہار کرتی ہے - اسلام کے لغوی معنی اطاعت ہیں - اور جو کوئی قانون قدرت کی اطاعت کرتا ہے اُسے قرآن میں مسلم کہا گیا ہے "افغیر دین اللہ یبغون و لہ اسلم من فے السمٰوات والارض طوعا و کرھا و الیہ یرجعون (ترجمہ) کیا وہ خدا کے دین کے سوا کسی دوسرے مذہب کی پیروی کرنا چاہتے ہیں - حالانکہ جو کچھ بھی زمین اور آسمان میں طوعاً و کرہاً خدا کی تابعداری کرتا ہے - اور اسکی طرف سب کچھ اٹھایا جائیگا ان الفاظ میں قرآن کریم نے اسلام کی حقیقت اور اہمیت کو بیان کیا - احکام اور اطاعت کا مذہب ہی فطرت کا مذہب ہو سکتا ہے - ذرا اجرام فلکی کی طرف دیکھو - ان میں ہر ایک کسقدر قانون الٰہی کا فرمانبردار اور مسلم واقع ہوا ہے سورج - چاند - ستارے - سیارے سب کے الگ الگ راستے مقرر ہیں جس میں وہ دور لگاتے رہتے ہیں - اور جو اپنی حدود سے کوئی بھی تجاوز نہیں کرتا - وایۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون ۰ والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۰ والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار و کل فی فلک یسبحون ۰ (ترجمہ) رات بھی ان کیلئے ایک نشان ہے - ہم اس میں سے دن کو

خطبۂ عید الضحیٰ

مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ انگلستان

واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماماً ۔ قال ومن ذریتی ۔ قال لا ینال عھدی الظٰلمین ۝ واذ جعلنا البیت مثابۃً للناس وامناً ۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی ۔ وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ۝ واذ قال ابراھیم رب اجعل ھٰذا بلداً اٰمناً وارزق اھلہ من الثمرات من اٰمن منھم باللہ والیوم الاٰخر ۔ قال ومن کفر فامتعہ قلیلاً ثم اضطرہ الی عذاب النار ۔ وبئس المصیر ۝ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ۔ ربنا تقبل منا ۔ انک انت السمیع العلیم ۝ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۝ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۔ **ترجمہ** ۔ جب ابراہیم کو انکے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا ۔ اور انہوں نے ان کو پورا کر دکھایا تو خدا نے فرمایا کہ ہم تمکو لوگوں کا امام بنانیوالے ہیں ۔ ابراہیم نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے مگر ہمارے اقرار میں وہ داخل نہیں جو بر سر ناحق ہونگے ۔ اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور امن کی جگہ ٹھیرایا ۔ اور ابراہیم کی جگہ کو نماز کی جگہ مقرر کیا ۔ اور ابراہیم اور اسمعیل سے فرمایا کہ ہمارے اس گھر کو طواف کرنیوالوں اور مجاوروں اور سجدہ کرنیوالوں کیلئے

پاک رکھو۔ اور اے میرے پروردگار اس شہر کو امن کا شہر بنانا اور اسکے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں۔ ان کو پھل کھانے کو دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو اللہ اور روزِ آخرت کا منکر ہوگا اسکو بھی ہم چند روز کیلئے ان چیزوں سے فائدہ اُٹھانے دیں گے پھر اس کو مجبور کر کے عذاب دوزخ میں لیجا داخل کریں گے۔ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔ اور دُعائیں مانگتے جاتے تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول کر بیشک تو ہی سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور اے ہمارے پروردگار ہم کو فرمانبردار بنا اور ہماری نسل میں ایک گروہ پیدا کر جو تیرا حکمبردار ہو اور ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتا۔ اور ہمارے قصوروں سے درگذر بیشک تو ہی بڑا درگذر کرنیوالا مہربان ہے۔ اور اے ہمارے پروردگار ان ہی میں سے ایک رسُول بھیج کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور انکی اصلاح کرے۔ بیشک تو ہی با اختیار اور صاحب تدبیر ہے +

مکرم برادران اور بہنوں خواتین اور حضرات آج پھر ہم ایک مسلم تقریب منانے کی غرض سے اکٹھے ہوئے ہیں۔ دو ماہ ہوئے ہم جبکہ ہم ایک تقریب منانے کیلئے جمع ہوئے تھے جو آج کی تقریب سے مختلف تھی۔ لازمی طور پر آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ میں اس تقریب کے آغاز اور حقیقت سے آپ کو مطلع کر دوں جسے منانے کیلئے آپ مختلف ممالک سے یہاں تشریف لائے ہیں پہلی بات جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اسلام بہت ہی پُرانا مذہب ہے۔ بنی نوعِ انسان کے وجود سے ہی اس مذہب کا آغاز ہوتا ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے آخری پیغام رسان تھے مغرب میں لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے کوئی نئی تعلیم دی جو پہلے انبیائ سے بالکل مختلف تھی لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے مثال کے طور پر اسی تقریب

کو لے لیں۔ اس کو عید بیرام یا قربانی کی عید کہا جاتا ہے۔ اور اس کا تعلق حضرت ابراہیم سے ہے جو حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلعم کے جدّ امجد تھے عید الضحیٰ کا تعلق نبی کریم صلعم سے نہیں۔ اس تقریب کی بنا دو امور پر ہے۔ پہلے مکہ کا حج اور دوسرا قربانی +

مکۂ معظّمہ

یہ آیات جو میں نے اُوپر تلاوت کی ہیں۔ مکہ معظمہ کے متعلق ہیں جہاں مسلم حج کیلئے جاتے ہیں۔ یہ وہی گھر ہی جو تمام دنیا کے مسلمانوں کا مرکز اور قبلہ ہے سب اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ تواریخ سے یہ کہیں پتہ نہیں ملتا۔ کہ خانہ کعبہ کس طرح اور کب بنا۔ عرب کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقدس جگہ زمانہ قدیم میں تعمیر ہوئی تھی۔ قرآن کریم میں بھی آیا ہی کہ یہ پہلا گھر ہی۔ جو خدائے واحد کی عبادت کیلئے نامزد کیا گیا حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں یہ گھر کھنڈرات کی حالت میں تھا۔ جب حضرت ابراہیم اپنی زوجہ اور اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو عرب کی صحرا میں چھوڑ گئے۔ تو آپ نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اس زمانے کے لوگ بھی اسے نہایت ہی مقدس جگہ سمجھتے تھے لیکن کچھ عرصے کے بعد حضرت ابراہیم کی قوم بت پرست ہوگئی۔ انہوں نے تین سو ساٹھ بُت اس مقدّس گھر میں عبادت کے لئے رکھ دیئے پھر حضرت ابراہیم کی دُعا کے مطابق جس کا ذکر مندرجہ بالا آیات میں ہو نبی کریم صلعم کی بعثت ہوئی۔ آپ نے خانہ خدا کو بتوں سے پاک کیا۔ اور از سر نو دُنیا میں توحید پھیلائی۔ حضرت ابراہیم کی دُعا کے دونوں حصّے پُورے ہوگئے۔ صحرا کی خشک اور بنجر زمین میں نہر بنگیا جسمیں ہر قسم کے پھل اور اناج پیدا ہونے لگے۔ اور نبی کریم صلعم نے آکر عربوں کی اصلاح کی +

حج

دُنیا کے مختلف حصوں سے مسلمان حج کیلئے مکہ مُعظّمہ میں آتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلعم خود غرضی سے کس قدر بلند تھے۔ آپ کو ہرگز یہ خواہش نہ تھی کہ لوگ آپ ہی کے

راگ گائیں آپ نے اپنے مقبرہ کی پرستش سے مسلمانوں کو روکا ہے۔ مکہ کو حج کی جگہ مقرر کر کے آپ نے اسکی عظمت کو بڑھایا۔ اور عیسائی یہودیوں اور مسلمانوں کی اخوت قائم کردی کیونکہ حضرت ابراہیم ان سب کے مُورثِ اعلےٰ تھے۔ حج کے موقعہ پر عام لباس کی بجائے صرف دو بغیر سی ہوئی چادریں پہننی پڑتی ہیں۔ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کیا کیا جاتا ہے۔ ان تمام حرکات اور لباس سے صد درجہ کی محبت الٰہی ظاہر ہوتی ہے اس موقعہ پر انسان محبت الٰہی میں دیوانہ وار کعبہ کے گرد پھرتا ہے۔ اس کا لباس نہایت ہی سادہ ہوتا ہے تمام قومی تفریقات اور دولت و مرتبہ کے ظاہری نشان اس جگہ ہیچ ہو جاتے ہیں۔ اخوت انسانی اس جگہ اپنے اصلی معنوں میں قائم ہو جاتی ہے۔ اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ ہم کعبہ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اسکی اسلئے عزت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے وہاں خدائے واحد کی عبادت ہوئی +

قربانی

دوسرا امر جس کا تعلق اس تقریب سے ہے وہ رسم قربانی ہے جو حضرت ابراہیم سے وابستہ ہے آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی قربانی کر رہے ہیں۔ آپ فوراً اس خواب پر عمل کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ کیونکہ دُنیا کی کوئی شے بھی رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے آپ کی راہ میں روک نہیں ہو سکتی تھی۔ جب حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کی قربانی کرنے لگے تو آپ پر وحی نازل ہوئی۔ کہ اے ابراہیم تو نے اپنی خواب کو سچ کر دکھایا۔ اور اس کے بعد بیٹے کی قربانی کو ایک جانور کی قربانی سے تبدیل کر دیا گیا۔ تمام قوموں کی تواریخ سے پتہ ملتا ہے کہ کسی نہ کسی رنگ میں وہ انسان کی قربانی کیا کیا کرتے تھے لیکن اسلام نے انسان کی قربانی کی بجائے جانور کی قربانی کو رائج کیا +

قربانی کی اصل غرض یہ ہے کہ ہمیں خدا کی محبت حاصل کرنے کیلئے ہر وقت دولت۔ عزت اور دنیاوی خواہشات کو قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ حج اور قربانی گویا محبت الٰہی کے ظاہری نشان ہیں +

نیا مذہب

یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ عیسائیت نے انسانی معاملات پر کوئی عمدہ اثر نہیں ڈالا ایک مذہب کی حیثیت میں تو اس پر طبعی موت وارد ہو چکی ہے۔ اب اس کا دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہے۔ اسی لئے یورپ کے مدبر اور روشن دماغ لوگ ایک نئے مذہب اور ہادی کے لئے چیخ و پکار کر رہے ہیں ایس۔ پی۔ بی میس کے الفاظ انہیں خیالات کو ظاہر کرتے ہیں ہم نئے مذہب مہدی اور ایک نئے دور کا انتظار کر رہے ہیں۔ تمام بنی نوع انسان ان کے لئے دست بدعا ہیں۔

ہم سچائی کے خواہشمندوں کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ مہدی سچائی اور روشنی دنیا میں آئی لیکن عیسائیوں نے اس ہدایت کو قبول نہ کیا۔ جیسے یہودیوں نے مسیح ناصری کو نہ مانا۔ تیرہ سو برس ہوئے قرآن کریم نے آکر دنیا کو یہ خوشخبری دی۔ جاء الحق وزھق الباطل (ترجمہ تحقیق حق آیا اور باطل بھاگ گیا) لیکن افسوس تو یہ ہے۔ کہ عیسائی دنیا نے اس انجیل حق کی پرواہ نہ کی۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ مہذب دنیا اسلام کو پالیگی۔ جو فطرت انسانی کا مذہب ہے۔

خدا کی طرف رجوع

آجکل خود بخود طبائع کا میلان اپنے خدا کی طرف ہو رہا ہے۔ انگلینڈ بھی اب اپنی سائنٹفک تہذیب سے تنگ آگیا ہے کیونکہ اس تہذیب نے صرف ظاہری خوشی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں لیکن اس سے اطمینان قلب جاتا رہا۔ اب پھر وہ روحانی خوشی اور خداوند تعالیٰ کی پرستش کیلئے سرگرداں ہے جو قرآن کے مطابق اصلی خوشی کا باعث ہوا کرتی ہے سنڈے ایکسپرس Sunday Express میں ہم مندرجہ ذیل الفاظ پڑھتے ہیں:-

اب گاڈ بکے: ہندار شرفا، کو چاہیئے کہ گالف اور ٹینس کو چھوڑ کر پہلے زمانے کیطرح گرجا

میں اپنی جگہ لیں امیر غریب اور جو لوگ مصیبت اور تکالیف میں ہیں سب کو پھر گرجوں میں جانا چاہیئے۔ اور پھر اسی ایمان کو مضبوط کرنا چاہیئے جس پر انگریزی قوم کا انحصار تھا یہ بالکل بجا ہے ہمیں پھر گرجوں میں جانا چاہیئے لیکن خدائے واحد کی پرستش کے لئے نہ کہ حضرت مسیح کو پوجنے کیلئے۔ کیونکہ ان کی الوہیت تو اب معدوم ہوتی جاتی ہے اس امر پر مسلمانوں کو بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ یورپ آج ایک نئے مذہب کی ضرورت کو محسوس کر رہا ہے اسلام کو اسکے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ ہمارے لئے یہ ایک موقعہ ہے جسے ہاتھ سے دینا مناسب نہیں +

غلامی

(نمبر ۲)

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب ووکنگ)

رومیوں کے ماتحت غلاموں کی حالت

رومن طریق غلامی بھی جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے سوسائٹی میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور انہوں نے اسے نہایت باقاعدہ بنانے کی کوشش کی روم میں غلامی کے مندرجہ ذیل اسباب تھے +

اول جنگ جو ایشیائی لوگوں تھریس کے باشندوں اور یوروپین قوموں سے ہوتے رہے۔ روم کی خانہ جنگی کے سبب بھی رومنز ایک دوسرے کو غلام بنا لیتے تھے۔ دوئم والدین اپنے بچوں کو بیچ دیا کرتے تھے۔ سوئم جن کی پیدائش ہی طبقہ غلامان میں ہو۔ چوتھے لوٹ مار میں جو لوگ پکڑے جاتے وہ بطور غلام فروخت کئے جاتے تھے۔ پانچویں غلاموں کی تجارت کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ کسی جرم کے عوض بجائے قید کے اس شخص کو غلام

بنا لیا جاتا تھا۔ ایک قرضخواہ عدم وصولی کے بدلے میں قرضدار کو غلام بنا لیتا تھا۔ لیکن بعد میں قانوناً بند کر دیا گیا۔ غلاموں کو اکثر کچہریوں میں حقیر ملازمتوں پر رکھا جاتا تھا۔ ان سے سڑک بنانے اور شہر کی صفائی کا کام لیتے تھے۔ سرکس اور تھئیٹر کے ایکٹر بھی اکثر غلام ہی ہوا کرتے تھے۔ رومن قانون کی رو سے ایک غلام کو چوری زنا اور عدم خلافی کی سزا انہیں ملتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے آقا کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اور اسکی اپنی کوئی ہستی نہ ہوتی تھی۔ لیکن غلام اور آقا میں بالکل مساوات قائم تھی۔ یہ لکھا ہے کہ کیٹو اپنے غلاموں کے ساتھ وہی معمولی خوراک کھایا کرتا تھا اور اسکی بیوی غلاموں کے بچوں کو دودھ پلایا کرتی تھی۔

روم میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خود غرضی سے غلام لینے کیخاطر سیاسی جھگڑے برپا کر دیتے تھے۔ ایسے آقا اپنے غلاموں سے بدسلوکی کرتے تھے۔ روم میں تمام خانہ جنگیاں صرف غلام لینے کیخاطر ہی ہوتی تھیں۔ رومن طریق غلامی کی ایک خوبی یہ تھی کہ ایک رومن غلام کبھی بھی ایک آزاد باشندے کے حقوق حاصل کرنے سے ناامید نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ اسے آزادی حاصل کا موقعہ بھی دیا جاتا تھا +

بنی اسرائیل کے ماتحت غلاموں کی حالت

بنی اسرائیل کے ماتحت بھی غلاموں کی حالت ایسی غیر تسلی بخش نہ تھی غلامی سے جو مراد آجکل عیسائی دنیا میں لیجاتی ہے۔ اس وقت غلامی کو ایسا خیال نہ کیا جاتا تھا۔ اور ایک آقا اور غلام کے تعلقات میں زیادہ فرق نہ تھا غلام گھر کے اور لوگوں کی طرح خیال کئے جاتے تھے۔ اور اگر وہ اسرائیلی نسل سے ہوتے تھے تو انکی عزت آزاد باشندوں کی طرح ہی کیجاتی تھی۔ پہلے دستور کے موافق اسیران جنگ کو غلام بنا لیا جاتا تھا۔ یونانی اور رومن مالک کو اپنے غلام کی جان پر بھی اختیار ہوتا لیکن اسرائیلی آقا کو یہ اختیار حاصل نہ تھا۔ غیر ممالک کی کنیزوں سے پہلے زمانے کی نسبت اچھا سلوک ہوتا تھا۔ اور آقا کو

یہ اختیار نہ تھا کہ کنیز کو بیچ دے۔ اسے علیحدہ کرنے سے پہلے کنیز کو آزاد کر دینا ضروری ہوتا تھا +

عیسائیت کے ماتحت غلاموں کی حالت

میں نے اوپر غلامی کے آغاز کو بیان کیا ہے اب میں موجودہ اور پرانی عیسائیت کا اثر اس پر بیان کرونگا۔ جو کچھ بھی حضرت مسیح کی تعلیم ہو اور چاہے وہ اپنی اصلی حالت میں ہمارے پاس موجود ہے یا نہیں۔ اس پر میں بحث نہیں کرونگا عیسائیت کا آغاز سلطنت روم کے وقت سے ہوا اور اس وقت ہی یہ مذہب غلاموں کی بہتری کیلئے کچھ کر سکتا تھا۔ جب حضرت مسیح نے اپنی تعلیم دنیا کو دی۔ اس وقت غلامی کی حالت قابل رحم تھی۔ لیکن سلطنت روم میں جو ترقی حالت غلاماں میں ہوئی۔ میں عیسائیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں دیکھتا یہ اصلاح سلطنت روم میں عیسائیت کے قائم ہونے سے پہلے ہی شروع ہوئی اور دو سن عیسوی میں ہی قانون کا اثر آزادی پر پڑنے لگا +

ڈایو کرائیسوسٹم جو ٹراجن کا مشیر تھا پہلا یونانی مصنف ہے جس نے اعلان کیا۔ کہ غلامی کا اصول قانون قدرت کے خلاف ہے سلطنت کی حکمت عملی میں اب تبدیلی واقع ہوئی۔ فوجی حکومت اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ چکی تھی رومن شہنشاہوں نے جان لیا۔ کہ اب ملک میں صنعت و حرفت کا دور دورہ ہونا چاہئے۔ اسلئے انھوں نے غلاموں کو رہا کر کے لوگونکو آزادی کیلئے تیار کرنا شروع کیا۔ اور بچوں کی فروخت اور قرض کے عوض انہیں گرو رکھنے کی رسم بند کر دی۔ غلاموں کو اپنی مالیت میں سے نصف حصہ کی وصیت کا حق ملگیا۔ اور شہنشاہ ہیڈرین نے آقاؤں سے غلاموں کی موت اور زندگی کے اختیار اسے لئے۔ انٹونینس پائس (Antoninus Pius) ان آقاؤں کو سزا دیتا تھا جو اپنے غلاموں کو مار ڈالتے تھے۔ نیرو نے مجسٹریٹوں کو حکم دیا تھا کہ غلاموں کی معروضات بھی سنیں۔ اسی زمانہ سے جنگلی جانوروں سے غلاموں کی

لڑائی بھی بند ہوئی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا (جلد ۲۲ صفحہ ۱۳۴) کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ غلاموں کی حالت عیسائیت کی وجہ سے بہتر نہیں ہوئی بلکہ اس کا سبب لوگوں کے جذبات میں تبدیلی واقع ہونا تھا۔

" ورثہ غلامان کی نسبت جو تبدیلی قانون میں واقع ہوئی۔ وہ ہرگز عیسائیت کی تعلیم کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ اس کا سبب لوگوں کے جذبات کی تبدیلی تھی جو ایک امن پسند حکومت کی وجہ سے پیدا ہوگئی"۔

یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ کہ یہ ترقی اخوت انسانی کا نتیجہ ہے جس کی تعلیم عیسائیت نے دی جس اخوت انسانی کی تعلیم عیسائیت نے دی وہ ایک لامعنی شے ہے۔ اسلام کی اخوت انسانی مغربی دنیا کی طرح ایک لامعنی سا فقرہ نہیں۔ بلکہ ایک حقیقی طاقت ہے۔ اس سچائی کا اظہار انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جلد چہارم میں عیسائی کی قلم سے ہوا۔ اُن کی حقیقت اُن کے اعمال سے ظاہر ہوگی۔ اگر حضرت مسیح کو معلوم ہوتا کہ ان کی بھیڑیں ان کے نام اور کتاب کا یہ ناجائز استعمال کریں گی تو شاید وہ یہ فقرہ کبھی نہ فرماتے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حضرت مسیح نے غلاموں کیلئے کیا کیا۔ سوسائٹی میں جو رتبہ عیسائیت غلام کو دیتی ہے۔ وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ کئی دفعہ عیسائیوں نے سوال کیا ہے کہ غلام میں روح ہوتی ہے یا نہیں۔ لیکن ہم اب واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔ جن کا تعلق اس مضمون سے ہے۔ عیسائی انجیل کی بناء پر افریقہ کے حبشیوں پر ٹوٹ پڑے اور جہاز کے جہاز بھر کر دوسرے ممالک میں بھیج دیئے جہاں ان سے جانوروں کا کام لیا جاتا تھا۔ ایک عیسائی مالک غلام نے عورت کی عزت افزائی اسی میں دیکھی کہ اسے اپنے گھر بار سے علیحدہ کرکے کوڑے مار کر محنت کرائی جائے۔ مختلف گھروں سے لوگوں کو باندھا جاتا تھا۔ اور کوڑوں سے انہیں آگے چلاتے تھے۔ تاکہ ان سے کپاس کے کھیتوں میں کام لیا جائے اُن کے زخمی شدہ بدن سے ریت پر خون بہتا جاتا تھا۔ مرد بچے اور عورتیں ہزاروں کی تعداد میں پیاس اور گرمی سے راستہ ہی میں جان دے دیتے

تھے۔ اور جو بچ جاتے تھے انہیں جہاز کے سب سے نچلے حصہ میں جانوروں کی طرح بھر دیا جاتا تھا۔ آرچڈیکن فیرر کے مطابق عیسائیت نے انسان کا رتبہ بڑھایا۔ عورت کی عزت افزائی کی ہے۔ اور بچے کی زندگی کو معصوم قرار دیا ہے۔ ان غریب حبشیوں کو نئی دنیا میں لیجاتے تھے۔ اور جو دوران سفر میں مرجاتے تھے۔ ان کو سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جہاں شارک کا پیٹ ان کی قبر بنتی تھی۔ ابھی ان واقعات کا خاتمہ نہیں ہوا۔ جن کے ماتحت عیسائیت نے دنیا کو مہذب بنایا خاوندوں کو انکی بیویوں سے علیحدہ کیا جاتا تھا۔ اور ایک بڑا وجیہ حبشی ان عورتوں میں نسل کیلئے چھوڑا جاتا تھا۔ اور کبھی عیسائی مالک خود یہ کام انجام دیتا تھا اس طرح جو اولاد ہوتی تھی۔ وہ اس مالک کے غلاموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا بعض عیسائی کہتے ہیں کہ غلامی حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور اُن کا دعویٰ ہے۔ کہ غلامی پہلے سے ہی رائج تھی۔ اور عیسائیت نے آکر اس کا خاتمہ کیا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ جب عیسائیت دنیا میں آئی تو غلامی پہلے سے ہی موجود تھی۔ لیکن عیسائیت نے یہ کہکر کہ کچھ انسان غلام ہی رہینگے۔ اس زمانہ کی غلامی کی حمایت کی ہے۔ جو لوگ اسمیں بھی شک کرتے ہیں۔ ان کیلئے انجیل سے ذیل کے حوالجات درج کرتا ہوں:۔

تمہارے غلام اور تمہاری لونڈیاں جنہیں تم رکھ لو۔ چاہئے کہ ان قوموں میں کی ہوں جو تمہارے آس پاس رہتی ہیں۔ تم ان ہی سے غلام لونڈیاں مول لینا اور ان اجنبیوں کے لڑکوں میں سے بھی جو تم میں بود و باش کرتے ہیں۔ اور ان کے گھرانوں میں سے جو تمہاری زمین میں پیدا ہوئے مول لیجیو وہ تمہاری ملکیت ہونگے۔ اور تم انہیں میراث کے طور پر رکھ لو کہ تمہارے بعد تمہارے لڑکوں کی میراثی ملکیت ہوں۔ وہ ابد تک تمہارے بردے ہیں" (احبار باب ۲۵ آیت ۴۴ تا ۴۶)

تعجب کی بات ہے کہ یہ آیتیں انجیل میں پائی جاتی ہیں۔ اور نئے ادریشن اسنے عہد نامہ کی اور آیتوں کی طرح ابھی تک محذوف نہیں کی گئیں۔ اب میں ایک اور آیت کا حوالہ

دیتا ہوں +

اگر تو عبرانی غلام مول لے تو وہ چھ برس تیری خدمت کرے۔ اور ساتویں برس مفت آزاد ہو جاے۔ اگر وہ اکیلا آیا تھا تو اکیلا جائیگا۔ اور اگر وہ جورو والا تھا تو اسکی جورو اس کے ساتھ جائیگی۔ اگر اس کے آقا نے اس کا بیاہ کر دیا۔ اور جورو اسکی اُس کی اُس سے بیٹے اور بیٹیاں جنی تو جورو بچوں میں آقا کی ہوگی۔ اور وہ اکیلا چلا جائے (خروج باب ۲۱ آیت ۵-۲)

لیکن اس آیت سے ظاہر ہے کہ غلام کی بیوی کو شادی کے معاملہ میں اپنی رائے دینے کا کوئی حق نہ تھا بلکہ اس کو اپنی اولاد۔ اپنی عصمت۔ اپنے خاوند پر کوئی اختیار نہ تھا۔ جیسا کہ اوپر لکھا ہے ایک غلام چھ برس کے بعد اپنی آزادی کا تقاضا کرسکتا تھا لیکن اگر اسکو اپنی بیوی اور بچوں سے زیادہ محبت ہوتی تھی تو وہ مجبوراً آزادی کی خواہش کو قربان کر کے ہمیشہ کی غلامی کو قبول کرتا تھا"۔ اس کا آقا اُسے قاضیوں کے پاس لیجائے پھر اُسے دروازے پر یا دروازے کی چوکھٹ پر لائے۔ اور سُتاری سے اس کا کان چھیدے۔ اور وہ ہمیشہ اسکی غلامی کرے" (خروج باب ۲۱ آیت ۶) کیا یہ اس خدا کے الفاظ ہوسکتے ہیں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ انجیل ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جسمیں بہت سی لامعنی باتیں موجود ہیں جن سے اجتماعِ ضدین ہو جاتا ہے۔ تمام انجیل کو کلام الہٰی کہنا کلمہ کفر سے کم نہیں۔ پھر ہم پڑھتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے۔ اور وہ مار کھاتی ہوئی مرجائے تو اُسے سزا دیجائے لیکن اگر وہ ایکدن یا دو دن جئے تو اُسے سزا نہ دیجائے۔ اسلئے کہ وہ اس کا مال ہے (خروج باب ۲۱ آیت ۲۱-۲۰)

انجیل کا خدا شاید فوری موت سے اس ایذا رسانی کو بہتر سمجھتا ہے۔ اس لونڈی کیلئے تو یہی اچھا ہے کہ اُسے فوراً مار دیا جائے۔ کیا میں ایسے خدا پر ایمان لاسکتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ گو ہزار انجیل مجھے ابدی جہنم سے ڈرائے۔ میں ہرگز یہ الزام خدائے غفور الرحیم پر نہیں لگاسکتا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک آقا اپنی لونڈی

کو مار ڈالتا ہے۔ اور اس کی کوئی پرسش نہیں ہوتی۔ فریڈرک ڈگلاس (Frederick Doughlass) لکھتا ہے کہ مسٹر گائلز ہکس (Giles Hicks) کی بیوی نے جو میرے قریب ہی رہا کرتی تھی۔ ایک پندرہ سالہ لڑکی کو نہایت بری طرح سے مار ڈالا۔ یہ لڑکی میری رشتہ دار ہی تھی۔ اس رات اس لڑکی کو مسز ہکس کے بچے کی نگہداشت کیلئے مقرر کیا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ سو گئی اور بچے نے چلانا شروع کیا۔ کیونکہ اس لڑکی نے پہلے بھی کئی راتیں شب بیداری میں گذاری تھیں۔ اسلئے وہ بچے کی آواز نہ سن سکی۔ مسز ہکس نے دیکھا کہ لڑکی غافل ہے وہ اٹھی اور لکڑی سے مارنا شروع کیا۔ اور لڑکی کے سینے اور ناک کی ہڈیاں توڑ ڈالیں۔ چند گھنٹے کے بعد لڑکی مر گئی۔ اس جرم کیلئے کوئی پرسش نہ ہوئی۔ اور نہ ہی مجرم کو عدالت میں آنے کی تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ فریڈرک ڈگلاس بیان کرتا ہے کہ میرا آقا ان مظالم کو مذہباً جائز سمجھتا تھا۔ میں نے اسے دیکھا ہے کہ ایک لنگڑی عورت کو وہ باندھ کر اس قدر مارتا کہ اس کے جسم سے خون نکل آتا تھا۔ اور اس مذموم فعل کی حمایت میں وہ انجیل کی یہ آیت پڑھتا تھا جو اپنے مالک کے حکم کو جانتا ہے۔ اور نہیں کرتا۔ وہ کوڑوں سے مارا جائیگا +

مسٹر گور نے ایکدفعہ کرنل لائیڈ کے ایک غلام کو جس کا نام ڈمبی تھا کوڑوں سے مارنا شروع کیا چند کوڑے مارنے کے بعد جب وہ تنگ آ گیا تو ڈمبی کو ایک کھائی میں پھینکدیا اور مسٹر گور نے اسے کہدیا۔ کہ اگر تیسری آواز پر تم باہر نہ آئے تو گولی سے مار دونگا۔ مسٹر گور نے پہلی آواز دی۔ لیکن ڈمبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسی طرح دوسری اور تیسری آواز بھی دی لیکن ڈمبی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اس پر مسٹر گور نے بغیر کسی سے مشورہ کئے یا ایک اور آواز دیئے نشان لیکر بندوق چلا دی۔ اور ایک لمحہ میں ڈمبی کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ کیا یہ تمام افعال وحشی اور کافر لوگوں کے ہیں نہیں ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے مسیح کو پا لیا عیسائی شاید ایسے ہولناک واقعات کو بھول جائیں لیکن تاریخ ان کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتی عیسائیوں نے انجیل

کے مطابق ان لوگوں کو غلامی میں بیچا ہے جو تہذیب اور قومیت میں ہرگز ان سے ادنےٰ نہ تھے جو پیگنز (Pagans) نہیں تھے بلکہ عیسائی تھے پہلے تین جارجوں کے زمانے میں بھی عیسائی مرد اور عورتوں کو امریکہ میں بیچا جاتا تھا۔ سکاٹلینڈ میں آخری صدی تک بھی غلام موجود تھے۔ اب عیسائی تو بیشک یہ مان لیں گے کہ پرانا عہد نامہ غلامی کی حمایت کرتا ہے لیکن وہ اس امر پر اصرار کریں گے کہ حضرت مسیح کے آنے سے یہ منسوخ ہو گیا۔ اور نئے عہد نامہ میں کوئی ایسا حوالہ نہیں ملتا جو انسان پر دوسرے انسان کی ملکیت ظاہر کرے۔ یہ ایک لغو عذر ہے جو نئے عہد نامہ سے محبت کرنیوالے پیش کرتے ہیں۔ وہ اس پر قسم اُٹھاتے ہیں۔ اور سدا اسے پڑھنے کے ہر طرح سے اسکی عزت کرتے ہیں یہ درست ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں انسان دوسرے انسان پر ملکیت رکھتا تھا۔ جاندار اور ذی روح انسانوں کو غلامی میں بیچا جاتا تھا۔ جن روحوں کیلئے حضرت مسیح جان دینے کیلئے آئے لیکن کہیں بھی درج نہیں کہ حضرت مسیح نے ان مظالم کے خلاف ایک لفظ بھی کہا ہو جو مرد عورت اور بچوں پر ڈھائے جاتے تھے۔ انسان جن کے دل میں ہر قسم کے جذبات موجزن تھے غلامی میں بیچے جاتے اور حضرت مسیح خاموش دیکھا کئے۔ اور ان حالات کو بدلنے کا کبھی خیال آیا بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں (متی باب ۵ آیت ۱۷) غلامی کی حمایت کی۔ نیا عہد نامہ بھی غلامی کی حمایت کرتا ہے۔

"اے نوکرو جو جسم کی رُو سے تمہارے مالک ہیں اپنی صاف دلی سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے ان کے ایسے فرمانبردار رہو جیسے مسیح کے" (افسیوں باب ۶ آیت ۵)

شاید عیسائی یہ کہدیں کہ مندرجہ بالا حوالجات میں نوکر (Servant) کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن اس کے جواب میں میں ان سے کہونگا کہ نیا عہد نامہ عبرانی اور یونانی زبانوں سے ترجمہ ہوا اور ان کی زبانوں کی مستند کتابوں میں نوکر کا لفظ غلام کیلئے ہی استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ ذیل کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے "اور ایسا ہوگا کہ اگر وہ تجھے یوں کہے کہ میں تیرے پاس سے نہ جاؤنگا کہ میں تجھے اور تیرے گھر کو دوست رکھتا ہوں۔ اسلئے کہ تیرے پاس رہنا اس کے نزدیک اچھا ہے تو تو ایک سُوآ لے اور اس کا کان چھید کہ اس سُوئے کو اپنے دروازے میں گھسا دے کہ وہ ہمیشہ کو تیرا غلام ہوگا۔ اور اپنی لونڈی سے بھی تو ایسا ہی کیجو (استثنا باب ۱۵ آیت ۱۶ و ۱۷)

آجکل جہاں تنگدلی اور جہالت زیادہ ہے وہیں عیسائیت کی عزت اور عورت کی بےعزتی زیادہ ہوتی ہے ان امور کی تصدیق کیلئے مجھے حبشی عیسائیوں اور لوبڑوں کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے سر میتھوہیل (Sir Mathew Hell) نے جیمز اول کے وقت ایک کتاب انجیل کے مظالم پر لکھی میسیسپی (Mississippi) کے پادری جیمز لائلی ایم اے نے یہ کہکر عوام کے خیالات کا اظہار کیا۔ کہ اگر غلامی گناہ ہے اور غلاموں کو ان کے مالکوں کو واپس کرنیکے لئے پکڑنا احکام الٰہی کے خلاف ہے اور غلاموں کو بیچنا خریدنا یا رکھنا ناجائز ہے تو ان گیارہ ریاستہائے متحدہ کا ۳/۴ حصہ شیاطین میں سے ہے میں اسکے ثبوت میں کافی لکھ چکا ہوں کہ نیا اور پرانا عہدنامہ غلامی کی حمایت کرتے ہیں اور کلیسیا کے ارکین نے اسکی بڑے زور سے تائید کی ہے۔ میں نے اس جہنمی تجارت کے چند ایک منظر بھی پیش کر دیئے ہیں۔ ان تمام ہولناک واقعات کی ذمہ داری عیسائی کلیسیا پر ہے میں نے ہرگز غلو سے کام نہیں لیا۔ اگر میں نے کہیں تشبیہ یا استعارہ استعمال کیا ہے تو اصلی واقعات اس سے کہیں بڑھ کر ہیں عیسائی غلامی کے پہاڑ انسانی ہڈیوں کے ہیں۔ اسکے دریا آنسوؤں اور خون سے لبریز ہیں جنمیں کروڑوں انسانوں کی آہوں سے طوفان برپا ہے جن کیلئے علم کی کتاب کبھی نہ کھلی جن کے لب جام مسرت سے ناآشنا رہے جو آزادی کی نعمت سے محروم ہی چلے گئے جن کے نصیب میں بیوی بچوں اور گھر کا آرام نہ لکھا تھا۔ بلکہ اسکی بجائے قسام ازل نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور تشدد ان کے حصہ میں رکھ دیا تھا۔ یہاں تک دنیا سے تھک ٹوٹ کر قبر کے گوشۂ تنہائی میں ہی وہ آرام پاتے تھے۔ جہازوں پر بھی غلاموں سے نہایت وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ جو کپتان ہائنز (Haynes) اور ڈاکٹر فیلکن برج (Falcon Bridge) کی شہادت سے ظاہر ہے جو انہوں نے پارلیمنٹ کی کمیٹی کے روبرو دی +

....۱۵ آدمی متواتر کئی سال تک افریقہ سے غلامی میں لئے گئے میجر ڈنہم (Denman) اپنے افریقہ کے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ تین ہزار بدقسمت حبشیوں کو انکے گھروں سے نکالکر ہمیشہ کی غلامی میں بھیجا گیا اور تقریباً اس سے دگنی تعداد انکو حاصل کرنے میں کام آئی +

اب میں آپ کی توجہ امریکہ کے قدیم باشندوں کی طرف مبذول کراتا ہوں جن کو عیسائیت نے نہایت سفاکی سے ہلاک کیا +

سپین کے عیسائیوں نے اپنے پادریوں کے ہمراہ جو انگریزوں سے بھی زیادہ مذہبی لوگ شمار کئے جاتے ہیں امریکہ کے اصلی باشندوں کو قتل کیا۔ حالانکہ انہوں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا تھا جسکے بدلے انہیں یہ سزا ملے۔ یہ لوگ اس ظلم سے ڈر کر بھاگے۔ اور انکو ہر طرف سے پکڑ کر قتل کیا گیا۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب بلاتمیز مارے گئے تین مہینہ کے عرصہ میں سات ہزار بچے قتل ہوئے ایکدن میں دو ہزار سرداروں کے لڑکے مارے گئے اور کئی ہزار عورتوں کی بےحرمتی کرکے انہیں قتل کیا گیا۔ ایک پادری نے انہی باشندوں کے ایک سردار کو قتل کرنے سے پہلے حضرت مسیح اور عیسائیت کی بابت کہا۔ کہ اگر تم اس مذہب کو مان لوگے تو بہشت میں جاؤگے اور اگر نہیں مانوگے تو دوزخ میں جاؤگے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس سردار نے پادری سے پوچھا کیا یہ سپین کے لوگ بہشت میں جاتے ہیں۔ پادری نے کہا ہاں۔ سردار نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا کہ میں بہشت کی بجائے دوزخ میں جانا پسند کرتا ہوں۔ تاکہ ان ظالم لوگوں سے رہائی پاؤں۔

انگلستان میں پہلے افریقہ کے غلاموں کی تجارت کمپنیوں کے ہاتھوں میں تھی لیکن ولیم اور میری کے عہد میں ایک ایکٹ کے ماتحت تمام رعایا کیلئے اس تجارت کی آزادی ہوگئی۔ جان ہاکنز اور تھامس ہمپٹن نے ملکہ الزبتھ کے زمانے میں تین جہاز سیرالیون سے غلام لانے کیلئے تیار کئے۔ ملکہ الزبتھ نے پھر اپنا ایک اعلےٰ جہاز جیزز اسی کام کیلئے روانہ کیا۔ برائن اڈورڈز (Bryan Edwards) کے شمار کے مطابق انگریز ۲،۳۳،۷۶۵ غلام افریقہ سے لائے اور ۱۹۲ جہاز اس تجارت میں مشغول تھے۔

کویکرز (Quakers) نے پہلے پہل غلامی کے خلاف صدا اٹھائی۔ اور ۱۷۶۱ء میں انہوں نے تمام لوگوں کو اپنی سوسائٹی سے نکال دیا جن کا اس تجارت کے ساتھ کچھ بھی تعلق تھا۔ کویکرز نے تو امریکہ میں ۱۶۹۶ء میں ہی غلامی کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسٹر پٹ نے دارالعوام میں تحریک کی کہ اس تجارت کی تحقیقات کریں۔ اس تجارت کو بند کرنے کی پہلی تحریک ناکامیاب رہی۔ دارالامرا میں بھی ناکامیابی ہوئی۔ آخر ۱۸۰۶ء میں قرار پایا کہ غلامی بند کر دی جائے۔ ڈنمارک پہلا ملک تھا جس نے ۱۷۹۲ء میں غلامی کی ممانعت کر دی۔ امریکہ کی ریاستہائے متحدہ نے ۱۷۹۴ء میں غلامی کی ممانعت کی۔ اس مضمون کو

ختم کرنے سے پہلے میں چند عیسائی پادریوں کے کارہائے نمایاں ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ ۱۸۳۰ء میں ہنری لارڈ بروہم نے دار العوام میں بیان کیا کہ ایک عیسائی پادری تھامسن ولسن بریجز نے اپنی ایک غلام عورت کو برہنہ کرکے اسقدر مارا کہ اس کا تمام بدن زخمی ہوگیا - ۴ فروری ۱۸۳۵ء میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جسمیں ہر فرقہ کے پادری شریک ہوئے ۔ اور یہ قرار پایا - کہ حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوبؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غلامی کو قائم رکھنا چاہئیے پادری ای ڈی سیمنز نے کہا - کہ غلام کی ملکیت کلام الٰہی سے صاف ظاہر ہے +

ڈاکٹر کراڈر نے کہا کہ انجیل نہ صرف غلامی کی اجازت دیتی اور اسکے متعلق احکام صادر کرتی ہے - بلکہ غلامی کو خود خدا نے قائم کیا -

ییل کالج کے ڈاکٹر ٹیلر نے کہا - اگر حضرت مسیح آج زندہ ہوتے تو وہ بھی غلاموں کے مالک ہو جاتے جتنی تکلیف امریکہ کو حبشیوں سے پہنچی ہے وہ بجا ہے غلاموں کو تو رہا کردیا گیا لیکن انکی اولاد آزاد نہیں - ان کو ووٹ دینے کا حق نہیں ۔ اور نہ ہی وہ عدالت میں انصاف طلب کرسکتے ہیں - اور وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان حبشیوں کی روح نہیں - اور نہ ہی بہشت یا دوزخ میں جائینگے جزائر فجی (Fiji Islands) میں ہندوستانی مزدوروں سے نہایت ہی وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے - ان سے نیشکر کے کھیتوں میں صبح ساڑھے پانچ سے کام لیا جاتا ہے ۔ اور ایک شلنگ مزدوری ملتی ہے - عورتوں کی مزدوری ۵½ پنس ہے - ایک عورت پانچ مردوں میں تقسیم کیجاتی ہے جس سے آئے دن قتل خودکشیاں اور ہولناک واقعات ہوتے رہتے ہیں - ان مزدوروں کو ہندوستان سے دھوکہ دے کر بھرتی کیا جاتا ہے ۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے کہاں جانا ہے - اور کن شرائط پر کام کرنا ہے +

ہوسٹن (Houston) اور ٹکساز (Texas) کی بغاوت اور اسکے بعد کورٹ مارشل کے واقعات بھی نہایت عبرتناک ہیں - ان بیکس اور بیگناہ لوگوں کے خون میں ہاتھ رنگ کر عیسائیت نے کیا حاصل کیا - وہ اس منافقت کے مقابل اپنی تہذیب کو بہتر سمجھتے تھے عیسائیت کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے کہ اس نے انسان کا رتبہ بلند کیا - اور عورت کی عزت افزائی کی ہے +

عید الضحیٰ کی تقریب کے متعلق اظہارِ خیالات

(از قلم فرانسس اے۔ ایچ۔ ولیمز)

پھر اس دفعہ مجھے اس سالانہ تقریب کی شرکت کا شرف حاصل ہؤا۔ جو ایک مسلم کی منزل زندگی میں سنگ راہ کا کام دیتی ہے۔ خوش قسمتی سے اس دفعہ انوار عید کا دن تھا جس روز سب کاروبار بند ہوتا ہے۔ ویسے تو موسم نہایت ہی خوشگوار رہا۔ لیکن تیسرے پہر ہلکی سی بارش ہوگئی۔ انگلستان کے مختلف حصص سے اور دیگر ممالک سے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔ جن کی اپنے ملک میں بہت قدر و منزلت ہوتی ہے۔ اور یہاں بھی ان کی بڑی شہرت ہے سب اپنے اللہ کی عبادت کے لئے جسے وہ فرض اولین سمجھتے ہیں۔ مسجد دوکنگ میں تشریف لے آئے۔ دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان جو مختلف مدارج اور طبقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اخوت اسلامی میں سب ایک ہوگئے۔ امیر اور تعلیمیافتہ مسلمانوں کو اپنے غریب اور ناخواندہ بھائیوں سے ملنے میں کوئی عار نہ تھی۔ یہ عدیم المثال اخوت نہ تو عیسائیت کی تنگدلی میں اور نہ دیگر سوسائیٹیوں میں میسر آسکتی ہے۔ صرف اسلام ہی کی وسعت میں یہ ممکن ہے۔ جس کے بانی رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہاں ہم نے ٹرکش ڈیلیگیشن کے ممبروں سے ملاقات کی جو نہایت ہی شائستہ اور خوش اخلاق تھے۔ بہت سے اصحاب اور خواتین انواع و اقسام کے لباسوں میں موقع کو زینت بخش رہے تھے۔ سب سے عمدہ نظارہ تو ہندوستانی اور انگریز بچوں کا تھا۔ جو عید کو نہایت جوش و خروش سے منا رہے تھے۔ پہلے اذان کے بعد سب نے نماز پڑھی نہایت خوش اسلوبی سے سب نے صفیں بنالیں اور خداوند تعالیٰ کے سامنے حضوری قلب کے ساتھ رکوع و سجود کئے +

اس باقاعدگی اور عظمت نماز کو دیکھ کر ہندوستان کے ان والسرائز کی تحریریں

یاد آگئیں جنہوں نے لکھا تھا۔ کہ یہ نظارہ بے اختیار دل میں یہ آرزو پیدا کرتا ہے۔ کہ ہم بھی مسلمان ہو جائیں نماز کے بعد برادرانہ ملاقاتیں شروع ہوئیں اور پرانے دوست پھر ایکدوسرے سے ملے۔ کچھ عرصہ کے بعد مشرقی طرز کا کھانا مہمانوں کے سامنے چنا گیا۔ ہمارے دوست پروفیسر ایچ ایم لیون۔ شیخ قدوائی سے پھر نیاز حاصل ہوا۔ اور ہم سب مولوی مصطفیٰ خان امام مسجد کو ملکر بہت خوش ہوئے۔ ایک طرف ایک نہایت ہی امیر ہندوستانی جسکے ماتحت اپنے شہر میں کئی سو آدمی کام کرتے ہیں اپنے وقار کو بالائے طاق رکھکر ایک بچے سے کھیل رہے تھے۔ جو ان کو دوڑ کے لئے چیلنج کر رہا تھا۔ بچّوں نے عید کے دِن سے خوب ہی فائدہ اُٹھایا۔ ایک چار برس کا لڑکا کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ حالانکہ اُسے بالکل چوٹ نہ آئی تھی لیکن اس نے تماشہ کی خاطر اس موقعہ کو ہاتھ سے دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور زمین پر چت لیٹ کر خوب زور زور سے چلّانا شروع کیا۔ اب کیا تھا۔ بڑے بڑے مُدبّران ملک۔ قانون دان اور پروفیسر نہایت پھرتی سے اس بچے کی مدد کیلئے دوڑے۔ گویا بین الاقوامی لیگ کا انحصار انکی تیز رفتاری پر ہی موقوف تھا۔ کالا۔ سفید۔ پیلا۔ دُنیا میں کونسا بچہ ایسا ہے جو ایک گیند کو دیکھ کر دیوانہ نہیں ہو جاتا۔ ہمارے ایک مسلم بھائی نے جیب سے ایک گیند نکالا اور بچوں نے کھیل شروع کر دی۔ جس کا فوراً ہی خاتمہ ہو گیا کیونکہ گیند کھڑکی سے ہو کر ڈرائنگ رُوم میں جا پڑا۔ جہاں ایک مشرقی حکمران لندن جانے سے پیشتر آرام فرما رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بارش شروع ہو گئی۔ اور سب نے چار کی میزیں وغیرہ اندر کر لیں۔ جہاں ہم نے چائے پی۔ جسے مسکرات سے پرہیز کرنیوالے مسلم نہایت شوق سے پیتے ہیں۔ کچھ اصحاب تو کھانے کے بعد ہی تشریف لے گئے۔ اور بعض چائے پی کر رُخصت ہوئے۔ بتدریج وہ پُر رونق مجمع کم ہوتا گیا۔ اور ہم میں سے بعض جو مصطفیٰ خانصاحب سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں

شام کے کھانے پر موجود تھے۔ آخر اس قابل قدر دن کو گذارنے کے بعد ہم الوداع کہکر رخصت ہوئے۔ اگست کی ایک سنسان رات میں جب ماہتاب عالمتاب خوب چمک رہا تھا۔ ایک انسان تنہا اس دنیا میں نکلا جس کے دل میں ایک غم کی یاد ابھی تازہ تھی۔ اسی رات ایک مسلم خاتون نے مجھے چلتے وقت نہایت یقینی طور سے کہا تھا۔ کہ اے بھائی تم اکیلے نہیں ہو۔ اللہ کے فرشتے تمہارے ساتھ ہیں۔ اور تمہاری عزیز زوجہ کی روح تمہارے گرد و پیش پھر رہی ہے اور سب سے بڑھ کر خداوند کریم خود تمہارے ساتھ ہے وہی تمہیں آج یہاں لایا وہ ہمیشہ تم پر فضل کرتا رہیگا۔ ان خیالات میں میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہؤا جن سے ایک گونہ اطمینان قلب مجھے حاصل ہؤا۔ جو مدت سے میں کھو بیٹھا تھا مڑ کر میں نے مسجد کے مینار پر آخری نظر ڈالی۔ اور میں نے ان ہندوستانی بھائیوں پر خدا کے فضل کیلئے دعا کی جو اس عظیم الشان تقریب میں شریک تھے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ

آج ہمارا فرض کیا ہے؟

مغربی دنیا میں مادی سائنس بہت بلند معراج ترقی پر پہنچگئی ہے۔ اور اس سے بلاشبہ ہمیں بہت فوائد و برکات حاصل ہیں۔ علم طب میں ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اور تمام ملکوں سے طلبا ہمارے کالجوں میں گروہ در گروہ آتے ہیں۔ مگر ایک اور نکتہ نگاہ سے اس کا نتیجہ کچھ ایسا ہؤا ہے۔ جو ہر سنجیدہ خیال کے لئے نہایت قابل افسوس ہے۔ یہ روحانیت کی رجعت ہے۔ اگرچہ بعض معاملات میں ہم بہت آگے نکل گئے ہیں۔ تاہم جہانتک مذہب کا تعلق ہے۔ ہر ایک عیسائی چرچ کے ارکان میں مسلمہ کمی روبتنزل ہے حقیقت میں مغربی دنیا آج بے پروائی کی لہروں کے اثر کے نیچے ہے بعض دفعہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تعلیم مذہب کو تباہ کرتی ہے۔

مگر اس دعوے کا امتحان شرط ہے۔ اگر مذہب کی بنیاد صحیح الہام پر ہے۔ اور اور وہ منطق کے اصولوں کے موافق قابل عمل اور تمام بنی نوع انسان کی ضروریات کے مطابق ہے۔ تو تعلیم اس مذہب والوں کے لئے محض برکت ہی برکت ہے لیکن برخلاف اس کے اگر مذہب صرف چند "ڈاگموں" (Dogmas) یا اعتقادوں ہی کا نام ہو جو کسی قدیم زمانہ میں عالم پجاریوں نے مرتب کئے تھے۔ اور ساتھ ہی اصول سائنس کے مخالف اور انسان کی ضرورت کیلئے غیر مفید ہو تو ایسے مذہب کو تباہ کرنے کے لئے تحصیل تعلیم کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کے پھول جھڑ جائیں گے۔ اور آہستہ آہستہ فطرتی موت مر جائیگا۔ ہر شخص مانتا ہے کہ تعلیم ایک نعمت ہے۔ یہ انسان کی بزرگی اور خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ باوجود اس پرانی ضرب المثل کے کہ جہاں جہالت ہی زندگی کی مراد ہو وہاں عقلمند بننا بیوقوفی ہے۔ ایک سمجھدار آدمی آج خوشی سے تمام علم لے لیتا ہے جو کسی ذریعہ سے بھی اس کے لئے ممکن ہو۔ جہالت ایک بادل ہے۔ جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے ترقی کو روک دیتی ہے۔ روح۔ دل اور جسم کو ابدیت کی راہ پر پکڑ کر دبوچ ڈالتی ہے۔ علم نصف النہار کا سورج ہے جو انسانی جان اور بدنی ڈھانچے کے تاریک گوشوں کو منور کرتا ہے۔ اسرار قدرت کو کھولتا ہے۔ اور بنی آدم کو مکمل روشنی اور امن کے خطوں کی طرف چڑھائی میں مدد دیتا ہے جو مذہب تعلیم سے خدشہ میں ہو وہ بنی آدم کی ہدایت کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تعلیم ایسے مذہب کو تباہ کرے۔ تو گویا عقل کے خدائی عطیہ نے ایک ناقص اور نامکمل چیز سے دنیا کو پاک کر دیا۔ مغرب میں یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں کہ عیسائیت تدریجاً مگر یقیناً مرتی جاتی ہے۔ آج عیسائیت دو گروہوں میں منقسم ہے۔ اول وہ جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوم وہ جو بالکل بے پرواہ سے ہیں۔ ماننے والوں کی تعداد کم ہے۔ اور وہ کیتھولک چرچ"

گریک چرچ" اور پروٹسٹنٹ کے ۹۰ متفرق فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ان
چرچوں میں سے کیتھولک چرچ کے پیرو تو برائے نام ہی رہ گئے ہیں۔"آرتھو
ڈاکس چرچ" زیادہ تر بعض قومیتوں کی بنیاد ہے۔ اور پروٹسٹنٹ ازم کے
مختلف فرقے تو آج قوت لایموت کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔
حقیقت میں مغرب کے لوگ مذہب سے بے پرواہ ہیں۔جب تم بعض اخباروں میں
بنی آدم کی تقسیم مذاہب کے لحاظ سے دیکھتے ہو۔ اور عیسائیوں کی تعداد بڑھتے
ہو تو یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہئے۔کہ یہ اعداد یونہی بڑھائے ہوئے ہیں۔اور انہیں
اس ملک کے تمام باشندے شامل ہیں جس میں عیسائیت کے مختلف چرچوں میں سے کوئی
ایک "شاہی مذہب" ہے۔یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ان نام نہاد عیسائیوں
میں سے ہزاروں کا حقیقت میں کوئی مذہب ہے ہی نہیں۔وہ اس نوع کے ہیں جسے
برائے نام ماننے والے کہتے ہیں۔جس کی شائستہ طور پر یہ عبارت ہے کہ وہ حقیقت
میں بالکل بے پرواہ ہیں۔ان لوگوں میں سے اکثر ایسے ہیں جو کبھی چرچ یا چیپل میں
عبادت کیلئے داخل نہیں ہوتے۔ہاں وہ اپنی شادی یا دوسرے کے جنازہ
کے ساتھ کبھی چلے جاتے ہیں مگر اسکی حقیقت ہی کیا۔ان کو کوئی مذہبی مسئلہ پوچھو
الٰہیات پر سوال کرو عیسائی تعلیم پر کوئی اعتراض اُٹھاؤ تو تمہیں معلوم ہو جائیگا
کہ وہ نہ تو یہ باتیں سمجھتے ہیں۔نہ ان کے لئے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہیں
مغرب میں واقعات کا یہ عالم ہے۔اور آج مشرق والوں کو احتیاطاً اسی بات
کی اطلاع دینا ضروری ہے۔کہ وہ مغرب والوں کے قدم بقدم نہ ماریں۔ کیا
میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو کھلم کھلا کہ دوں کہ کبھی وہ بڑے ایماندار نہیں
بن سکتے جب تک وہ ان ابدی صداقتوں پر عملاً اور اعتقاداً کاربند نہ ہو جائیں
جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و افضل المرسلین کے مبارک
منہ سے ذریعہ بنی آدم پر الہام کیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اسلام کو سیکھیں اسکو سمجھیں اس پر
عمل کریں۔اور پھر دوسروں کے لئے نمونہ اور راہبر بنیں۔کوئی شخص اپنے آپ کو

مسلم کہہ سکتا ہے مگر وہ مسلم نہیں جب تک اسکی زبان اور دل مسلم نہوں ہمیں ارتقائے روحانی کی پہلی منزل ہی یعنی "ایمان محض" پر قانع نہیں رہنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں ترقی کرنی چاہیئے کہ ارتفاع علم پر پہنچیں اور انجام کار اپنے آپ کو پوری طرح معرفت کی چوٹی پر منور پائیں مغرب کے لوگ تو پہلے قدم یعنی ایمان پر ہی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ وہ بھلا حقیقت تک کب پہنچ سکتے ہیں مسلم مرد اور عورتیں اس بات سے آگاہ رہیں کبھی یہ خیال مت کرو کہ صرف مادی ترقی ہی ترقی ہے۔ یہ دُنیا تو جلدی گذرنے والی صبح کاذب کی طرح ہے اور "دوامیت" کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ آؤ ہم مسلمان آپس میں اس بات کا فیصلہ کریں کہ کیا ہم اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اپنا شاندار پیغام سنایا مگر کیا ہم بھی بنی آدم کو راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہم بھٹک کر پگ ڈنڈیوں پر تو نہیں جا پڑے ہیں۔ سیاسیات انسانی ہیں۔ اور ان کا ناقص ہونا لازمی ہے وہ انفرادی رائے کا سوال ہیں لیکن مذہب خدا کی طرف سے اور مکمل ہے ہم آج غیر مسلم قوموں سے کیوں مراعات کے خواہاں ہوتے ہیں؟ ہم زبردست ترین قوم ہونے کے بجائے کمزور کیوں ہیں؟ کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمیں بے پرواہی کا روگ کھائے جاتا ہے۔ ان سوالوں کا خواہ کچھ ہی جواب ہو۔ اگر نقص موجود ہیں تو وہ ہماری ذات سے ہیں۔ اگر ہم کمزور ہیں۔ تو یہ ہمارے فعلوں کا نتیجہ ہے۔ مگر ایک بات ہمیشہ سچ ہے کہ اسلام مکمل ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو پھر پکڑو۔ چھوٹے تفکرات کو جو ہمارے سد راہ ہیں دُور کردو۔ بیکار اور غیر مفید توہم پرستی سے نفرت کرو۔ ہمیں اسلام پر کاربند ہونا چاہیئے۔ پھر ہم لا فتح ہوجائینگے آج انگلستان میں ایک مشن ہے جو جھوٹے "ڈاگموں" کا مقابلہ کرتا ہے تعصب کو ہٹاتا ہے۔ اور اسلام پر جو جھوٹے الزام لگائے جاتے ہیں ان کو رد کرتا ہے۔ یہ "ووکنگ مسجد" مغرب کے سوچنے والوں کو "چیلنج" ہے

یہ بے پرواہوں کو نیا پیغام سننے کیلئے بلاتی ہے۔ اور دشمن کو پکارتی ہے۔ کہ نیزہ تان کر آؤ لو اور اس سوال کا فیصلہ کرو۔ کہ صداقت کیا ہے؟ اے مسلمانو آج تمہاری لڑائی مغرب میں ایک مٹھی بھر پیشرو لڑ رہے ہیں۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ کیا تم یہ محسوس کرتے ہو۔ کہ ہمارا فرض ہے کہ اسلام کی روشنی مغرب والوں تک پہنچائیں۔ اور جس کا دشمن بننا ممکن ہے اسکو پر محبت بھائی بنالیں۔ اگر ہم آج اپنے فرائض کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کریں تو ہمیں آیندہ کا کیا فکر ہے؟ اے روایات عظیمہ کے وارثو اٹھو اپنے جوہر دکھاؤ۔ یاد رکھو کہ پیغام خدا کی تبلیغ و حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔ اس ذمہ واری کا کچھ حصہ ہر فرد واحد پر عائد ہوتا ہے۔ اور وہ اس سے کترا نہیں سکتا۔ جب تک کہ خدانخواستہ اسلام کو ہی ترک نہ کر دے۔ اے بھائیو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کو پھر تازہ کرو۔ اپنے دل و دماغ کو مقدس کتاب کے سمجھنے کیلئے کھولو اور اسی پر پوری طرح کاربند ہو جاؤ +

یاد رہے کہ ابھی تمام دنیا مسلم نہیں ہوئی ہمیں وہ دن قریب لانے کے لئے ہر طرح کی سعی کرنی چاہیئے۔ جب دنیا کے ہر شہر سے اذان کی آواز لوگوں کو خدا کی بندگی کے لئے بلانے کو بلند ہوگی ہمیں سست بیٹھے نہیں رہنا چاہیئے بلکہ صداقت کی کامیابی کیلئے کوشاں ہونا چاہیئے۔ تم تمام دنیا کو فتح کرنا چاہتے ہو مسلمانو تم یہ کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ تمہارے دل حکم پر لگ جائیں۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بری اور بحری فوجوں کی ہمارے ہاتھ میں ہر وقت ہتھیار موجود ہے اور یہ حق کا قیمتی تحفہ ہے۔ دلوں کے کھولنے والے نے ہمیں یہ نور بخشتا ہے اور ہمارا حربہ قرآن کریم ہے۔ جوامع الکلم۔ ھدایت۔ برکت و رحمت اور فرقان سے ملقب ہے۔ اس سے ہم لوگوں کے دلوں اور جانوں کو فتح کر سکتے ہیں اور تاریک ترین گڑھوں میں نیر اسلام کو چمکا سکتے ہیں۔ اور بنی آدم کو پاک کر کے ایک

بنا کے بلند مرتبہ پر پہنچا سکتے ہیں مسلمانو جاگو مغرب کو حقیقتاً دار الاسلام بنانے میں مدد کرو۔ پھر تمہارا فرض ادا ہو جائیگا۔ اور اسکی جزا دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت ہوگی +

مُسلم کی زندگی

(از قلم مسٹر الیف۔ اے۔ ایچ ولیمز)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سرے (Surray.) کے ایک پُر فضا میدان میں، جہاں ہری ہری گھاس کا فرش بچھا ہے۔ اور صنوبر کے درخت سایہ کئے ہوئے نظارے کی خوبصورتی کو دو بالا کر رہے ہیں۔ ایک احاطے کے اندر کئی ایک مسلمان دفن ہیں۔ جو جنگ یورپ کے دوران میں فوت ہوئے۔ ان قبروں پر جو کتبے لگے ہیں وہ مسلمانوں کی اور عمارات کی طرح نہایت ہی سادہ ہیں لیکن ایک بات جو ہر ایک کتبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور جس سے ہر ایک دیکھنے والے پر اثر پڑتا ہے۔ وہ ایک قرآن کریم کی آیت ہے جو میرے خیال میں تمام انسانی زندگی کی فلاسفی اپنے اندر لئے ہوئے ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم اللہ کی طرف سے ہی ہیں۔ اور اسی کی طرف ہم نے واپس جانا ہے۔ یہی وہ آیت ہے جو ہر مسلم کی زبان سے نکلتی ہے۔ جب وہ کسی کی موت کو سنتا ہے۔ ایک غم زدہ دل کیلئے یہ آیت صبر و سکون کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن انسان کے دل پر جب کبھی ایک ناگہانی صدمہ پڑتا ہے۔ تو وہ مشیت الٰہی پر راضی ہونے کی بجائے غم و حسرت کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ انسان کس قدر ضعیف البنیان پیدا ہوا ہے۔ اس وقت ہم تمام دنیا کے تعلقات سے الگ ہو کر خداوند تعالٰی کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اس آیت کی طرف توجہ کریں

اور ہم میں سے جب کبھی کسی پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس آیت پر غور کرے اور اسے ایک بے تکلف دوست کی آواز سمجھے ⁂

جب ہم ایک بچے کیطرف دیکھتے ہیں۔ اور اسکی بے بسی کا خیال کرتے ہیں تو ہمیں حیرانی ہوتی ہے۔ کہ اس ننھی سی جان کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا۔ اور آخر اس کا کیا حشر ہوگا۔ اس کا جواب بھی اسی آیت میں موجود ہے۔ جب بچہ بتدریج بڑھتا ہے۔ تو کچھ عرصہ بعد اسے مختلف دنیاوی اور روحانی امور پر غور کرنا پڑتا ہے جن کا حل اس آیت سے ہوسکتا ہے۔ ہم خدا کے ہی ہیں۔ اور دنیا میں اسی کی ہی بزرگی کیلئے ہیں۔ اور جو محدود طاقتیں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ ان کا استعمال ہمیں اسی خیال پر کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارا انحصار اسی خدا پر ہے۔ اور آخر ہم نے اسی کی طرف واپس جانا ہی ہے ہم مسلمانوں پر بہ نسبت دوسری قوموں کے جنکا ایمان انی کتب مقدسہ پر ہے یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ ہم خدا کے آخری پیغام کو جو ہمیں نبی کریم صلعم کی معرفت ملا دوسروں تک پہنچادیں۔ جن کا ایمان پرانی کتب مقدسہ پر ہے جو انسانی دستبرد سے پاک نہیں۔ اور زمانہ گذرنے کے سبب تحریف شدہ ہیں۔ جن لوگوں کا ہماری شخصی زندگی ہمارے دنیاوی مشاغل اور ہماری تفریح سے تعلق ہوتا ہے وہی ہماری سیرت اور کیریکٹر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایک مسلم کا مذہب دوسروں سے مختلف ہے کیونکہ عیسائیوں کی طرح بجائے ہفتہ میں ایک دفعہ ادا کرنے کے ہماری روزانہ زندگی کا دستور العمل مذہب ہی ہے۔ جیسے ہم اپنے گھر میں دنیاوی کاروبار اور ہر ایک شعبۂ زندگی میں مد نظر رکھتے ہیں ہمیں صرف اسی بات کی ضرورت ہے کہ ہم اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اسی سے ہی اپنا رشتہ قائم کریں۔ اور اسی کو اپنا ہادی راہ بنائیں جو ہمیں رحم۔ عدل اور عجز کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت ہمیں اپنی روزانہ زندگی گذارنی چاہیئے۔ اور جب ہمارے لئے خدا کی طرف رجوع کرنے کا وقت آجائے تو ہم اپنے

اعمال سے ہی دنیا میں ایک یادگار چھوڑ جائیں۔ اے دنیادار شخص جس کی ایک ہی خواہش ہے کہ وہ کاروبار میں ترقی کرے۔ ایک مسلم کے نکتۂ نگاہ سے اپنی گذشتہ اور آئندہ زندگی پر غور کر کیا دنیاوی مال و دولت ہی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے۔ یقیناً جائز کامیابی کی خواہش اسی حد تک ٹھیک ہے جہاں دوسروں کو نقصان نہیں پہنچتا تمہیں مسلمانوں کی دماغی ترقی کی طرف کوشش کرنی چاہئے۔ اور اپنی اولاد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت دینی چاہئے تاکہ وہ اسلام کے درخشاں تارے بنجائیں بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کی حفاظت بھی فرض ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی فیاضی مشہور ہے اخوت اسلامی سے ہی تمہیں دوسروں کے ساتھ تعلقات کی تعلیم ملتی ہے۔ اے دنیا کی دلدادہ بیگم جو ہر طرح کی خوبصورتی اور پاکیزگی سے آراستہ ہے کیا زندگی کا یہی مقصد ہے۔ کہ تم مصنوعی اشیاء سے اپنی خوبصورتی کو دوبالا کرو اور لباس پر ہی سب کچھ خرچ کردو۔ جس کا اس سے بہتر مصرف ہو سکتا ہے۔ کیا تم حضرت امینہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی پیروی نہیں کرسکتیں جنھوں نے نبی کریم صلعم کی سادہ تعلیم پر عمل کیا۔ ہماری ماؤں کو بہت شکر گذار ہونا چاہئے۔ کیونکہ نبی کریم صلعم نے الجنۃ تحت اقدام امہاتکم فرما کر انہیں بہت عزت بخشی ہے۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ مرد اور عورتیں اپنی اپنی فطرت پر قائم رہیں۔ اور ایک دوسرے کے مددگار اور معاون ہوں۔ موجودہ جنگ نے بہت سی رسوم اور پرانے خیالات کا خاتمہ کردیا ہے ہم مسلمانوں کو ان سے بہتر خیالات اور رسوم کو رائج کرنا چاہئے جو اخوت اسلامی پر مبنی ہوں۔ اس زمانہ میں رشتۂ اتحاد و مؤانست بڑھانا چاہئے۔ گو ہم تعداد کے لحاظ سے چھوٹی جماعت ہیں ہمیں ہرگز یہ پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں یا نہیں بلکہ خیال صرف اس بات کا ہونا چاہئے کہ ہمارے ضمیر صاف ہوں اور مقصد نیک ہوں۔ بنی نوع انسان ہر جگہ خدا کی تلاش میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

یہ اسلام کا کام ہے کہ ان کو وحدانیت سکھا کر اسی قادر مطلق اور عالم الغیب کی طرف رہنمائی کرے۔ ایک ماں کی طرح اسلام چاہتا ہے۔ کہ سب اقوام اسکے سایہ تلے آجائیں۔ اور اس کی پیروی کرکے سادہ اور اطمینان کی زندگی بسر کریں جنگ سے پہلے کی غلطیوں کے بعد ایسی زندگی کی سخت احتیاج ہے۔ میرے عزیز برادران اور بہنوں اس اہم بات کو دل سے محو نہ کرو کہ اسلام تمام دنیا کا مذہب ہے یہ کوئی فرقہ نہیں۔ ہر ایک قوم کا بچہ پیدائش کے وقت اسلام پر ہی قائم ہوتا ہے۔ ارکان اسلام نہایت ہی سادہ اور جلدی سمجھ آجاتے ہیں۔ خدا کی طرف سے ہی ہم آتے ہیں۔ اور اسی کی طرف ہم نے جانا ہے وہ واحدہٗ لاشریک ہے۔ جہاں کہیں بھی انسان ہیں۔ وہ ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ اور تمام خدا کے رسول قابل احترام ہیں۔ خاص کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں۔ اگر آپ ان باتوں کو سمجھ لیں تو اسی زندگی میں آپ کو وہ خوشی میسر آجائیگی جس کا پہلے آپ کو کبھی تجربہ نہیں ہوا۔ اور روحانی ترقی کے سبب آپ کا جنت یہیں سے شروع ہو جائیگا۔ آجکل ہمنے بدی کی طاقتوں سے لڑنا ہے۔ اور وہ بہت ہیں۔ اس کیلئے ہمیں خدا کی مدد درکار ہے۔ اسکی مدد ضرور پہنچیگی۔ اگر ہم عاجزی سے دعا کریں ہمیں ہر وقت اس آواز کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ ۔ (ترجمہ) اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی +

امیدِ راحت

(از قلم مسٹر محمد ہل نو مسلم)

آجکل تمام دنیا اسی کوشش میں ہے۔ اور لوگوں کو یہی دھن لگی ہے کہ کس طرح سے ہمیشہ کیلئے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ یہ کوشش مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ لوگ ابھی تک اس سچائی کو نہیں سمجھے کہ عیسائیت بحیثیت ایک مذہب بالکل ناکامیاب ثابت ہوئی ہے۔ یورپ میں ایک بین الاقوامی لیگ کا انعقاد ہوا ہے جس سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ جو قومیں اسمیں داخل ہونگی ان کے درمیان یک گونہ اتحاد پیدا ہو جائیگا۔ یہ تو کلیسیا کے پادریوں کا فرض تھا۔ کہ تمام اقوام میں برادرانہ سلوک اور ہمسایہ داری کا خیال پیدا کرتے۔ اور ان کو رشتہ اتحاد میں باندھ دیتے مغرب میں تو کلیسیا عیسائیت میں بھی یگانگت پیدا نہ کر سکا۔ اسلئے اب بین الاقوامی قانون اور کورٹ آف اپیل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ موجودہ عیسائیت میں آجکل بہت سے فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس جگہ ہماری ہدایت کیلئے قرآن کے مندرجہ ذیل الفاظ موجود ہیں۔ ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً لست منھم فی شیئ۔ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون ترجمہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بنگئے۔ تم کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے حوالے جو کچھ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ انکو بتا دیگا۔

بہت سے فرقے تنگدلی حسد اور نفاق پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت ایک برّاعظم میں بھی اتحاد پیدا نہ کر سکی۔ جنگ یورپ کے نظارہ نے ان لوگوں کو چونکا دیا ہے جو اس خیال میں تھے کہ اگر تمام قومیں عیسائی ہو جائیں

تو جنگ کا سلسلہ رُک جائیگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تعلیمیافتہ اور مہذب لوگ اِس دماغی حالت کو پہنچ جائیں جو ۱۹۱۴ء سے پہلے اُنکی کیفیت تھی بعض لوگ اس غلط خیال کو دماغ میں لئے ہُوئے ہیں کہ وہ تمام دنیا کو عیسائی بنا کر اسکی اصلاح کردیں گے۔ اس خیال باطل کی اصلاح کرنی چاہئیے۔ اور وہ اسی طرح ہوسکتی ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں۔ کہ موجودہ مذہب مکمل نہیں بہت مدت سے لوگ مذہب کسی خاص کلیسیا کے فرقہ کو سمجھتے رہے ہیں مغرب میں بہت سے مذہب اور فرقے خودرو پودوں کی طرح روزانہ نکلتے آتے ہیں۔ لوگ عیسائیت سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ اور اندھیرے میں ٹٹولتے پھرتے ہیں۔ تاکہ کہیں روشنی پالیں۔ حیرانی کا مقام ہے کہ باوجود اس قدر مادی ترقی کے لوگ روحانیات میں ابھی بالکل بچوں کی مانند ہیں۔ ان کا عیسائیت کو مذہب کے مترادف سمجھنا ان کی روحانی ترقی میں سدِ راہ ہوجاتا ہے تھوڑا سا غور اور تدبر اس وہم کو دُور کرسکتا ہے لیکن مغربی دماغ اتنی تکلیف گوارا کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ جب تک اشاعت کے ذریعہ اُنہیں اس طرف متوجہ نہ کیا جائے مغرب میں ایک مذہب کی اشد ضرورت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عیسائیت وہاں مردہ ہوگئی ہے۔ لوگ برائے نام عیسائی رہ گئے ہیں۔ اور بعض تو اس مذہب پر سخت نکتہ چینی کرتے ہیں ہمیں اس بات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے۔ کہ سلطنت کی امداد سے ہی کلیسیا قائم ہے لیکن عوام پر اس کا کوئی اثر نہیں رہا اور وہ بہت پریشاں خاطر ہیں۔ کہ اگر ان کا کوئی مذہب بھی نہ رہا۔ تو آخر کیا ہوگا۔ کلیسیا کے پادری جو عقائد ان کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ انہیں ہرگز ماننے کو تیار نہیں +

اِنسانی ترقی میں مذہب ہی ایک جزو اعظم ہے۔ اور یہ خیال اہل دماغ کو بہت ہی پریشان کئے ہوئے ہے۔ کہ آخر اس لامذہبی کا کیا نتیجہ ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ یہ تمام سرگردانی اور پریشانی اس زمانہ میں ہورہی ہے جبکہ خدا کا پیغام دُنیا میں گونج

رہا ہے جس طرح تیرہ سو برس پہلے یہ پیغام عرب کی جلتی ہوئی ریت سے دنیا میں گونجا +
کیا اب بھی لوگ اِس خداداد قوتِ فہم سے کام نہیں لینگے - اور اس الہام کو
نہیں پڑھینگے - اور اس پر تدبر نہیں کرینگے - جو صرف یہودیوں یا کسی اور
خاص قوم پر نہیں بھیجا گیا - بلکہ تمام دنیا کیلئے نازل ہوا - کچھ دیر کیلئے اِن متعصبانہ
تعلیم کو دل سے محو کردو جو سالہاسال سے تمہیں دی جارہی ہے - اِن بندشوں سے
نکلکر مذہب کا مطالعہ کرو - ہم میں سے جن لوگوں نے اِس مرحلہ کو طے کرکے اسلام
قبول کرلیا ہے - وہ جانتے ہیں - کہ رضائے الٰہی اور تمام بنی نوع انسان کے لئے
قلب کو وسیع کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے - یہ ایک نئی زندگی ہے - جس سے نفس
مطمئنہ پیدا ہو جاتا ہے - دنیا کی مشکلات کا حل صرف اسلام ہی ہے خداوند تعالیٰ
تمام انسانوں کو وحدانیت پر قائم کرے - اس سے جو اخوت پیدا ہوگی وہ ہمیشہ کیلئے رہیگی +

فتح ھلال

مندرجہ ذیل الفاظ چرچ آف انگلینڈ کے ایک ہندوستانی پادری کی
قلم سے نکلے ہیں - جنمیں یہ اعتراف کیا ہے - کہ مذہبی رنگ میں عیسائیت کے
مقابلہ پر ہندوستان میں اسلام غالب ہے +

ہندوستان میں عیسائیت اور اسلام ہی دو بڑے مشنری مذہب باہر
سے آئے شہنشاہ اورنگ زیب کی وفات پر ہندوستان کا تقریباً ⅓ حصہ
مسلمانوں سے پانچسو سال کے تعلق کی وجہ سے مسلمان ہو چکا تھا - شمالی ہند میں عیسائی
مشن کو قائم ہوئے دو سو سال کا عرصہ ہوا - جنوبی ہند میں تو عیسائی مشن
بہت پہلے سے جاری ہیں - اس پر بھی ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد جو عیسائی ہوئی
ہے - وہ نہایت پنچ اور اچھوت ذات کے لوگ ہوتے ہیں - تعلیمیافتہ اور بہتر
طبقہ کے لوگوں میں سے تو کوئی بھی عیسائی نہیں ہوتا - عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے

کہ ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں نے زبردستی اسلام پھیلایا۔ اس خیال میں کچھ سچائی تو ضرور ہے لیکن سب سے بڑی بات جس نے اس مذہب کو پھیلایا ہے۔ وہ اخوت اسلامی ہے۔ جب ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے تو تمام ذات اور قومیت کی تفریقات دور ہو جاتی ہیں۔ ہندوستان میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ مسلم حبشی غلام سلطنت کے وزیراعظم بنے اور آخر بادشاہوں کی لڑکیوں سے اُن کی شادیاں ہوئیں۔ اس کے مقابل ہندو برادری تو ذات پات کے جھگڑوں سے بالکل محدود ہے۔ اسلئے تلوار کے ذریعہ اسلام نہیں پھیلا۔ بلکہ اس اخوت اسلامی کی برکت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے +

حد درجہ کی لاعلمی

مندرجہ ذیل خط سے ظاہر ہے کہ مغرب میں اسلام کی نسبت کس قدر غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے یہ خط السٹریٹڈ کرانیکل ([illegible]) میں اسلام کی نسبت چند ایک غلط بیانیوں کو دور کرنے کے لئے لکھا گیا تھا۔

جناب عالی:۔ پچھلے جمعہ کے السٹریٹڈ کرانیکل میں ایک مضمون زیر عنوان "بچوں سے باتیں" چھپا تھا میرے خیال میں یہ نہایت ہی افسوسناک مقام ہے کہ ایسا غلط مضمون بچوں کو پڑھنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس مضمون میں درج ہے کہ اسلام ہندوؤں کا مذہب ہے،۔ یہ بات سراسر غلط ہے۔ ہندو ازم ہندوؤں کا مذہب ہے جو لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان کو ہندو کہنا اسکی سخت توہین کرنا ہے۔ دوئم اسمیں لکھا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودی تھے۔ آپ ہرگز یہودی نہ تھے بلکہ قریش کے قبیلے سے ایک عرب تھے آپکا نامہ نگار لکھتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیح کی نسبت کوئی علم نہ تھا

یہاں بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ آپ حضرت مسیح کو خدا کا رسول اور اپنے سے دوسرے درجہ پر مانتے تھے۔ اور مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق جب حضرت مسیح دوبارہ آئیں گے تو انہیں دفن کرنے کے لئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک میں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ کیونکہ میں بچوں کے سامنے ایسی غلط بیانی کو نہایت ہی بُرا سمجھتا ہوں۔ اسلئے میں نے ان باتوں کو درج کر دیا ہے۔

اے کینزر A. Keyser

ہم اس مضمون نگار کے بہت ہی مشکور ہیں۔ جسنے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو مغرب میں اسلام کی نسبت صدر درجہ کی لاعلمی کو ظاہر کر رہی ہیں لیکن اس موقعہ پر ہم مضمون نگار کو دو باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں نبی کریم صلعم نے یہ کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ آپ کا رتبہ حضرت مسیح سے بلند ہے بلکہ اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ اس قسم کی تفریقات سے باز رہیں۔ یہ حضرت نبی کریم صلعم کے وسعتِ قلب کی دلیل ہے۔ دوئم نبی کریم صلعم کے مقبرہ میں حضرت مسیح کے دفن ہونے کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نو مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سنی مراسم نماز پر علے الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر تمام نظام عالم کا اصولی طور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے اور اسکے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں اپنے عقاید کا اظہار تحریک کے معنے اختتام نبوت پر سیر کن بحث۔ نزول و وفات مسیح پر روشنی آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی۔ خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں +

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
اصلاح الرسوم	۳ر	توفیق مرزا	۴ر
مجموعہ لطائف	۴ر	مجموعہ ظرافت	۳ر
خطبات اسلام	۵ر	چپ کی داد	۲ر
عقیلہ بیگم	۳ر	مسدس حالی	۶ر
قومی گیت	۵ر	زنانہ خطوط	۵ر
حسن و صحت	۶ر	صنعت خانہ	۴ر
الفاطمہ	۲ر	رباعیات حالی	۳ر
ڈاکٹر حلیمہ خانم	۱۴ر	رباعیات انیس و دبیر	۳ر
سہیلی نامہ	۷ر	نظم نعت	۴ر
نیا باورچی خانہ	۶ر	قاعدہ سیپارہ	۳ر
ترکی کھانے	۴ر	کنز الآخرۃ	عـ۱ر
آداب النسواں	۶ر	چاند تارے	۳ر
چڑے چڑیا کی کہانی	۳ر	زنانہ نصاب لڑکیوں کا قاعدہ لڑکیوں کی پہلی کتاب	عہ
لاڈلا بیٹا	۳ر	دوسری ۳ر تیسری ۴ر چوتھی ۴ر پانچویں ۵ر	

دیگر

نام کتاب	نام مصنف	قیمت	نام کتاب	نام مصنف	قیمت
ترجمۃ القرآن اردو مع تفسیر پہلا پارہ	حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے	عہ ۴ر	حقیقت المسیح	حضرت مولوی محمد علی صاحب	۲ر
عصمت انبیاء	״	۹ر	مراۃ الحقیقۃ	״	۵ر
[illegible]	״	۴ر	آیت اللہ	״	۴ر
قرآن انگریزی مکمل مع تفسیر	״	درجہ اعلیٰ ... درجہ دوم ...	احمد مجتبےٰ	״	۴ر
سیرت خیر البشر	״	عـ۱ر	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول براہین احمدیہ	حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد رئیس اعظم قادیان	اول کرم ولایتی مجلد ... دوم درجہ دیسی
جمع قرآن	״	۱۳ر	سلسلہ تصنیفات احمد جلد دوم	״	عنقریب شائع ہوگی
مقام حدیث	״	۱ر	״ جلد سوم	״	مجلد ۱۲ر
نکات قرآن	״	حصہ دوم ۱۰ر حصہ چہارم ۴ر	ملفوظات احمد	״	قسم دوم ۱۲ر
النبوۃ فی الاسلام	״	عـ۱ر	اسلامی اصول کی فلاسفی	״	۱۲ر
[illegible]	״	۵ر	فتح اسلام	״	۵ر
تفسیر سورہ فاتحہ	״	۴ر	توضیح مرام	״	۵ر
مسیح موعود	״	مجلد ...	ازالہ اوہام دو حصص	״	عـ۱ر
شناخت مامورین	״	۳ر	پیغام صلح	״	۱ر
			نصیحت	״	۲ر
			درثمین	״	۱۲ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

نام کتاب	مصنف	قیمت	نام کتاب	مصنف	قیمت
القول المجید	علامہ مولوی محمد احسن		[illegible] خطاب	خواجہ کمال الدین صاحب	٣/
فی تفسیر	صاحب	١٠/	اسلام اور دیگر مذاہب	؍؍	٢/
اسم احمد	امروہی		حقوق نسواں	؍؍	٢/
اظہار النصائح	؍؍	٥/	لمعات انوار [illegible]	؍؍	٦/
سراج الوہاج	؍؍	٤/	[illegible]	؍؍	١٢/
ستۂ ضروریہ	؍؍	٣/	[illegible]	؍؍	١٢/
کشف الالتباس	؍؍	٣/	اسوۂ [illegible]	؍؍	٨/
سواء السبیل	؍؍	٢/	[illegible]	؍؍	٨/
صیانت الناس	؍؍	٢/	اسلام اور [illegible]	؍؍	٤/
اعلام الناس	؍؍	٢/	مسیح کی [illegible]	؍؍	٦/
الضحٰی	؍؍	[illegible]	[illegible]		
نماز	مولوی مصطفیٰ خان صاحب	١٠/	صحیفۂ [illegible]	؍؍	٢/
حج	بی اے	٦/	[illegible]	؍؍	١/
زکوٰۃ	؍؍	٢/	مسلم مشنری کے لئے [illegible]		
روزہ	؍؍	٤/	ایک حصہ اول	؍؍	١/
تربیت اولاد	؍؍	٥/	توحید فی الاسلام	؍؍	زیر طبع
غزوات نبوی	؍؍	٨/	سیر افکار	؍؍	؍؍
کانشنس اور نبوت	؍؍	٣/	ہستی باری تعالیٰ	؍؍	؍؍
غسل مصفٰی	زبدۃ الحکماء مرزا محمد [illegible]	دو حصص للعہ	مکالمات [illegible]	؍؍	؍؍
مرقاۃ الیقین	مولوی [illegible] صاحب	۹/	ضرورت الہام	؍؍	؍؍
ویدک سائنس	مولوی عبدالحق صاحب		سلک مروارید	؍؍	
	فاضل سنسکرت	٢/	**دیگر مصنفین**		
اسماء الہیہ		٧/	قرآن اور جنگ	حضرت مولوی صدرالدین صاحب	٥/
تصنیفات مسلم بک سوسائٹی			سیرت نبوی	.	٥/
مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	خواجہ کمال الدین صاحب	٣/	دنیا کے مشہور شہداء	جناب [illegible] حسین صاحب ندوائی	
توحید، [illegible]، تصوف	؍؍	٢/	ثلاثہ		٨/
خطبات عیدین	؍؍	٢/	تسہیل القرآن	.	٥/

درخواستیں بنام جناب خواجہ عبدالغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

مسلم اسلامیہ پریس بیرون دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا جناب عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا